سلسلۂ نصابیاتِ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

نشان (۳۷۳)

سیرت ابن ہشام

حصۂ اول

مصنّفہ

محمد عبد الملک ابن ہشام

مترجمہ

مولوی قطب الدین احمد صاحب محمودی (کامل تعبیر)

سابق لکچرار چادر گھاٹ کالج، بلدہ

سنہ ۱۳۶۷ھ م سنہ ۱۳۵۷ف م سنہ ۱۹۴۸ء

مطبوعۂ

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام حصہ اول

صفحہ	مضمون
۱۰۷	یمن میں فارس والوں کی حکومت کا خاتمہ
۱۱۰	بادشاہ حضر کا قصہ
۱۱۵	نزار بن معد کی اولاد کا ذکر
۱۱۸	عمرو بن لحیٰ کا قصہ اور عرب کے بتوں کا ذکر
۱۳۵	اسم بحیرۃ وسائبۃ ووصیلۃ وحامی ۔
۱۳۷	حالات سامہ
۱۴۹	عوف بن لوی کے حالات اور اس کے سبب کا تغیر
۱۵۶	حالات نسل
۱۶۱	اولاد عبد المطلب بن ہاشم
	ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کی کھدائی کے بیان کی
۱۶۳	جانب اشارہ
۱۶۴	جرہم کے حالات اور زمزم کا پاٹ دیا جانا
۱۶۷	بنی کنانہ اور بنی خزیمۃ کا بیت اللہ پر تسلط اور جرہم کا اخراج
۱۷۳	تولیت بیت اللہ پر بنی خزاعہ میں کے بعض لوگوں کا مستقل قصہ
۱۷۳	قصی بن کلاب کا حبی بنت حلیل سے ازدواج
۱۷۵	صوفۃ بن مر کا لوگوں کو حج کی اجازت دینے پر مامور ہونا
۱۷۸	عدوان کی مقام مزدلفہ سے روانگی کی حالت
۱۹۰	عامر بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن یشکر بن عدوان کا بیان
	قصی بن کلاب کا حکومت مکہ پر غلبہ پانا اور اس کا قریش کو متحد کرنا اور
۱۸۲	بنی قضاعہ کا اس امداد کرنا ۔
۱۹۴	قصی کے بعد قریش کا اختلاف اور حلف المطیبین
۱۹۵	حلف الفضول
۲ ۰	زمزم کی کھدائی

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وعلی آلہ

بیان سلسلۂ نسب پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے

آدم علیہ السلام تک

ابو محمد عبدالملک بن ہشام نحوی نے کہا کہ یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے، کہا کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب، اور عبدالمطلب کا نام شیبہ تھا ابن ہاشم اور ہاشم کا نام عمرو تھا، ابن عبد مناف اور عبد مناف کا نام المغیرہ تھا ابن قصی اور قصی کا نام زید تھا، ابن کلاب ابن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ اور مدرکۃ کا نام عامر تھا ابن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد اور بعضوں نے اُدد کہا ہے۔ ابن مقوم بن ناحور بن تیرح ابن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن بن تارح، تارح کا نام آزر تھا ابن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ اور عرب کے ادعا کے مطابق یہی ادریس ہیں واللہ اعلم اور یہی ادریس آدم کی اولاد میں پہلے شخص ہیں جن کو نبوت عطا ہوئی اور جنھوں نے لکھنے کی ایجاد کی ابن یرد ابن مہلیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے کہا کہ محمد بن اسحٰق المطلبی کی روایت سے زیاد بن

عبداللہ بکّائی نے یہ باتیں ہم سے بیان کی ہیں۔ جن کو میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آدم تک کے نسب کے متعلق اور ادریس وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ خلّاد بن قرّة بن خالد السدوسی نے شیبان بن زہیر بن شقیق بن ثور سے اور انھوں نے قتادۃ بن دعامہ کی روایت سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ سلسلۂ نسب اس طرح ہے اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن بن تارح اور تارح کا نام آزر تھا ابن ناحور بن اسرغ بن ارعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام ابن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مہلاییل بن قاین بن انوش بن شیث ابن آدم۔

ابن ہشام نے کہا اگر خدا نے چاہا تو میں اس کتاب کو اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے ذکر سے شروع کروں گا اور آپ کی اولاد میں سے ان لوگوں کا ذکر بھی کروں گا جن کی اولاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسمٰعیل علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنی پشتیں گزریں ان کی صلبی اولاد اور ان کو جو کچھ واقعات پیش آئے ان کا ترتیب وار ذکر کروں گا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اختصاراً ان لوگوں کا ذکر ترک کردوں گا جو اس اعتبار سے غیر ہیں یعنی اجداد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل نہیں اور بعض ان حالات کو بھی چھوڑ دوں گا جنھیں ابن اسحٰق نے تو اس کتاب میں لکھا ہے لیکن ان میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے نہ اس بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی نہ وہ اس کتاب کے کسی واقعہ کا سبب ہیں نہ اس کی تفسیر اور نہ وہ اس کا شاہد بن سکتے ہیں کیونکہ میں نے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے کہ اختصار مدنظر ہے اور ان اشعار کا ذکر بھی میں چھوڑ دوں گا جن کے متعلق میرا خیال ہے کہ علمائے شعر میں سے کوئی شخص انھیں نہیں جانتا البتہ بعض ایسے امور بھی ترک کردوں گا جن کا زبان پر لانا بھی برا معلوم ہوتا ہے اور بعض ایسی روایتیں بھی بیان نہ ہوں گی جن کا اقرار بکّائی نے ہم سے اپنی روایت میں نہیں کیا ہے ان امور کے علاوہ تا بحد روایت و علم اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پورے پورے واقعات بیان کروں گا۔

نسب اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام

ابن ہشام نے کہا کہ ہم سے زیاد بن عبد اللہ بکائی نے محمد بن اسحٰق المطلبی کی روایت سے بیان کیا کہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے بارہ لڑکے تھے نابت جوان سب میں بڑا تھا اور قیذر واذبل ومبشی ومسمع وماشی ودما وا ذر وطیم ویطور ونبش وقیذم ان کی ماں رعلۃ بنت مضاض[1] بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض مضاض[2] کہتے ہیں اور جرہم قحطان کا بیٹا تھا اور قحطان تمام یمن والوں کا جد اعلیٰ ہے یمن والوں کا نسب اسی کے پاس جا ملتا ہے اور وہ عامر ابن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جرہم یقطن بن عیبر بن شالخ کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر —— حسب روایت عام —— ایک سو تیس سال تھی اس کے بعد آپ نے انتقال فرمایا خدا آپ پر رحمت و برکات نازل فرمائے اور آپ مقام حجر میں اپنی والدہ ہاجر کے پاس دفن کیے گئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ عرب ہاجر اور آجر دونوں طرح کہتے ہیں کیونکہ وہ (ھ) کو (الف) سے بدل دینے کے عادی ہیں جس طرح "ہراق الماء" "اراق الماء" وغیرہ کہتے ہیں اور ہاجر مصریوں کے خاندان میں سے تھیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے عبد اللہ بن لہیعہ سے اور انھوں نے عُفرہ کے مولیٰ عمر کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَھْلِ الذِّمَّۃِ اَھْلِ الْمَدَرَۃِ

السَّوْدَاءِ السُّحْمِ الْجِعَادِ فَاِنَّ لَھُمْ نَسَبًا وَّصِھْرًا

---

[1] بکسر المیم [2] بضم المیم (احمد محمدی)

"مدرہ کے کالے کلوٹے گھونگریالے بال والے ذمیوں (یعنے حبشیوں)
کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ان سے (میرا) نسب کا رشتہ بھی ہے اور
سمدھیانا بھی"

غُفرہ کے مولی عمر نے کہا کہ ان سے نسب اس طرح ہے کہ پیغمبر اسمٰعیل
علیہ السلام کی والدہ انھیں (حبشیوں) کے خاندان سے تھیں۔ اور سمدھیانا اس طرح
کہ ان میں کی ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے تصرف
میں لیا تھا۔ ابن لہیعہ نے کہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجر اُمّ العرب نامی ایک
بستی کی رہنے والی تھیں جو مصر میں انفرما کے سامنے واقع تھی اور ابراہیم کی والدہ
ماریہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی لونڈی تھیں جن کو مُقوقس نے آپ کے لئے ضلع
انصناء کے مقام حفن سے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زُہری نے عبدالرحمن
ابن عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری سَلمی کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا افْتَتَحْتُمْ مِصْرَ فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا

"جب تم مصر فتح کرو تو اس کے رہنے والوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے کی وصیت
یاد رکھنا کیونکہ ان کے متعلق ایک قسم کی ذمہ داری ہے اور ان سے قرابت ہے"

میں نے (ابن اسحٰق نے) محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ وہ کیا رشتہ داری ہے
جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو انھوں نے کہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام
کی والدہ ہاجر انھیں کے خاندان سے تھیں۔

ابن ہشام نے کہا عرب تمام کے تمام اسمٰعیل علیہ السلام اور قحطان کی اولاد میں
سے ہیں۔ ان کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قحطان اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی اولاد سے ہیں اور اسی
لیے اسمٰعیل علیہ السلام کو ابو العرب کہتے ہیں۔ صفحہ ۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ سلسلہ نسب یوں ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح
(علیہ السلام)، ثمود و جَدِیس دونوں عاثر[1] بن ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) کے بیٹے

[1] (ب) میں عابر ہے۔ (احمد محمودی)

لسم وعملاق وامیم لاوذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) کے بیٹے اور یہ سب کے سب عرب ہیں۔ پس ثابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کا بیٹا یشجب بن ثابت ہے اور یشجب کا یعرب ابن یشجب یعرب کا تیرح بن یعرب تیرح کا ناحور بن تیرح ناحور کا مقوم بن ناحور مقوم کا اُدد بن مقوم اور اُدد کا عدنان بن اُدد۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے عدنان بن اُدّ بھی کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں عدنان ہی سے قبیلے متفرق ہوئے ہیں۔ عدنان سے دو شخص معدّ بن عدنان اور عکّ بن عدنان پیدا ہوئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس کے بعد قبیلۂ عکّ یمن کے خاندان میں اس طرح مل گیا کہ عکّ نے اشعریین میں شادی کرلی اور انھیں میں رہنے لگا۔ اس طرح دونوں کا خاندان اور زبان ایک ہوگئی اور سارے اشعری اشعر بن نبت بن اُدد بن زید بن ہمیسع ابن عمرو بن عریب بن یشجب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نبت بن اُدد ہی کا نام اشعر ہے بعض اشعر کو مالک کا بیٹا کہتے ہیں اور مالک ہی کا دوسرا نام مذحج بن اُدد بن زید بن ہمیسع ہے اور بعض اشعر کو سبا بن یشجب کا بیٹا کہتے ہیں مجھ کو ابو محرز خلف الاحمر اور ابو عبیدہ نے بنی سلیم بن منصور بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان میں کے ایک شخص عباس بن مرداس کا ایک شعر سنایا جو عکّ پر فخر کرتا ہے۔

وعکُّ بنُ عدنانَ الّذینَ تلعّبوا[1]
بغسّانَ حتی طُرِّدُوا کلَّ مطرَدِ

عکّ بن عدنان ایسے لوگ ہیں جنھوں نے (قبیلہ) غسّان کو کھلونا

---

[1] (ب) میں تلقّبوا ہے۔ اس صورت میں معنے یوں ہوں گے: یہی عکّ بن عدنان ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے بنی غسّان کا لقب حاصل کرلیا تھا، حتیٰ کہ وہ ہر طرف پھیلا دیے گئے (اور غسان نامی پنگھٹ پر ان کی سکونت نہ رہی) (احمد محمودی)

بنا لیا یہاں تک کہ ہر راستے سے ان کو مار بھگایا گیا۔
یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔ غسّان ایک پنگھٹ کا نام ہے جو یمن میں مأرب کے بند پر واقع ہے۔ یہ مازن بن اَسد بن الغوث کی اولاد کا پنگھٹ تھا اس لیے بنی مازن اسی نام سے موسوم ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ غسّان مُشَلّل میں ایک پنگھٹ ہے جو جُحْفہ سے قریب ہے۔ جو لوگ اس پنگھٹ سے پانی پیتے رہے وہ مازن بن الأسد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد کے چند قبیلے تھے جو اس نام سے موسوم ہو گئے۔ حسّان بن ثابت انصاری نے یہ شعر کہا ہے (اوس و خزرج کی اس اولاد کو انصار کہا جاتا ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی) جو حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرؤ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن الازد بن الغوث کی اولاد سے تھے۔

إمّا سألتِ فإنّا معشرٌ نُجُبٌ ؎۲
الأسدُ نسبتُنا والماءُ غسّانُ

کیا تو نے کسی سے پوچھا نہیں۔ یعنے کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم اشراف لوگ ہیں اور بنی اسد ہمارا قبیلہ اور غسّان ہمارا پنگھٹ ہے۔
اور یہ شعر ان کے اشعار میں کا ہے۔

اہل یمن اور قبیلہ عک میں کے بعض ایسے لوگوں نے بھی جو خراسان کے رہنے والے تھے کہا ہے کہ عک بن عدنان بن عبد اللہ بن الاسد بن الغوث النفیس کے خاندان میں سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عدنان بن الذیب بن عبد اللہ بن الاسد بن الغوث ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ معد بن عدنان کے چار بیٹے تھے نزار بن معد قضاعۃ بن

ص۷

؎۱ (الف) میں الازد ہے اور دوسرے نسخوں میں الاسد ہے۔ (احمد محمودی)
؎۲ اس شعر سے پہلے کا شعر یہ ہے۔ یا اخت آل فراس انی رجل من معشر لهم فی المجد بنیان۔ اے قبیلہ فراس کی عورت میں ایسے خاندان کا شخص ہوں جس کا شرافت میں بڑا رتبہ ہے۔
(احمد محمودی از طحطاوی و سہیلی)

معدّ قُنُص[۴] بن مَعَدّ اور اِیاد[۴] بن مَعَدّ اور (ان لوگوں کے خیال کے موافق قُضاعۃ معدّ کا پہلوٹھا لڑکا تھا جس کے نام سے اس کی کنیت مشہور تھی قضاعہ حِمیَر بن سبا کے پاس یمن میں جا بسا اور سبا کا نام عبد شمس تھا اس کا نام سبا اس لیے پڑ گیا کہ وہ عرب میں پہلا شخص تھا جس نے گرفتاریاں کیں (اور لوگوں کو قید کیا) یہ یَعرُب[لے] بن یشجب بن قحطان کا بیٹا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یمن والوں اور بنی قُضاعۃ نے کہا کہ قضاعۃ مالک بن حِمیَر کا بیٹا ہے چنانچہ عَمرو بن مُرّۃ جہنی نے یہ شعر کہے ہیں اور جُہَینہ زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعۃ کا بیٹا ہے۔ ص۸

نَحْنُ بَنُو الشَّیْخِ الْهِجَانِ الْاَزْهَرِ

قُضَاعَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ حِمْیَرَ

النَّسَبِ الْمَعْرُوفِ غَیْرِ الْمُنْکَرِ[ے]

ہم عالی خاندان روشن چہرے والے یا مشہور بزرگ قضاعۃ بن مالک بن حمیر کی اولاد میں یہ وہ نسب ہے جو مشہور ہے گمنام نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی معد کے علماء نسب کے ادعا کے لحاظ سے قُنُص ابن مَعَد میں سے جو لوگ باقی تھے وہ سب کے سب برباد ہو گئے انھیں میں نعمان ابن منذر بھی تھا جو حیرہ کا حکمران تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری نے

لے شیخ ابوذر نے کہا صحیح یہ ہے کہ یشجُب کو یعرب پر مقدم کیا جائے اور ابن ہشام نے بھی اس کے بعد اسی طرح ذکر کیا ہے۔ انتھی (رحشی)۔ اور برلن کے نسخے میں لکھا ہے کہ یَعرُب کو یشجُب پر مقدم کرنے میں ابن اسحٰق منفرد ہیں۔ لے نسخہ (الف) کے سوا دوسرے نسخوں میں ایک اور مصرعہ ہے اور وہ یہ ہے فی الحجر المنقوش تحت المنبر۔ (احمد محمودی)

کہا کہ نعمان بن منذر قنص بن معد کی اولاد میں سے تھا اور بعضوں نے قنص کہا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن الاخنس نے انصار کے قبیلۂ بنی زریق کے ایک بوڑھے سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب نعمان بن المنذر کی تلوار لائی گئی تو آپ نے جبیر بن مطعم ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی کو بلوایا اور جبیر علمائے قریش میں سب سے زیادہ نسب جاننے والے تھے جو قبیلۂ قریش اور تمام عرب کا نسب جانتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سے علم نسب حاصل کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام عرب میں بہترین نسب جاننے والے تھے پھر آپ یعنے حضرت عمر نے انھیں وہ تلوار دے کر دریافت فرمایا کہ اے جبیر نعمان بن منذر کس قبیلے میں سے تھا۔ انھوں نے کہا قنص بن معد کے پسماندوں میں سے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ عام طور پر سارے عرب تو یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ بنی لخم میں سے تھا جو ربیعۃ بن نصر کی اولاد میں ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ نعمان کا سلسلۂ نسب یوں ہے لخم بن عدی ابن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن ہمیسع بن عمرو بن عریب بن یشجب بن زید بن کہلان بن سبا بعضوں نے لخم بن عدی بن عمرو بن سبا کہا ہے۔ اور بعض ربیعۃ بن نصر ابن ابی حارثہ بن عمرو بن عامر کہتے ہیں وہ عمرو بن عامر کے یمن سے نکل جانے کے بعد یمن ہی میں رہ گیا تھا۔

صفحہ ۹

عمرو بن عامر کے یمن سے نکلنے کا واقعہ اور مآرب[1] کے بند کا قصہ

ابو زید انصاری نے مجھ سے جس طرح بیان کیا ہے اس کے لحاظ سے

[1] یمن میں ایک محل مقاص کا نام مآرب تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہان سبا میں سے ہر ایک بادشاہ کو مآرب کہا جاتا تھا۔ (احمد محمودی از طہطاوی)

عمرو بن عامر کے یمن سے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک چوہے کو دیکھا کہ مأرب کے اس بند میں سوراخ کر رہا ہے جس میں ان کے لیے پانی جمع رہا کرتا تھا اور اسی سے وہ پانی لے کر اپنے صرفے میں لایا کرتے تھے اور جس زمین کو چاہتے اس سے سیراب کرتے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب اس حالت میں بند کی سلامتی نہیں۔ اس لیے عزم کر لیا کہ یمن کو چھوڑ کر کہیں دوسری طرف نکل جائے۔ اس کی قوم اس کے اس ارادے میں مانع[1] ہوئی تو اس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو حکم دیا کہ جب وہ اس پر سختی کرے اور اس کو طمانچہ مارے تو وہ بھی اس پر حملہ کرے اور اسے طمانچہ مارے اس کے بیٹے نے ویسا ہی کیا جیسا کہ اس نے اس کو حکم دیا تھا تو عمرو نے کہا کہ میں ایسے شہر میں ہرگز نہ رہوں گا جس میں میرے سب سے چھوٹے لڑکے نے میرے چہرے پر طمانچہ مارا ہے اور اپنا تمام سامان بیچنے[2] کے لیے بازار میں لا ڈالا پھر (کیا تھا) یمن کے سرآوردہ لوگوں نے کہا کہ عمرو کے غصے کو غنیمت[3] سمجھو۔ لوگوں نے اس سے اس کا سامان خرید لیا اور وہ اپنے بچوں اور بچوں کے بچوں کو لے کر وہاں سے چل نکلا اس وقت بنی اسد[4] نے کہا کہ ہم عمرو بن عامر کے چلے جانے کے بعد یہاں نہ رہیں گے چنانچہ انھوں نے بھی اپنا سامان بیچ ڈالا اور اس کے ساتھ نکل گئے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ادھر ادھر پھرتے پھراتے سکونی مکانات ڈھونڈتے

---

[1] اصل میں "فکاد قومہ" ہے جس کے معنے اس کی قوم مانع ہوئی بھی ہو سکتے ہیں کاد بہ معنے منع یا کاد کو افعال متقاربہ میں سے لے کر اس کی خبر کو محذوف بھی سمجھا جا سکتا ہے یعنے "کاد قومہ ان یردہ عن ارادتہ" اور کاد کید سے فریب کرنے کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں قوم مفعول ہو جائے گی یعنے وہ اپنی قوم سے چال چلا (احمد محمودی)۔

[2] اصل میں "عرض اموالہ" ہے اس کے بعد کے فاشتروا منہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنا سامان بیچنے کے لیے گاہکوں پر پیش کیا۔ (احمد محمودی)

[3] یعنے اس کو چلے جانے دو اس کے بجائے ہم کو حکومت و ریاست حاصل ہو جائے گی (احمد محمودی)

[4] (الف) میں اسد ہے اور دوسرے نسخوں میں ازد۔ (احمد محمودی)

عک کی بستیوں میں جا اترے۔ عک نے ان لوگوں سے جنگ کی۔ جنگ میں
کبھی اِن کو فتح ہوتی تو کبھی اُن کو اسی بارے میں عباس بن مرداس نے وہ شعر
کہا ہے جس کو ہم نے اس سے پہلے لکھ دیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۵)
پھر یہ لوگ وہاں سے بھی نکل کر مختلف بستیوں میں منتشر ہو گئے آل جفنۃ
ابن عمرو بن عامر شام میں جا بسے اور اوس و خزرج یثرب میں خزاعہ مرّ میں
اور ازد السراۃ سراۃ میں اور ازد عمّان عمان میں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بند
پر سیلاب یعنے طغیانی بھیجی اور اس طغیانی سے یہ بند ٹوٹ گیا اسی واقعہ کے متعلق
اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ

جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا

مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ

طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

سَيْلَ الْعَرِمِ

بے شبہ قوم سبا کے لیے خود ان کی بستیوں میں[1] ایک نشانی
تھی کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب دو باغ ہیں[2] اپنے پروردگار کی
دی ہوئی نعمتوں میں سے کھاؤ[3] اور اس کا شکر بجا لاؤ کہ بہترین شہر

---

[1] نعمات الٰہیہ کی۔ [2] یعنے تمام راستوں کے دونوں جانب صف بستہ درخت اور باغ موجود
ہیں جو اعلیٰ تمدن کا نشان ہیں اور ہم نے ان سے کہہ دیا تھا کہ تم۔ [3] یعنے اللہ تعالیٰ اعلیٰ تمدن کے حاصل
کرنے سے منع نہیں فرماتا بلکہ اجازت دیتا ہے کہ اس کی نعمتوں سے استفادہ کرو۔ (احمد محمودی)

ہے[1] اور وہ پروردگار بخشنے[2] والا ہے (گناہ) ڈھانک لینے والا ہے[3] انھوں نے اعراض[4] کیا تو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب بھیجا[5]

صفحہ۱

ابو عبیدہ نے مجھ سے جو باتیں بیان کیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ عَرِم کے معنے سد یعنی بند کے ہیں اور اس کا واحد عَرِمَۃ ہے اعشیٰ نے اشعار ذیل کہے ہیں اور یہ اعشیٰ قیس بن ثعلبۃ بن عکابۃ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنب ابن افصی بن جدیلۃ بن اسد بن ربیعۃ بن نزار بن معد کی اولاد میں سے تھا۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ افصی دعمی بن جدیلہ کا بیٹا تھا اور اعشیٰ کا نام میمون بن قیس بن جندل بن شراحیل بن عوف بن سعد بن ضُبیعۃ بن قیس ابن ثعلبہ تھا۔

وَفِي ذَالِكَ لِلْمُؤْتَسِي أُسْوَةٌ

وَمَأرِبُ عَفَّى عَلَيْهَا الْعَرِمْ

یہ واقعہ بربادی بند مأرب نمونے کے طالب کے لیے ایک (عبرتناک) نمونہ ہے کہ سیلاب نے مأرب جیسے محل کی صورت بدل دی[6]

---

[1] جو اس نے تمھیں عنایت فرمایا ہے۔

[2] ۔تمھاری تمام کمزوریوں کو

[3] اپنی کمزوریوں کے ڈھانک لینے کی اس سے استدعا کرو لیکن

[4] ایسا نہیں کیا بلکہ۔

[5] اور تالاب کا بند توڑ کر اس کی طغیانی سے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

[6] ایسا برباد کر دیا کہ صورت تک نہ پہچانی جائے۔

(احمد محمودی)

رُخَامٌ بَنَتْہُ لَہُمْ حِمْیَرٌ

إِذَا جَاءَ مَوَّارُہٗ لَمْ یَرِمْ

وہ (سرتاپا سنگ) رخام (کا بند) جسے حمیرنے ان کے لیے بنایا تھا۔ جب کبھی اس میں موجیں آتیں یعنے طغیانی ہوتی تو اس کو ذرا جنبش نہ ہوتی تھی

فَأَرْوَى الزُّرُوعَ وَأَعْنَابَہَا

عَلَى سَعَۃٍ مَاؤُہُمْ إِذْ قُسِمْ

اس بند کے پانی نے کھیتوں کو سیراب کیا اور اس بستی کے انگوروں کی بیلوں کو سینچا اور جب وہ (پانی) تقسیم ہوتا تو ان میں اس کی ریل پیل ہوتی تھی

فَصَارُوا أَيَادِي مَا يَقْدِرُو

نَ مِنْہُ عَلَى شُرْبِ طِفْلٍ فُطِمْ

وہ متفرق ہوگئے یا خالی ہاتھ ہوگئے کہ ایک دودھ چھڑائے ہوئے (معصوم) بچے تک کو اس سے ایک چلو پلانے کی قدرت نہ رکھتے تھے[۲]

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔

---

[۱] اس شان و شوکت کا انجام یہ ہوا کہ۔

[۲] یعنے چلو بھر پانی بھی اس میں باقی نہ رہا۔ (احمد محمودی)

اور امیۃ بن ابی الصلت الثقفی نے ثقیف کا نام قسی بن منبہ بن بکر بن منصور بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان تھا۔ یہ شعر بھی کہا ہے جو اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

من سبا الحاضرین مأرب إذ
یبنون من دون سیله العرما

ہم قبیلۂ سبا میں سے ہیں جو مارب کے پاس اس وقت موجود
تھے۔ جب کہ اس کے پانی کے بہاؤ کے اس پار یہ لوگ بند باندھ رہے تھے

اور نابغہ جعدی سے بھی اس کے متعلق کچھ اشعار کی روایات کی جاتی ہیں وہ نابغہ جس کا نام قیس بن عبداللہ تھا جو بنی جعدۃ بن کعب بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویۃ بن بکر بن ہوازن میں کا ایک شخص تھا اور یہ ایک طول طویل قصہ ہے اس کے پورے طور پر بیان کرنے سے مجھے اختصار مانع ہے جس کا ذکر میں نے پہلے ہی کر دیا ہے۔

ربیعۃ بن نصر حاکم یمن کا حال اور شق و سطیح کاہنوں کا بیان

ابن اسحٰق نے کہا کہ شاہان تبع میں سے یمن کا ایک حکمران ربیعۃ بن نصر بھی تھا وہ ایک ہولناک خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور اپنی مملکت کے کسی کاہن (پیشین گو) جادوگر فال گو اور نجومی کو نہیں چھوڑا جس کو اپنے پاس نہ بلایا ہو اور ان سے نہ کہا ہو کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے اور میں اس سے بہت ڈر گیا ہوں تم لوگ مجھے وہ خواب اور اس کی تعبیر بتا دو انھوں نے کہا وہ خواب ہم سے بیان کیجیے تو ہم اس کی تعبیر بتائیں گے اس نے کہا اگر میں نے اس کا حال تمھیں بتا دیا تو اس کے متعلق تمھاری تعبیر پر مجھے اطمینان نہ ہوگا کیونکہ اس کی تعبیر اس شخص کے سوا کوئی نہیں جان سکتا جو اس کے بتانے سے

پہلے اسے جان نہ لے ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے تو کسی کو سطیح اور شق کے پاس روانہ کرے کیونکہ اس تعبیر خواب کے معاملے میں ان دونوں سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص نہیں بادشاہ جس چیز کے متعلق ان سے سوال کرے گا وہ بتا دیں گے سطیح کا نام ربیع بن ربیعۃ بن مسعود بن مازن بن ذئب ابن عدی بن مازن تھا اور شق ،صعب بن یشکر بن رہم بن افرک بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش کا بیٹا تھا ۔ اور انمار ابو بجیلہ اور خثعم کے خاندان والے ہیں ۔

ابن ہشام نے کہا کہ یمن اور قبیلہ بجیلہ والوں نے کہا ہے کہ انمار اراش بن لحیان ابن عمرو بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا کا بیٹا ہے ۔ بعضوں نے اراش کو عمرو بن لحیان بن الغوث کا بیٹا کہا ہے اور بجیلہ اور خثعم کا خاندان یہی ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ربیعۃ بن نصر شاہ یمن نے انھیں بلا بھیجا تو شق سے پہلے سطیح اس کے پاس آیا بادشاہ نے اس سے وہی کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے اور میں اس سے ڈر گیا ہوں تو مجھے وہ خواب بتا دے ۔ اگر تو نے اسے صحیح بتایا تو میں سمجھوں گا کہ تو اس کی تعبیر بھی صحیح بتا دے گا اس نے کہا ہاں میں بتا دوں گا ۔ تو نے ایک شعلہ دیکھا ہے جو اندھیرے سے نکلا پھر تہمہ یعنی نشیبی زمین میں گرا اور پھر اس میں کی ہر سانس والی چیز (یعنی جان دار) کو کھا گیا ۔

بادشاہ نے کہا اے سطیح تو نے اس میں ذرا بھی غلطی نہیں کی ۔ اب بتا کہ تیرے پاس اس کی تعبیر کیا ہے اس نے کہا دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان جتنے حشرات الارض ہیں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ تمھاری سرزمین پر حبشی آ نازل ہوں گے اور مقامات ابین و جرش کے درمیان کے سارے علاقے کے مالک ہو جائیں گے بادشاہ نے کہا اے سطیح تیرے باپ کی قسم یہ تو ہمارے لیے موجب غیظ و غضب و باعث درد و الم ہے آخر یہ کب ہونے والا ہے کیا میرے اسی زمانے میں یا اس کے بعد اس نے کہا نہیں (تیرے زمانے میں نہیں) بلکہ اس کے بعد ساٹھ یا ستر سال گزرنے پر، پوچھا تو کیا ان کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا منقطع ہو جائے گی کہا نہیں بلکہ

سلہ (ب د) میں قیس ہے ۔ سلہ (ب) میں نزار ہے (احمد محمودی)

نہیں رہے گی ساٹھ ستر سال کے بعد منقطع ہو جائے گی وہ مارے جائیں گے اور اس سرزمین سے نکل بھاگیں گے پوچھا آخران کے قتل و اخراج کس کے ہاتھوں سرانجام پائے گا کہا ارم ذی یزن عدن سے ان پر خروج کرے گا۔ اور ان میں سے کسی کو یمن میں نہ چھوڑے گا۔ پوچھا کیا اس کی یہ سلطنت ہمیشہ رہے گی یا منقطع ہو جائے گی کہا (نہیں ہمیشہ نہیں رہے گی) بلکہ منقطع ہو جائے گی پوچھا اس کو کون منقطع کرے گا کہا ایک پاک نبی جس کے پاس عالم بالا سے وحی آئے گی۔ پوچھا یہ نبی کس کی اولاد میں ہوگا کہا غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں ایک شخص ایسا ہوگا کہ اس کی قوم میں زمانے کے ختم تک حکومت رہے گی۔ پوچھا کیا زمانے کے لیے اختتام بھی ہے کہا ہاں جس روز پہلے اور پچھلے (سب) جمع ہوں گے نیک لوگ اس روز خوش قسمت ہوں گے اور برے اس روز بدنصیب پوچھا کیا یہ صحیح بات ہے جس کی تم مجھے خبر دے رہے ہو کہا ہاں قسم ہے شفق (کے آجانے) کی اور (رات کے) اندھیری کی اور صبح صادق کی جو اہم خبریں تجھے سنا رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے[1]۔

ص ۱۳

اس کے بعد اس کے پاس شق آیا۔ اس سے بھی اس نے ویسا ہی کہا جیسا سطیح سے کہا تھا لیکن سطیح نے جو کچھ کہا تھا اس نے اس پر ظاہر نہیں کیا تا کہ یہ معلوم

---

[1] اس روایت اور اس کے مثل اور بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں اور جب آپ کا زمانۂ ظہور قریب ہوا تو کاہن لوگ عربوں کو آپ کے متعلق بعض امور بتانے لگے لیکن باوجود اس کے عرب ان امور سے غفلت ہی برتتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مبعوث فرمادیا اور جو امور وہ بتایا کرتے تھے وہ واقع ہو کر رہے ربیعہ بن نصر کا اپنے خواب کی تعبیر کے لیے کاہنوں کو بلانا جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اس امر پر پورے طور پر دلالت کرتا ہے اس کے علاوہ ان روایات میں سے جن کا طبری نے ذکر کیا ہے ایک یہ بھی ہے کہ پرویز بن ہرمز کے خواب میں ایک شخص آیا اور اس سے کہا کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے وہ موٹی لاٹھی والے کو دے دے وہ اس خواب سے بہت دنوں تک خوف زدہ رہا یہاں تک کہ نعمان نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہنامہ میں ظاہر ہونے کے متعلق خط لکھا تو اس نے جان لیا کہ عنقریب حکومت آپ کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ کتب سیر میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں (احمد محمودی)

ہو کہ دونوں اس معاملے میں متفق اللفظ رہتے ہیں یا مختلف شق نے کہا ہاں آپ نے شرارہ دیکھا ہے جو اندھیرے میں سے نکلا پھر نشیبی زمین اور ٹیلے کے درمیان آگرا اور اس میں کے ہر ذی روح کو کھا گیا یہ اس نے کہا جب شق نے بادشاہ سے یہ کہا تو اس نے جان لیا کہ دونوں متفق ہیں اور دونوں کی بات گویا ایک ہی ہے مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ سطیح نے کہا تھا کہ نشیبی حصے میں آگرا پھر اس میں کے ہر دماغ والے کو کھا گیا اور شق نے کہا کہ نشیبی زمین اور ٹیلے کے درمیان آکر گرا اور اس میں کے ہر ذی روح کو کھا گیا پھر بادشاہ نے اس سے کہا اے شق تو نے خواب کے بیان میں تو ذرا بھی غلطی نہیں کی اب بتا کہ تیرے پاس اس کی تعبیر کیا ہے اس نے کہا دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان کے لوگوں کی قسم کھاتا ہوں کہ تمھاری سرزمین میں سودان آنازل ہوں گے اور تمام نرم و نازک سبزہ زاروں پر غلبہ پالیں گے اور ابین سے نجران تک تمام مقامات پر حکمران ہو جائیں گے بادشاہ نے اس سے کہا اے شق تیرے باپ کی قسم۔ یہ تو ہمارے لیے موجب غیظ و غضب اور وجہ درد و الم ہے۔ آخر یہ کب ہونے والا ہے کیا میرے ہی زمانے میں یا اس کے بعد کہا تیرے زمانے میں نہیں بلکہ اس کے کچھ بعد پھر تمھیں ان سے ایک بڑی عظمت و شان والا نجات دلائے گا اور انھیں سخت ذلت کا مزہ چکھائے گا پوچھا آخر عظمت و شان والا کون ہوگا کہا ایک نوجوان جو نہ کمزور ہوگا اور نہ کسی معاملے میں کوتاہی کرنے والا ذی یزن کے خاندان میں سے ایک شخص ان کے مقابلے کے لیے اٹھے گا اور نہ ان میں سے کسی کو یمن میں نہ چھوڑے گا پوچھا کیا اس کی سلطنت ہمیشہ رہے گی یا وہ بھی چند روز میں ختم ہو جائے گی کہا نہیں وہ بھی ہمیشہ نہ رہے گی بلکہ ایک خدا کے بھیجے ہوئے کی وجہ سے ختم ہو جائے گی جو صداقت و انصاف دین داروں اور فضیلت والوں میں پیش کرے گا اس کی قوم میں حکومت فیصلے کے دن تک رہے گی پوچھا فیصلے کا دن کیا ہے کہا وہ دن جس میں حکام کو بدلہ دیا جائے گا اس روز آسمان سے پکار ہوگی جس کو زندہ اور مردہ سب سنیں گے اس روز لوگ ایک وقت معین پر جمع کیے جائیں گے پرہیزگاروں کو اس روز کامیابی اور (اقسام کی) بھلائیاں نصیب ہوں گی۔ پوچھا کیا جو کچھ تو کہ رہا ہے یہ صحیح ہے کہا ہاں آسمان و زمین اور جو

پھر ان دونوں کے درمیان رفعت دیتی ہے ان کی قسم جو اہم خبریں میں نے تجھے دی ہے وہ بے شبہ سچی ہے اس میں کسی قسم کے شک یا غلطی کا امکان نہیں۔

ابن ہشام نے کہا امض کے معنی شک کے ہیں اور یہ حمیری زبان کا لفظ ہے اور ابو عمرو نے کہا اُمض کے معنے باطل اور غلط کے ہیں۔

(غرض) ان دونوں نے جو کچھ کہا وہ ربیعہ بن نصر کے دل میں جم گیا اور اس نے اپنے گھر والوں اور بچوں کے لیے سامان ضروری تیار کر کے انھیں عراق کی جانب روانہ کر دیا اور شاہان فارس میں سے ایک بادشاہ کے نام جس کا نام شاپور بن خرزاذ تھا ان کے لیے ایک خط لکھ دیا اس نے انھیں حیرہ میں بسا لیا اور اسی ربیعہ بن نصر کی پسماندہ اولاد میں سے نعمان بن منذر ہے اور وہ یمنی نسب اور یمن والوں کے علم کے لحاظ سے منذر بن نعمان بن منذر بن عمرو ابن عدی بن ربیعہ بن نصر کا بیٹا ہے جو یمن کا بادشاہ تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ خلف احمر نے جو خبریں مجھے دیں اس میں سلسلۂ نسب نعمان بن منذر بن منذر ہے۔

ابو کرب تبان اسعد کا ملک یمن پر غلبہ اور یثرب والوں کے ساتھ اس کی جنگ

ابن اسحٰق نے کہا پھر جب ربیعہ بن نصر مر گیا تو تمام یمن کی حکومت حسان بن تبان اسعد ابو کرب کو ملی اور یہ تبان اسعد تبع ثانی کہلاتا ہے جو کلیکرب بن زید کا بیٹا ہے اور زید تبع اول کہلاتا ہے جو عمرو ذو الاذعار بن ابرہہ ذی المنار بن الریش کا بیٹا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے الرائش کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ بیٹا ہے عدی بن صیفی بن سبا الاصغر بن کعب کہف الظلم بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن

۱۵ص وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن الہمیسع بن العرنجج حمیر ابن سبا الاکبر بن یعرب بن یشجب بن قحطان کا۔

ابن ہشام نے کہا کہ سلسلۂ نسب یشجب بن۔ عرب بن قحطان ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا یہ تبان اسعد ابوکرب وہی ہے جو مدینۂ (منورہ) آیا اور مدینے کے یہود کے دو عالموں کو وہاں سے یمن لے گیا اور بیت الحرام کی تعمیر کی اور اس پر غلاف پڑھایا اور اس کی حکومت ربیعۃ بن نصر کی حکومت سے پہلے تھی۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہی ابوکرب ہے جس کے متعلق یہ شعر زبان زد عام ہے۔

لَيتَ حَظِّي مِنْ أَبِي كَرِب

أَنْ يَسُدَّ خَيرُهُ خَبَلَهُ

کاش مجھے ابوکرب کی جانب سے (صرف اسی قدر) نفع

ہوتا کہ اس کی نیکی اس کے فساد کو روک دیتی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب وہ مشرق سے آیا تو مدینۂ (منورہ) کو اپنا راستہ بنایا تھا اور ابتدا میں جب وہ وہاں سے گزرا تھا تو وہاں کے رہنے والوں کو اس نے برافروختہ نہیں کیا تھا اور وہ اپنے بیٹے کو ان میں چھوڑ گیا تھا جو ایک اچانک حملے میں قتل کر دیا گیا اس لیے وہ وہاں اس عزم سے آیا کہ مدینۂ منورہ کو برباد کردے اور وہاں کے رہنے والوں کو نیست و نابود کر ڈالے وہاں کی کھجور کے پیڑوں کو کاٹ ڈالے تو اس کے مقابلے کے لیے انصار کا یہ قبیلہ متحد ہو گیا جن کا سردار بنی نجار کا ایک فرد عمرو بن طلۃ تھا جو بنی عمرو بن مبذول میں کا ایک شخص ہے اور مبذول کا نام عامر بن مالک بن نجار ہے اور نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمر بن عامر ہے۔

ابن ہشام نے کہا عمرو بن طَلَّۃ بن معاویۃ بن عمرو بن عامر بن مالک بن النجار ہے اور طَلَّۃ اس کی ماں کا نام ہے اور وہ عامر بن زُریق بن عبد حارثۃ بن مالک بن غضب بن جُشَم بن الخزرج کی بیٹی تھی۔ صـ١٦

ابن اسحٰق نے کہا بنی عدی بن النجار میں کے ایک شخص نے جس کا نام احمر تھا تبع والوں میں کے ایک شخص پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ ان کے پاس آئے ہوئے تھے اور اس کو قتل کر ڈالا اس کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

احمر نے اس شخص کو اپنے بار دار درختوں کے پاس کھجوروں کے خوشے کاٹتا ہوا پایا۔ تو اس نے درانتی سے اس کو مارا اور قتل کر ڈالا۔ اور کہا کہ کھجوریں تو اسی کی ہیں جس نے اس کی تابیر[1] کی ہو اس واقعے نے ان سے تبع کے کینے کو اور بڑھا دیا اور جنگ شروع ہو گئی انصار کا دعویٰ ہے کہ وہ ان سے دن میں جنگ کرتے تھے اور رات میں ان کی ضیافت کرتے تو تبع کو ان کا یہ برتاؤ بہت ہی عجیب معلوم ہوتا اور کہتا خدا کی قسم ہماری قوم بڑی شریف ہے تبع ان کے ساتھ جنگ ہی میں تھا کہ اس کے پاس بنی قریظۃ کے علمائے یہود میں سے دو عالم آئے۔ اور قریظۃ۔ نضیر نجّام[2] اور عمرو جس کا نام ہُدل بھی تھا یہ سب کے سب بنو الخزرج بن الصریح بن التوءمان بن السّبط بن الیسَع بن سعد بن لاوی بن خیر[3] ابن النجام بن تخوم بن عازر بن عزرا ابن ہارون بن عمران بن یصہر بن قاہث[4] ابن لاوی بن یعقوب اسرائیل[5] اللہ بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] پھل آنے کے لیے نر درخت کا پھول مادہ درخت کے پھول میں ڈالنے کو تابیر کہتے ہیں (احمد محمودی)

[2] (الف ب ج) بجام با جیم (د) بحام با حائے حطی۔

[3] حسب نشان (۲)

[4] (الف) قاہت (ب ج د) قاہث

[5] اسرائیل کے معنے منتہی الارب میں عبد اللہ کے لکھے ہیں اسر بمعنی قیدی۔ بندہ اور ایل بمعنی اللہ اس لحاظ سے اسرائیل اللہ میں اضافت الیٰ نفسہ لازم آکر تکرار بے معنی ہو جائے گی منجد میں ایل کے معنے قوی و قدیر کے لکھے ہیں اس طرح اسرائیل اللہ کے معنے عبد اللہ القوی ہو سکتے ہیں۔
(احمد محمودی)

ص۱۷ کی اولاد ہیں۔

یہ دونوں عالم علم میں بڑا پایہ رکھتے تھے جب انھوں نے سنا کہ تبع مدینہ اور اہل مدینہ کے برباد کرنے کا قصد رکھتا ہے تو دونوں نے اس سے کہا اے بادشاہ تو ایسا نہ کر اور اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا تو تیرے اور اس کے درمیان کسی نہ کسی قسم کی روک پیدا ہو جائے گی[۱]۔ اور ہم تجھے کسی نہ کسی فوری سزا پانے سے بھی محفوظ خیال نہیں کرتے اس نے ان دونوں سے کہا یہ کس لیے انھوں نے کہا اس لیے کہ وہ مقام ہجرت نبی ہے جو اسی حرم سے قریش کے قبیلے میں سے آخر زمانے میں نکلے گا اور مدینۂ منورہ اس نبی کا گھر اور مستقر ہوگا آخر وہ اس خیال سے باز آگیا اس نے سمجھ لیا کہ ان دونوں کو[۲] علم ہے اور جو باتیں ان سے سنیں ان کو پسند کیا اور مدینے سے لوٹ گیا اور انھیں کے مذہب کی پیروی شروع کر دی۔

خالد بن عبد العزّٰی بن غزیّۃ بن عمرو بن عبد عوف بن غنم بن مالک ابن النجّار، عمرو بن طلّۃ پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

أَصَحَا أَمْ قَدْ نَهَى ذُكَرَهْ

أَمْ قَضَى مِنْ لَذَّةٍ وَطَرَهْ

کیا تبع (مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عمرو بن طلۃ کے جیسے بہادر کے مقابلے کی مشکلوں کو) بھولا ہوا تھا اور اب ہوش میں آیا ہے یا اس نے عمداً اس بات کو یاد آنے سے روک دیا تھا یا وہ زندگی کی لذت (اور آرزوؤں اور ارمانوں) سے (سیر اور) فارغ ہو چکا ہے[۳]

---

[۱] یعنے اللہ تعالیٰ اسباب باطنی کے ذریعے تجھے بربادی مدینۂ منورہ سے روک دے گا۔
[۲] کتب سابقہ کے ذریعے آنے والے واقعات کا۔
[۳] اور اسے اپنی زندگی دوبھر ہو چکی ہے کہ اسے اپنی بربادی کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ (احمد محمودی)

أَمْ تَذَكَّرْتَ الشَّبَابَ، وَمَا
ذِكْرُكَ الشَّبَابَ أَوْ عُصُرَهْ

یا اے تبع تجھے اپنی جوانی یاد آگئی اور اپنی جوانی کے گھمنڈ میں نتائج سے بے پروائی کر رہا ہے لیکن تیری جوانی کے زمانے یا اس جوانی کی یاد سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

إِنَّهَا حَرْبٌ رَبَاعِيَةٌ
مِثْلُهَا أَتَى الْفَتَى عِبَرَهْ[1]

یہ کوئی معمولی جنگ نہیں یہ تو وہ چار کونچلیوں والی شیرانہ جنگ ہے کہ اس کے جیسی جنگیں ایک نوعمر نوجوان کے لیے موجب عبرت اور تجربہ آموز ہیں۔

فَاسْأَلَا عِمْرَانَ أَوْ أَسَدًا
إِذْ أَتَتْ عَدْوًا[2] مَعَ الزُّهَرَهْ

اے میرے ساتھیو ذرا تم دونوں بنی عمران یا بنی اسد سے

---

[1] نسخہ (الف) غیرہ (ب ج د) عبرۃ، غیرہ کی صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے جیسی جنگیں نوجوان پر حوادث زمانہ لاتی ہیں لیکن مجھے وہ نسخہ جس کو میں نے متن میں رکھا ہے مرجح معلوم ہوتا ہے۔

[2] نسخہ (الف) غدوا (ب ج د) عدوا نسخہ اول کے معنی صبح سویرے دوم کے معنی دوڑتے ہوئے تیزی سے۔ (احمد محمودی)

اس وقت کی حالت کو تو دریافت کرو جب کہ زہرہ کے طلوع کے ساتھ ساتھ صبح سویرے ایک بڑا لشکر تیزی سے آدھمکا۔

فَيْلَقٌ فِيهَا أَبُو كَرِبٍ

سُبَّغٌ أَبْدَانُهَا ذَفِرَهْ

بڑا لشکر جس میں ابو کرب قائد تھا ان لشکر والوں کی زرہیں بڑی بڑی اور فولاد کی بو سے بوجھی تھیں۔

ص۱۸

ثُمَّ قَالُوا مَنْ يُؤَمُّ بِهَا ؟

أَبَنِي عَوْفٍ أَمِ النَّجَرَهْ[1]

پھر انھوں نے کہا اس لشکر کو نے کرکس کا قصد کیا جائے یاکس سے مقابلہ کریں کیا بنی عوف سے یا بنی نجار سے۔

بَلْ بَنِي النَّجَّارِ إِنَّ لَنَا

فِيهِمُ قَتْلَى وَ إِنَّ تِرَهْ

(نہیں کسی دوسرے سے ہم مقابلہ نہ کریں گے) بلکہ بنی النجار ہی سے مقابلہ کریں گے کیونکہ ہمارے آدمیوں کو انھوں نے ہی قتل کیا اور بے شک ہمیں انھیں سے بدلہ لینا ہے۔

---

[1] نسخہ (الف) یؤم۔ نسخہ (ب ج د) نؤم۔ پہلی صورت میں فعل مجہول ہوگا دوسری میں معروف۔ (احمد محمودی)

فَتَاقَتْهُمْ مُسَايَفَةٌ

مَدُّهَا كَالْغَبْيَةِ النَّثِرَهْ[1]

پس انھوں نے اُن سے شمشیر زنی شروع کی ان کا سیلاب

بارش کے اس سیلاب کی طرح تھا جو نشیب کی جانب زور سے رواں ہو

فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ طَلَّةَ

مَلَّى الْإِلٰهُ قَوْمَهُ عُمُرَهْ

انھیں میں عمرو بن طلّہ بھی تھا اللہ اس کی قوم کو اس کی

عمر سے متمتع کرے یعنے اللہ اس کو بہت دنوں زندہ رکھے۔

سَيِّدٌ سَامَ الْمُلُوكَ وَمَنْ

رَامَ عَمْرًا لَا يَكُنْ قَدَرَهْ

وہ ایسا سردار ہے جس نے بہت سے بادشاہوں پر

برتری حاصل کر لی ہے جو شخص بھی عمرو کے مقابلے یا اس کو ضرر

پہنچانے کا ارادہ کرے خدا کرے کہ وہ اس پر قدرت نہ پائے

اور یہ انصار کے قبیلے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ تبع ان یہود قبائل سے جو

---

[1] نسخہ (الف) کالعیبۃ النترہ (ب) کالغیبۃ النثرہ (ج) کالغیبتہ المنثرہ (د) کالغبۃ النثرہ۔ غیبہ کے معنے پانی کا بہت بڑی مقدار میں انڈیلا جانا نثر کے معنے بکھیرنے اور کثرت کے ہیں یعنے ان کا سیلاب ایسا تھا گویا بہت سی مقدار میں پانی انڈیلا جا رہا ہے اور غبہ کے معنے بہت دنوں کے بعد آنے والا۔ نتر کے معنے بہت زور سے نچوڑنا۔

(احمد محمودی)

اسی وجہ سے ہم اس کے لکھنے سے با[illegible] ہے۔

ص۱۹ ابن اسحٰق نے [illegible] تبع [illegible] تھی تبع کو یو[illegible]
کرتی تھی جب اس نے مکے کا [illegible] کو جاتے وقت اس کے راستے ہی
میں واقع تھا اور عسفان [illegible] درمیان کسی مقام پر پہنچا تو اس کے
پاس ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد میں کی ایک جماعت
آئی اور انھوں نے کہا اے بادشاہ کیا ہم آپ کو ایک چھپا ہوا خزانہ بتا دیں
جس میں موتی زمرد یاقوت اور سونا چاندی بکثرت موجود ہے جس سے آپ
سے پہلے کے بادشاہ غافل رہے ہیں۔ اس نے کہا کیوں نہیں ضرور بتا دو۔
انھوں نے کہا مکے میں ایک گھر ہے اس بستی کے رہنے والے اس گھر
کی پرستش کرتے ہیں اور اس کے پاس نمازیں پڑھتے ہیں یا دعائیں مانگتے
ہیں۔ قبیلۂ بنی ہذیل نے تو صرف یہ چاہا تھا کہ تبع کو اس ذریعے سے برباد کر دیں
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہوں میں سے جس نے اس کے ساتھ بدی کا ارادہ
کیا یا وہاں سرکشی کرنا چاہا وہ برباد ہو گیا۔ لیکن جب اس نے ان کے کہنے کے
موافق کرنے کا عزم کر لیا تو ان دونوں عالموں کو بلایا اور ان سے اس کے متعلق دریافت
کیا ان دونوں نے کہا اس قوم نے تجھے اور تیری قوم کو برباد کر دینا چاہا ہے ہم
اس گھر کے سوا کوئی اور گھر ایسا نہیں جانتے جس کو اللہ نے زمین میں اپنے
لیے بنایا ہو اگر تو نے ویسا ہی کیا جس پر تجھے ان لوگوں نے ابھارا ہے تو تو اور
تیرے ساتھ جو جو ہوں گے سب تباہ ہو جائیں گے اس نے کہا تو پھر تم دونوں کا
کیا مشورہ ہے جب میں وہاں جاؤں تو کیا کروں انھوں نے کہا وہاں کے لوگ
اس گھر کے پاس جو کچھ کرتے ہیں تو بھی وہی کر اس کا طواف کر اس کی تعظیم و تکریم
کر اور اس کے پاس اپنا سر منڈوا اور خشوع و خضوع (اور عجز و انکسار اختیار)
کر۔ حتیٰ کہ تو وہاں سے نکل جائے۔ اس نے کہا تم اس طرح کیوں نہیں کرتے
ص۲۰ انھوں نے کہا سن واللہ بے شبہ وہ ہمارے باپ ابراہیم کا گھر ہے اور اس میں
کسی قسم کا شک نہیں کہ واقعہ ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ہے جیسا ہم نے تجھ سے
کہا ہے لیکن وہاں کے رہنے والوں نے اس گھر کے اطراف بت نصب کرکے

اوران کے آگے قربانیاں کر کے ہمارے اور اس گھر کے درمیان دیوار حائل کر دی ہے اور وہ نجس اور مشرک بھی ہیں۔ یہی یا اسی طرح کے الفاظ انھوں نے کہے[1] (غرض) وہ ان کی بات کی سچائی اور ان کے خلوص و خیر خواہی کا معترف ہوگیا اور ہذیل کے مذکورہ لوگوں کو بلوایا اور ان کے ہاتھ کاٹ دیے اور خود آگے چلا یہاں تک کہ مکے میں آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور اس کے پاس اونٹ ذبح کیے اور اپنا سر منڈوایا اور اس عام روایت کے مطابق جو لوگوں میں مشہور ہے وہ مکے میں چھ روز رہا ان دنوں میں لوگوں کے لیے جانور ذبح کیا کرتا اور وہاں کے رہنے والوں کو کھانا کھلاتا اور شہد پلاتا رہا اور اسے خواب میں بتایا گیا یعنی حکم دیا گیا کہ وہ بیت اللہ پر غلاف چڑھائے چنانچہ اس نے بیت اللہ پر ٹاٹ[2] کا غلاف چڑھایا پھر اسے بتایا گیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھائے تو اس نے اس پر معافر[3] کا غلاف چڑھایا پھر اسے بتایا گیا کہ اس پر اس سے بہتر غلاف چڑھائے تو اس نے اس پر ملاء[4] اور وصائل[5] کا غلاف چڑھایا اور عرب کے خیال کے موافق تبع پہلا شخص ہے جس نے بیت اللہ ص۲۱ پر غلاف چڑھایا اور اس کے متعلقین کو جو بنی جرہم سے تھے (ہمیشہ غلاف چڑھاتے

---

[1] ان الفاظ سے راوی یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اسے ان دونوں کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ یقینی طور پر یاد نہیں ہیں اس لیے روایت بالمعنی کی گئی ہے اور یہ الفاظ روایت بالمعنی کی جانب بطور اشارہ ذکر کیے گئے ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] اصل میں لفظ خصف ہے جو خصفہ کی جمع ہے جس کے معنے موٹے کپڑے یا کھجور کے پتوں اور ریشوں سے بنی ہوئی چیز کے ہیں جس کو ہم ٹاٹ کہہ سکتے ہیں۔ (احمد محمودی)

[3] معافر ایک شہر کا نام ہے جو یمن میں تھا جس کی طرف ایک خاص قسم کا کپڑا منسوب تھا۔

[4] ملاء اس چادر کو کہتے ہیں جس میں دو پاٹ ملا کر سیے گئے ہوں۔ (احمد محمودی)

[5] وصائل بھی ایک قسم کا کپڑا تھا جو یمن سے آتا تھا (احمد محمودی)

رہنے کی، وصیت کی۔ اور اسے پاک[1] صاف رکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ خون مردار اور نجس[2] چیتھڑے اس کے نزدیک نہ آنے دیں اور اس کے لیے دروازہ اور قفل کنجی بنوائی تو سُبَیعہ بنت الاحَبّ[3] بن جذیمۃ بن عوف بن نصر بن معاویۃ بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان نے جو عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّۃ بن کعب بن لؤیّ بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ کے پاس یعنی اس کی زوجیت میں تھی اشعار ذیل کہے ہیں جن میں اپنے بیٹے کو جس کا نام خالد تھا اور جو عبد مناف ہی کے نطفے سے تھا مخاطب کرکے حرمت مکہ کی عظمت جتائی ہے اور اس کو حرم میں بغاوت کرنے سے منع کیا ہے۔ تبع اور اس کا عجز و انکسار اور کعبۃ اللہ کے لیے جو جو کام اس نے کیے تھے ان سب کا ذکر کیا ہے۔

صـ ۲۲

أَبُنَيَّ لَا تَظْلِمْ بِمَكَّةَ لَا الصَّغِيرَ وَلَا الْكَبِيرْ

اے میرے پیارے بیٹے مکے میں ظلم و ستم نہ کر نہ چھوٹوں پر اور نہ بڑوں پر۔

---

[1] دوسرے نسخوں میں "امرھم بتطھیرہ" ہے اور نسخہ الف میں "بتطھیرہ" ہے جو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں "مبلاتا وھی الحائض" لکھا ہے اور نسخہ (ب) میں "مُلاۃ وھی المحائض" ہے اور نسخہ (ج) میں مئلاتا وھی الحائض ہے سب میں زیادہ صحیح اس مقام پر نسخہ (ب) ہے اور نسخہ (الف) سب سے زیادہ غلط ہے مئلاۃ کے معنے خرقۃ المحیض ہے یعنی حیض کے چیتھڑے جس کی جمع مآلی ہے۔ نسخہ (الف) کا مبلاث ہمیں کسی لغت میں نہیں ملا اور پھر اس کی تفسیر الحائض سے کی گئی ہے جو کسی دوسرے نسخے سے مطابق نہیں۔

[3] (الف، ب) الاحب با حائے حطی (ج - د) الاجب با جیم۔ سہیلی نے لکھا ہے کہ اہل نسب حاء مہملہ سے کہتے ہیں لیکن ابو عبیدہ نے جیم سے لکھا ہے۔ (احمد محمودی)

وَاحْفَظْ مَحَارِمَهَا بُنَيَّ، وَلَا يَغُرَّنْكَ الْغَرُورُ[۱]

بیٹے اس کی قابل عظمت چیزوں کی حفاظت کر دیکھیں
تجھے غلط باتیں دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

أَبُنَيَّ، مَنْ يَظْلِمْ بِمَكَّةَ يَلْقَ أَطْرَافَ الشُّرُورِ

بیٹے جو شخص مکے میں ظلم کرتا ہے اسے انتہائی برے
نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔

أُبُنَيَّ، يُضْرَبْ وَجْهُهُ
وَيَلُحْ[۲] بِخَدَّيْهِ السَّعِيرُ

بیٹے ایسے شخص کے منہ پر مار پڑے گی اور بھڑکتی آگ
اس کے نرم و نازک رخساروں کی شکل بگاڑ دے گی۔

أَبُنَيَّ قَدْ جَرَّبْتُهَا
فَوَجَدْتُ ظَالِمَهَا يَبُورُ

بیٹے میں نے اسے بہت آزمایا ہے اس میں ظلم کرنے والے
کو ہلاک ہوتے ہی پایا ہے۔

---

[۱] نسخہ (الف) کے سوا تمام نسخوں میں یعرنک یائے تحتانیہ سے ہے جس کے معنی کہیں شیطان تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے ہیں۔ کلام مجید میں ولا یغرنکم باللہ الغرور ہے جس کی تفسیر شیطان ہی سے کی گئی ہے (الف) میں تائے فوقانیہ سے ہے اگر تائے فوقانیہ سے پڑھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دھوکے میں ڈالنے والی چیزیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دیں (احمد محمودی)

[۲] (الف) اور (ب) میں یلح با حائے حطی اور (ج د) میں با جیم ہے جس کے معنی ہیں نرم نازک رخسار لیے آگ میں داخل ہوگا۔ (احمد محمودی)

اللّٰهُ آمَنَهَا وَمَا

بُنِيَتْ بِعَرْصَتِهَا قُصُورُ

اسے اور اس کے صحن میں جتنے محل بنائے گئے ہیں اللہ نے ان (سب) کو امن چین عنایت فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ آمَنَ طَيْرَهَا

وَالْعُصْمُ تَأْمَنُ فِي ثَبِيرْ

اللہ نے اس کے پرندوں کو بھی امن چین عطا فرمایا ہے اور کوہ ثبیر میں ہرنیاں (یا جنگلی بکریاں) بھی امن چین سے رہتی ہیں۔

وَلَقَدْ غَزَاهَا تُبَّعٌ

فَكَسَا بَنِيَّتَهَا الْحَبِيرْ

اور بے شک تبع نے اس عظمت والے گھر کا قصد کیا ہے یعنی اس کی زیارت کے لیے آیا ہے اور اس کی عمارت پر نیا نرم اور منقش غلاف چڑھایا ہے۔

وَأَذَلَّ رَبِّي مُلْكَهُ

فِيهَا فَأَوْفَى بِالنُّذُورْ

اور میرے پروردگار نے اس کے ملک کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا تو اس نے اس میں نذریں (گذرانیں اور جو نذریں

کی تھیں) پوری کیں۔

يَمْشِي إِلَيْهَا حَافِياً

بِفِنَائِهَا[1] أَلْفَا بَعِيرْ

(دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ) وہ اس گھر کی جانب ننگے پاؤں جا رہا ہے اور اس گھر کے صحن میں دو ہزار اونٹ (قربانی اور مہمانوں کی ضیافت کے لیے) موجود ہیں۔

ص ۲۳

وَيَظَلُّ يُطْعِمُ أَهْلَهَا

لَحْمَ الْمَهَارِي وَالْجَزُورْ

اور وہ وہاں رہنے والوں کو اعلیٰ درجے کے اونٹوں اور دوسرے ذبح کرنے کے قابل جانوروں کا گوشت کھلائے جا رہا ہے۔

يَسْقِيهِمُ الْعَسَلَ الْمُصَفَّى

وَالرَّحِيضَ مِنَ الشَّعِيرْ

وہ انھیں چھنا ہوا شہد پلائے جا رہا ہے اور دھوئی ہوئی پاک صاف آش جو پلائے جا رہا ہے۔

وَالْفِيلُ أُهْلِكَ جَيْشُهُ يُرْمَوْنَ فِيهَا بِالصُّخُورْ

اور ہاتھی والا لشکر برباد کر دیا گیا اور دیکھنے والے

[1] نسخۂ (الف) کے سوا تمام نسخوں میں "بغنائها" غ سے ہے صرف نسخہ (الف) میں "بفنائها" فے سے ہے جس کے کوئی مناسب معنے سمجھ میں نہیں آتے۔ (احمد محمودی)

دیکھ رہے تھے کہ ان پر اس بستی میں چٹانیں برس رہی ہیں۔

وَالْمَلِكَ فِي أَقْصَى الْبِلَا

دِ وَفِي الْأَعَاجِمِ وَالْجَزِيرْ

اور اس کے بادشاہ کو مکے سے دور دراز شہروں اور بیرون عرب ملکوں اور جزیروں میں ہلاک کر دیا گیا۔

فَاسْمَعْ إِذَا حُدِّثْتَ وَافْهَمْ

كَيْفَ عَاقِبَةُ الْأُمُورْ

جو کچھ تجھ سے بیان کیا گیا اسے سن اور انجام کار کیا ہوگا اسے سمجھ لے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ اشعار مقید ہیں اور مقید اشعار ان اشعار کو کہتے ہیں جن کو رفع نصب جر کوئی اعراب نہیں دیا جاتا یعنے ان پر وقف کیا جاتا ہے۔

پھر (تبع) نے اس کے ساتھ جو لشکر تھا اس کو اور ان دونوں عالموں کو لے کر یمن کا رخ کیا اور مکے سے نکل کر چلا گیا۔ اور جب یمن میں داخل ہوا تو اپنی قوم کو اس مذہب کی طرف دعوت دی جس میں وہ خود داخل ہو چکا تھا انھوں نے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اس سے فیصلۂ ثالثی کا مطالبہ کیا کہ اس آگ کی طرف دونوں رجوع کریں جو یمن میں تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ابو مالک بن ثعلبۃ بن ابو مالک القرظی نے ابراہیم بن محمد بن طلحۃ بن عبید اللہ کی روایت سے بیان کیا کہ تبع جب یمن میں داخل ہونے کے قریب ہوا تو بنی حمیر نے اس کو یمن میں آنے سے روکا اور انھوں نے کہا کہ جب تک ہم ہیں تو اس بستی میں داخل[1] نہ ہو سکے گا یعنے ہم تجھے اس بستی میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ کیونکہ تو نے ہمارے دین سے

[1] تمام نسخوں میں لاتدخل علینا ہے اور نسخہ (الف) میں علینا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں خیال کیا جا سکتا (احمد محمودی)

علیحدگی اختیار کر لی ہے اس نے انھیں اپنے دین کی دعوت دی اور کہا یہ دین تمھارے دین سے بہتر ہے انھوں نے کہا اچھا تو پھر آگ کے فیصلۂ ثالثی کو تسلیم کر اس نے کہا بہت اچھا۔

ابن اسحق نے کہا کہ یمن والوں کے خیال کے موافق یمن میں ایک آگ تھی جو ان کے مختلف امور میں ان کے مابین ثالثی فیصلہ صادر کیا کرتی تھی ظالم کو کھا جاتی اور مظلوم کو کچھ ضرر نہ پہنچاتی۔ آخر اس کی قوم اپنے بتوں اور ان چیزوں کے ساتھ نکلی جن کے ذریعے وہ لوگ اپنے دین میں تقرب خداوندی حاصل کرنے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اور وہ دونوں عالم بھی اپنی گردنوں میں اپنی کتابیں حمائل کیے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ سب کے سب اس مقام پر جا بیٹھے جہاں سے وہ آگ نکلا کرتی تھی پس وہ آگ نکلی اور انکی طرف بڑھی اور جب وہ ان کی سمت بڑھی تو وہ اس سے کترانے لگے اور اس سے خوف زدہ ہو گئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انھوں نے ان کو ابھارا اور صبر کی ترغیب دی۔ وہ جمے رہے یہاں تک کہ آگ ان پر چھا گئی بتوں اور تمام اس سامان تقرب کو جو ان کے ساتھ تھا اور ان حمیری لوگوں کو جو اس سامان کے حامل تھے سب کو کھا گئی اور وہ دونوں عالم اپنی گردنوں میں اپنی کتابیں حمائل کیے پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوا باہر نکل آئے اور آگ نے انھیں کچھ ضرر نہ پہنچایا پھر کیا تھا سب کے سب حمیری اس کے مذہب پر متفق ہو گئے۔ اسی وقت سے اور اسی واقعے کے سبب سے یمن میں یہودیت کی بنا پڑ گئی۔

ص۲۴

ابن اسحق نے کہا کہ مجھ سے ایک بیان کرنے والے نے بیان کیا کہ وہ دونوں عالم اور حمیریوں میں سے جو لوگ نکلے تھے انھوں نے اس آگ کا اس لیے پیچھا کیا تھا کہ اس کو لوٹا دیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ جس نے اس کو لوٹا دیا وہی حق سے زیادہ قریب ہے۔ پس چند حمیری اپنے بتوں کو ساتھ لے کر اس کو لوٹانے کے لیے اس کے پاس گئے وہ آگ بھی ان سے قریب ہوئی کہ انھیں کھا جائے لیکن وہ اس سے کترا کر نکل گئے اور اس کو لوٹا نہ سکے اور وہ دونوں عالم اس کے بعد اس کے پاس گئے اور توریت پڑھنے

لگے۔ اور وہ آگ ان کے پاس سے پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ ان دونوں نے اس کو اس مقام تک ہٹا دیا جہاں سے وہ نکلی تھی آخر حمیریوں نے بالاتفاق ان دونوں کے مذہب پر بیعت کرلی اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان دونوں میں کونسی بات واقعی تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اہل یمن کا ایک گھر رئام نامی تھا جس کی وہ عظمت کیا کرتے اور اس کے پاس قربانی کیا کرتے تھے اور اس سے باتیں کیا کرتے۔ کیونکہ وہ مشرک تھے۔ ان دونوں عالموں نے تبع سے کہا کہ وہ تو شیطان ہے وہ انہیں اس ذریعے سے فتنے میں ڈالتا ہے تو ہمارے اور اس کے درمیان نہ آنا۔ اس نے کہا اس کے ساتھ تم جو چاہو کرو۔ یمن والوں کے دعوے کے مطابق ان دونوں نے اس میں سے ایک کالا کتا نکالا اور اس کو ذبح کر ڈالا اور اس گھر کو ڈھا دیا۔ جو خون اس پر بہایا جاتا تھا یعنے وہاں جو قربانیاں کی جاتی تھیں اس کے آثار و نشانات، جس طرح مجھ سے بیان کیا گیا ہے آج تک بھی موجود ہیں۔

اس کے بیٹے حسّان بن تبان کی حکومت اور عمرو کا اپنے بھائی کو مار ڈالنا

پھر جب اس کا بیٹا حسان بن تبان اسعد ابو کرب برسر حکومت ہوا تو سرزمین عرب و عجم کی پامالی کے ارادے سے یمن والوں کو لے کر نکلا یہاں تک کہ جب وہ عراق میں ایک مقام پر — ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم کی روایت کے مطابق بحرین میں — پہنچے تو حمیریوں اور یمن[2] کے چند قبیلوں نے

---

[1] ہم اس کو ذبح کرنا چاہتے ہیں تو اس امر میں حائل نہ ہو ہمیں اس سے نہ روک۔ (احمد محمودی)

[2] تمام نسخوں میں قبائل الیمن ہے اور نسخہ (الف) میں قبائل العرب ہے لیکن زیادہ مناسب نسخہ اول الذکر ہی معلوم ہوتا ہے (احمد محمودی)

اس کے ساتھ جانے کو ناپسند کیا اور اپنے شہروں اور گھر والوں کی طرف لوٹ جانا چاہا اور اس کے بھائی عمرو سے جو اس کے لشکر ہی میں تھا سازش کی گفتگو کی انھوں نے اس سے کہا تو اپنے بھائی حسّان کو مار ڈال تو ہم تجھے اپنا حاکم بنالیں گے اور تو ہمارے ساتھ ہمارے شہروں کی جانب لوٹ چل ان نے ان کی اس بات کو قبول کر لیا اور ذورُعین حمیری کے سوا سب کے سب اس پر متفق ہو گئے۔ ذورُعین نے تبّع کے بھائی کو اس بات سے منع کیا مگر اس نے ذورُعین کی ایک نہ مانی اسی موقع پر ذورُعین نے کہا۔

أَلَا مَنْ يَشْتَرِي سَهَراً بِنَوْمٍ

سَعِيدٌ مَنْ يَبِيتُ قَرِيرَ عَيْنٍ

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کیا وہ شخص جو چین کی نیند کے بجائے بے چینی اور بیداری خرید رہا ہے وہ نیک بخت ہے یا جو سکھ چین کے ساتھ رات بسر کر رہا ہے لیکن دیکھو اپنے بھائی کو قتل کرکے تم چین سے نہ رہو گے۔

فَإِمَّا حِمْيَرٌ[1] غَدَرَتْ وَخَانَتْ

فَمَعْذِرَةُ الْإِلٰهِ لِذِي رُعَيْنٍ

اگر حمیریوں نے خیانت اور بے وفائی کی تو ذورُعین کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے پاس عذر معقول ہے۔

---

[1] نسخہ (الف) فلما اور نسخہ (ب) میں فاما جو ان شرطیة اور ما زائدہ کا مرکب ہے جس کے معنے "اگر چہ اب کی" ہوں کے نسخہ (ح) میں فاما ہمزہ مکسورہ ہے یا مفتوحہ سے اس کی کوئی علامت نہیں اور نسخہ (د) میں فاما ہے لیکن کے معنی میں نسخہ (د) صحت سے بہت دور اور نسخہ (ب) صحت سے بہت قریب معلوم ہوتا ہے (احمد محمودی)

پھر اس نے یہ دونوں بیتیں ایک چٹھی میں لکھیں اور اسے سر بمہر کرکے عمرو کے پاس لایا اس سے کہا میری یہ تحریر آپ اپنے پاس رکھ لیجئے اس نے اسے رکھ لیا۔ اس کے بعد عمرو نے اپنے بھائی حسان کو قتل کر ڈالا اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے انھیں لے کر یمن کی طرف چلا گیا حمیریوں میں سے ایک شخص نے (اسی موقع پر) کہا ہے۔

لاہِ[1] عیناً الّذِی رأی مِثلَ حسّا
نَ قتیلاً فی سالِفِ الأحقابِ

ایسے شخص کی آنکھیں کیا خوش نصیب ہیں جس نے گزشتہ ہزاروں صدیوں میں مقتول حسان کے جیسے کسی شخص کو دیکھا ہو۔

قتلتہُ مقاوِلُ خشیۃَ الحبسِ
غداۃَ قالوا لبابِ لبابِ

رؤسائے سلطنت نے (اس کے پنجے میں پھنسے رہنے کے خوف سے) اس کو مار ڈالا جس روز وہ جوش میں آکر کچھ خوف نہیں کچھ خوف نہیں پکار رہے تھے۔

میتکُم خیرُنا وحیّکُم ربُّ
علینا وکلُّکم أربابی

تم میں کا مرا ہوا (یعنے حسّان تو) ہم میں کا بہترین تھا اور

[1] اصل میں للہ عینا الذی ہے۔ (احمد محمودی)

تم میں کا زندہ یعنے عمرو بھی ہماری پرورش اور ہماری سرپرستی کرنے والا ہے
اور تم سب کے سب میرے ان داتا ہو۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ لَبَابِ لَبَاب کے معنے حمیری زبان میں "کچھ خوف نہیں کچھ خوف نہیں" [1] ہیں

ابن ہشام نے کہا کہ لِبَاب۔ لِبَاب بھی روایت آئی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب عمرو بن تبان یمن میں آیا تو اس کی نیند اڑ گئی اور وہ بے خوابی میں مبتلا ہو گیا اور جب وہ اس سے تنگ آگیا تو طبیبوں اور ماہر کاہنوں اور نجومیوں سے دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے تو ان میں سے ایک شخص نے اس سے کہا خدا کی قسم جس کسی نے کبھی اپنے بھائی یا اپنے کسی رشتے دار کو تیری طرح ناحق قتل کیا ہے اس کی نیند بھی اسی طرح اڑ گئی ہے اور بے خوابی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ جب اس سے یہ بات کہی گئی تو اس نے یمن کے رؤسا میں سے ہر اس شخص کو قتل کرنا شروع کیا جس نے اس کے بھائی حسان کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا یہاں تک کہ ذورُعین کے پاس (بھی) پہنچا۔ ذورعین نے اس سے کہا تیرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو میرے لیے سبب براءت ہے اس نے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا وہ تحریر جو میں نے تجھے (سربمہر) دی ہے۔ اس نے وہ تحریر نکالی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں وہ دو بیتیں لکھی ہیں (صفحۂ ۱۸ اصل) آخر اس نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا کہ اس نے اسے پہلے ہی نصیحت کر دی تھی۔ (اس کے بعد جب) عمرو مر گیا اور حمیری حکومت زیر و زبر ہو گئی اور (آپس میں) پھوٹ پڑ گئی۔

حکومتِ یمن پر لخنیعۃ ذو شناتر کا تسلط

تو حمیریوں (ہی) میں کا ایک شخص جو خاندان شاہی سے نہ تھا جس کو

---

[1] قال ابن اسحٰق نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔
[2] لاباس لاباس کی تکرار بھی نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

"دو لخنیعۃ ینوف ذو شناتر" کہا جاتا تھا ان پر مسلط ہو گیا اور اس نے ان میں کے بہترین لوگوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کے گھروں کو کھلونا بنا ڈالا تو حمیریوں میں کے ایک کہنے والے نے لحیعۃ[1] سے کہا۔

تُقَتِّلُ أَبْنَاهَا وَتَنْفِي سَرَاتَهَا

وَتَبْنِي بِأَيْدِيهَا لَهَا الذُّلَّ حِمْيَرُ

بنی حمیر کا یہ حال ہے کہ وہ خود اپنے قبیلے کے بچوں کو قتل اور اپنے اعلیٰ افراد کو جلا وطن کر رہے ہیں اور اپنے لیے (خود) اپنے ہاتھوں ذلت کی بنا ڈال رہے ہیں۔

تُدَمِّرُ دُنْيَاهَا بِطَيْشِ حُلُومِهَا

وَمَا ضَيَّعَتْ مِنْ دِينِهَا فَهُوَ أَكْثَرُ[2]

وہ اپنی کم عقلی سے اپنی دنیا بھی تباہ کر رہے ہیں اور دین بھی اور انھوں نے اپنے دین کی جو بربادی کی ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔

كَذَاكَ الْقُرُونُ قَبْلَ ذَالِكَ بِظُلْمِهَا

وَإِسْرَافِهَا تَأْتِي الشُّرُورَ فَتَخْسَرُ

اس سے پہلے گزشتہ زمانے والوں کی بھی یہی حالت

---

[1] لخنیعۃ نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] نسخۂ (الف) میں اکبر ہے اور باقی نسخوں میں اکثر ہے۔ (احمد محمودی)

رہی ہے کہ وہ اپنے ظلم وزیادتی سے بدکاریاں کرتے اور نقصان اٹھاتے رہے۔

لخنیعہ ایک بدکار شخص تھا عمل قوم لوط میں مبتلا تھا۔ شاہی خاندان کے لڑکوں میں سے کسی نہ کسی کو بلواتا اور اپنے ایک[1] سرد خانے یا بالاخانے میں جو اس نے اسی لیے بنوایا تھا اس سے لواطت کرتا تاکہ اس کے بعد پھر وہ حکومت نہ کر سکے پھر اس سرد خانے یا بالاخانے سے اپنے نگہبانوں اور اس لشکر کو جو وہاں موجود ہوتا مسواک اپنے منہ میں رکھ لے کر جھانکتا تاکہ انھیں اس امر سے مطلع کر دے کہ وہ اس سے فارغ ہو چکا ہے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ حسّان کے بھائی تبان اسعد کے بیٹے زُرعہ ذُونُواس کو بلوایا جو حسان کے قتل کے وقت کم سن تھا پھر جب وہ جوان ہوا تو بہت ہی حسین و جمیل و شکیل و عقیل نکلا جب اس کا پیامبر اس کے پاس آیا وہ اس کے اس ارادے کو جان گیا جو اس کے متعلق لخنیعہ کے پیش نظر تھا۔ اس نے ایک نئی پتلی چھری لی اور اسے اپنے جوتے اور پاؤں کے درمیان چھپا لیا اور اس کے پاس آیا پھر جب اس نے اس کے ساتھ خلوت کی تو وہ اس کی جانب تیزی سے بڑھا ذونواس نے اس پر سبقت کی اور چھری اس کے بھونک دی اور مار ڈالا۔ پھر اس کا سر کاٹا اور اسے اس روشن دان میں رکھ دیا جس میں سے وہ جھانکا کرتا تھا اور اس کی مسواک بھی اس کے منہ میں رکھ دی اور باہر سب کے سامنے نکل آیا۔ انھوں نے اس سے کہا اے ذونواس[2] تر ہے یا خشک اس نے کہا سل نخماس[3] استرطبان ذونواس استرطبان لا باس[4]

---

[1] اصل میں لفظ مشربہ ہے جو سرد خانے یا بالاخانے کو کہا جاتا ہے یا اس کو سمر ہاؤس سمجھ لیں۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں ذونواس ہے اور دوسرے نسخوں میں ذانواس ہے۔ اول الذکر غلط ہے اس لیے کہ یہ مقام ندا ہے اور منادی مضاف منصوب ہوتا ہے (بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۹ پر)

ابن ہشام نے کہا کہ یہ حمیری زبان کے الفاظ ہیں اور نحاس کے معنے سر کے ہیں ۵۔ پھر ان لوگوں نے روشن دان کی جانب دیکھا تو معلوم ہوا کہ لخنیعہ کا سر کٹا ہوا (رکھا) ہے پھر انھوں نے ذو نواس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ اس سے جا ملے اور انھوں نے اس سے کہا چونکہ تو نے ہم کو اس پلید سے نجات دلائی ہے اس لیے ہم پر تیرے سوا کسی اور کی حکومت مناسب نہیں۔

(صفحہ ۳۸ کا بقیہ مضمون) ۵ مصنف نے نحاس کے معنے سر کے بتائے ہیں اور ابو بحر کے نسخہ میں جس میں ابو الولید الوقشی نے (حروف) کا تعین کیا ہے نحاس نون و خاء منقوطہ سے ہے اور سہیلی کی رائے ہے کہ غالباً یہی صحیح ہوگا کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ نخاس ہی ان کی زبان میں سر کے معنے میں ہو اور تحریر میں یہ لفظ بگڑ گیا ہو۔ سہیلی کے نسخہ میں نخاس با حائے معجمہ کے بعد یہی صحیح ہوگا لکھ کر لکھا ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ نحاس اسم اور اس کو بلا نقطہ حائے مہملہ سے لکھا ہے غالباً یہ بھی کاتب کی غلطی ہے اور کراع روایت لکھی ہے کہ تائے منقوطہ دو قابنہ اور حائے مہملہ سے ہے حشنی نے اس لفظ کو نون اور حائے معجمہ سے لکھا ہے کہ تمام روایات میں اس کی تعبیر سر ہی سے کی گئی ہے اور خشنی نے خود ابن ہشام سے ایک روایت لکھی ہے کہ نخاس ایک شخص کا نام تھا جو لخنیعہ کی طرح لوطی تھا اور پھر اس نے توبہ کر لی۔

ےک ان الفاظ کے متعلق سہیلی نے لکھا ہے کہ ان کی توضیح مشکل ہے حشنی نے استر طبان کے متعلق لکھا ہے کہ لوگوں نے اس کے معنے بزبان فارسی "آگ نے اسے پکڑ لیا" کے بتائے ہیں لیکن سیاق کے لحاظ سے یہ معنے اس مقام پر بالکل مناسب نہیں معلوم ہوتے ہاں سہیلی نے جو اغانی سے ابو الفرج کی تحریر نقل کی ہے وہ البتہ اس مقام سے مناسب معلوم ہوتی ہے اس نے ذو نواس کے حسب ذیل الفاظ نقل کیے ہیں۔
ستعلم الاحراس است ذی نواس است رطبان ام یباس۔ جس کے معنے ہیں۔ قریب میں محافظ جان لیں گے کہ ذی نواس کی مقعد تر ہے یا خشک۔
۵ خط کشیدہ عبارت نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔

(احمد محمودی)

حکومت ذی نواس

پھر انھوں نے اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اور سارے حمیری اور یمن کے تمام قبائل اس کی حکومت پر متفق ہو گئے۔ یہی شاہان حمیر کا آخری بادشاہ اور یہی خندقوں والا ہے[1] یعنے جس کا ذکر قرآن مجید میں اصحاب الاخدود کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے اور یوسف کے نام سے مشہور تھا

اسی یوسف کے زمانۂ حکومت میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دین کے بچے کھچے لوگوں کو ان کے دین کے بعض نیک اور پختہ عقیدہ لوگوں نے جن کا سردار عبد اللہ بن ثامر نامی ایک شخص تھا انجیل پر قائم رکھا اور نجران میں بھی یہی حال رہا اور سچ تو یہ ہے کہ اس دین کی اصل و بنیاد نجران ہی میں پڑی تھی جو اس زمانے میں سرزمین عرب کا بہترین خطہ تھا۔ یہاں کے تمام رہنے والے بلکہ سارے کا سارا عرب بت پرست ہی تھا اور بتوں کی پرستش ہی ان کا کام تھا اور یہ تغیر مذہب ان میں اس طرح ہوا کہ دین عیسوی کے پرانے دین دار لوگوں میں سے ایک شخص جس کا نام فیمیون تھا ان میں آیا اور انھیں دین عیسوی کی طرف رغبت دلائی تو انھوں نے اس دین کو اختیار کر لیا۔

نجران میں دین عیسوی کی ابتدا

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے الاخنس کے مولیٰ المغیرۃ بن ابی لبید نے بروایت وہب بن منبہ یمانی بیان کیا کہ نجران میں اس دین کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پرانے دین داروں میں سے ایک شخص تھا جس کو فیمیون کہا جاتا تھا یہ شخص نیک متقی دنیا سے کنارہ کش

---

[1] خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف و ب) میں زیادہ ہے۔ (احمد محمودی)

مقبول الدعا اور صالح تھا۔ یہ مختلف دیہات میں رہا کرتا۔ لیکن جب کسی بستی میں مشہور
ہو جاتا تو وہاں سے کسی ایسی بستی کی جانب چلا جاتا جہاں وہ پہچانا نہ جائے۔
وہ اپنی قوت بازو کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھاتا۔ وہ معمار تھا کچی اینٹ کا کام کیا کرتا۔
اور یکشنبہ کی بہت عظمت کرتا۔ یکشنبہ کے روز وہ کسی کام میں مشغول نہ ہوتا
بلکہ کسی بے آب و گیاہ جنگل کی طرف نکل جاتا اور شام تک نماز پڑھتا رہتا۔
راوی نے کہا کہ وہ ایک وقت شام کی بستیوں میں سے ایک بستی میں اپنا
وہی کام چھپے ہوئے کر رہا تھا کہ اس کی یہ حالت وہاں کے رہنے والوں میں کے
ایک شخص صالح نے دیکھ لی اس سے صالح نے ایسی محبت کی کہ اس سے
پہلے کسی نے اس سے ایسی محبت نہ کی تھی وہ جہاں جاتا یہ اس کے پیچھے
پیچھے جاتا مگر فیمیون اس کی محبت نہ سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار یکشنبہ
کے دن ایک بے آب و گیاہ سرزمین کی طرف حسب عادت نکل چلا
صالح بھی اس کے پیچھے ہو گیا۔ حالانکہ فیمیون اس امر سے واقف بھی نہ تھا۔
صالح اس سے چھپ کر ایسے مقام پر بیٹھ گیا کہ وہ اس کو نظر آتا ہے کیونکہ
یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی موجودگی سے واقف نہ ہو۔ جب فیمیون نماز پڑھنے
کے لیے کھڑا ہو گیا تو یکایک اس نے دیکھا کہ ایک بڑا سانپ [illegible]
اس کی طرف بڑھا۔ جب فیمیون نے اسے دیکھا تو اس پر [illegible]
وہ فوراً ہی مر گیا۔ صالح نے بھی اس سانپ کو دیکھا لیکن جو آفت اس سانپ
پر آئی تھی اس کو نہ سمجھ سکا اور اس پر اس کے حملہ کرنے سے ڈر کر ایک چیخ ماری
اور چلا کر کہا فیمیون سانپ!! سانپ!!! اس نے اس طرف کوئی التفات
نہیں کی اور اپنی نماز ہی میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوا
اور شام ہو گئی وہاں سے لوٹا تو سمجھ گیا کہ اب یہاں شہرت ہو گئی ہے اور صالح
کو بھی معلوم ہو گیا کہ اس کی وہاں کی موجودگی سے وہ واقف ہو گیا ہے۔ اس نے
کہا اے فیمیون خدا کی قسم تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ سے جتنی محبت کرتا ہوں اس قدر
کبھی کسی سے نہیں کی ہے۔ میری آرزو ہے کہ تو جہاں رہے میں بھی تیری
صحبت میں تیرے ساتھ رہوں۔ اس نے کہا جیسی تمہاری مرضی مگر میری حالت

تو تم واقف ہو۔ پھر اگر تمھارے خیال میں تم اس کی برداشت کر سکتے ہو تو بسم اللہ بہت اچھا ہے پس صالح اس کے ساتھ ہو لیا اور اب بستی والے بھی اس کی حالت کو جاننے لگے تھے۔

اس کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی خدا کا بندہ اچانک[1] اس کے پاس آجاتا اور اس پر کوئی آفت ہوتی تو وہ اس کے لیے دعا کرتا اور اس کو فوراً شفا ہو جاتی۔ اور جب کوئی آفت رسیدہ اس کو اپنے گھر بلواتا تو وہ اس کے پاس کبھی نہ جاتا۔ اس بستی والوں میں سے ایک شخص کے ایک معذور لڑکا تھا اس نے فیمیون کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ کبھی کسی بلانے والے کے پاس نہیں جاتا وہ اجرت پر لوگوں کے پاس معماری کیا کرتا ہے آخر وہ شخص اپنے اس اندھے لڑکے کے پاس گیا اور اس کو اپنے حجرے میں لٹا کر ایک کپڑا اڑھا دیا پھر فیمیون کے پاس آیا اور اس سے کہا اے فیمیون میں اپنے گھر میں کچھ بنوانا چاہتا ہوں میرے ساتھ وہاں چل تاکہ تو اس گھر کو دیکھ لے اس کے بعد اس کی تعمیر کے شرائط کا تصفیہ کروں گا۔

وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ اس کے حجرے میں داخل ہوا اور پوچھا اس گھر کی کونسی چیز بنوانا چاہتے ہو کہا فلاں فلاں چیزیں۔ پھر اس شخص نے اثنائے گفتگو میں اس بچے پر سے کپڑا کھینچ لیا اور اس سے کہا فیمیون! یہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے اس پر جو آفت ہے وہ تو آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ اس کے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ فیمیون نے اس کے لیے دعا کی تو وہ لڑکا تندرست ہو کر اس طرح اٹھ کھڑا ہوا گویا اس کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اور فیمیون کو معلوم ہو گیا کہ اب وہ مشہور ہو چکا ہے آخر وہ اس بستی سے بھی چلا گیا۔ صالح بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ اپنے اس سفر میں شام کے ایک مقام پر ایک بڑے درخت کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اس درخت میں سے ایک شخص نے آواز دی اور کہا فیمیون! اس نے کہا ہاں! اس نے کہا میں تیرا انتظار ہی کر رہا تھا اور ابھی دل میں کہہ رہا تھا کہ وہ کب آئے گا کہ میں نے تیری آواز سن لی اور میں نے

---

[1] دوسرے تمام نسخوں میں فاجاہ ہے اور نسخہ الف میں فارجاہ ہے جو بالکل غلط ہے۔ (احمد محمودی)

جان لیا کہ تو وہی ہے۔ اب تو مجھ سے جدا نہ ہو جب تک کہ میرا انتظام نہ کر دے کیونکہ
میں اب مرنے والا ہوں۔ راوی نے کہا کہ وہ آخر مر گیا اور اسی نے اس کا سب کچھ
انتظام کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کو دفن بھی کر دیا۔ پھر وہاں سے چلا اور صالح نے
بھی اس کی پیروی کی حتیٰ کہ دونوں سرزمین عرب میں پہنچے وہاں ان پر لوگوں نے
ظلم و زیادتی کی اور عربوں کے ایک قافلے نے انھیں پکڑ لیا اور غلام بنا کر
نجران میں بیچ ڈالا۔ نجران والے ان دنوں عرب کے ہم مذہب تھے اور ہر
اس درخت کی پوجا کرنے لگتے جو ان کے پاس بہت لمبا ہوتا۔ سالانہ میلا
کیا کرتے اور اس جاترا میں اقسام کے خوشنما کپڑے جو ان کو میسر ہوتے اور
عورتوں کا گہنا اس کھجور کے پیڑ کو پہناتے اور سب کے سب اس کے پاس
جمع ہوتے اور سارا دن اسی میں لگے رہتے فیمون کو ان کے ایک معزز شخص
نے خریدا اور صالح کو ایک دوسرے نے، فیمون جب اس گھر میں جس میں
اس کے مالک نے اسے رکھا تھا رات میں تہجد پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا تو بغیر
کسی چراغ کے اس کی خاطر وہ گھر روشن ہو جاتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ جب
یہ حال اس کے مالک نے دیکھا تو اس کی یہ حالت اسے بھلی معلوم ہوئی اس لیے
اس کے مذہب کے متعلق دریافت کیا۔ اور اس نے اپنے مذہب کے حالات
اسے بتائے اور فیمون نے کہا تم لوگ سخت غلطی میں پڑے ہو۔ یہ کھجور کا پیڑ نہ
کوئی ضرر دیتا ہے نہ نفع اور اگر میں اپنے اس معبود کی بارگاہ میں جس کی پرستش
کرتا ہوں اس کھجور کے پیڑ کے لیے بددعا کروں تو ابھی وہ اسے برباد کر ڈالے اور
جس کی میں پرستش کرتا ہوں وہ اللہ ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔
راوی نے کہا کہ اس کے مالک نے اس سے کہا اچھا تو بددعا کر اگر تو نے
اس کو برباد کر دیا تو ہم تیرے مذہب میں داخل ہو جائیں گے اور جس مذہب پر
ہم چل رہے ہیں اسے چھوڑ دیں گے راوی نے کہا پھر تو فیمون اٹھا وضو کیا
دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ سے اس پر آفت آنے کی التجا کی اللہ عز و جل نے
ایک آندھی بھیجی اور اس آندھی نے اس کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ دیا اور زمین پر
گرا ڈالا۔ پھر تو نجران والوں نے اسی کے مذہب کی اتباع شروع کر دی۔

اس کے بعد نجران والوں میں بھی وہی بدعتیں پیدا ہوگئیں جو ان کے ہم مذہبوں میں ہر سرزمین میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ غرض یہ کہ سرزمین عرب کے ضلع نجران میں نصرانیت اسی زمانے سے شروع ہوئی

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ روایت وہب بن مُنَبِّہ نے نجران والوں سے سن کر بیان کی۔

عبد اللہ بن الثّامر کا حال

(اور)

اصحاب الاخدود کا قصہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القرظی کی روایت سے بیان کیا اور مجھ سے بعض نجران والوں نے بھی نجران ہی کے دوسرے رہنے والوں سے روایت کی ہے کہ نجران والے مشرک تھے اور بت پرستی کیا کرتے تھے اس کے اطراف کی بستیوں میں سے ایک بستی میں، جو نجران سے قریب ہی تھی، ایک جادوگر رہا کرتا تھا جو نجران والوں کے لڑکوں کو سحر کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ نجران اس بڑی بستی کو کہتے ہیں جس میں متعدد بستیوں کے رہنے والوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جب فیمیون وہاں آنازل ہوا ـــــ نجران والوں نے مجھ سے اس کا نام بیان نہیں کیا بلکہ انھوں نے صرف اسی قدر کہا کہ وہاں ایک شخص آنازل ہوا البتہ وہب بن منبہ نے اس کا نام بتایا ہے کہ وہ فیمیون تھا ـــــ اس نے نجران اور ان بستیوں کے درمیان جن میں جادوگر رہا کرتا تھا ایک خیمہ ڈالا۔ نجران والے اپنے لڑکوں کو اس جادوگر کے پاس بھیجا کرتے اور وہ انھیں جادو سکھایا کرتا۔ تامر نے بھی اپنے بیٹے عبد اللہ بن تامر کو نجران والوں کے لڑکوں کے ساتھ اس کے پاس بھیجا جب وہ خیمہ کے پاس سے گزرتا تو خیمے والے کی عبادت اور

نماز جسے وہ آتے جاتے دیکھا کرتا تھا بہت پسند کیا۔ بعض وقت اس کے
پاس بیٹھ جاتا اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا اسے سنتا۔ بتایا یہاں تک کہ
اس نے اسلام اختیار کر لیا اور اللہ کو ایک مانتے [illegible]
کرنے اور اس سے قوانین اسلام کی دریافت کرنے لگا [illegible] جب اس میں
خوب مہارت حاصل کر لی اسم اعظم کے متعلق اس سے دریافت کیا کیونکہ
وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ لیکن اس نے اس کو پوشیدہ رکھا تھا اس نے کہا بابا!
تو اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ تیری کمزوری کے سبب اس کی برداشت میں
تیرے لیے خطرہ محسوس کرتا ہوں اور عبد اللہ کا باپ تامر صرف اتنا جانتا تھا
کہ اس کا بیٹا جادوگر کے پاس اسی طرح جاتا آتا ہے جس طرح دوسرے
لڑکے جاتے آتے ہیں۔ جب عبد اللہ نے دیکھا کہ اس کے دوست نے
اسم اعظم کے متعلق اس سے کنجوسی کی اس کی کمزوری کی وجہ سے اس نے اس
کے بتانے سے اندیشہ کیا ہے تو اس نے چند تیر لیے اور انھیں جمع کر کے
اللہ تعالیٰ کے جو جو نام وہ جانتا تھا ایک ایک تیر پر لکھا ان میں سے کوئی نام
اس نے نہ چھوڑا۔ ہر ایک نام کے لیے ایک ایک تیر مخصوص کیا یہاں تک کہ
جب اس نے تمام نام مکمل کر لیے آگ سلگائی اور انھیں ایک ایک کر کے اس
آگ میں ڈالنے لگا۔ یہاں تک کہ جب اسم اعظم کی نوبت آئی اس کو بھی تیر کے
ساتھ آگ میں ڈالا تو تیر اچھل گیا اور آگ سے نکل [illegible] پڑا اور آگ اس کو کوئی نقصان
نہ پہنچا سکی تو اس نے وہ تیر لے لیا۔ پھر اپنے دوست کے پاس آیا اس کو خبر دی
کہ اس نے وہ اسم اعظم جان لیا ہے جسے اس نے اس سے چھپایا تھا [illegible]
اس سے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا فلاں [illegible] اس نے پوچھا تو نے اسے
کیسے معلوم کیا اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی تمام تفصیل [illegible] اس نے
کہا بابا! تو نے ٹھیک نشانے پر تیر لگایا یہ بات اپنے [illegible] مجھے

لہ اصل میں یا ابن اخی کے الفاظ ہیں جو ہر ایک کم عمر کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اس لیے
میں نے اپنے محاورے میں جو لفظ کم عمروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لکھا ہے (احمد محمودی)

امید نہیں کہ تو اسے دل میں رکھے گا۔ اب عبداللہ بن ثامر کی یہ حالت ہو گئی کہ جب نجران میں جاتا تو جس کسی ضرر رسیدہ شخص سے ملتا کہتا اے اللہ کے بندے کیا تو اللہ کو ایک مانے گا اور میرے دین میں داخل ہو جائے گا میں اللہ سے دعا کروں اور وہ تجھے اس بلا سے جس میں تو مبتلا ہے چنگا کر دے وہ کہتا بہت اچھا پھر وہ اللہ کو ایک ماننے لگتا اور اسلام اختیار کر لیتا اور یہ اس کے لیے دعا کرتا اور اسے شفا ہو جاتی یہاں تک حالت پہنچی کہ نجران میں کوئی ضرر رسیدہ نہ رہا جس کے پاس وہ نہ آیا ہو اور اسے اپنے مذہب کا تبع نہ بنا لیا ہو۔ اس نے جس کسی کے لیے دعا کی اسے شفا حاصل ہو گئی حتیٰ کہ اس کی اس کیفیت کی اطلاع شاہ نجران کو بھی ہو گئی اس نے اس کو بلایا اور کہا تو نے میری بستی والوں کو میرے خلاف کر دیا اور بگاڑ دیا۔ اور میرے مذہب اور میرے باپ دادوں کے مذہب کی مخالفت کی میں تجھے عبرتناک سزا دوں گا اس نے کہا تو جس بات کا دعوے کر رہا ہے وہ نہیں کر سکتا راوی نے کہا کہ اس نے اس کو مختلف سزائیں دینا شروع کیں کبھی تو اسے اونچے پہاڑ پر بھیج دیتا اور وہاں سے سر کے بل گرا دیا جاتا وہ زمین پر جا پڑتا اور اسے کچھ ضرر نہ ہوتا کبھی نجران کے سمندروں کی طرف روانہ کرتا جو ایسے سمندر ہیں کہ ان میں جو چیز جا پڑے وہ تباہ و برباد ہو جائے اسے اس میں ڈال دیا جاتا پھر بھی وہ اس سے نکل آتا اور اس کو کوئی نقصان نہ ہوتا۔ پھر جب وہ اسے بہت ستانے[۱] لگا تو عبداللہ بن ثامر نے اس سے کہا اللہ کی قسم! تو میرے قتل پر ہرگز قابو نہ پا سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی کو مان نہ لے اور میں جس پر ایمان لایا ہوں تو بھی اس پر ایمان نہ لائے۔ ہاں اگر تو نے توحید و ایمان اختیار کر لیا تو تجھے مجھ پر غلبہ حاصل ہو گا اور تو مجھے قتل بھی کر سکے گا۔ راوی نے کہا پھر تو اس بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کر لی اور عبداللہ بن ثامر کی طرح ایمان لے آیا اور ایک لاٹھی سے جو اس کے ہاتھ میں

---

[۱] اصل میں فلما غلبہ قال لہ عبد اللہ ہے۔ (احمد محمودی)

تھی اسے مارا۔ اور اس کا سر زخمی کر دیا وہ زخم اگرچہ کچھ بڑا نہ تھا لیکن اس زخم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ بادشاہ بھی اسی وقت اسی جگہ مر گیا اور نجران والے عبد اللہ بن ثامر کے مذہب پر متفق ہو گئے۔ اور عبد اللہ اس مذہب پر تھا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) نے احکام انجیل کے ذریعے پیش فرمایا تھا پھر ان میں بھی وہی بدعتیں آ گئیں جو ان کے ہم مذہبوں میں آ گئی تھیں۔ نصرانیت کی ابتدا نجران میں اسی وقت سے ہوئی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ محمد بن کعب القرظی اور بعض نجران والوں کی روایت ہے جو عبد اللہ بن ثامر کے متعلق ہے واللہ اعلم کہ ان میں کا کون سا بیان واقعی ہے۔

خندقوں کا بیان

پھر ذو نواس اپنے لشکر کے ساتھ نجران والوں کی طرف گیا اور انہیں یہودیت کی دعوت دی اور ان سے کہا یا تو یہودیت اختیار کر و یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ انہوں نے موت کو پسند کیا۔ اس نے ان کے لیے خندقیں کھودیں اور بہتوں کو آگ میں جلا ڈالا اور بہتوں کو تلوار سے قتل کر ڈالا اور ان مقتولوں کی ناک کان کاٹے گئے یہاں تک کہ ان میں سے تقریباً بیس ہزار شخص مار ڈالے گئے۔ اسی ذو نواس اور اس کے لشکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہمارے[1] سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ، النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ، إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ، وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ،

---

[1] خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ

خندق والے ـــ (بہت سے) ایندھن والی آگ والے ـــ
ہلاک ہو گئے۔ جب وہ ان (خندقوں) پر بیٹھے ہوئے (تھے) اور اس
(معاملے) کو دیکھ رہے تھے جو ایمان داروں کے ساتھ وہ کر رہے تھے
اور ان سے انہوں نے (صرف اس بات کا) بدلہ لیا کہ وہ عزت و غلبہ
والے قابل مدح و ستائش اللہ پر ایمان رکھتے تھے

ابن ہشام نے کہا کہ "اخدود" زمین میں کے لمبے لمبے گڑھوں کو کہتے ہیں جیسے خندق اور نہر وغیرہ اور اس کی جمع اخادید ہے۔ ذوالرمۃ نے جس کا نام غیلان بن عقبہ تھا اور جو بنی عدی بن عبد مناف بن اُد بن طابخۃ بن الیاس ابن مضر میں کا ایک (شخص) تھا کہا ہے۔

من العراقية اللاتي يحيل لها

بين الفلاة وبين النخل أخدود

(ممدوحہ) ان عراق والی عورتوں میں سے ہے جن کی خاطر جنگل
اور نخلستان کے درمیان نہریں بہادی جاتی ہیں۔

اس شعر میں اخدود سے اس نے نہر مراد لی ہے اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ تلوار چھری اور کوڑے وغیرہ کا جو اثر جلد میں رہ جاتا ہے اس کو بھی اخدود کہا جاتا ہے اور اس کی جمع بھی اخادید ہی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ذونواس نے جن لوگوں کو قتل کیا ان میں ان کا سردار ان کا امام عبد اللہ بن ثامر بھی تھا

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا کہ اہل نجران میں سے ایک شخص کو عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں ایک حادثہ پیش آیا کہ اس نے نجران کے کسی کھنڈر کو اپنی کسی ضرورت

کے لیے کھودا تو (تمام لوگوں نے) عبداللہ بن ثامر کو اس میں کے ایک پنہاں مقام کے نیچے بیٹھا ہوا اور اپنا ہاتھ اپنے سر کے ایک زخم پر رکھے اس کو اپنے ہاتھ سے اس طرح پکڑے پایا کہ اگر اس کا ہاتھ اس زخم پر سے ہٹایا جاتا تو خون پھوٹ نکلتا اور جب اس کے ہاتھ کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ اپنا ہاتھ پھر اسی مار پر رکھ لیتا اور اس ہاتھ کی وجہ سے خون رک جاتا پھر اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے جس میں لکھا ہے ربی اللہ میرا پروردگار اللہ ہے اس نے عمر بن الخطاب کو اس کی اطلاع تحریراً دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ وہ جس حال میں ہے اس کو اسی حال پر رہنے دو اور وہ جس طرح دفن تھا اس کو اسی طرح پھر دفن کر دو۔ انھوں نے ویسا ہی کیا۔

دَوس ذو ثُعلبان کی حالت اور حبشہ والوں کی حکومت اور ارياط کا ذکر جس نے یمن پر غلبہ حاصل کر لیا تھا

ابن اسحٰق نے کہا کہ ایک شخص جو خاندان سبأ سے تھا اور دَوس ذو ثُعلبان کہلاتا تھا اپنی ایک گھوڑی پر ذو نواس کے لوگوں سے چھوٹ کر نکل بھاگا اور ریگستان کا راستہ لیا۔ اور انھیں اپنی گرفتاری سے عاجز کر دیا اور سامنے جو راستہ ملا اسی پر چلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ شاہِ روم قیصر کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے ذو نواس اور اس کے لشکر کے مقابلے کے لیے اس سے امداد طلب کی اور ان لوگوں سے جو جو آفتیں پہنچی تھیں ان سب کی اسے خبر دی تو اس نے کہا تیرے ملک ہم سے بہت دور[1] ہیں لیکن میں شاہِ حبشہ کو تیرے لیے

[1] یعنی میری جانب سے تجھے امداد پہنچنا مشکل ہے۔ (احمد محمودی)

خط لکھ دیتا ہوں کیونکہ وہ بھی اسی عیسائی مذہب کا ہے اور وہ تیرے ملک سے قریب بھی ہے آخر اس نے شاہ حبشہ کے نام ایک فرمان لکھا جس میں اسے حکم تھا کہ وہ دَوس کی مدد کرے اور اس کا انتقام لے۔ پھر دَوس قیصر کا خط لے کر نجاشی کے پاس آیا تو اس نے اس کے ساتھ ستر ہزار حبشی بھیجے۔ اور انھیں میں سے ایک شخص کو ان پر افسر بنا دیا جس کو اَریاط کہا جاتا تھا اور اَبرہۃ الاَشرم بھی اسی لشکر میں اس کے ساتھ تھا۔ آخر اریاط سمندر کے ذریعے ساحل یمن پر آ نازل ہوا۔ اور دَوس اس کے ساتھ (ہی) تھا۔ ذو نواس بھی حمیریوں اور یمن کے ان قبائل کے ساتھ جنھوں نے اس کی اطاعت کر لی تھی اس سے مقابلے کے لیے اریاط کی طرف چلا۔ جب دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو ذو نواس اور اس کے ساتھیوں نے شکست کھائی۔ ذو نواس نے جب یہ آفت دیکھی جو اس پر اور اس کی قوم پر آ نازل ہوئی تو اس نے اپنے گھوڑے کا رخ سمندر کی طرف کر کے اُسے خوب پیٹتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ اس کو لے کر سمندر میں داخل ہو گیا اور اس کو لیے پایاب پانی میں چلتا رہا یہاں تک کہ اسی طرح اس کو لیے گہرے پانی میں پہنچ گیا۔ اور اسے اس کے اندر تہ تک پہنچا دیا۔ اور یہی اس کی آخری[لـه] ملاقات تھی۔ اور ادھر اَریاط یمن میں داخل ہوا اور اس کا مالک بن گیا۔ اسی موقع پر یمن والوں میں سے ایک شخص نے اس آفت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے جو دَوس نے یمن والوں پر اہلِ حبشہ کی آفت لا ڈالی تھی اور یہ (مصرع) آج تک یمن والوں میں بطور ضرب المثل زبان زد ہے۔

لَا كَدَوْسٍ وَلَا كَأَعْلَاقِ رَحْلِهِ[۱۸]

(یہ معاملہ) دوس اور اس کے سفر کی مشکلوں کی طرح کا نہیں ہے (کہ جس کا حل نہ ہو)۔

لـه یا آخری دیدار تھا یا اس کے متعلق آخری علم تھا اس کے بعد معلوم نہ ہوا کہ اس کو سمندر نے نگل لیا یا اگل دیا۔ (احمد محمودی)

۱۸ (الف) [illegible] (ب) [illegible] یہ جملہ ہے جس کے کوئی مناسب معنی میری سمجھ میں نہ آئے (احمد محمودی)

اور ذو جدن حمیری نے کہا ہے۔

هَوْنَكِ[1] لَيْسَ يَرُدُّ الدَّمْعُ مَا فَاتَا
لَا تَهْلِكِي أَسَفاً فِي إِثْرِ مَنْ مَاتَا

(اے رونے والی) مطمئن اور چین سے رہ جو چلا گیا آنسو اس کو واپس نہیں لائیں گے۔ مرے ہوئے پر افسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔

أَبَعْدَ بَيْنُونَ لَا عَيْنٌ وَلَا أَثَرٌ
وَبَعْدَ سِلْحِينَ يَبْنِي النَّاسُ أَبْيَاتَا

کیا قلعہ بینون و سلحین (کے جیسی خوبصورت اور مستحکم عمارتوں کی تباہی) اور ان کی بنیادوں اور نشانوں کی بربادی کے بعد بھی لوگ گھر بناتے رہیں گے؟
بَیْنُوْن، سلحین اور غمدان یمن کے ان قلعوں میں سے ہیں جن کو اریاط نے ڈھایا تھا جن کا مثل کہیں نہ تھا۔ اور ذو جدن نے یہ بھی کہا ہے۔

دَعِينِي لَا أَبَا لَكِ لَنْ تُطِيقِي
لَحَاكِ اللّٰهُ قَدْ أَنْزَفْتِ رِيقِي

(اے ملامت کرنے والی عورت خدا کرے کہ) تیرا باپ

[1] هونكما لن۔ واحد مونث مخاطب کی ضمیر کے بجائے نسخۂ (الف) میں تثنیہ مخاطب کی ضمیر ہے۔ اور لیس کی بجائے لن۔ اگرچہ تثنیہ کی ضمیر سے دو آنکھیں وغیرہ مراد لی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کے بعد لا تهلكي دوسرے مصرع میں فعل واحد مونث ہی آرہا ہے جس سے اس ضمیر کی مطابقت نہیں ہوتی۔ غور کیا جائے۔ (احمد محمودی)

مرجائے ہرگز تجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ اپنی ماتوں اور ساتھیوں سے میری حالت کو بدل دے) اللہ تجھ برباد کرے تو نے تو ڈراؤنا کر میرا لعاب دہن ختم کر دیا۔

لدی عزف القیان إذا استنیا

وإذ نسعی من الخمر الرحیق

(خاص کر ایسی حالت میں تیری نصیحتیں اور ملامتیں مجھ پر کیا خاک اثر انداز ہوں گی، جب کہ ہم گانے بجانے والیوں کے گانے بجانے میں اور نغمے میں (مست) ہوں اور بہترین یا خالص شراب پی رہے ہوں۔

فإن الموت لا ینهاه شیء

ولو شرب الشفاء مع النشوق[1]

کیونکہ موت کو تو کوئی روکنے والا روک نہیں سکتا اگرچہ شراب بھی پی لی جائے اور اس کے ساتھ شفا بھی گھول کر پی لی جائے

ولا مترهب فی أسطوان

یناطح جدرہ بیض الأنوق

نہ وہ راہب (موت کو روک سکتا ہے) جو (سرحد روم

---

[1] السنوق (الف ب) میں نشوق اور (ج د) میں السوق ہے۔ دوسرا نسخہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ شرب کے ساتھ نشوق کو کوئی مناسبت نہیں۔ نشوق سونگھنے اور ناک میں ڈالنے کی دوا کو کہتے ہیں۔ اگرچہ اس کے معنی بھی بنائے جا سکتے ہیں کہ اگرچہ ناک میں ڈالنے کی دوائیں بھی استعمال کی جائیں اور شفا بھی پی لی جائے وغیرہ (احمد محمودی)

کے پاس مقام) اسطوان میں (رمتا) ہے جس کی دیواریں عقاب
کے انڈوں سے ٹکراتی ہیں۔ (یعنے بہت بلند ہیں)

وَغُمْدَانُ الَّذِی حُدِّثْتَ عَنْهُ

بَنَوْهُ مُسَمَّکًا فِی رَأْسِ نِیقِ

اور (وہ قلعہ) غمدان رمت کو روک سکا ہے؟ جس کا
تذکرہ تجھ سے کیا گیا ہے کہ لوگوں نے اس کو (نہایت ہی) بلند (ایک
سربفلک) پہاڑ کی چوٹی پر بنایا ہے۔

بِمَنْهَمَةٍ وَأَسْفَلُهُ جُرُوبٌ[1]

وَحُرُّ الْمَوْحَلِ اللَّثِقِ الزَّلِیقِ[2]

(وہ قلعہ جو) مقام منہمہ میں ہے اور اس کے نیچے
پتھریلی زمین اور بالکل رقیق (پاؤں) پھسلا دینے والا دلدل ہے۔

[3]مُصَابِیحُ السَّلِیطِ تَلُوحُ فِیهِ
إِذَا یُمْسِی کَتَوْمَاضِ الْبُرُوقِ

بِمَرْمَرَةٍ وَأَعْلَاهُ رُخَامٌ

تَحَامٌ لَا یَغِیبُ فِی الشُّقُوقِ

وہ قلعہ سنگ مرمر پر بنا ہوا ہے اور اس کا اوپر کا حصہ

---

[1] نسخہ (الف) حروب ہے اور (ب ج د) حرون ہے روب کے معنے سیاہ پتھر کے ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] (الف ب) میں زلیق رائے مہملہ سے ہے اور (ج د) میں دلیق دال معجمہ سے دلیق بدال معجمہ کے معنے تیز دھار والی چیز کے ہیں۔ پہلا نسخہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے (احمد محمودی)

[3] یہ شعر نسخہ (الف) کے سوا دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

سنگ رخام کا ہے (اس کی متعدد خندقوں کی وجہ سے وہ) دھاری دار (معلوم ہوتا ہے) (جس کا پانی) شگافوں میں (جذب ہو کر سوکھ نہیں جاتا) غائب نہیں ہوتا۔

مَصَابِيحُ السَّلِيطِ تَلُوحُ فِيهِ

إِذَا يُمْسِي كَتَوْمَاضِ الْبُرُوقِ

جب شام ہوتی ہے تو اس میں تیل کے چراغ جگمگانے لگتے ہیں (اور ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا بجلیاں کوند رہی ہیں۔

وَنَخْلَتُهُ الَّتِي غُرِسَتْ إِلَيْهِ

يَكَادُ الْبُسْرُ يَهْصِرُ بِالْعُذُوقِ

اور جو کھجور کے پیڑ وہاں بوئے گئے ہیں (ان کی حالت یہ ہے کہ) گدرائی ہوئی کھجوروں کے وزن سے خوشے جھکے جا رہے ہیں

فَأَصْبَحَ بَعْدَ جِدَّتِهِ رَمَادًا

وَغَيَّرَ حُسْنَهُ لَهَبُ الْحَرِيقِ

پھر وہ (قلعہ) اس شان و شوکت و اہتمام کے بعد راکھ (کا ڈھیر) ہو گیا اور اس کے حسن (و خوبی) کو آگ کے شعلوں نے (کھنڈر کی شکل میں) بدل ڈالا۔

ے نسخۂ (الف) میں یہصر بضاد المعجمہ ہے جو کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ (احمد محمودی)

وَأَسْلَمَ ذُوْ نُوَاسٍ مُسْتَكِيناً

وَحَذَّرَ قَوْمَهُ ضَنْكَ الْمَضِيق

اور ذو نُواس نے عجز و انکسار کے ساتھ اپنے آپ کو
(موت کے) حوالے کر دیا اور اپنی قوم کو تنگ مقام کی سختی سے
(بہت کچھ) ڈرایا۔

اور ابن الذِّئبۃ الثقفی نے اس بارے میں کہا ہے اور الذّئبۃ اس کی ماں کا نام ہے اور اس کا نام ربیعۃ بن عبد یالیل بن سالم بن مالک بن حُطَیط بن جشم بن قسی ہے۔

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتَى مِنْ مَقَرٍّ

مَعَ الْمَوْتِ يَلْحَقُهُ وَالْكِبَرْ

تیری عمر کی قسم ایک جوان مرد کے لیے کہیں اطمینان و
قرار نہیں جس کے پیچھے بڑھاپا بھی لگا ہوا ہے اور موت بھی۔

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتَى صُحْرَةٌ

لَعَمْرُكَ مَا إِنْ لَهُ مِنْ وَزَرْ

تیری عمر کی قسم ایک جوان مرد کو (ہاتھ پاؤں ہلانے کی)
گنجائش بھی نہیں۔ تیری عمر کی قسم اس کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں۔

أَبَعْدَ قَبَائِلَ مِنْ حِمْيَرٍ

أُبِيدُوا صَبَاحاً بِذَاتِ الْعِبَرْ

کیا عبرتوں والے مقام میں صبح کے وقت حمیر کے قبیلے

والوں کے ہلاک و برباد ہونے کے بعد (بھی کوئی شخص امن وچین و آرام کا امیدوار رہ سکتا ہے)۔

بأنفِ ألوفٍ وحَرّابةٍ

كمِثل السّماءِ قُبيلَ المطرْ

(جن کی تباہی ان) لاکھوں (افراد) اور جنگ جو (بہادروں) کے ذریعے (ہوئی) جو بارش سے کچھ پہلے (چھا جانے) والے ابر کی طرح (چھا گئے) تھے۔

يُصِمُّ صِياحُهمُ المُقرَباتِ

ويَنفُون من قاتلوا بالذَّفَرْ

جن کی چیخ پکار فغان پر مدت ہوئے گھوڑوں کو بہرا بنا رہی تھی اور جس سے وہ مقابلہ کر رہے تھے انہیں وہ (مسلح لشکر کے لوہے کی) کردہ بو سے جلا وطن کر رہے تھے یا رہ جتر کی زیادتی اور کثرتِ اسلحہ سے مرعوب ہو کر بھاگے جا رہے تھے۔

سَعالى مثلُ عديدِ التُّرابِ

تَيبَسُ منهم رِطابُ الشَّجَرْ

(یہ) غول سامان تجارت یا گرد (کے ذرات) کی طرح تھا جس (کی کثرت کے سبب سے درختوں کی چھال خشک ہو گئی۔

لہ الذفر المرائحہ من الکتائب السہکتہ من الحدید و صدأہ (قطر المحیط)

عمرو بن معدیکرب الزبیدی اور قیس بن مکشوح المرادی کے درمیان کچھ (جھگڑا) تھا اور اس کو معلوم ہوا تھا کہ قیس نے اس کو دھمکی دی ہے تو اس نے حمیریوں کے حالات، ان کی عزت، اور ان کی حکومت، کے زوال کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:-

أتُوعِدُني كأنّكَ ذو رُعَيْنٍ

بأفضلِ عيشةٍ أو ذو نُواسِ

کیا تو مجھے اس طرح ڈراتا ہے کہ گویا تو (یعنی) اعلیٰ زندگی کے لحاظ سے ذو رعین یا ذو نواس ہے۔

وكائنْ كانَ قبلَكَ من نعيمٍ

وملكٍ ثابتٍ في النّاسِ راسي

اور گویا تجھ سے پہلے بھی (یعنی تیرے باپ دادوں کو بھی) فارغ البالی اور لوگوں پر مضبوط اور پائدار حکومت حاصل تھی۔

قديمٍ عهدُهُ من عهدِ عادٍ

عظيمٍ قاهرِ الجبروتِ قاسي

(گویا ایسی حکومت تھی) جس کا زمانہ زمانۂ عاد سے بھی قدیم ہو (اور ایسی حکومت) جو عظیم الشان زبردست شوکت والی (اور کسی کی) اطاعت نہ کرنے والی ہو۔

فَأَمْسَى أَهْلُهُ بَادُوا وَأَمْسَى

يُحَوَّلُ مِنْ أُنَاسٍ فِي أُنَاسِ

پھر وہ حکومت کرنے والے تباہ (و برباد) ہو گئے
ہوں اور وہ (حکومت) ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی رہی
(اور آخر میں وراثۃً تجھے ملی ہو)۔

ابن ہشام نے کہا کہ زُبَید، سَلَمَۃ بن مازن بن منبہ بن صَعب ابن سعد العشیرۃ بن مَذحج کا بیٹا ہے۔ اور بعضوں نے زبید کو منبہ بن صعب ابن سعد العشیرہ کا بیٹا کہا ہے۔ اور بعضوں نے زبید کو صعب بن سعد و مراد کا یار ابن مَذحج کا بیٹا بتایا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا کہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کو جب وہ ارمینیہ میں تھے (خط) لکھا ــــ اور باہلہ یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان کا بیٹا تھا ــــ اور (خط میں) انھیں حکم دیا کہ خالص عربی گھوڑے والوں کو دوغلے گھوڑے والوں پر بعضوں میں ترجیح دی جائے۔ جب سلمان کے سامنے گھوڑے پیش ہوئے تو ان کے سامنے سے عمرو بن مَعدیکَرِب کا گھوڑا بھی گزرا تو سلمان نے اس سے کہا تمھارا یہ گھوڑا تو دوغلا ہے عمرو کو غصّہ آگیا۔ اس نے کہا دوغلے نے اپنے جیسے دوغلے کو پہچان لیا تو قیس اس کی طرف بڑھا اور اسے دھمکی دی تو عمرو نے مذکورۂ بالا ابیات کہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہی وہ (واقعہ) ہے جس کو سطیح کاہن نے اپنے ان الفاظ میں ادا کیا تھا کہ تمھاری سرزمین میں حبشی آ نازل ہوں گے اور مقامات اَبیَن سے جُرَش تک تمام شہروں کے مالک ہو جائیں گے۔ اور جس کو شق نے

ـــــــــــــــــــــ

۱؎ خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

اپنے ان الفاظ میں ادا کیا تھا کہ تمھاری سرزمین میں سوڈان اتر آئیں گے اور تمام تر و تازہ سبزہ زاروں پر غلبہ پالیں گے اور ابین سے نجران تک حکمران ہو جائیں گے۔

حکومت یمن پر أبرہۃ الاشرم کا غلبہ

(اور)

ارياط کا قتل

ابن[1] اسحٰق نے کہا کہ ارياط اپنی اس حکومت پر یمن میں برسوں رہا پھر ابرہہ حبشی نے یمن میں حبشیوں کے بعض معاملات کی نسبت اس سے جھگڑا نکالا تو وہ متفرق ہو گئے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ہو گیا اور ان میں کا ایک گروہ دوسرے کی طرف حملے کے خیال سے چلا پھر جب یہ لوگ ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو ابرہہ نے ارياط کے پاس کہلا بھیجا کہ اہل حبشہ کو باہم لڑا کر ان کو فنا نہ کر دے تو میرے مقابل میدان میں آ میں تیرے مقابل میدان میں آتا ہوں۔ پھر ہم میں سے جو شخص اپنے مقابل کو مارے گا لشکر خود بخود اسی کی طرف ہو جائے گا تو ارياط نے جواباً کہلا بھیجا کہ تو نے انصاف کی بات کہی پھر ابرہہ اس کے مقابلے کے لیے نکلا۔ اور وہ ایک پست قامت موٹا اور دین دار نصرانی تھا۔ ارياط بھی اس کے مقابل نکلا۔ اور وہ خوبصورت زبردست[2] بلند قامت تھا اس کے ہاتھ میں اس کا ایک خاص نیزہ تھا پھر ابرہہ

---

[1] اس مقام پر (ب ج د) تمام نسخوں میں قال ابن اسحٰق ہے لیکن نسخہ (الف) میں قال ابن ہشام لکھا ہے (احمد محمودی)

[2] عظیم کا لفظ نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کے پیچھے اس کا ایک غلام تھا جس کا نام عَتَوْدَہ تھا جو اس کے پشت کی جانب سے حفاظت کر رہا تھا۔ ارياط نے حربہ اٹھا کر ابرہہ پر وار کیا۔ چاہتا تھا کہ اس کی چندیا پر مارے حربہ ابرہہ کی پیشانی پر پڑا اس سے اس کی بھوں آنکھ ناک کی پھنگی اور ہونٹ پھٹ گئے اسی وجہ سے اس کا نام اَبْرَہتہ الاشرم مشہور ہو گیا (شرم کے معنے شق کرنے یا پھاڑنے کے ہیں) عَتَوْدَہ نے ابرہہ کے پیچھے سے ارياط پر حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا آخر ارياط کا لشکر ابرہہ کی طرف ہو گیا اور یمن کے تمام حبشی ابرہہ کی امارت پر متفق ہو گئے۔ اور ابرہہ نے ارياط کے اقربا کو اس کی دیت دی۔ جب یہ خبر نجاشی کو پہنچی تو سخت غضبناک ہوا۔ اور کہا میرے مقرر کیے ہوئے افسر پر اس نے دست درازی کی اور اس کو میرے حکم کے بغیر قتل کر ڈالا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ ابرہہ کو نہ چھوڑے گا جب تک کہ اس کے ممالک کو پامال نہ کر ڈالے اور اس کے سر کے بال پکڑ کر نہ گھسیٹے۔ ابرہہ نے اپنا سر مونڈ ڈالا اور یمن کی مٹی ایک برتن میں بھر کر نجاشی کے پاس روانہ کی اور لکھا بادشاہ جہاں پناہ! ارياط تو صرف آپ کا ایک غلام تھا اور میں بھی آپ کا ایک غلام ہوں۔ آپ ہی کے احکام کی تعمیل کے بارے میں ہم میں اختلاف ہوا۔ قابل اطاعت تو آپ ہی کا حکم ہے مگر بات صرف یہ تھی کہ میں حبشیوں کے معاملات میں اس کی بہ نسبت زیادہ قوی زیادہ منتظم اور معاملات سیاست میں زیادہ ماہر[1] تھا۔ مجھے بادشاہ (جہاں پناہ) کی قسم کی خبر پہنچی تو میں نے اپنا سارا سر مونڈ ڈالا اور میری سرزمین کی مٹی سے بھرا ہوا برتن حضور کے پاس میں نے روانہ کیا ہے کہ حضور اس کو اپنے قدم کے نیچے رکھیں اور پامال کریں اور میرے متعلق حضور نے جو قسم کھائی ہے پوری کر لیں جب یہ خط نجاشی رضی اللہ عنہ کو پہنچا اس نے ابرہہ کو لکھا کہ تو سرزمین یمن ہی میں رہ جب تک کہ میرا دوسرا حکم تیرے پاس نہ آئے۔ ابرہہ یمن ہی میں رہا۔

---

[1] یعنی اس لئے یہاں کی حکومت کی قابلیت مجھی میں زیادہ تھی۔ (احمد محمودی)

اصحاب فیل اور حرمت والے مہینوں کو ملتوی کرنے والے

پھر ابرہہ نے (مقام) صنعاء میں قلیس[1] یعنے کلیسا بنایا اور ایسا کلیسا بنایا کہ اس زمانے میں اس کے جیسا کوئی کلیسا روئے زمین پر نہ نظر آتا تھا۔ پھر اس نے نجاشی کو لکھا کہ بادشاہ (جہاں پناہ!) میں نے آپ کے لیے ایک کلیسا بنایا ہے کہ اس کے جیسا کسی سابقہ بادشاہ کے لیے کبھی نہیں بنا۔ اور میں صرف اس کے بنانے ہی پر اکتفا نہ کروں گا بلکہ عربوں کے عزائم حج کو بھی اسی کی طرف پھیر دوں گا۔ جب ابرہہ کے اس خط کی شہرت جو نجاشی کو لکھا گیا تھا عربوں میں ہوئی تو بنی فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبۃ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمۃ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کے ایک شخص کو جو نساہ میں سے تھا غصہ آ گیا۔ اور نساہ ان لوگوں کو کہا جاتا تھا جو زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لیے حرمت کے مہینوں میں تاخیر کا حکم نافذ کرتے تھے اور حرمت کے مہینوں[2] کو حلال کر دیتے۔ اور اس کے بجائے حلال مہینوں میں سے کسی ماہ کو

---

[1] مادہ قلس کے معنے میں بلندی ہے۔ قلنسوہ جو ٹوپی کے معنی میں ہے اس کا مادہ بھی یہی ہے تقلنس الرجل و تقلس دونوں ایک معنی میں ہیں یعنی ٹوپی پہنی اور قلس الطعام کے معنے معدے میں کھانا اوپر ہو گیا۔ اس طرح قلیس کے معنی تلخ کے ہوئے۔

[2] ذوالقعدہ ذوالحجہ محرم اور رجب ان چاروں مہینوں کی عظمت و حرمت عرب قدیم بھی کرتے تھے اور یہ عظمت و حرمت ان کے ہاں ابا عن جد ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے وقت سے چلی آرہی تھی اور ان مہینوں میں جنگ و قتل کرنے کو وہ بھی حرام خیال کرتے تھے یہاں تک کہ اگر ان مہینوں میں کسی کو اپنے باپ کے قاتل پر بھی دسترس ہوتی تو وہ اس ارادے سے باز آجاتا اور سمجھتا کہ حرمت والے مہینوں میں تو انتقام لینا جائز (بقیہ حاشیہ صفحہ (۶۲) پر)

حرام کر دیتے کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد میں موافقت کرلیں اور اس طرح اس خاص حرمت والے مہینے کو موخر کر دیتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ہے

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ۔ نسی (یعنی قمری مہینوں کی تاخیر) تو (بس) ناشکری میں

(صفحہ (۶۱) کا بقیہ حاشیہ) ہیں لیکن تمام لوگ ایمان و دیانت میں ایک درجے کے نہیں ہوتے۔ ان میں ایسے بھی تھے کہ انھوں نے اپنے مذہب کو اپنے اغراض کے پورا کرنے کا ذریعہ بنا رکھا تھا ایسے لوگ جب کسی دوسرے قبیلے سے جنگ کرتے رہتے اور انھیں اس میں فتوحات بھی حاصل ہوتی رہتیں اور اسی اثناء میں کوئی حرمت والا مہینہ آجاتا تو جنگ کا ختم کر دینا ان پر نہایت بار ہوتا۔ جنگ کو جاری رکھنے کے لیے حیلے بہانے کرتے اپنے ہی لوگوں میں سے کسی ایک کو حکم بناتے اور اس سے کہتے کہ ہمارے لیے اس مہینے کی بجائے کسی اور مہینے کو حرمت والا قرار دے اور ہمیں اس ماہ میں لڑنے کی اجازت دے دے۔ چنانچہ اگر اس وقت مثلاً رجب کا مہینہ ہوتا تو اس ماہ کو شعبان کہہ کر حلال قرار دے کر اس کے بعد کے مہینے یعنے شعبان کو ماہ رجب اور حرمت والا مہینہ قرار دیتا اور اس ماہ میں ان کو جنگ کی اجازت دے دیتا۔ اور اگر اس کے بعد کے مہینے میں بھی جنگ جاری رکھنے کی ضرورت ہوتی تو پھر اس ماہِ رجب کو رمضان میں ڈال دیا جاتا۔ غرض سال بھر میں کوئی چار ماہ اپنی مرضی کے مطابق حرمت والے قرار دے دیے جاتے۔ بعض وقت جنگ میں اس قدر طوالت ہوتی کہ بارہ ماہ مسلسل جنگ میں گزارنے کی ضرورت ہوتی تو سال میں سولہ ماہ قرار دے کر آخر کے چار ماہ کو حرمت والے ماہ سمجھ لیتے۔ اور اس طرح مذہب عقلمندوں کے لیے کار براری کا آلہ بن گیا تھا۔ ایسی حالت میں دوسرا قبیلہ جس کے مقابل یہ لوگ صف آرا ہوتے۔ بعض وقت غلطی میں مبتلا ہو جاتا کہ اب تو حرمت والا مہینہ آرہا ہے اس میں جنگ نہ ہوگی۔ اور یہ اچانک ان پر حملہ کر دیتے۔ اور اگر دوسرا بھی انھیں کے جیسا عقلمند ہوتا تو پھر وہ بھی ان سے انھیں کی طرح حیالیں چلتا۔ اور بے ایمانیوں کا ایک تانتا بندھ جاتا۔ (از روح المعانی و منتہی الارب ملخصاً)

(احمد محمودی)

زیادتی ہی ہے[1]۔ کہ اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جنھوں نے (نعمات خداوندی کی) قدر نہیں کی کہ ایک سال اس (ماہ) کو حلال بنا لیتے ہیں اور ایک (دوسرے) سال اس (ہی ماہ) کو حرام بنا دیتے ہیں کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے (مہینوں) کی (صرف) تعداد میں موافقت کریں۔ (اور نتیجہ اور مقصد یہ ہوتا ہے) کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کریں

ابن ہشام نے کہا کہ لیواطئوا (کے معنے) لیوافقوا ہیں۔ مواطاۃ کے معنی موافقۃ کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں:۔

واطأتك على هذا الامر اى وافقتك عليه

میں نے اس معاملے میں تیری موافقت کی۔

اور شعر میں جو ایطاء ہوتا ہے اس کے معنی بھی موافقت ہی کے ہیں اور وہ دو قافیوں کا ایک لفظ اور ایک جنس میں متفق ہوتا ہے جس طرح عجاج کا قول ہے ـــ اور عجاج کا نام عبد اللہ بن رؤبۃ ہے جو بنی سعد بن زید مناۃ بن تمیم بن مرّ بن اُدّ بن طابخۃ بن الیاس بن مضر بن نزار میں کا ایک شخص ہے۔ اس نے کہا ہے:۔

فِى أَثْعَبَانِ الْمَنْجَنُونِ الْمُرْسَلِ

(پھر دوسرا مصرع کہا)

مَدَّ الْخَلِيجِ فِى الْخَلِيجِ الْمُرْسَلِ

رہٹ کے بہتے ہوئے پانی کے بہاؤ میں بھی وہی جوش و

---

[1] کہ حج کے لیے کعبۃ اللہ کے زائرین کے آنے جانے کے واسطے جو اس وادیِ عرب میں چند مہینوں کے لیے ہوتا تھا اس کے سبب وادیِ غیر ذی زرع کے رہنے والوں کو اقسام کی تجارتی معاشی اور مذہبی سہولتیں اور برکات حاصل ہوتی تھیں اور زائرین کو روحانی ترقیات نصیب ہوتی تھیں اس سب کی شکر گزاری اور قدر دانی کو بالائے طاق رکھ کر صرف جذبۂ انتقام کے تحت ناجائز مواقع نکال کر ممنوعہ اوقات میں جنگ کی جاتی اور ملک کے عام امن و چین کو بھی برباد کر دیا جاتا صرف اس لیے کہ دشمن پر غالب ہو جانے کا ایک موقع ہاتھ آگیا ہے۔ یہی وہ اسباب ہیں۔

وسعت ہے جو ایک نہر میں دوسری نہر کے چھوٹنے (اور دونوں کے
ملنے سے) جوش و وسعت ہوتی ہے۔

(دونوں مصرعوں میں مرسل کا لفظ استعمال کیا ہے جو لفظاً و معناً ایک ہی ہے)
اور یہ دونوں بیتیں یعنے مصرعے اس کے ایک قصیدۂ بحر رجز کے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پہلا شخص جس نے عربوں میں مہینوں کی تاخیر
کا رواج ڈالا وہ قلمس تھا۔ اس نے ان مہینوں میں سے جنھیں حلال ٹھہرا دیا
انھوں نے ان کو حلال ٹھہرا لیا اور اس نے ان میں سے جنھیں حرام ٹھہرادیا
انھوں نے ان کو حرام ٹھہرالیا۔ قلمس کا نام حذیفۃ بن عبد بن فقیم بن عدی
ابن عامر بن ثعلبۃ بن حارث بن مالک بن کنانۃ بن خزیمۃ تھا۔ اس کے بعد
اس کا بیٹا عبّاد بن حذیفہ اس کام پر اس کا قائم مقام ہوا۔ پھر اس کے بیٹے
عباد کے بعد قلع بن عباد قائم ہوا۔ قلع کے بعد امیۃ بن قلع امیۃ کے بعد
عوف بن امیۃ عوف کے بعد ابو ثمامۃ جنادۃ بن عوف اور یہ ان سب میں کا
آخر تھا اور اسلام نے اس کے اعمال کی مخالفت کی۔ عرب کی حالت یہ تھی
کہ جب وہ حج سے فارغ ہوتے تو جنادۃ بن عوف کے پاس جمع ہوتے اور
وہ چاروں حرمت والے مہینوں رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم کو حرمت
والے قرار دیتا اور جب چاہتا کہ ان میں سے کسی ماہ کو حلال قرار دے تو
کسی ماہ مثلاً محرم کو حلال قرار دیتا اور اس کا اعلان کرتا تو وہ سب کے سب
اسی کو حلال قرار دیتے اور اس کے بجائے کسی اور ماہ مثلاً صفر کو حرام قرار
دیتا تو وہ سب اسی کو حرام ٹھہرا لیتے کہ حرمت والے مہینوں کے شمار میں
مطابقت ہوجائے۔ پھر جب وہ (کسی مصلحت کے تحت) اس رائے سے
پلٹ جانا چاہتے تو وہ ان میں خطبہ دینے کھڑا ہوجاتا اور کہتا یا اللہ میں
نے دو صفروں میں سے ایک صفر کو یعنے پہلے صفر کو یعنے محرم کو ان کے
لیے حلال کردیا اور دوسرے مہینے کو آنے والے سال کے لیے پیچھے کردیا۔

اسی بارے میں عُمیر بن قیس جذل الطّعان جو بنی فراس بن غنم بن ثعلبۃ بن مالک بن کنانہ میں کا ایک شخص ہے۔ مہینوں کو تمام عرب کے لئے پیچھے ہٹا دینے پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

لَقَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ أَنَّ قَوْمِي

كِرَامُ النَّاسِ أَنَّ لَهُمْ كِرَامَا

اس بات کو قبیلۂ معدّ یقینی طور پر جانتا ہے کہ میری قوم لوگوں میں بڑی عزت والی ہے اور اس کے (اخلاف بھی) عزت والے ہی ہیں۔

فَأَيَّ النَّاسِ فَاتُوْا بِوِتْرٍ

وَأَيَّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِكْ لِجَامَا

جس سے ہمیں انتقام لینا ہے وہ کون لوگ ہیں (ذرا) ہمارے سامنے تو آئیں۔ اور کون لوگ ہیں جن کو ہم نے لگام (دے کر روک) نہ دیا ہو

أَلَسْنَا النَّاسِئِينَ عَلَى مَعَدٍّ

شُهُورَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامَا

کیا ہم وہی (لوگ) نہیں جو (قبیلۂ) معدّ کے لیے (مہینوں کو مقدم) موخر کرتے رہتے ہیں (اور) حلال مہینوں کو حرام قرار دے دیتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ حرمت والے مہینوں میں کا پہلا مہینہ محرم ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا (جب ابرہہ کے خط کا ذکر عربوں میں مشہور ہوا تو بنی فقیم میں کا ایک، کنانی شخص اپنی جگہ سے نکل کر اس کلیسا میں پہنچا اور (قضائے حاجت کے لیے) اس میں بیٹھا۔

ابن ہشام نے کہا یعنی اس نے اس میں حدث کی۔

ابن اسحٰق نے کہا اور پھر چل نکلا اور اپنی سرزمین میں پہنچ گیا۔ ابرہہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے دریافت کیا کہا یہ کام کس نے کیا ہے اس کو خبر دی گئی کہ یہ کام عربوں میں کے ایک ایسے شخص کا ہے جو اس گھر کے پاس رہنے والے ہیں جس کے حج کے لیے عرب مکے جاتے ہیں کیونکہ جب اس نے تیری یہ بات سنی کہ میں عربوں کے عزائم حج کو اس کی جانب پھیر دوں گا" تو وہ غصے میں آگیا اور اس غصے کی حالت میں آکر اس میں قضائے حاجت کے لیے بیٹھ گیا یعنی اس کا مطلب یہ بتانا تھا کہ وہ کلیسا اس حج کا سزاوار نہیں (بلکہ اس قابل ہے کہ اس میں قضائے حاجت کی جائے)۔ پھر تو ابرہہ کو غصہ آگیا اور اس نے قسم کھالی کہ وہ ضرور اس گھر یعنی بیت اللہ کی جانب جائے گا اور اس کو گرا دے گا۔

اس کے بعد اس نے حبشیوں کو تیاری کا حکم دیا۔ وہ بہت کچھ سازوسامان فراہم کر کے تیار ہو گئے اور اس نے اپنے ساتھ وہ مشہور ہاتھی بھی لے لیا جس کا ذکر آگے آئے گا اور مکے کی طرف چلا۔ جب عربوں نے یہ خبر سنی اس کو بہت اہم معاملہ خیال کیا اور یہ خبریں کر بے چین ہو گئے۔ اور جب انھوں نے سنا کہ وہ خدا کے گھر کعبے کو گرا دینا چاہتا ہے تو اس سے جہاد کرنا اپنا فرض خیال کیا۔ آخر اس کے مقابلے کے لیے ذونفر نامی ایک شخص تیار ہوا جو یمن کے سربرآوردہ لوگوں اور بادشاہوں میں سے تھا اس نے اپنی قوم کو اور عرب کے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے اس کی بات مانی بلوایا تاکہ ابرہہ سے جنگ کریں اور بیت اللہ الحرام اور اس کے گرانے اور اس کے برباد کرنے کے اس ارادے کے خلاف جہاد کریں۔ اس دعوت کے قبول کرنے کو جو تیار تھے انھوں نے قبول کیا (اور اس کے ساتھ ہو گئے)۔ پھر یہ اس کے مقابل صف آرا ہوا۔

اور جنگ کی۔ ذونفر اور اس کے ساتھیوں نے شکست کھائی۔ ذونفر گرفتار کر لیا گیا۔ اور قیدی بنا کر ابرہہ کے پاس لایا گیا۔ جب اس نے اس کو قتل کرنا چاہا تو ذونفر نے اس سے کہا اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کیجئے۔ ممکن ہے کہ میرا آپ کے ساتھ رہنا میرے قتل کرنے سے بہتر ہو اس لیے اس نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سخت قید میں رکھا کیونکہ ابرہہ ایک حلیم شخص تھا۔ پھر ابرہہ جس ارادے سے نکلا تھا اس کی تکمیل کے لیے بڑھتا چلا۔ جب وہ سرزمین خثعم میں آیا نفیل بن حبیب خثعمی خثعم کے دونوں قبیلوں شہران اور ناہس اور عرب کے قبیلوں میں سے جو لوگ اس کے ساتھ ہوئے ان سب کو لے کر اس کی راہ روک لی اور اس سے جنگ کی۔ ابرہہ نے اسے بھی شکست دی اور نفیل کو بھی قید کر لیا گیا۔ جب وہ اس کے پاس لایا گیا اور اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو نفیل نے اس سے کہا اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کیجئے کہ میں سرزمین عرب میں آپ کا رہنما بن سکتا ہوں۔ اور یہ میرے دونوں ہاتھ خثعم کے دونوں قبیلوں شہران اور ناہس کے مقابلے میں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے کام آئیں گے آخر اس نے اسے چھوڑ دیا اور یہ اس کی رہنمائی کرتا ہوا چلا یہاں تک کہ جب وہ طائف سے گزرا تو مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف، بنی ثقیف کے چند لوگوں کے ساتھ اس کے پاس آیا۔ اور ثقیف کا نام قسی بن النبیت بن منبہ بن منصور بن یقدم بن افصی بن دعمی بن ایاد ابن نزار بن معد بن عدنان ہے۔ امیۃ بن ابی الصلت ثقفی نے کہا ہے۔

قَوْمِي إِيَادُ لَوْ[1] أَنَّهُمْ أُمَمٌ

أَوْ لَوْ أَقَامُوا فَتُهْزَلَ النَّعَمُ

قبیلہ ایاد سب کا سب میری ہی قوم ہے کاش وہ ایک دوسرے

---

[1] (ب ج د) تینوں نسخوں میں "لو" ہے لیکن نسخہ (الف) میں "له" ہے جس کا کوئی مناسب مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ (احمد محمودی)

کے پاس پاس سکونت پذیر رہتے (اور ترک وطن کرکے حجاز سے عراق کی جانب اس لیے نہ چلے گئے ہوتے کہ ان کے جانوروں کے لیے حجاز کے میدان تنگ ہوگئے تھے) یا کاش وہ اپنے وطن ہی میں رہتے خواہ ان کے جانور (مقام کی تنگی اور چارے کی قلت کے سبب) لاغر اور کمزور ہی ہو جاتے۔

قَومٌ لَهُم سَاحَةُ العِرَاقِ إِذَا

سَارُوا جَمِيعاً وَالقِطُّ وَالقَلَمُ

وہ ایسی قوم تھی کہ اگر وہ سب کے سب مل کر جاتے تو عراق کا میدان اور کاغذ و قلم (سب) انہیں کا ہوتا یعنے وہاں حاکمانہ حیثیت سے رہتے۔

قط کے معنے حساب رقعہ یعنی پرزہ چٹھی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عجل لنا قطنا ہمیں ہمارا نوشتہ تقدیر یا نامۂ اعمال جلد دے دے۔ ابن اسحٰق نے کہا اور امیۃ بن ابی الصلت نے یہ بھی کہا ہے:۔

فَإِمَّا تَسأَلِي عَنِّي لُبَينَى[1]

وَعَن نَسَبِي أُخَبِّرْكِ اليَقِينَا

اے لبینی اگر تو مجھ سے میرے نسب کے متعلق دریافت کرے تو میں تجھے (ایک ایسی) یقینی خبر سناؤں گا (جس میں کچھ شک و شبہہ نہ ہو)۔

[1] نسخہ (الف) میں لبینا الف سے لکھا ہے (ب ج د) میں لبنیٰ کا رسم الخط یا سے لکھا ہے۔ (احمد محمودی)

فَإِنَّا لِلنَّبِيتِ أَبِي قَسِيٍّ

لِمَنْصُورِبْنِ يَقْدُمَ الأَقْدَمِسَا

ہم ابو قسی میت (اور) مسور بن یقدم (جیسے) قدیم (مشہور) لوگوں کی اولاد ہیں۔

ابن ہشام نے کہا ثقیف کا نام قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور ابن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔ اور پہلی دو بیتیں اور آخری دو بیتیں امیہ ہی کے دو قصیدوں میں کی ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا ثقیف کے لوگوں نے ابرہہ سے کہا اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام فرماں بردار اور مطیع ہیں۔ ہمیں آپ سے کوئی اختلاف نہیں اور یہ ہمارا گھر اللات وہ گھر نہیں ہے جس کا آپ ارادہ رکھتے ہیں آپ کا قصد تو اس گھر کا ہے جو مکے میں ہے ہم آپ کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں گے جو اس کی جانب آپ کی رہنمائی کرے گا۔ اللات طائف میں ان لوگوں کا ایک گھر تھا جس کی وہ لوگ ویسی ہی عظمت کیا کرتے تھے جس طرح کعبے کی تعظیم کی جاتی ہے۔

ابن ہشام نے کہا مجھے ابو عبیدہ نحوی نے ضرار بن الخطاب الفہری کا ایک شعر سنایا:-

وَفَرَّتْ ثَقِيفٌ إِلَى لَاتِهَا

بِمُنْقَلَبِ الْخَائِبِ الْخَاسِرِ

اور بنی ثقیف اپنے لات (نامی بت) کی

ؔ خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

جانب محروم نقصان رسیدہ حالت میں بھاگے۔
یہ شعر اس کے اشعار میں کا ہے۔ آخر وہ انھیں بھی چھوڑ کر آگے بڑھا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ انھوں نے اس کے ساتھ ابو رغال کو بھیجا کہ مکے کی جانب اس کی رہنمائی کرے۔ ابرہہ ابو رغال کو ساتھ لیے ہوئے نکلا یہاں تک کہ ابو رغال نے اسے مغمس تک پہنچا دیا اور اسے وہاں پہنچا کر مر گیا۔ تو اس کے مرنے کے بعد عربوں نے اس کی قبر پر پتھر برسائے اور لوگ مقام مغمس میں جس قبر کو پتھر مارا کرتے ہیں وہ اسی کی قبر ہے۔
جب ابرہہ مغمس[1] میں اترا تو اس نے حبشیوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام اسود بن مقصود تھا اپنے سواروں کے ایک دستے پر سردار بنا کر روانہ کر دیا وہ مکہ تک جا پہنچا اور تہامہ والے قریش وغیرہ کے اونٹ ہانک لے گیا۔ انھیں میں عبدالمطلب بن ہاشم کے دو سو اونٹ بھی اس کے ہاتھ لگے۔ عبدالمطلب ابن ہاشم اس وقت قریش میں ان کے بڑے سردار مانے جاتے تھے۔ اس لیے قریش، کنانہ، ہذیل اور جو جو اس حرم محترم میں رہتے تھے سبھوں نے اس سے جنگ کا ارادہ کیا لیکن بعد مشورہ انھیں یقین ہو گیا کہ ان میں اس سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ آخر انھوں نے اس خیال کو چھوڑ دیا۔ ابرہہ نے حناطۃ الحمیری کو مکہ کی جانب روانہ کیا اور اس سے کہا کہ اس شہر کے سردار اور بلند رتبہ شخص سے دریافت کر لینا اور اس سے کہنا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تم سے جنگ کرنے کیلیے نہیں آیا ہوں میں صرف اس گھر کو گرانے آیا ہوں اور اگر تم لوگوں نے اس کی مدافعت میں ہم سے کسی قسم کا تعارض نہیں[2] کیا تو تمھارا خون بہانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اگر وہ مجھ سے جنگ کرنا نہ چاہے تو اس کو میرے پاس لانا۔
پھر جب حناطہ مکہ میں داخل ہوا تو دریافت کیا کہ قریش کا سردار اور

---

[1] مکۂ معظمہ سے تین فرسخ کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے۔ (از سہیلی احمد محمودی)
[2] (ب ج د) تینوں نسخوں میں وہاں لم تعرضوا ہے اور نسخہ (الف) میں کاتب نے تحریف کر دی ہے اور "لعرصوا" یوں عین زائے ہوز اور ضاد معجمہ لکھ دیا ہے (احمد محمودی)

ان میں کا بلند رتبہ شخص کون ہے۔ اس سے کہا گیا وہ عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ وہ آپ پاس آیا اور ابرہہ نے جو کچھ اسے حکم دیا تھا آپ سے بیان کیا۔ عبد المطلب نے اس سے کہا خدا کی قسم ہم اس سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہم میں اس سے مقابلے اور جنگ کی طاقت ہے۔ یہ اللہ کا اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا عظمت والا گھر ہے۔ یا اسی طرح کے الفاظ[1] فرمائے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس گھر کی ابرہہ سے حفاظت کرے تو وہ اس کا گھر ہے اور اس میں اسکی عظمت ہے۔ اور اگر اس نے اس گھر اور ابرہہ کے درمیان راستہ صاف کر دیا (بیچ میں کوئی مزاحمت نہ ڈالی) تو خدا کی قسم ہمارے پاس بیت اللہ کو اس سے بچانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ پس حناطہ نے کہا تو آؤ میرے ساتھ اس کے پاس چلے چلو کہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس کے پاس لے جاؤں۔ تو عبد المطلب اس کے ساتھ (ہو) گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض لڑکے بھی تھے۔ حتیٰ کہ اس لشکر میں پہنچے۔ پھر وہاں (جانے کے بعد) ذونفر کو دریافت فرمایا جو آپ کا دوست تھا۔ اور اس کے پاس پہنچے جو وہاں قید تھا۔ آپ نے اس سے کہا اے ذونفر ہم پر جو آفت نازل ہوئی ہے اس سے چھوٹنے کی تیرے خیال میں کوئی تدبیر ہے۔ ذونفر نے آپ سے کہا ایک ایسے شخص کے پاس کیا تدبیر ہوسکتی ہے جو کسی بادشاہ کے ہاتھوں میں گرفتار (اور اس امر کا) منتظر ہو کہ اسے صبح قتل کیا جاتا ہے یا شام۔ میرے پاس اس آفت کے متعلق جو آپ پر آپڑی ہے کوئی تدبیر نہیں مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ انیس نامی فیل بان میرا دوست ہے۔ میں اس کے پاس کہلا بھیجوں گا اور آپ کے متعلق اس سے سفارش کروں گا۔ اور آپ کی عظمت اسے بتاؤں گا اور استدعا کروں گا کہ آپ کے لیے بادشاہ کے

[1] راوی اپنے ان الفاظ سے ظاہر کرتا ہے کہ عبد المطلب نے جو الفاظ اس وقت کہے راوی کو وہ پورے پورے یاد نہیں اس لیے روایت بالمعنی کی جارہی ہے۔ (احمد محمودی)

پاس باریابی کی اجازت حاصل کرے۔ پھر آپ خود جو مناسب سمجھیں اس سے
گفتگو کریں اور اگر اس کو اس بات کا موقع مل گیا تو وہ اس کے پاس آپ کے لیے
مناسب سفارش بھی کرے گا۔ آپ نے فرمایا بس میرے لیے اسی قدر کافی
ہے۔ پھر ذونفر نے انیس کے پاس کہلا بھیجا کہ عبدالمطلب قریش کے سردار ہیں
اور مکہ والوں کی آنکھ کی پتلی ہیں[2]۔ وہ شہر میں شہریوں کو کھانا کھلاتے ہیں تو بیرونِ شہر
پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحشیوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ ان کے دو سو اونٹ
گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ ان کے لیے بادشاہ کے پاس باریابی
کی اجازت حاصل کرو۔ اور اس کے پاس آپ کو جو نفع پہنچایا جا سکتا ہو پہنچا دو۔
اس نے کہا میں ایسا ہی کر دوں گا۔ پھر انیس نے ابرہہ سے گفتگو کی تو اس نے اس سے
کہا بادشاہ (جہاں پناہ!) یہ قریش کے سردار اور مکہ والوں کی آنکھ کی پتلی
ہیں۔ شہر میں شہریوں کی ضیافت کرتے ہیں تو بیرونِ شہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر
وحشیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ انہیں آپ اپنے پاس باریابی کی اجازت دیں کہ وہ
اپنی کسی حاجت میں آپ سے گفتگو کریں۔ راوی نے کہا کہ ابرہہ نے آپ کو باریابی
کی اجازت دی۔ اور عبدالمطلب تمام لوگوں میں بہت وجیہ اور خوبرو اور

۱۔ (ب ج د) تینوں نسخوں میں فتکلمه ما بدا لك ہے جس کے معنی میں نے
ترجمے کے متن میں لکھے ہیں لیکن نسخہ (الف) میں فیکلمه ما بدا له ہے اس کے
لحاظ سے معنی یوں ہوں گے کہ آپ کی مرضی کے موافق وہ اس سے گفتگو کرے لیکن اول الذکر
نسخہ مرجح ہے۔ اس لیے کہ اس کے بعد "فیشفع لك عنده بخير ان قدر على
ذلك" ہے اور نسخہ دوم کے لحاظ سے بعد کی عبارت تاکید ہو جائے گی اور نسخہ اول کے
لحاظ سے تاسیس اور تاسیس تاکید پر مرجح ہوتی ہے۔ (احمد محمودی)
۲۔ (الف ج د) میں صاحب عین مكة ہے اور (ب) میں صاحب عير
مكة ہے یعنی مکے سے جو اونٹ گرفتار کر کے لائے گئے ہیں اس کے مالک ہیں۔ یہاں
بھی نسخہ اول الذکر مرجح ہے کیونکہ اس کے بعد آ رہا ہے وقد اصاب له الملك مائتی
بعير تو بصورت اول تاسیس اور بصورت ثانی تاکید ہوگی۔ (احمد محمودی)

عظمت والے تھے۔ جب آپ کو ابرہہ نے دیکھا آپ کے جلال و عظمت[1] سے متاثر ہوا اور خود تخت پر بیٹھا رہ کر آپ کو اپنے سے نیچے بٹھانا آپ کی عظمت کے خلاف سمجھا اور یہ بات بھی ناپسند کی کہ حبشی آپ کو اس کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا دیکھیں۔ اس لیے ابرہہ تخت سے اتر پڑا اور فرش پر آ بیٹھا اور آپ کو اپنے ساتھ اسی فرش پر اپنے بازو بٹھالیا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا ان سے کہہ کہ آپ اپنی حاجت بیان کریں۔ ترجمان نے آپ سے وہی کہا تو عبدالمطلب نے کہا میری حاجت صرف یہ ہے کہ بادشاہ میرے دو سو اونٹ مجھے واپس کر دے جو اس کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ جب آپ نے اس سے یہ کہا تو ابرہہ نے اپنے ترجمان سے کہا کہ وہ آپ سے کہے کہ جب میں نے تمھیں دیکھا تو تم سے مرعوب ہو گیا لیکن جب تم نے مجھ سے گفتگو کی تو افسوس تم میری نظروں سے گر پڑے۔ کیا تم مجھ سے اپنے دو سو اونٹوں کے لیے کہتے ہو جو میرے پاس پکڑے آئے ہیں؟ اور تم نے اس گھر کا خیال بالکل چھوڑ دیا ہے جو تمھارا اور تمھارے باپ دادے کا دین (و قبلہ) ہے؟ جس کے گرانے کے لیے میں آیا ہوں تم اس کے لیے کچھ نہیں کہتے؟ عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں (مجھے ان کی فکر ہے) اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اس نے کہا کہ وہ مجھ سے کیا بچائے گا۔ انھوں نے کہا تم جانو اور وہ جانے لیکن بعض اہلِ علم کا یہ خیال بھی ہے کہ جب ابرہہ نے حناطہ کو بھیجا تو یعمر بن نفاثہ بن عدی بن الدیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ جو اس وقت بنی بکر کا سردار تھا اور خویلد بن واثلۃ ہذلی جو بنی ہذیل کا سردار تھا دونوں کے ساتھ عبدالمطلب بھی گئے تھے اور ابرہہ سے کہا کہ اگر وہ بیت اللہ کو نہ گرائے تو تہامہ کی تہائی آمدنی دی جائے گی لیکن اس نے ان کی شرط کے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ ایسا ہوا تھا یا نہیں۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کے وہ اونٹ واپس کر دیے جن پر وہ قابض

---

[1] خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْ
لَتَنَا فَأَمْرٌ مَا بَدَا لَكْ

اگر تو ہمارے قبلے کو اس کی حالت پر اور ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے (اور بچاؤ نہ کرے تو تجھے اختیار ہے) جو تجھے مناسب معلوم ہو (کر)۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہ اشعار ہیں جو ابن اسحٰق کے پاس صحیح ثابت ہوئے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی نے یہ شعر کہے:۔

لَاهُمَّ اخْزِ الْأَسْوَدَ بْنَ مَقْصُودْ
الْآخِذَ الْهَجْمَةَ فِيهَا التَّقْلِيدْ

یا اللہ اسود بن مقصود کو ذلیل وخوار کر جس نے ایسے سو اونٹ پکڑ لیے ہیں جن میں تیری قربانی کے قلادہ بند اونٹ بھی تھے۔

بَيْنَ حِرَاءٍ وَثَبِيرٍ فَالْبِيدْ
يَحْبِسُهَا وَهِيَ أُولَاتُ التَّطْرِيدْ

جو کوہ حرا اور کوہ ثبیر کی درمیانی وادیوں اور جنگلوں میں آزادی کے ساتھ پھرنے والے اونٹوں کو باندھ رکھتا ہے۔

فَضَمَّهَا إِلَى طَمَاطِمٍ سُودْ
أَخْفِرْهُ يَا رَبِّ وَأَنْتَ مَحْمُودْ

پھر اس نے ان اونٹوں کو (اپنے) بے دین کالے چہرے والے

عجمی (ستمگر) میں پکڑ رکھا۔ پروردگار! تو (ہر طرح) قابل حمد و ستایش ہے۔

تو اسے بے پناہ (تباہ و برباد) کردے۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہ (اشعار) ہیں جو ابن اسحٰق کے پاس صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ وشاطم[1] کے معنے اعلاج کے ہیں یعنی عجمی بے دین کا فر یا اونچا پورا دیو صفت انسان۔

ابن اسحٰق نے کہا پھر عبدالمطلب نے حلقۂ در کعبہ چھوڑ دیا اور وہ اور ان کے ساتھی قریش پہاڑوں کی بلندی کی جانب چلے گئے۔ اور وہاں پناہ گزیں ہو کر انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں ابرہہ مکہ میں داخل ہو کر اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے خود بھی تیار ہوا اپنے ہاتھی اور اپنے لشکر کو بھی تیار کیا۔ اور اس کے ہاتھی کا نام محمود تھا۔

ابرہہ بیت (اللہ) کے گرانے اور پھر یمن واپس ہو جانے کا پکا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے اس ہاتھی کا رخ مکہ کی جانب کیا تو نفیل بن حبیب (خثعمی)[2] آیا اور اس ہاتھی کے بازو کھڑا ہو گیا۔ اور اس کا کان پکڑ کر کہا محمود بیٹھ جا[3] یا جدھر سے تو آیا ہے اُدھر سیدھے واپس ہو جا۔ کیونکہ تو اللہ تعالے کے عظمت و حرمت والے شہر میں ہے۔ پھر اس نے اس کا کان چھوڑ دیا۔ ہاتھی بیٹھ گیا اور نفیل بن حبیب تیزی سے وہاں سے نکل کر پہاڑ پر چلا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے ہاتھی کو بہت مارا کہ اُٹھے مگر وہ نہ اٹھا۔ انھوں نے اس کے سر پر تبر مارے کہ اٹھے پر نہ اٹھا۔ انھوں نے اس کے پیٹ کے چمڑے میں آنکس گھسا دیے اور اُسے

---

[1] یہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] نسخۂ (ب)

[3] نسخۂ (الف ج) میں وارجع ہے اور نسخہ (ب د) میں اوارجع ہے۔ نسخۂ دوم مرجح ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ بیٹھ جا یا واپس ہو جا اور نسخۂ اول کے لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ بیٹھ جا اور واپس ہو جا جس کو صحیح بنانے کے لیے تاویلات درکار ہیں کیونکہ واپسی کے لیے بیٹھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (احمد محمودی)

خون آلود کر دیا کہ اُٹھنے پر نہ اُٹھا۔ پھر اس کا رُخ یمن کی جانب پھیرا تو اُٹھ کر بھاگنے لگا پھر اس کا رُخ شام کی سمت کر دیا۔ پھر بھی وہ دوڑتا رہا پھر اس کا مُنہ مشرق کی طرف کیا گیا اُس طرف بھی وہ تیز چلتا رہا لیکن جب اس کا رُخ مکہ کی جانب کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔

آخر اللہ تعالے نے ان پر ابابیل اور ملبسان[1] کے مشابہ پرند بھیجے ان میں کے ہر پرند کے ساتھ تین تین کنکر تھے جن کو وہ اٹھائے ہوئے تھا ایک کنکر اس کی چونچ میں اور دو اس کے دونوں پیروں کے پنجوں میں۔ یہ کنکر چنے اور مسور کے جیسے تھے یہ ان میں سے جس کسی پر گرتا وہ ہلاک ہو جاتا۔ لیکن ان میں سب اس [illegible] نہیں آئی بلکہ ان میں سے بعض جو بھاگ[2] نکلے وہ اس [illegible] پر پھر رہے تھے جدھر سے وہ آئے تھے اور نفیل بن حبیب کو [illegible] تلاش کر رہے تھے [illegible] وہ انہیں یمن کی جانب رہنمائی کرے۔ جب نفیل نے خدائے تعالیٰ کے [illegible] ہوئے اس عذاب کو دیکھا تو کہا:۔

---

[1] ملبسان کے معنی لغات میں تو ایک درخت کے لکھے ہیں جس کا پھل بہت منافع رکھتا ہے کسی جانور کے معنی تو لکھے نہیں البتہ ملبتون ایک لفظ ہمیں لغت میں ملا ہے جس کے معنی منتہی الارب میں بوتیمار لکھے ہیں اور قطر المحیط میں لکھا ہے کہ وہ لمبی گردن لمبے بازووں لمبی ٹانگوں والا ایک آبی جانور ہے جو مچھلیوں کو بہت صفائی سے نگل جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہی ملبتون کتابت کی غلطی میں ملبسان ہو گیا ہو۔ ورنہ ملبسان ہمارے علم میں تو کسی جانور کا نام نہیں۔ حالانکہ (الف ب ج د) چاروں نسخوں میں ملبسان لکھا ہے اور نسخہ (ب) کے حاشیے پر ابن عباس کی ایک روایت بھی لکھی ہے جس میں بعث اللہِ الطیر علی اصحاب الفیل کالملبسان ہی ہے۔ صرف ایک ابو ذر کی روایت نقل کی ہے جس میں ملبتون کا لفظ آیا ہے۔
واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں وخھوا ھاربین ہے اور (ب ج د) میں خرجوا ھاربین جس کے معنے بھاگ نکلے ہیں۔ دوسرا نسخہ مرجح ہے۔
(احمد محمودی)

أَيْنَ الْمَفَرُّ وَالْإِلٰهُ الطَّالِبُ

وَالْأَشْرَمُ الْمَغْلُوبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

(مجرم اب) بھاگ نکلنے کی جگہ کہاں کہ (قہر) خدا تمھاری تلاش میں (تمھارے پیچھے لگا) ہے اور وہ اشرم یعنے ابرہہ جو مغلوب ہو چکا (اب پھر کبھی) غلبہ نہ پا سکے گا۔

ابن ہشام نے کہا کہ "لیس الغالب" یعنے جو شعر اوپر ذکر کیا گیا جس کے آخر میں لیس الغالب کے الفاظ ہیں ابن اسحٰق کے سوا دوسروں سے مروی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ نفیل نے یہ شعر بھی کہے ہیں:-

أَلَا حُيِّيتِ عَنَّا يَا رُدَيْنَا

نَعِمْنَاكُمْ مَعَ الْإِصْبَاحِ عَيْنَا

ہاں اے ردینا ہماری جانب سے تجھے سلام (یا دعائے زندگی) پہنچے اور تم لوگوں کی سلامتی سے ہماری آنکھیں صبح سویرے ٹھنڈی ہوں یعنی خوشی نصیب ہو۔

رُدَيْنَا[1] لَوْ رَأَيْتِ فَلَا تَرَيْهِ

لَدَى جَنْبِ الْمُحَصَّبِ مَا رَأَيْنَا

ردینا کاش تو وہ منظر دیکھتی خدا کرے کہ تو وہ منظر کبھی نہ دیکھے جو ہم نے

[1] نسخہ (ب۔ ج۔ د) میں ردینا الف سے لکھا ہے۔ لیکن نسخہ (الف) میں ردینہ ہائے ہوز سے لکھا ہے اور اس پر پیش بھی دیا ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمود ی)

اس حالت سے نکلے کہ اس کی ایک ایک انگلی سڑ سڑ کر گرتی جاتی تھی اور جب اس کی کوئی انگلی گرتی اس کے بعد اس میں مواد آ جاتا اور پیپ اور خون جاری رہتا۔

حتیٰ کہ جب اس کو صنعاء میں لائے تو اس کی حالت پرندکے چوزے[1] کی سی تھی اور بعض روایات کے موافق مرنے سے پہلے اس کا سینہ پھٹ کر اس کا دل باہر نکل آیا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عُتبہ نے بیان کیا کہ ان سے کسی نے کہا کہ سرزمین عرب میں چیچک اور کنکر پتھر اسی سال پہلی بار نظر آئے اور اسی سال پہلے پہل عرب میں بدمزہ و ناگوار پودے اسپند[2] اندرائن اور آکھ[3] کی قسم کے دیکھے گئے۔ ابن اسحٰق نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ واقعہ اصحاب فیل بھی ان متعدد واقعات میں سے ایک تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنی ان نعمتوں میں سے شمار فرمایا ہے جن سے اس نے انھیں برتری دی کہ اس نے حبشیوں کی حکومت کو ان پر سے دفع فرما دیا تاکہ قریش کے زمانۂ اقبال اور ان کی حکومت کو بقائے دراز حاصل ہو۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا:۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ

(اے میرے محبوب بندے) کیا تو نے (کبھی اس حقیقت کا) خیال نہیں کیا کہ تیری پرورش کرنے والے نے (تیری ترقیوں کی خاطر) ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا (سخت) برتاؤ کیا؟

---

[1] اعضاء کے یکے بعد دیگرے جھڑتے جانے کی وجہ سے گوشت کا ایک لوتھڑا سا رہ گیا تھا۔ (احمد محمودی)

[2] یہ ایک بدمزہ و دھیلا پودا ہے جس کو ہندی میں ہرمل اور عربی میں حرمل کہتے ہیں۔

[3] یہ بھی ایک دودھیلا پودا ہے جس کا ہندی نام مدار ہے اور اس کو اکوھی کہتے ہیں اور فارسی میں خرک اور عربی میں عُشر کہتے ہیں۔ (احمد محمودی از محیط اعظم)

اس گھر کو (بانی رکھنے والے اور اسے عظمت و برتری عطا کرنے والے اور)
پروان چڑھانے والے کی پرستش کریں جس نے انھیں بھوک (اور فاقوں)
سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف (قتل و غارت) سے (بچا کر) انھیں
امن عنایت فرمایا۔ یعنی تا کہ (اللہ تعالیٰ) ان کی اس حالت کو جس پر وہ
(اب) ہیں اور اگر وہ اس (خدائے قدوس اور اس کے پیام) کو
قبول کر لیں تو جس بھلائی کا اللہ (تعالیٰ) ان کے ساتھ ارادہ رکھتا ہے
اس کو (کہیں) بدل نہ دے۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابابیل کے معنی جماعتوں کے ہیں اور عرب نے اس کا
واحد جس کو ہم جانتے ہوں کبھی استعمال نہیں کیا۔ اور سجیل کے متعلق یونس نحوی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: ـــــــ بچ جاتے ہیں اور یمن کی تجارت سے مالا مال ہو کر آتے
ہیں اور گرما میں شام کی جانب سفر کرتے ہیں اور وہاں کی تجارت سے خاطر خواہ نفع حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ
موسم گرما ایسے مقام پر گزارتے ہیں جہاں خبر بھی نہیں ہوتی کہ گرما آیا بھی یا نہیں پھر تمام عرب میں لوٹ مار
قتل اور غارت گری کے باوجود قریش کی جانب کوئی شخص ارادۂ بد سے آنکھ اٹھا کر بھی
نہیں دیکھ سکتا بلکہ ہر شخص ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے کہ وہ سب اللہ کے مجاورین ہیں اور ان کی
خدمت کو ہر شخص اپنے لیے فخر سمجھتا ہے اور اسی سبب سے تجارت میں ان کا کوئی مقابلہ
نہیں کر سکتا اور جزیرۃ العرب کی تجارت اور جن تجارتوں کے لیے جزیرۃ العرب راستہ
بنتا ہے ان تمام تجارتوں کا ٹھیکہ بلا شرکت غیرے قریش۔ اور صرف قریش۔ کا حصہ ہوتا ہے۔
اگر ان حقیقی فائدوں کا انھیں صحیح احساس ہو اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ یہ تمام منافع جو انھیں حاصل
ہو رہے ہیں بیت اللہ کا صدقہ ہے تو (آگے ترجمہ پڑھئے)

اھ۔ وہ فاقے جن میں وادی غیر ذی زرع مبتلا تھی کہ نہ ان کے لیے کہیں کوئی مستقل کھیتی تھی
نہ پانی جنگلوں میں خانہ بدوش مارے مارے پڑے پھرتے تھے اور جہاں کہیں پانی نظر آتا وہیں ڈیرے
ڈال دیتے ان تمام آفات سے خاص طور پر دعائے ابراہیمی کے طفیل انھیں محفوظ رکھ کر انھیں
کھانے کے لیے (آگے ترجمہ پڑھئے)

لھ۔ حرم محترم میں جو شخص آ جاتا وہ محفوظ و مامون ہو جاتا اور اہل حرم اپنے تجارتی کاروبار کے لیے
ہر طرف بے خوف و خطر جہاں چاہتے سفر کرتے۔ (احمد محمودی)

اور ابو عبیدہ نے مجھے خبر دی کہ اس کے معنی سخت کے ہیں رؤبہ بن العجاج نے کہا ۔

ومسّهم ما مسّ أصحاب الفيل ترميهم حجارة من سجّيل
ولعبت طير بهم أبابيل

ان لوگوں پر وہ آفتیں آئیں جو ہاتھی والوں پر آئی تھیں
(کہ ان پر) پتھر اور گارے کے (بنے ہوئے اینٹ) روڑوں
سے مارے جا رہے تھے اور پرندوں کی ٹکڑیوں نے انھیں کھیل سا لیا تھا۔

یہ اشعار اس کے بحر رجز کے ایک قصیدے کے ہیں ۔ اور بعض مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ وہ فارسی کے دو کلمے ہیں عربوں نے ان دونوں کو ایک کلمہ بنا لیا ہے ۔ وہ دونوں لفظ سنج (سنگ) اور جل (گل) ہیں ۔ سنج (سنگ) کے معنی پتھر ہیں اور جل (گل) کے معنی کیچڑ گارے کے یعنی وہ روڑے انھیں دو جنسوں پتھر اور گارے سے بنے ہوئے تھے ۔ اور عَصف کے معنی زراعت کے ان پتوں کے ہیں جس میں ڈنٹھل نہیں اور اس کا واحد عَصفة ہے ۔

(ابن ہشام نے[2] ہم سے بیان کیا) کہا کہ مجھ کو ابو عبیدہ نحوی[1] نے خبر دی کہ اس کو عُصافة اور عَصیفة بھی کہتے ہیں ۔ اور علقمہ بن عبدہ کا ایک شعر سنایا وہ علقمہ جو بنی ربیعة بن مالک بن زید مناة بن تمیم میں کا ایک شخص ہے ۔

تَسقِي مَذَانِبَ قد مالت عَصِيفَتُها حُدُورُها مِن أَتِيّ الماءِ مطمُومُ

نہریں (اسے کھیت کو) سینچتی ہیں جس کے ڈنٹھل پانی سے
جھک گئے ہیں اور اس کی منڈیریں پانی کی تیز رفتار کے سبب کٹ گئی ہیں

---

[1] ۔ خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں ۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) مدور (ب) حدور (ج د) حدور تینوں نسخوں کے الفاظ سے مناسب معانی حاصل ہوتے ہیں لیکن مجھے آخری نسخہ مرجح معلوم ہوا ۔ حدور کے معنی نشیبی زمین کے ہیں

۵۷ یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔ اور راجز نے کہا۔

فَصُیِّرُوا مِثْلَ كَعَصْفٍ مَأْكُولْ

انھیں ان بے ڈنٹھل پتوں کی طرح کر دیا گیا کہ (اس میں سے بھٹے اور دانے) کھا لیے گئے ہوں۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس بیت کی نحو (کے بارے) میں ایک (خاص تفسیر[۲]) ہے۔ اور ایلاف قریش کے معنی ان کی اس الفت کے ہیں جو انھیں شام کی جانب تجارت کے لیے نکلنے سے تھی ان کے دو سفر ہوا کرتے تھے۔ ایک سفر سرما میں اور ایک گرما میں[۳]۔

۵۸ ابن ہشام نے ہمیں خبر دی کہ ابو زید انصاری نے کہا کہ عرب الفت الشئ الفا اور آلفتہ ایلافا ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں ہیں وہ الرمۃ کا شعر (کسی) نے مجھے سنایا ہے

مِنَ الْمُؤْلَفَاتِ الرَّمْلَ أَدْمَاءُ حُرَّةٌ ۔ شُعَاعُ الضُّحَى فِي لَوْنِهَا يَتَوَضَّحُ

(وہ عورت ان) شریف گندمی رنگ بے شوہر عورتوں میں سے ہے جن سے عشق (ومحبت) کی جاتی ہے (کیونکہ وہ ایسی خوبصورت ہے کہ) اس کے رنگ میں چاشت کے وقت کی روشنی چمکتی ہے۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے۔ اور مطرود بن کعب الخزاعی نے کہا ہے۔

اَلْمُنْعِمِينَ إِذَا النُّجُومُ تَغَيَّرَتْ ۔ وَالظَّاعِنِينَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

وہ بار و نعمت میں بسر کرنے والے جو ستاروں کے متغیر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ جدور کے معنی جڑوں کے ہیں ۔ اور جدور کے معنی منڈیروں کے ہیں (احمد محمودی)

[۱] ۔ خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں ۔ (احمد محمودی)

[۲] اس تفسیر سے مصنف کی مراد کاف تشبیہ سے متعلقہ بحث معلوم ہوتی ہے جو علم نحو میں ہے کہ کاف تشبیہ ایک مستقل اسم ہے یا حرف ہے جو تشبیہ کی تاکید کے لیے استعمال کیا گیا ہے ۔ (احمد محمودی)

[۳] ۔ خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں تھا ۔ (احمد محمودی)

ہونے تک خواب راحت میں رہتے ہیں اور وہ سفر کرنے والے (جو
صرف) شوقیہ سفر کیا کرتے ہیں۔

یہ بیت اس کے ان ابیات میں سے ہے جن کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ
اس کے موقع پر ذکر کریں گے۔ اور "ابلاف" اس الف کو بھی کہتے ہیں جو انسان
کو (پالتو جانوروں) اونٹ بیل اور بکری وغیرہ سے ہوتی ہے۔ (ایسے موقع پر
بھی) "آلف ایلاف" کہا جاتا ہے۔ کمیت بن زید نے جو بنی اسد بن خزیمہ
بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد میں کا ایک شخص ہے کہا ہے۔

بِعَامٍ يَقُولُ لَهُ الْمُؤْلِفُو ... نَ هٰذَا الْمُعِيمُ لَنَا الْمُرْجِلُ

ایسی قحط سالی میں جس کے متعلق اونٹوں سے محبت رکھنے والے
بھی کہتے تھے کہ یہ ماں دینے والا سال ہمیں پیادہ بھی کر چھوڑے گا۔[1]

59

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور ابلاف کے معنی افراد قوم
کے آپس میں متحد ہو جانے کے بھی ہیں" الف القوم ابلافا" بھی کہا جاتا ہے
کمیت بن زید نے یہ بھی کہا ہے۔

وَآلُ مُرَيْقَاءَ غَدَاةَ الْأَهْوَا ... زِ بَنِي سَعْدِ بْنِ ضَبَّةَ مُؤْلِفِينَا

اور (کیا ہم نے) مریقیا والوں کو (نہیں دیکھا کہ ان کی کیا
حالت ہو گئی تھی) جس روز وہ متحد ہو کر بنی سعد بن ضبّہ کے مقابلے میں
آئے تھے۔

یہ بیت بھی اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ اور ابلاف کے معنی ایک
چیز کا دوسری چیز سے ایسا ملا دیا[2] جانا بھی ہیں کہ وہ اس سے چسپاں ہو جائے

---

[1] یعنی بڑے شوق و اہتمام سے اونٹوں کے پالنے والوں کو بھی قحط سالی اور اونٹنیوں
کو چارہ نہ ہونے کے سبب دودھ میسر نہ آتا تھا۔ اور خطرہ تھا کہ جو دبلے پتلے اونٹ اس وقت
سواری کا کام دے رہے ہیں مر جائیں گے اور ان سے یہ کام بھی نہ لیا جا سکے گا اور پیادہ پا پھرنے کی
نوبت آئے گی۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ ہائے (ب ج د) میں ان یؤلف الشی الی الشی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے لیکن

اور چھوٹ نہ سکے ایسے موقع پر ”آلفتہ اباہ الفا“ کہا جاتا ہے نیز الاف کے معنی ایسی محبت کے بھی ہیں جو (اصلی و حقیقی) محبت کے درجے سے گھٹی ہوئی ہو ایسے موقع پر بھی ”آلفتہ الافا“ کہا جاتا ہے یعنی مجھے اس سے لو لی ہی کی دل بستگی ہوگئی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے عبدالرحمٰن بن سعد[1] بن زرارہ کی بیٹی عمرہ[2] سے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میں نے اس ہاتھی کے متعلقہ افسر اور اس کے مہاوت دونوں کو اندھا اپاہج (معذور حالت میں) مکے میں لوگوں[3] سے کھانا مانگتے دیکھا ہے۔

ہاتھی کے متعلق جو اشعار کہے گئے

ابن اسحاق نے کہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو (بے نیل مرام) مکے سے لوٹا دیا اور ان کو اس کے سبب بطور سزا بڑی بڑی مصیبتیں بھیجیں تو عرب قریش کی عظمت کرنے لگے اور انھوں نے کہا کہ یہ لوگ اللہ والے ہیں اللہ نے ان کی جانب سے جنگ کی اور ان کے دشمن کے سر و سامان کے مقابلے میں انھیں کافی ہو گیا تو انھوں نے اس کے متعلق بہت سے اشعار کہے جن میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ نسخۂ (الف) میں ان مولف التی بی الشی لکھا ہے مولف کا عمل جو موت لا گیا ہے یہ بھی غلط معلوم ہوتا ہے اور اس فعل کا صلہ بی سے استعمال کرنا بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ (احمد محمودی)

[1] نسخہ ہائے (ب ح د) میں سعد بن زرارہ ہے اور نسخۂ (الف) میں اسعد بن زرارہ ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔

[2] نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔

[3] الناس کا لفظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔

وہ اس برتاؤ کا ذکر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کے ساتھ کیا اور قریش سے ان کی مخالفانہ کارروائیاں دور کیں۔ عبد اللہ بن الزبعری بن عدیؓ بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر نے کہا ہے۔

تَنَكَّلُوا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ إِنَّهَا ۔ كَانَتْ قَدِيمًا لَا يُرَامُ حَرِيمُهَا

(دشمنان بیت اللہ) وادی مکہ سے عبرتناک سزا کے ساتھ بھگا دیے گئے بے شبہ قدیم (ہی) سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ (بری نیت سے) اس کے حرم کا کوئی ارادہ نہیں کر سکتا۔

لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرَى لَيَالِيَ حُرِّمَتْ ۔ إِذْ لَا عَزِيزَ مِنَ الْأَنَامِ يَرُومُهَا

جن دنوں اس کو حرم محترم بنا دیا گیا اس وقت شعریٰ[2] (بھی معبودانہ حیثیت میں) پیدا نہ ہوا تھا کہ مخلوق میں سے کوئی قوی سے قوی بھی اس کی طرف مخالفت سے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔

سَائِلْ أَمِيرَ الْجَيْشِ عَنْهَا مَا رَأَى ۔ وَلَسَوْفَ يُنْبِي الْجَاهِلِينَ عَلِيمُهَا

فوج کے سردار (ابرہہ) سے اس کے متعلق دریافت کر کہ اس نے کیا دیکھا یا واقعوں کو واقف کار سنا دے گا

سِتُّونَ أَلْفًا لَمْ يَؤُوبُوا أَرْضَهُمْ ۔ بَلْ[3] لَمْ يَعِشْ بَعْدَ الْإِيَابِ سَقِيمُهَا

کہ ساٹھ ہزار (افراد جو بیت اللہ کے گرانے کے ارادے سے نکلے تھے) اپنے وطن کی سرزمین یعنی یمن کو واپس نہ ہو سکے بلکہ ان میں کا بیمار (ابرہہ لوٹا بھی) تو لوٹنے کے بعد زندہ نہ رہا (بلکہ سخت تکلیفیں

۶۰

---

[1] ۔ نسخۂ (الف) میں عدی بن سعد بن سعد بن سہم لکھا ہے اور (ب) میں عدی بن سعد بن سہم ہے اور (ج د) میں عدی بن سعد بن سہم ہے۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ شعری ایک تارے کا نام ہے جو برج جوزا کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور تمام تاروں میں سب سے بڑا نظر آتا ہے عرب میں ایک گروہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ (احمد محمودی)

[3] ۔ نسخہ ہائے (ب ج د) میں بل لم ہے اور نسخۂ (الف) میں ولم ہے۔ پہلا وزن و معنی دونوں کے لحاظ سے بہتر ہے۔ (احمد محمودی)

اٹھا کر مر گیا۔

ذَاتَ بِمَا عَادٌ وَجُرْهُمٌ قَبْلَهُمْ ۔ وَاللّٰهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ يُقِيمُهَا

وہاں ان سے پہلے عاد و جرہم بھی تو رہا کرتے تھے (یعنی
انھیں بھی تو جرأت نہ ہوئی کہ کعبۃ اللہ کو نظر بد سے دیکھے۔ کیوں اس لیے
کہ) اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے اوپر (عرش اعظم پر) سے اس کی دیکھ بھال
کرتا رہتا ہے۔

ابن ہشام[1] نے کہا کہ ابن الزِّبَعری نے جس بیمار کا ذکر کیا ہے کہ لوٹنے کے بعد
زندہ نہ رہا اس سے اس کی مراد ابرہہ ہے کہ (لوگ) جب اسے اس آفت کے بعد
جو اس پر آئی تھی اٹھالے گئے تو وہ صَنعاء میں مر گیا۔ اور ابوقیس بن الاسلت الانصاری
الخطمی نے جس کا نام صَیفی تھا یہ اشعار کہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابوقیس صیفی بن الاسلت بن جُشَم بن وائل بن زید بن
قیس بن عامر بن مُرّۃ بن مالک بن الاوس۔

وَمِنْ صُنْعِهِ يَوْمَ فِيلِ الْحُبُوشِ ۔ إِذْ كُلَّمَا بَعَثُوهُ رَزَمْ

ان (خدائے واحد) کی کارسازیوں میں سے ایک کارسازی کا
موقع حبشیوں کے ہاتھی سے حملہ آوری کے روز نمایاں ہوا کہ جتنا ہاتھی کو اس
کی تدابیر سے اٹھاتے وہ جم جم کر بیٹھا جاتا تھا۔

مَحَاجِنُهُمْ تَحْتَ أَقْرَابِهِ ۔ وَقَدْ شَرَمُوا أَنْفَهُ فَانْخَرَمْ

ان کی ٹیڑھی لکڑیاں (یا چوگان) اس ہاتھی کے
پیٹ کے نیچے لگی ہوئی تھیں (کہ وہ اٹھے) اور انھوں نے اس کی
ناک یعنی سونڈ کو چیر ڈالا حتیٰ کہ وہ کٹا ہوا ہو گیا۔

وَقَدْ جَعَلُوا سَوْطَهُ مِغْوَلًا ۔ إِذَا يَمَّمُوهُ قَفَاهُ كُلِمْ ٦١

اور اس کے آنکس کو تو گنڈاسا بنا دیا گیا اور جب انھوں نے
اس کی گدی کا قصد کیا (اور گدی میں آنکس مارا) تو زخمی کر ڈالا۔

[1] نسخہ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

فَوَلَّى وَأَدْبَرَ أَدْرَاجَهُ ۞ وَقَدْ بَاءَ بِالظُّلْمِ مَنْ كَانَ ثَمّ

آخراس ہاتھی نے پیٹھ پھیر دی اور جس راستے آیا تھا الٹ کر
اسی طرف چلا اور جو شخص وہاں رہ گیا وہ قتل اور تباہی کا سزاوار
ہوگیا۔

فَأَرْسَلَ مِنْ فَوْقِهِمْ حَاصِبًا [1] ۞ فَلَفَّهُمُ مِثْلَ لَفِّ القُزُمْ

پھر اس خدائے واحد نے ان پر پتھر کی بارش برسائی
تو اس بارش نے ان کو اس طرح لپیٹ لیا جس طرح ذلیل حقیر بے قد
چیزوں کو سمیٹ کر لپیٹ لیا جاتا ہے۔

تَحُضُّ عَلَى الصَّبْرِ أَحْبَارُهُمْ ۞ وَقَدْ ثَأَجُوا كَثُؤَاجِ الغَنَمْ

علماء نصاریٰ (یا پادری) صبر کے لیے ابھار رہے ہیں
اور وہ ہیں کہ بکریوں کی طرح ممیا رہے ہیں

ابن ہشام نے کہا کہ یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کے ہیں لیکن اسی قصیدے
کی نسبت (بعض روایات میں) اُمیّہ بن ابی الصَّلت کی طرف بھی کی گئی ہے ابو قیس
ابن الاسلت نے یہ بھی کہا ہے۔

فَقُومُوا فَصَلُّوا رَبَّكُمْ وَتَمَسَّحُوا ۞ بِأَرْكَانِ هَذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الأَخَاشِبِ

پس اٹھو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اس سمت
پہاڑوں کے درمیان والے گھر کے کونوں پر (برکات حاصل کرنے
کے لیے) ہاتھ پھیرو۔

فَعِنْدَكُمُ مِنْهُ بَلَاءٌ مُصَدَّقٌ [2] ۞ غَدَاةَ أَبِي يَكْسُومَ هَادِي الْكَتَائِبِ

کیونکہ (حبشی فوج کے) بڑے بڑے دستوں کے سردار
ابی یکسوم یعنی ابرہہ کے (حملے کے) روز اس (بیت اللہ) کی وجہ سے (تم کو)
وہ بڑی نعمت (دشمن پر فتحمندی) نصیب ہوئی جو تمہارے پاس مسلّم ہے۔

۱۔ ظلم البعير نحره من غير داء ولا علة وكل ما اعجلته عن اوانه فقد ظلمته (قطر المحيط)

۲۔ نسخہ (الف) میں یہاں ایک واو زیادہ ہے جو مخل وزن و معنی ہے بلاء و مصدق ہے۔ (احمد محمودی)

كَبَسَهُ بِالسَّهْلِ تَمْشِي وَرِجْلُهُ ، عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِي رُءُوسِ الْمَنَاقِبِ

اس کا سوار دستہ میدانی نرم زمین میں چلا جارہا ہے اور اس کی
پیادہ فوج پہاڑی راستوں کے سروں پر پتھر پھینکنے والے آلات لیے (کام کررہی) ہے۔

فَلَمَّا أَتَاكُمْ نَصْرُ ذِي الْعَرْشِ رَدَّهُمْ ، جُنُودُ الْمَلِيكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

پھر جب تمہارے پاس عرش والے کی امداد پہنچ گئی تو (اس)
حکومت والے کے لشکر (خاص قسم کے پرندوں) نے انھیں مٹی اور
پتھروں سے مار مار کر پسپا کردیا۔

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِينَ وَلَمْ يَؤُبْ ، إِلَى أَهْلِهِ مِلْحُبْشِ غَيْرُ عَصَائِبِ

اور وہ تیزی سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حبشیوں کے لشکر کا
کوئی دستہ اپنے اہل و عیال کی جانب تتر بتر ہوئے بغیر واپس نہیں ہوا۔

ابن ہشام نے کہا "علی القاذفات فی رؤس المناقب" ابو زید انصاری
نے مجھے سنایا ہے اور یہ ابیات ابو قیس کے ایک قصیدے کی ہیں ان شاء اللہ
قریب میں ہم اس کے مقام پر اس قصیدے کا ذکر کریں گے۔ اور اس کے الفاظ
"غداۃ ابی یکسوم" سے مراد ابرہہ ہے جس کی کنیت ابی یکسوم تھی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ طالب بن ابی طالب بن عبدالمطلب نے کہا ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ ، وَجَيْشِ أَبِي يَكْسُومَ إِذْ مَلَأُوا الشِّعْبَا

کیا تمھیں خبر نہیں کہ جنگ داحس اور لشکر ابی یکسوم یعنی ابرہہ
کا کیا نتیجہ ہوا جب کہ انھوں نے (تمام) گھاٹیاں (بے شمار سپاہ سے)

ف۔ نسخۂ (الف) میں ملحبش ہے اور (ب ج د) میں ملحبش ہے یہ اصل میں من الحبش اور من الحبش
ہے۔ دونوں صورتوں سے معنی نکل سکتے ہیں لیکن صورت دوم بہتر ہے۔ (احمد محمودی)

بھر دی تھیں۔

فَلَوْلَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ ... لَأَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُونَ لَكُمْ سِرْبًا

بس اگر اللہ (تعالی) کی حمایت نہ ہوتی۔ (اور حقیقت تو یہ ہے کہ)
اس کے سوا کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ تو تم لوگ اپنے مویشی کے گلوں یا اپنی عورتوں
کی کچھ حفاظت نہ کر سکتے۔

۶۳ ابن ہشام نے کہا کہ یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے ہیں جو جنگ بدر
کے متعلق ہے ان شاء اللہ اس کا تذکرہ اس کے موقع پر ہوگا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو الصلت بن ابی ربیعة الثقفی[1] نے ہاتھی اور دین حنیفیہ
ابراہیمیہ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض روایات میں اس کی نسبت اُمَیّہ بن ابی الصلت بن
ربیعة الثقفی کی طرف کی گئی ہے

إِنَّ آيَاتِ[2] رَبِّنَا ثَاقِبَاتٌ ... لَا يُمَارِي فِيهِنَّ إِلَّا الْكَفُورُ

بے شبہ ہمارے پروردگار کی نشانیاں (روز روشن کی طرح)
چمک رہی ہیں جن کے بارے میں کسی سخت منکر کے سوا کسی کو اعتراض
اور اختلاف کی مجال نہیں۔

خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَكُلٌّ ... مُسْتَبِينٌ حِسَابُهُ مَقْدُورُ

اس نے رات اور دن پیدا کیے پس ان میں کے ہر ایک
دن اور ہر ایک رات کا حساب مقرر و معین ہے اور یہ بات بالکل
ظاہر ہے۔

[1] نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔
[2] نسخہ (الف) میں ثاقبات کے بجائے ناتیات اور (ب ج د) میں ثاقبات ہے جو زیادہ
مناسب ہے۔ (احمد محمودی)

ثُمَّ يَجْلُو النَّهَارَ رَبٌّ رَحِيمٌ[1] بِمَهَاةٍ شُعَاعُهَا مَنْشُورُ

پھر وہ مہربان پروردگار روزانہ شفاف و منور آفتاب
کے ذریعہ جس کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں دن کو جلوہ گاہ ظہور پر لاتا ہے۔

حَبَسَ الْفِيلَ بِالْمُغَمَّسِ حَتَّى ظَلَّ يَحْبُو كَأَنَّهُ مَعْقُورُ

اسی نے مقام مُغمّس میں ہاتھی کو روک دیا حتی کہ وہ رینگنے لگا
اس کی حالت یہ ہوگئی گویا اس کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں۔

لَازِمًا حَلْقَةَ الْجِرَانِ كَمَا قُطِّرَ مِنْ صَخْرِ كَبْكَبٍ مَحْدُورُ

گردن کے حلقے کو زمین سے اس طرح) لگا دیا ہے گویا
اس کو کوہ عرفات کی ڈھلوان چٹان کبکب پر سے گرا دیا گیا ہے

۶۴ حَوْلَهُ مِنْ مُلُوكِ كِنْدَةَ أَبْطَا لٌ مَلَاوِيثُ فِي الْحُرُوبِ صُقُورُ

اس کے اطراف شاہان کِندہ میں کے بڑے بڑے بہادر
(جن کو) جنگ کے شہباز کہنا سزاوار ہے موجود تھے لیکن)

خَلَّفُوهُ ثُمَّ ابْذَعَرُّوا جَمِيعًا كُلُّهُمْ عَظْمُ سَاقِهِ مَكْسُورُ

انھوں نے اس کو (اس کے حال پر) چھوڑ دیا اور سب کے
سب ڈر کر (گرتے پڑتے ایسے) بھاگے کہ ان میں کے ہر ایک کی ٹانگ
کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ (یعنی تمام وہ اشخاص جو بچ نکلے لنگڑے ہوگئے تھے)

كُلُّ دِينٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ إِلَّا دِينَ الْحَنِيفَةِ بُورُ[2]

---

[1] نسخہ (الف) میں کریم ہے اور (ب ج د) میں رحیم۔
[2] نسخہ (الف) میں زور ہے یعنی جھوٹا اور (ب ج د) میں بور ہے جس کے معنی کاسد و ناکارہ

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس دین حنیفہ (ابراہیمیہ توحید خالص) کے سوائے ہر ایک دین ناکارہ ہوگا۔

ابن ہشام نے کہا کہ فرزدق نے جس کا نام ہمام بن غالب تھا اور جو بنی مجاشع بن دارم بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں کا ایک شخص تھا سلیمان ابن عبدالملک بن مروان کی ستائیس اور حجاج بن یوسف کی ہجو اور حبشیوں اور ہاتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

فَلَمَّا طَغَى الْحَجَّاجُ حِينَ طَغَى بِهِ ۔۔۔ غِنًى قَالَ إِنِّي مُرْتَقٍ فِي السَّلَالِمِ

پھر جب حجاج نے سرکشی کی (ہاں) جب اس لے اس حرم محترم میں مال و دولت کی وجہ سے سرکشی کی اور کہا کہ میں (اسی طرح ترقیات کے) زینوں پر بلند ہوتا چلا جاؤں گا۔

فَكَانَ كَمَا قَالَ ابْنُ نُوحٍ سَأَرْتَقِي ۔۔۔ إِلَى جَبَلٍ مِنْ خَشْيَةِ الْمَاءِ عَاصِمِ

تو اس کی حالت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی سی ہوگئی جس نے کہا تھا میں کسی ایسے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو پانی کے خطرے (اور طوفان) سے بچائے گا۔

رَمَى اللَّهُ فِي جُثْمَانِهِ مِثْلَ مَا رَمَى ۔۔۔ عَنِ الْقِبْلَةِ الْبَيْضَاءِ ذَاتِ الْمَحَارِمِ

اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر اسی طرح آفت ڈالی جس طرح بزرگیوں والے روشن قبلے سے (دشمنوں کو ہٹانے کے لیے) اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ میں نسخہ بعد الذکر قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

لہ۔ نسخہ ہائے (الف ب) میں عار وعی ہے اور (ج د) میں غا عین معجمہ سے ہے دوسرے نسخہ کے لحاظ سے معنی میں دُور دار کارتا و ملوں کی صرورت ہے۔ (احمد محمودی)

دشمنوں پر) آفت ڈالی تھی۔

جُنُودَ الْمَلِيكِ الْعَدْلِ حَتَّى أَعَادَهُمْ ۔ هَمَاءً وَكَانُوا مَطْرَخِيَّ الطَّرَاخِمِ

اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کو تباہ و برباد کر ڈالا جو (بڑی شان و شوکت سے) ہاتھی رلئے آرہا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گرد کے ذروں کی طرح پریشاں کر ڈالا اور وہ غرور و غصے میں بھرے ہوئے تھے۔

نُصِرْتَ كَنَصْرِ الْبَيْتِ إِذْ سَاقَ فِيلَهُ ۔ إِلَيْهِ عَظِيمُ الْمُشْرِكِينَ الْأَعَاجِمِ

(اے سلیمان بن عبدالملک) تجھ کو (اللہ کی جناب سے ایسی) امداد دی گئی جس طرح بیت اللہ کو امداد دی گئی تھی جب کہ عجمی مشرکوں کا بڑا افسر ایسا ہاتھی لیے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کی ہیں۔

ابن ہشام نے کہا عبداللہ بن قیس الرقیات نے جو بنی عامر بن لؤی بن غالب میں کا ایک شخص تھا ابرہۃ الاشرم اور ہاتھی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ ۶۵

كَادَهُ الْأَشْرَمُ الَّذِي جَاءَ بِالْفِيلِ فَوَلَّى وَجَيْشُهُ مَهْزُومُ

اشرم نے جو ہاتھی کے ساتھ آیا تھا اس بیت اللہ کے خلاف چالبازی کی تو وہ اس طرح لوٹا کہ اس کا لشکر شکست خوردہ تھا۔

وَاسْتَهَلَّتْ عَلَيْهِمُ الطَّيْرُ بِالْجَنْدَلِ حَتَّى كَأَنَّهُ مَرْجُومُ

اور پرندے اس (لشکروں) پر مقام جندل میں بڑی سختی اور شور و غوغا کے ساتھ برس پڑے یہاں تک کہ وہ لشکر ایسا ہوگیا گویا کسی نے[1]

---

[1] گویا کا لفظ یہاں اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ حقیقت میں رجم کا لفظ عقلمندوں کے سنگسار

اس کو سنگسار کر ڈالا ہے

ذَاكَ مَنْ يَغْزُهُ مِنَ النَّاسِ يَرْجِعُ ⁂ وَهُوَ فَلٌّ مِنَ الْجُيُوشِ ذَمِيمُ

وہ کعبۃ اللہ ایسا مقام ہے کہ لوگوں میں سے جو اس کی جانب مخالفانہ ارادے سے جاتا ہے ۔ وہ شکست کھا کر اور بدنام و ذلیل وخوار ہو کر لوٹتا ہے ۔ یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کی ہیں ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب ابرہہ ہلاک ہو گیا تو اس کا بیٹا یکسوم بن ابرہہ حبشیوں کا بادشاہ ہوا ۔ اور ابرہہ اپنے اسی بیٹے کے نام سے ابی یکسوم مشہور تھا پھر یکسوم بن ابرہہ بھی ہلاک ہوا تو اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ یمن میں حبشیوں کا بادشاہ ہوا ۔

سَیف بن ذی یَزَن کا ظہور اور وَہرز کی یمن پر حکومت

پھر جب یمن والوں پر بلاؤں کا زمانہ دراز ہو گیا (یعنی ظالم حاکموں کے ہاتھوں ہر وقت آفات میں مبتلا رہنے لگے) تو سیف بن ذی یزن حمیری جس کی کنیت ابو مُرّۃ تھی یمن سے باہر چلا گیا ۔ اور قیصر روم کے پاس (اپنی قوم کی جانب سے) اس (ظلم تعدی) کی شکایت کی جس میں وہ لوگ مبتلا تھے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ کیے لیے وضع کیا گیا جس میں قصد و ارادے کی بھی شرط ہے سہیلی نے کہا ہے :۔
انما الرجم بالاكف ونحوها شبيه بالمرحوم الذى رجمه الآدميون او من يعقل ويتعمد الرجم من عدو ونحوه

اس سے استدعا کی کہ انھیں اس (ظلم و تعدی) سے بچائے اور وہ خود ان پر حکومت کرے اور رومیوں میں سے جس شخص کو چاہے ان پر حاکم بنا کر بھیجے کہ وہ اس کی جانب سے شاہ یمن ہو۔ لیکن اس نے اس کی شکایت رفع نہیں کی تو وہ وہاں سے نکلا اور نعمان بن منذر کے پاس آیا جو حیرہ اور اس کی متصلہ اراضی عراق پر کسریٰ کی جانب سے حاکم تھا۔ اور اس سے حبشیوں کی حکومت (اور ان کے مظالم) کی شکایت کی۔ نعمان نے اس سے کہا کسریٰ کے دربار میں میری سالانہ باریابی ہوتی ہے چند روز ٹھہر جا کہ وہ زمانہ آجائے۔ وہ چند روز وہیں ٹھہر گیا پھر جب وہ زمانہ آیا تو اس کو لے کر کسریٰ کے پاس پہنچا۔ اور کسریٰ (دربار کے وقت) اپنے اس ایوان[1] (خاص یا تخت گاہ) میں بیٹھا کرتا تھا جس میں اس کا تاج (لٹکا ہوا) تھا اور اس کا تاج[2] لوگوں کے خیال کے موافق ایک بڑے قنقل[3] کا [illegible] جس میں یاقوت زمرد اور موتی سونے چاندی میں جڑے ہوئے تھے اور [illegible] ایک سونے کی زنجیر سے اس محراب کی چھت میں لٹکا ہوا رہتا تھا [illegible] کے بیٹھنے کا مقام تھا اور اس کی گردن اس کے اس تاج کو اٹھا نہ سکتی تھی اس مقام پر [illegible] ڈال دئے جاتے اور جب وہ اپنے مقام پر بیٹھ جاتا اور اپنا سر اپنے تاج میں رکھ لیتا اور خوب مطمئن ہو جاتا تو پردے اٹھا دیے جاتے اور پھر وہ شخص جس نے اس سے پہلے اس کو [illegible] دیکھا ہو [illegible] اس کو اس حالت میں دیکھتا (اس پر [illegible] طاری ہو جاتا [illegible]) اس کی ہیبت سے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا سیف [illegible] بھی جب اس کے پاس آیا (تو [illegible] ہو گیا اور)

---

[1] اصل میں "ایوان" ہے جس کے معنی بڑے چبوترے کے ہیں (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں وکان تاجہ کے الفاظ نہیں ہیں (احمد محمودی)

[3] سہیلی نے ہروی کی کتاب عریبین سے نقل کی ہے کہ "قنقل" [illegible] کی کسی قسم کا ایک پیمانہ ہے اور لکھا ہے کہ [illegible] نے [illegible] کی کوئی تصریح [illegible] کی میرے خیال میں [illegible] رطل کا ہوگا" اس طرح قنقل تقریباً [illegible] ہوا منتہی الارب میں لکھا ہے قنقل کجعفر پیمانہ بزرگ و نام تاج کسریٰ۔ (احمد محمودی)

گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

ابن ہشام نے کہا مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کیا کہ جب سیف اس کے پاس آیا تو اپنا سر جھکا دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ احمق میرے پاس اس (قدر) لمبے (چوڑے) دروازے سے آرہا ہے پھر (بھی) اپنا سر جھکائے ہوئے آتا ہے!! اور جب یہ بات اس سے کہی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے صرف اپنے غم و الم کی وجہ سے ایسا کیا کیونکہ میرا یہ غم اتنا زیادہ ہے کہ اس کی سمائی کے لیے ہر چیز تنگ ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا پھر سیف نے اس سے کہا اے بادشاہ (جہاں پناہ)! غیر ملکیوں نے ہم پر اور ہمارے ممالک پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ کسریٰ نے اس سے پوچھا کون غیر ملکی حبشی یا سندی؟ اس نے کہا (سندی) نہیں بلکہ حبشی۔ اور اسی لیے میں آپ پاس آیا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور میرے ممالک پر آپ ہی کی حکومت ہو۔ اس نے کہا تیرے ممالک میں فائدہ کم ہونے کے باوجود وہ دور بھی ہیں میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ فارس سے سرزمین عرب پر (لشکر کشی کر کے خواہ مخواہ) لشکر کو ہلاکت میں ڈالوں جس کی مجھے کچھ ضرورت بھی نہیں۔ پھر اس نے اسے پورے دس ہزار درہم انعام دئیے۔ اور بہترین خلعت پہنائی پھر جب سیف نے اس سے وہ خلعت و دراہم حاصل کر لیے اور وہاں سے نکلا تو وہ سکے لوگوں کی طرف پھینکتا ہوا نکلا یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے کہا یہ تو بڑی شان و شوکت والا معلوم ہوتا ہے اور اس کو پھر بلوا بھیجا اور کہا بادشاہ کا عطیہ کیا تو نے اسی مقصد سے لیا تھا کہ اسے لوگوں کو بانٹ دے اس نے کہا اس کو لے کر میں اور کیا کرتا کیونکہ میں جس سرزمین سے آرہا ہوں وہاں کے پہاڑ خود سونا چاندی ہیں وہاں اس کی جانب کوئی رغبت بھی کرتا ہے؟ آخر کسریٰ (کے دل میں بھی لالچ پیدا ہو گیا اس) نے اپنے مرزبانوں[1] کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا اس شخص، اور جس غرض سے وہ آیا ہے، (اس کے متعلق) تمہاری کیا رائے ہے۔ ان میں سے کسی نے کہا بادشاہ (جہاں پناہ) آپ کے محبس میں بہت سے لوگ ہیں جن کو آپ نے قتل کرنے کے لیے قید کر رکھا ہے۔ اگر آپ

---

[1] رؤسائے سلطنت۔

انھیں اس کے ساتھ روانہ کردیں (تو بہت ہی بہتر ہو) کیونکہ اگر وہ ہلاک ہوگئے تو وہی ہوگا جو آپ نے ان کے ساتھ (برتاؤ کا) ارادہ کیا ہے ۔ اور اگر وہ فتح یاب ہوگئے تو وہ حکومت جسے آپ لینا چاہ رہے ہیں حاصل ہو جائیگی آخر کسریٰ نے ان لوگوں کو جو اس کے پاس محبس میں قید تھے اس کے ساتھ بھیج دیا ۔ اور وہ آٹھ سو آدمی تھے ۔ انھیں میں کے[ا] ایک شخص کو جس کا نام وہرز تھا ان پر حاکم بنادیا وہ ان سب میں زیادہ عمر رسیدہ اور ان سب میں شرافت اور خاندان کے لحاظ سے بھی بہترین تھا اس کے بعد وہ لشکر آٹھ کشتیوں میں روانہ ہوا ۔ ان میں سے دو کشتیاں تو ڈوب گئیں اور چھے کشتیاں ساحل عدن پر پہنچیں ۔ اور سیف نے اپنی قوم میں سے بھی جتنوں کو ہو سکا وہرز کی فوج کے ساتھ شامل کردیا اور کہا کہ میرے اور تیرے آدمی ایک ساتھ رہیں گے ۔ حتیٰ کہ یا تو ہم سب کے سب مرجائیں یا سب کے سب فتحیاب ہوجائیں ۔ وہرز نے اس سے کہا کہ یہ تو تو نے انصاف کی بات کہی آخر اس کے مقابلے کے لیے شاہ یمن مسروق بن ابرہہ نکلا اور اس کے مقابلے میں اپنا لشکر جمع کیا پھر وہرز نے اپنے بیٹے کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا کہ وہ ان سے جنگ کرے اور خود ان کی طرز جنگ دیکھے (کہ وہ کس طرح لڑتے ہیں) ۔ جب وہرز کا بیٹا مارڈالا گیا تو اس کی وجہ سے اس کا جوش انتقام اور بڑھ گیا ۔ جب لوگ ایک دوسرے کے مقابل جنگ کی صفوں میں کھڑے ہوئے تو وہرز نے کہا بادشاہ کون ہے مجھے بتادو لوگوں نے اس سے کہا کیا تمھیں کوئی ایسا شخص وہاں نظر آرہا ہے جو ہاتھی پر سوار اور تاج سر پر رکھے ہوئے ہے اور اس کے آنکھوں کے درمیان یاقوت سرخ ہے اس نے کہا ہاں (نظر آرہا ہے) انھوں نے کہا وہی ان کا بادشاہ ہے اس نے کہا (اچھا) تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ (راوی نے) کہا وہ (سب کے سب اسی حالت میں) بہت دیر تک کھڑے رہے ۔ پھر اس نے کہا اب وہ کس سواری پر ہے لوگوں نے کہا اس نے اب سواری بدل دی ہے اور اب گھوڑے پر سوار ہوگیا ہے ۔ اس نے کہا اور تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ پھر

٦٧

ا ۔ نسخہ (الف) میں رجلا منھم یقال لہ نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

(سب کے سب اسی حالت میں) بہت دیر تک کھڑے رہے پھر اس نے پوچھا اب وہ کس سواری پر ہے انھوں نے کہا اس نے اب پھر سواری بدل دی اور اب وہ ایک مادہ خچر پر سوار ہوگیا ہے۔ وہرز نے کہا گدھی کی بیٹی پر؟ اب وہ ذلیل ہوگیا اور اس کا ملک بھی ذلیل ہوگیا اب میں اسے تیر سے ماروں گا اگر تم نے یہ دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے کوئی حرکت نہیں کی تو تم بھی اپنی جگہ تھمے رہو تا آنکہ میں خود تمھیں کوئی حکم دوں اور یہ سمجھ لو کہ میں نے تیر اندازی میں اس شخص کے تیر مارنے میں غلطی کی اور اگر تم نے دیکھا کہ ان لوگوں نے حلقہ باندھ لیا اور اس کے اطراف جمع ہوگئے تو سمجھ لو کہ میں نے اس شخص کے ٹھیک تیر مارا لہذا تم بھی ان پر دھاوا بول دو۔ پھر اس نے کمان پر چلہ چڑھایا حالانکہ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کمان پر اس کی سختی کے سبب اس کے سوا کوئی دوسرا چلہ نہ چڑھا سکتا تھا اور پھر اس نے اپنے بھووں پر پٹی باندھنے کا حکم دیا اور پٹی باندھ دی گئی تو اس نے تیر مارا اور ٹھیک اس یاقوت پر مارا جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان تھا تیر کا پھل اس کے سر میں دھنس گیا اور اس کی گدی میں سے نکل گیا۔ اور وہ اپنی سواری سے الٹ کر گر پڑا اور حبشیوں نے حلقہ باندھ لیا اور اس کے گرد جمع ہوگئے اور ادھر سے فارسیوں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ آخر وہ شکست کھا گئے اور منتشر ہوکر ہر طرف بھاگے اور وَہرز بڑھا کہ صنعا میں داخل ہو یہاں تک کہ جب اس کے دروازے پر آیا تو کہا کہ میرا جھنڈا ہرگز اوندھا ہوکر داخل نہ ہوگا دروازے کو گرادو۔[1] (لصورحکم) وہ (دروازہ) گرادیا گیا اور وہ اپنے جھنڈے کو سیدھا رکھے ہوئے اس میں داخل ہوا۔ ۶۸

(اسی موقع پر) سیف بن ذی یزن نے کہا ہے۔

یَظُنُّ النَّاسُ بِالْمَلِكَيْنِ أَنَّهُمَا قَدِ الْتَأَمَا

لوگ دونوں بادشاہوں (سیف بن ذی یزن اور کسریٰ) کے متعلق

---

[1] نسخہ (الف) میں اھدموا کی تحریف ہوگئی ہے اور اھدھوا لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔ (احمد محمودی)

خیال کرتے ہیں کہ وہ متفق ہو گئے ہیں۔

وَمَنْ یَسْمَعْ بِلَأْمِهِمَا   فَإِنَّ الْخَطْبَ قَدْ فَقُمَا

اور جس نے ان کے اتحاد (واتفاق کی خبر) سن لی ہے
اس کے پاس معاملہ بہت اہم ہو گیا ہے۔

قَتَلْنَا الْقَيْلَ مَسْرُوقاً   وَرَوَّيْنَا الْكَثِيبَ دَمَا

ہم نے سردار (قوم) مسروق کو قتل کر ڈالا اور ٹیلوں
کو خون سے سیراب کر دیا۔

وَإِنَّ الْقَيْلَ قَيْلَ النَّا   سِ وَهْرِزُ مُقْسِمٌ قَسَمَا

اور سچ تو یہ ہے کہ سردار (کامل) (اور) تمام لوگوں
کا سردار (تو) وہرز (ہی) ہے جو (ایسی ایسی) قسمیں کھایا ہوا ہے۔

یَذُوقُ مُشَعْشَعاً حَتّٰی   یُفِیْئَ السَّبْیَ وَالنَّعَمَا

کہ وہ شراب پیتا رہے گا یہاں تک کہ لونڈی غلام اور
جانوروں کو گرفتار کرلے یا وہ پانی ملی ہوئی (ہلکی مخلوط) شراب
پیئے گا جب تک کہ وہ لونڈی غلام اور جانوروں کو گرفتار نہ کرلے۔

ابن ہشام نے کہا یہ شعر اسی کے اشعار میں کے ہیں مجھے خلاد بن
قُرّۃ السدوسی نے اس کے آخر میں ایک بیت سنائی جو اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ
کی اور اس کے ایک قصیدے میں کی ہے اور خلاد کے علاوہ دوسرے
علماء شعر نے ان اشعار کے متعلق سیف کے ہونے سے انکار کیا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ ایک روایت میں اس کی نسبت امیہ بن ابی الصلت

لہ۔ اس صورت میں لا نے نفی محذوف ماننا پڑے گا۔ اے لا یذوق حتی یفیئ۔ (احمد محمودی)

کی جانب کی گئی ہے۔

۶۹ لِيَطْلُبِ الْوِتْرَ أَمْثَالُ ابْنِ ذِي يَزَنٍ ... رَيَّمَ[1] فِي الْبَحْرِ لِلْأَعْدَاءِ أَحْوَالَا

سیف بن ذی یزن کے جیسے لوگوں ہی کو زیبا ہے کہ وہ (دشمن سے) انتقام کے طالب ہوں (جو) دشمنوں (سے انتقام لینے) کے لیے برسوں سمندر میں غائب رہیں (اور پھر اسباب و وسائل فراہم کر کے لوٹ آئیں)

يَمَّمَ قَيْصَرَ لَمَّا حَانَ رِحْلَتُهُ ... فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ بَعْضَ الَّذِي سَأَلَا

سیف نے قیصر کی طرف جانے کا اس وقت ارادہ کیا جب کہ اس کے سفر کا وقت آ گیا تھا اس لیے اس نے قیصر کے پاس اپنی مطلوبہ چیز کا ذرا حصہ بھی نہ پایا (یعنی دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے وہاں سے کوئی امداد نہ ملی)۔

ثُمَّ انْتَحَى[2] نَحْوَ كِسْرَى بَعْدَ عَاشِرَةٍ ... مِنَ السِّنِينَ يُهِينُ النَّفْسَ وَالْمَالَا

پھر اس نے دس سال کے بعد کسریٰ کی جانب قصد کیا اور وہ اپنے نفس و مال کو (دشمنوں سے انتقام لینے کی خاطر) ذلیل (و خوار) کر رہا تھا۔ (یعنی خود بھی آفتیں اور ذلتیں برداشت کر رہا تھا اور مال بھی بے دریغ خرچ کر رہا تھا)۔

حَتَّى أَتَى بِبَنِي الْأَحْرَارِ يَحْمِلُهُمْ ... إِنَّكَ عَمْرِي لَقَدْ أَسْرَعْتَ قِلْقَالَا

یہاں تک کہ وہ شریفوں کی اولاد کے پاس آیا کہ انہیں

---

[1] رام مکانہ زال عنہ وریمت السحابۃ دامت ولم تقلع (قطر المحیط)

[2] (ب د ج) میں انتحی ہے جس کے معنی مڑا اور جھکا کے ہیں۔ (احمد محمودی)

دشمن سے انتقام لینے کے لیے ابھارے (اے سیف!) میری جان کی قسم!! تو نے بڑی تیز حرکت کی (یعنی بہت جلد اپنے دشمن سے انتقام لینے کے اسباب فراہم کر لیے۔

لِلّٰهِ دَرُّهُمْ مِنْ عُصْبَةٍ خَرَجُوا ۔۔۔ مَا إِنْ أَرَى لَهُمْ فِي النَّاسِ أَمْثَالًا

اللہ اس جماعت پر برکتیں نازل فرمائے جو (انتقام کے لیے) نکلی میں تو اس کی نظیر لوگوں میں کسی کو نہیں پاتا۔

بِيضًا مَرَازِبَةً غُلْبًا أَسَاوِرَةً ۔۔۔ أُسْدًا تُرَبِّبُ فِي الْغَيْضَاتِ أَشْبَالًا

(وہ) گورے گورے سردار موٹی موٹی گردنوں والے قوی امیر لشکر (ایسے) شیر (ہیں) کہ جھاڑیوں میں شیر کے بچوں کی طرح پرورش پاتے ہیں۔ یا (اپنے بچوں کو) شیروں کے بچوں کی طرح پرورش کرتے ہیں۔

يَرْمُونَ عَنْ شُدُفٍ كَأَنَّهَا غُبُطٌ[1] ۔۔۔ بِزَمْجَرٍ[3] يُعْجِلُ الْمَرْمِيَّ إِعْجَالًا

کجاوے کی لکڑیوں کی طرح (اونچی اونچی) فارس کی کمانوں سے وہ ایسے پتلے پتلے لمبے لمبے تیر چلا رہے تھے جو فوراً نشانے پر پہنچ جاتے ہیں۔

أَرْسَلْتَ أُسْدًا عَلَى سُودِ الْكِلَابِ فَقَدْ ۔۔۔ أَضْحَى شَرِيدُهُمْ فِي الْأَرْضِ فُلَّالًا

(۱)۔ القسی الفارسی

(۲)۔ خشب الرحال

(۳)۔ (الف ب) زمخر با خاء معجمہ جس کے معنی سوکھی بانس کے ہیں یہاں اس سے مراد تیر کی لکڑی ہے (ج د) زمجر با جیم ہے جس کے معنی پتلے اور لمبے تیر کے ہیں۔ (احمد محمودی)

(اے سیف بن ذی یزن!) تونے کالے کتوں (حبشیوں)
پر شیروں کو چھوڑ دیا ہے ان سے جو بھاگ نکلا۔ وہ زمین میں ہر جگہ
شکستہ حال (یا شکست خوردہ و پریشان) ہوگیا۔

فَاشْرَبْ هَنِيئًا عَلَيْكَ التَّاجُ مُرْتَفِقًا[1] فِي رَأْسِ غُمْدَانَ دَارًا مِنْكَ مِحْلَالَا

راس غمدان میں جو تیرا گھر ہے (اور جو مہمانوں کے) اترنے کا
مقام ہے اس میں آرام سے خوش خوش (رہ اور کھا اور) پی کہ تیرے
سر پر تاج ہے

وَاشْرَبْ هَنِيئًا فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ وَأَسْبِلِ الْيَوْمَ فِي بُرْدَيْكَ إِسْبَالَا

اور خوش خوش (کھا) پی کہ ان دشمنوں) کا جنازہ تو اٹھ
چکا اور وہ ہلاک ہو چکے اور آج اپنی چادروں کی دراری میں زیادتی کر (اور
فخر سے زمین پر کھینچے چل)

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَبَنٍ شِيبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ أَبْوَالَا

یہ قابل فخر (ہمیشہ رہنے والی) صفتیں ہیں یہ دودھ کے
پانی ملے ہوئے دو پیالے نہیں کہ (گھڑی بھر کا لطف اور پھر اس کے)
بعد پیشاب بن گئے۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہ اشعار ہیں جو ابن اسحٰق کے پاس صحیح ثابت
ہوئے ہیں مگر ان میں کی آخری بیت جو "تلك المكارم لا قعبان من لبن" ہے۔[2] ۷۱
کہ وہ نابغۂ جعدی کی ہے جس کا نام عبداللہ بن قیس تھا جو بنی جعدۃ بن کعب

---

[1] ۔ (الف) مرتفعا جس کے معنی "اعلیٰ درجے کی حالت میں" ہوں گے (ب ج د) مرتفقا
بالقاف جس کے معنی "آرام سے" ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن میں کا ایک شخص تھا اور یہ بیت اسی کے قصیدے کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عدی بن زید الحیری نے جو بنی تمیم میں کا ایک شخص تھا یہ شعر کہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ بنی تمیم میں سے بھی اس شاخ میں کا تھا۔ جو بنی امرأالقیس بن تمیم کی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عدی حیرہ والوں میں کے قبائل عبادلہ[1] سے ہے۔

مَا بَعْدَ صَنْعَاءَ کَانَ یَعْمُرُ ھَا ۔۔۔ وُلَاۃُ مُلْکٍ جَزْلٍ مَوَاھِبُھَا

مقام صنعا تعمیر کے بعد کیا ہوا ؟ (اس کی کیسی تباہی ہوئی کچھ نہ پوچھو) جس کو ملک کے وہ حکام تعمیر کر رہے تھے جن کے عطیے گراں قدر تھے۔

رَفَعَھَا مَنْ بَنَی لَدَی قَزَعِ الْمُزْ ۔۔۔ نِ وَتَنْدَی مِسْکاً مَحَارِبُھَا

اس کو جس نے تعمیر کیا اس (کے قلعوں اور محلوں) کو اس قدر بلند بنایا کہ وہ بارش کے ابر کے ٹکڑوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اور اس کی محرابیں مشک برساتی تھیں (یعنی مشک کی بو سے مہکتی تھیں)

مَحْفُوفَۃٌ بِالْجِبَالِ دُونَ عُرَی الْکَائِدِ مَا تُرْتَقَی غَوَارِبُھَا

(وہ قلعے) چالبازوں کی گرفت سے ورے ایسے پہاڑوں سے گھرے ہوئے (محفوظ) تھے کہ اس کی بلندیوں پر

---

[1] "عباد" یعنی یمن عرب کے مختلف قبیلے تھے جو حیرہ میں نصرانیت پر متحد تھے۔
(احمد محمودی ازطہطاوی)

چڑھا نہ جا سکتا تھا۔

يأنسُ فيها صوتُ النُّهامِ إذا ۔۔۔ جاوبها بالعشيّ قاصبُها

جن میں الو کی آواز (اس آواز سے) مناسبت رکھتی ہے جب کہ شام کے وقت ان (پہاڑوں) میں بانسری بجانے والا اس کی آواز کا جواب دے رہا ہو۔

ساقتْ إليه الأسبابُ جُندَ بني الـ ۔۔۔ أحرارِ فرسانُها مواكبُها

شریفوں کی اولاد کے لشکر کو اسباب زمانہ نے اس قلعے کی جانب پہنچا دیا ہے کہ ان کے سوار اس کے لیے زینت ہو گئے ہیں۔

وفوّزتْ بالبغالِ توسقُ بالـ ۔۔۔ حتفِ وتسعى بها توالبُها

اور وہ (لشکر والے دور دراز مسافت کے) میدان چیر دوں پر طے کر کے آپہنچے (اور ایسا نظر آرہا تھا کہ ان پر) موتیں لدی ہیں اور یہ گدھے کے بچے (چھیر) انھیں (اپنی پیٹھوں پر) اٹھائے ہوئے بھاگے آرہے ہیں۔

حتى رآها الأقوالُ من طرفِ الـ ۔۔۔ منقلِ مخضرّةً كتائبُها

یہاں تک کہ رئیسان حمیر نے اس لشکر کی سرسبز اور تروتازہ سوار فوج کو قلعے کے اوپر سے دیکھ لیا

يومَ ينادون آل بربرَ والـ ۔۔۔ يكسومَ لا يُفلِحنَّ هاربُها

(وہ ایسا دن تھا) جس دن آل بربر اور آل یکسوم کو للکارا جا رہا تھا کہ ان میں کا بھاگنے والا بچ کر نہ نکل جائے گا۔

وَكَانَ يَوْمٌ بَاقِي الْحَدِيثِ وَزَا لَتْ أُمَّةٌ ثَابِتٌ مَرَاتِبُهَا

اور وہ ایسا روز تھا جو نئے آنے والے (یعنی سیف اور اہل فارس) کو باقی رکھنے والا تھا (اور اس روز جس قوم کے مراتب (ومدارج متعین و) ثابت تھے (یعنی آل بربر و یکسوم) وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

وَبُدِّلَ الْفَيْحُ بِالزَّرَافَةِ وَالْأَ يَّامُ جُونٌ جَمٌّ عَجَائِبُهَا

اور وسعتیں جماعتوں سے بدل دی گئیں (یعنی ہر کشادہ مقام میں لوگ ہی لوگ تھے) اور زمانے کی رنگارنگی کے عجائبات تو بہت کچھ ہیں۔

بَعْدَ بَنِي تُبَّعٍ نَخَاوِرَةٍ قَدِ اطْمَأَنَّتْ بِهَا مَرَازِبُهَا

شریف بنی تبع کے بعد اس قلعے میں فارس کے سردار باطمینان (سکونت پذیر) ہو گئے۔

لے۔ (الف ح د) میں "الفیح" حائے حطی سے ہے، جس کے معنی وسعت و کشادگی کے ہیں، اور (ب) میں "الفیج" جیم سے ہے اور شرح ابی ذر میں جیم ہی سے لکھا ہے، اور اس کے معنی شاہی خطوط پیادہ پا لیجانے والے کے لکھے ہیں۔ اس لحاظ سے شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ شاہی خطوط رساں جماعتوں میں بدل دئے گئے یعنی اکیلا خطوط رساں پیام پہنچانے کے لیے ناکافی سمجھا گیا۔ حاشیہ طہطاوی میں "فیح" حائے حطی کے معنی اکیلا پاپیادہ کے لکھے ہیں اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اکیلے پاپیادہ جماعتوں میں بدل دئے گئے۔ یعنی تنہا شخص کا باہر نکلنا مشکل نظر آتا تھا۔
(احمد محمودی)

لے۔ نسخہ (الف) میں نخاورۃ کے بجائے نحاورۃ لکھا ہے جس کے معنی کسی لغت میں نہیں ملے غالباً تحریف کاتب ہے (احمد محمودی)

ابن ہشام نے کہا یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں ابو زید انصاری نے مجھے (یہ شعر) سنائے ہیں اور اس نے مُفضّل الضّبیؔ سے اس کے قول "یُوماً ینادون آل بربر والیکسوم" کی روایت بھی مجھے سنائی اور وہ یہی واقعہ ہے جس سے سطیح نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی کہ "ارم ذی یزن عدن سے ان پر خروج کرے گا اور ان میں سے کسی کو یمن میں نہ چھوڑیگا" اور یہی وہ واقعہ ہے جس سے شق نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی کہ "ذی یزن کے خاندان کا ایک نوجوان اُن کے مقابلے کو اٹھے گا، جو نہ کمزور ہوگا اور نہ (کسی معاملے میں) کوتاہی کرنے والا ہوگا۔

یمن میں فارس والوں کی حکومت کا خاتمہ

ابن اسحٰق نے کہا پھر وَہرز اور فارس والے یمن میں مقیم ہو گئے اور فارس والوں کی وہ اولاد جو آج یمن میں ہے وہ اسی لشکر کے بچے ہوئے لوگ ہیں اور یمن میں حبشیوں کی حکومت ارباط کے اس (میں) داخل ہونے سے مسروق بن ابرہہ کو فارس والوں کے قتل کرنے تک رہی۔ اس طرح حبشیوں نے (اپنی حکومت کے) بہتّر سال گزارے (اس مدت میں) ان میں چار ارباط اس کے وارث (تخت) ہوئے۔ اس کے بعد ابرہہ اور یکسوم بن ابرہہ اس کے بعد مسروق بن ابرہہ ہوا۔

ابن ہشام نے کہا پھر وَہرز مرگیا تو کسریٰ نے اس کے بیٹے مرزبان بن وَہرز کو حکومت دی پھر جب مرزبان بھی مرگیا تو کسریٰ نے اس کے بیٹے تینجان بن مرزبان کو حکومت دی اور جب تینجان بھی مرگیا تو کسریٰ نے تینجان کے بیٹے کو یمن پر حاکم بنایا اور پھر اسے معزول کر دیا اور باذان کو حکومت دی اور باذان ہی اس پر حاکم رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ زُہری سے مجھے روایت پہنچی ہے انھوں نے کہا کہ کسریٰ نے باذان کو

لکھا میرے پاس خبر پہنچی ہے کہ قریش میں کے کسی شخص نے مکہ میں خروج کیا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ تو اس کے پاس جا اور اسے توبہ کی ہدایت کر۔ اگر اس نے توبہ کر لی (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ باذان نے کسریٰ کا خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھ بھیجا۔

إِنَّ اللهَ قَدْ وَعَدَنِي أَنْ يُقْتَلَ كِسْرَى فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا
مِنْ شَهْرِ كَذَا وَكَذَا[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کسریٰ کو فلاں روز فلاں ماہ قتل کیا جائے گا۔

اور جب یہ خط باذان کے پاس پہنچا تو اس نے کچھ توقف کیا کہ نتیجہ دیکھے اور کہا اگر وہ درحقیقت نبی ہو گا تو عنقریب وہی ہو گا جو اس نے کہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو اسی روز مار ڈالا جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے مارے جانے کی نسبت) فرمایا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ وہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ خالد بن حق الشیبانی نے اسی کے متعلق کہا ہے۔

۷۴ وَكِسْرَى إِذْ تَقَسَّمَهُ بَنُوهُ ... بِأَسْيَافٍ كَمَا اقْتُسِمَ اللِّحَامُ

تَمَخَّضَتِ الْمَنُونُ لَهُ بِيَوْمٍ ... أَنَى وَلِكُلِّ حَامِلَةٍ تِمَامُ

(اس وقت کو یاد کرو) جب کہ کسریٰ کو اس کے بیٹوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جس طرح گوشت ٹکڑے ٹکڑے

---

[1] نسخہ ہائے (ب ج د) میں فی یوم کذا وکذا من شہر کذا وکذا مکرر ہے اور نسخۂ (الف) میں کذا وکذا کی تکرار نہیں ہے فی یوم کذا من شہر کذا ہے۔ (احمد محمودی)

ہوتا ہے۔ (اور قیمہ بنتا ہے) سو تمیں اس کے لیے ایک ایسا دن
پیدا کرنے کے لیے دردِ زہ کی حرکت میں مبتلا تھیں جس کا وقت
آچکا تھا اور ہر حاملہ کے لیے حمل کے دن پورے ہونا ہے۔
جب دن پورے ہو گئے تو پیدائش کا دن بھی آگیا۔

زُہری نے کہا جب باذان کو (کسریٰ کے مارے جانے کی) یہ خبر پہنچی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے اور اپنے فارس والے ساتھیوں کے اسلام کی اطلاع روانہ کی فارس کے ایلچیوں نے (دربار نبوی میں باریابی پاتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس کی جانب (منسوب ہوں گے) تو آپ نے فرمایا انتم منا والینا اھل البیت تم ہم میں سے ہو اور ہماری طرف (ہمارے) خاندان کی طرف منسوب ہو۔

ابن ہشام نے کہا مجھے زُہری سے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ انھوں نے کہا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان منا اھل البیت کہ سلمان ہم میں سے (ہمارے) خاندان میں سے ہے۔

ابن ہشام نے کہا (خلاصہ کلام یہ کہ) یہ وہی (ذات مبارک) ہے جس کو سطیح نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی "ایک پاک نبی جس کے پاس عالم بالا سے وحی آئے گی" اور یہی وہ (ذات مبارک) ہے جس کو شق نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی۔ "(ذی یزن کے خاندان میں حکومت ہمیشہ نہیں رہے گی) بلکہ ایک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے کی وجہ سے منقطع ہو جائے گی جو صداقت و انصاف دین داروں اور فضیلت والوں کے درمیان میں کرے گا اس کی قوم میں حکومت فیصلے کے دن تک رہے گی"۔

ابن اسحٰق نے کہا ان واقعات میں سے جن کا عرب لوگ دعویٰ کرتے ہیں یہ بھی ہے کہ یمن میں ایک پتھر پر یہ تحریر منقوش تھی جو پہلے زمانے کی لکھی ہوئی تھی ملک ذِمار کس کے لیے ہے نیک حمیریوں کے لیے ہے ملک ذِمار کس کے لیے ہے بدمعاش حبشیوں کے لیے[1] ملک ذمار کس کے لیے ہے آزاد فارس والوں کے لیے۔ ملک ذمار کس کے لیے ہے تاجر قریش کے لیے اور ذمار ست

[1] خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

۵۰

مراد یا توہین ہے یا صغار۔

ابن ہشام نے کہا کہ ذمار (ذال کے) زبر سے ہے جیسا کہ مجھے یونس نے خبر دی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اعشی۔ بنی قیس بن ثعلبہ والے اعشی۔ نے سطیح اور اس کے ساتھی یعنی شق نے جو کچھ کہا تھا اس کے وقوع کے متعلق کہا ہے یعنی دونوں کی پیشین گوئیوں کے سچے ہونے کے متعلق کہتا ہے۔

مَا نَظَرَتْ ذَاتُ أَشْفَارٍ كَنَظْرَتِهَا حَقًّا كَمَا صَدَقَ الذِّئْبِيُّ إِذْ سَجَعَا

اس[1] (زرقاء الیمامۃ) کی طرح کسی پلکوں والی نے صحیح طور پر نہیں دیکھا (اور اس کا یہ صحیح طور پر دیکھنا اسی طرح سچا تھا) جس طرح (سطیح) ذئبی نے سچی سجع[2] کہی تھی۔

اور سطیح کو عرب ذئبی اس لیے کہا کرتے تھے کہ سطیح ربیعۃ بن مسعود بن مازن بن ذئب کا بیٹا تھا یعنی جدی نسبت کے لحاظ سے اس کو ذئبی کہا کرتے تھے[3]۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور اعشی کا نام میمون بن قیس تھا۔

بادشاہ حضر کا قصہ

ابن ہشام نے کہا مجھ سے خلاد بن قرۃ بن خالد سدوسی نے جناد کی

---

[1] مقام یمامہ میں زرقاء نامی ایک عورت رہا کرتی تھی جو تیس میل کے فاصلے سے ہر ایک کو دیکھ کر پہچان لیا کرتی تھی۔ شاعر اپنے شعر میں اسی کی تعریف کر رہا ہے اور اسی کے ضمن میں ذئبی کا ذکر بھی آگیا جس سے مراد سطیح ہے جس طرح مصنف نے خود بتایا ہے۔

[2] سجع قافیہ اور معتدل بات کو کہتے ہیں۔ (احمد محمودی)

[3] خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

روایت یا کوفے کے بعض علماء نسب کی روایت بیان کی کہا جاتا ہے کہ نعمان بن منذر شاہ حضر ساطرون کی اولاد سے تھا اور حضر ایک شہر کے جبار قلعہ فرات کے کنارے تھا اور یہ وہی قلعہ ہے جس کا ذکر عدی بن زید نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔

وَأَخُو الْحَضْرِ إِذْ بَنَاهُ وَإِذْ دِجْلَةُ يُجْبَى إِلَيْهِ وَالْخَابُورُ

اور حضر (پر حکومت کرنے) والے (کے حالات کو یاد کرو جس) نے جب اس (حضر) کی تعمیر کی تھی (تو کیسی شاندار تعمیر کی تھی کہ) دجلہ اور خابور (دونوں دریا) اس کے پاس (زراعت اور پینے کے لیے) پانی لا کر جمع کر دیتے تھے۔

شَادَهُ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهُ كِلْسًا فَلِلطَّيْرِ فِي ذُرَاهُ وُكُورُ

اس نے مرمر کے پتھر سے اسے (سر بفلک) بلند بنایا تھا اور اس پر چونے کی استرکاری کی تھی (لیکن اب) پرندوں کے آشیانے اس کی بلندیوں میں (بنے ہوئے ہیں)۔

لَمْ يَهَبْهُ رَيْبُ الْمَنُونِ فَبَانَ الْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُورُ

حادثات زمانہ نے اس (بنانے والے) کو (اس میں رہنے کا موقع) نہ دیا اور پادشاہ اس سے جدا ہو گیا (اور اس طرح جدا ہوا) کہ اس کا دروازہ (تمام لوگوں سے) چھوٹا ہوا ہے (اس کے دروازے پر اب کوئی نہیں جاتا)۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کی ہیں۔

اور (یہ وہی حضر ہے) جس کا ذکر ابو داؤد ایادی نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔

وَأَرَى الْمَوْتَ قَدْ تَدَلَّى مِنَ الْحَضْرِ عَلَى رَبِّ أَهْلِهِ السَّاطِرُونِ

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس حضر کے رہنے والوں کے

سرپرست، شاہ ساطروں کے سرپر، حضر (ہی کی حکومت یا سکونت
کے سبب) سے موت منڈلارہی ہے۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بیت خلف احمر کی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ حمّاد راویہ کی ہے۔

کسریٰ سابور (شاہ پور) ذوالاکتاف نے ساطرون شاہ حضر سے جنگ کی اور دو سال اس کو محاصرے میں رکھا۔ ایک روز ساطرون کی بیٹی نے (قلعہ پر سے) جھانکا تو اس نے سابور کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے جسم میں ریشمی لباس اور اس کے سر پر سونے کا زمرد یاقوت اور موتیوں سے جگمگاتا ہوا تاج ہے۔ اور وہ خوبصورت بھی تھا (اس نے اس کو دیکھا تو ریجھ گئی اور) اس کے پاس خفیہ پیام بھیجا کہ اگر میں تیرے لیے حضر کا دروازہ کھولدوں تو کیا تو مجھ سے شادی کرلے گا اس نے کہا ہاں۔ جب شام ہوئی تو ساطرون نے شراب پی اور مست ہوگیا۔ اور وہ ہمیشہ مستی ہی میں رات گزارا کرتا تھا۔ تو اس کی بیٹی نے اس کے سر کے نیچے سے حضر کے دروازے کی کنجیاں لے لیں (اور) پھر انھیں اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ بھیجدیا۔ اور اس نے دروازہ کھولدیا۔ اور سابور گھس آیا اور ساطرون کو قتل کرڈالا۔ حضر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور برباد کردیا۔ اور (اس ساطروں کی بیٹی) کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔ اور اس سے شادی کرلی ایک رات اس اثناء میں کہ وہ اپنے بستر پر سورہی تھی یکایک بے چین بیقرار ہوگئی اور اس کی نیند اچٹ گئی۔ اس نے اس کے لیے چراغ منگوایا اور اس کے بستر کی تلاشی لی تو اس پر آس[1] کی ایک پتی پائی سابور نے اس سے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جس نے تجھ کو بے خواب کردیا تھا اس نے کہا ہاں سابور نے کہا پھر تیرا باپ تیرے لیے کیا کرتا تھا اس نے کہا

[1] ایک درخت ہے جس کا نام فارسی میں مورد ہے تمیمی کہتا ہے کہ ریحان کو عرب میں آس اور فارسی میں مارو کہتے ہیں یہ دو قسم کا ہوتا ہے بستانی اور صحرائی صحرائی کو اساروں اور ریحان القبور بھی کہتے ہیں۔ دیکھو محیط اعظم (احمد محمودی)

وہ میرے لیے دیبا[1] کا بستر بچھاتا اور مجھے حریر[1] پہناتا اور مجھے گودا (مغز استخواں) کھلاتا اور شراب پلایا کرتا تھا۔ اس نے کہا کیا تو نے جو کچھ اپنے باپ کے ساتھ کیا وہ تیرے باپ (کے ان احسانات) کا بدلا تھا؟ تو میرے ساتھ بھی بہت جلد اسی طرح کرے گی آخر اس نے اس کے لیے حکم دیا تو اس کے سر کی چوٹیاں گھوڑے کی دم سے باندھی گئیں اور گھوڑے کو تیز بھگایا گیا۔ حتیٰ کہ اس کو مار ڈالا اسی بارے میں اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کہتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ لِلْحَضْرِ إِذْ أَهْلُهُ ... بِنُعْمَى وَهَلْ خَالِدٌ مَنْ نَعِمْ

اے مخاطب کیا تو نے حضر کی حالت پر بھی کبھی غور کیا ہے
جب کہ اس کے رہنے والے عیش و عشرت کی حالت میں تھے اور کیا کوئی
عیش و عشرت میں رہنے والا ہمیشہ رہنے والا بھی ہے؟

أَقَامَ بِهِ شَاهَبُورُ الْجُنُو ... دَ حَوْلَيْنِ تَضْرِبُ فِيهِ الْقُدُمْ

شاہبور نے اس میں دو سال تک اپنے لشکر کو رکھا حالت یہ تھی
کہ وہ اس میں (اس کی بربادی کے لیے) کلہاڑیاں ہی مارے جا رہے تھے۔

فَلَمَّا دَعَا رَبَّهُ دَعْوَةً ... أَنَابَ إِلَيْهِ فَلَمْ يَنْتَقِمْ

پھر جب اس کو اس کے پروردگار نے بلا لیا تو وہ اس کی
طرف (بے چوں و چرا) لوٹ گیا اور (اپنے دشمن سے) بدلہ (بھی) نہ لیا۔

اور یہ ابیات اس کے قصیدے کی ہیں۔ اور عدی بن زید نے اس بارے میں کہا ہے۔

وَالْحَضْرُ صَابَتْ عَلَيْهِ دَاهِيَةٌ ... مِنْ فَوْقِهِ أَيَّدٌ مَنَاكِبُهَا

---

[1] حریر و دیبا دو قسم کے ریشمی کپڑے ہیں۔ (احمد محمودی)

اور حضر پر اس کے اوپر سے ایک ایسی آفت آپڑی جس کے
بار وبہت ہوی تھے ۔

رَبِيَّةٌ لَمْ تُوَقِّ وَالِدَهَا　　لِحَيْنِهَا إِذْ أَضَاعَ رَاقِبُهَا

(گودوں) میں ناز ونعم سے) پلی ہوئی (بیٹی) نے اپنے
باپ کو اس کی موت کے وقت نہ بچایا (کیا تعجب ہے) کہ محافظ نے
(خود محفوظ چیز کو) برباد کر دیا ۔

إِذْ غَبَقَتْهُ صَهْبَاءَ صَافِيَةً　　وَالْخَمْرُ وَهْلٌ يَهِيمُ شَارِبُهَا

جب کہ اس (بیٹی) نے اس کو چھپی ہوئی شراب رات میں
پلائی اور (سچ تو یہ ہے کہ) شراب غلط خیال پیدا کرنے والی چیز ہے
اس کا پینے والا از خود رفتہ ہو جاتا ہے ۔

فَأَسْلَمَتْ أَهْلَهَا بِلَيْلَتِهَا　　تَظُنُّ أَنَّ الرَّئِيسَ خَاطِبُهَا

آخر اس (بیٹی) نے اپنے گھر والوں کو یا اس (حضر) کے
رہنے والوں کو ان کی بلا کے حوالے کر دیا (یہ) خیال کر کے کہ بادشاہ
اس (سے نکاح) کا خواہاں ہے ۔

فَكَانَ حَظُّ الْعَرُوسِ إِذْ جَشَرَ الصُّبْحُ دِمَاءً تَجْرِي سَبَائِبُهَا

جب صبح طلوع ہوئی تو دلہن کو یہ حظ ملا کہ اس کے (سر کے)
بال خون (کے نالے) بہا رہے تھے ۔

وَخُرِّبَ الْحَضْرُ وَاسْتُبِيحَ وَقَدْ　　أُحْرِقَ فِي خِدْرِهَا مَشَاجِبُهَا

اور حضر کو برباد اور (ہر کام کے لیے) مباح کر دیا گیا اور
اس کے پردوں میں اس کے پردہ داروں کو جلایا گیا ۔

اور یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کے ہیں ۔

نزار بن معد کی اولاد کا ذکر

ابن اسحٰق نے کہا ۔ نزار بن معد کے تین لڑکے ہوئے ۔ مضر بن نزار ۔ ربیعۃ بن نزار اور انمار بن نزار ۔

ابن ہشام نے کہا ۔ اور (چوتھا) اماد بن نزار ۔ حارث بن دوس ایادی نے یہ شعر کہا ہے ۔ اور بعض کی روایت میں یہ شعرا بو داؤد ایادی کی طرف منسوب ہے ۔ جس کا نام جاریہ[1] بن حجاج تھا ۔

وَفُتُوٍّ حَسَنٍ أَوْجُهُهُمْ مِنْ إِيَادِ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدّ

اور کتنے خوبصورت جوان ایسے بھی ہیں جو ایاد بن نزار بن معد کی اولاد میں سے ہیں ۔

اور یہ بیت اس کے ابیات میں کی ہے ۔ مُضر اور ایاد کی ماں سَودہ بنت عَک بن عدنان ہے ۔ اور ربیعہ اور انمار کی ماں شقیقہ بنت عَکّ بن عدنان ہے ۔ اور بعض کہتے ہیں جمعۃ بنت عَکّ بن عدنان ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا ۔ قبائل خشعم و بجیلہ کا باپ (یعنی جد اعلیٰ) انمار ہے ۔ جریر بن عبد اللہ بجلی جو قبیلہ بجیلہ کا سردار تھا اس کے متعلق کسی کہنے والے نے یہ شعر کہا ہے ۔

لَوْلَا جَرِيرٌ هَلَكَتْ بَجِيلَهْ نِعْمَ الْفَتَى[2] وَبِئْسَتِ الْقَبِيلَهْ

---

[1] ۔ (الف ب) جاریہ (ج د) حارثہ ۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ خط کشیدہ مصرع دوم نسخہ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

اگر جریر نہ ہوتا تو (قبیلہ) بجیلہ برباد ہو گیا ہوتا (یہ) جوان
مرد تو (بہت ہی) خوب ہے۔ اور (لیکن اس کا) قبیلہ (بہت ہی)
برا ہے۔

(یہ جریر) فرافصۃ الکلبی کو اقرع بن حابس عقال بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلۃ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کے پاس فیصلہ (فصلبت باہمی) کے لیے طلب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

۸۰ يَا أَقْرَعُ بْنَ حَابِسٍ يَا أَقْرَعُ ۔۔۔ إِنَّكَ إِنْ يُصْرَعْ أَخُوكَ تُصْرَعُ

اے اقرع۔ اے اقرع بن حابس۔ بے شبہ اگر تیرا بھائی
پچھاڑا جائے گا۔ تو تو (خود بھی) پچھڑے گا۔
اور (یہ بھی) کہا ہے۔

ابْنَيْ نِزَارٍ انْصُرَا أَخَاكُمَا ۔۔۔ إِنَّ أَبِي وَجَدْتُهُ أَبَاكُمَا

لَنْ يُغْلَبَ الْيَوْمَ أَخٌ وَالَاكُمَا

اے نزار کے دونوں بیٹو۔ اپنے بھائی کی مدد کرو میں نے
اپنے باپ اور تم دونوں کے باپ (یعنی جد اعلیٰ) کو ایک ہی پایا ہے۔
(مجھے امید ہے کہ) جس بھائی نے تم دونوں (بھائیوں) سے محبت
رکھی ہے۔ وہ آج ہرگز مغلوب نہ ہوگا۔
اور وہ (قبائل انمار) یمن میں جا بسے۔ اور یمن (والوں ہی) میں مل گئے۔

لہ۔ (الف ب) یصرع اخوک فعل مجہول غائب سے۔ اور اخوک بحالت رفع ہے۔ اور (ج د) تصرع اخاک فعل مخاطب معروف اور اخاک بحالت نصب ہے جس کے معنی اگر تو اپنے بھائی کو پچھاڑے گا تو تو خود بھی پچھڑے گا۔ (احمد محمودی)

لہ۔ ترمذی نے فروہ بن مسیک کے طریقہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے سبا کے

ابن ہشام نے کہا کہ یمن (والوں) اور (قبیلہ) بجیلہ نے (نسب اس طرح) بیان کیا ہے۔ انمار بن اراش بن لحیان بن عمرو بن غوث بن نبت بن مالک بن کہلان بن سبا اور بعضوں نے کہا ہے۔ اراش بن عمرو بن لحیان بن غوث۔ اور بجیلہ اور ختعم کا گھر (خاندان) یمنی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ کہ مضر بن نزار سے دو شخص پیدا ہوئے۔ الیاس بن مضر اور عیلان بن مضر۔

ابن ہشام نے کہا۔ ان دونوں کی ماں بنی جرہم میں کی تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ پس الیاس بن مضر سے تین شخص پیدا ہوئے۔ مدرکۃ بن الیاس و طابخہ بن الیاس و قمعہ بن الیاس اور ان کی ماں خندف یمن کی عورت تھی۔

ابن ہشام نے کہا خندف عمران بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھی۔ ۱۸

ابن اسحٰق نے کہا مدرکہ کا نام عامر تھا اور طابخہ کا عمرو۔ لوگوں نے ان کے

لہ۔ بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ متعلق وہ اتارا ہوا اتارا۔ (یعنی قرآنی خاص خاص آیتیں نازل فرمائیں جو سب کو معلوم ہیں) تو ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ سبا کیا ہے۔ کوئی عورت ہے یا کوئی مقام۔ آپ نے فرمایا۔

لیس بامرأۃ ولا ارض ولکنہ رجل ولد عشرۃ من العرب فتیامن منہم ستۃ وتشاءم اربعۃ فاما الذین تشاءموا فلخم وجذام وعاملۃ وغسان واما الذین تیامنوا فالازد والاشعریون وحمیر ومذحج وکندۃ وانمار۔	نہ کوئی عورت نہ کوئی مقام بلکہ وہ ایک مرد (کا نام) ہے جس نے عرب کے دس (قبیلوں) کو جنا (یعنی اس سے دس قبیلے پیدا ہوئے) ان میں سے چھ یمن میں جا بسے اور چار شام میں پس جو شام میں جا بسے وہ لخم و جذام و عاملہ و غسان ہیں اور جو یمن میں جا بسے وہ ازد و اشعر و حمیر و مذحج و کندہ و انمار ہیں۔

اس شخص نے کہا انمار کون۔ آپ نے فرمایا۔

الذین منہم ختعم وبجیلہ	وہ جن میں سے ختعم و بجیلہ ہیں۔

(احمد محمودی از سہیلی)

متعلق ادعا کیا ہے کہ یہ دونوں اونٹوں میں رہا کرتے اور انہیں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ (ایک روز) انھوں نے ایک شکار کیا اور اسے پکاتے بیٹھے تھے کہ ان کے اونٹوں کو کوئی چرا لے گیا عامر نے عمرو سے کہا اتدرک الابل ام تطبخ ھذا الصید: کیا تم اونٹوں کو ڈھونڈ لاؤ گے یا یہ شکار پکاؤ گے۔

عمرو نے کہا (نہیں میں ڈھونڈنے نہیں جاتا) بلکہ پکاتا ہوں عامر نے اونٹوں (کی جستجو کی اور ان) سے (جا) ملا۔ (یعنی ڈھونڈ نکالا) اور انھیں (واپس) لایا۔ پھر جب دونوں اپنے باپ کے پاس گئے انھوں نے سرگزشت بیان کی۔ (باپ نے) عامر سے کہا۔ تو مدرکہ یعنی ڈھونڈ نکالنے والا ہے۔ اور عمرو سے کہا تو طابخہ یعنی پکانے والا ہے۔ اب رہا قمعہ (اس کے متعلق یہی) مصر کے نسب دان خیال کرتے ہیں کہ (یہی) خزاعہ۔ عمرو بن لحی بن قمعہ بن الیاس کی اولاد سے ہیں۔ اس[1] کے بعد جب ان کی ماں کو اس کی خبر پہنچی تو وہ نیری سے نکلی تو اس سے کہا تخندفین یعنی کیا تو یاؤں کھول کھول کر ڈالی ہے۔ تو اس کا نام خندف مشہور ہو گیا۔

عمرو بن لحی کا قصہ اور عرب کے بتوں کا ذکر۔

ابن اسحق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے والد سے (روایت) بیان کی، انھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَیتُ عَمرَو بنَ لُحَیٍّ یَجُرُّ قُصبَہُ فِی النَّارِ فَسَأَلتُہُ عَمَّن بَینِی وَبَینَہُ

[1] خط کشیدہ عبارت صرف (الف میں ہے (ب ح د) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ هَلَكُوا

میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ اپنی ناکوں کی ہڈیاں یا اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹے جارہا ہے تو میں نے اس سے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا۔ جو میرے اور اس کے درمیان (گذرے) ہیں۔ تو اس نے کہا وہ ہلاک ہو گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حرث تیمی نے اور ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ نے بیان کیا

ابن ہشام نے کہا کہ ابو ہریرہ[۲] کا نام عبداللہ بن عامر تھا اور (یہ بھی) کہا جاتا ہے کہ اُن کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثم بن جون خزاعی سے کہتے سنا۔

يَا أَكْثَمُ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ

فَمَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ بِرَجُلٍ مِنْكَ بِهِ وَلَا بِكَ مِنْهُ

یعنی اے اکثم میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ وہ اپنی ٹانگوں کی ہڈیاں یا آنتیں آگ میں گھسیٹے لیے جا رہا

---

[۱] ۔ قصب کا لفظ آنت کے لیے بھی کہا جاتا ہے اور ہر کھوکھلی لمبی ہڈی کو بھی کہتے ہیں اور بالوں کی لٹوں کو بھی ۔ اس مقام پر بعضوں نے آنتیں گھسیٹے جانا سمجھا ہے ۔ اور بعض ٹانگوں کی ہڈیاں۔ جس کو اردو محاورے میں لنگڑائے جانا کہہ سکتے ہیں ۔ (احمد محمودی)

[۲] ۔ بخاری نے کہا کہ ان کا نام عبد شمس بن عبد نہم تھا اور بعضوں نے کہا ہے ۔ کہ عبد غنم تھا۔ ممکن ہے کہ یہ نام جاہلیت میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو بدل دیا ہو جس طرح آپ نے بہت سے نام بدل دئے ۔

(احمد محمودی از سہیلی)

ہے۔ اور میں نے تم سے زیادہ کسی شخص کو اس سے مشابہ نہیں دیکھا۔
اور نہ (ایسے کسی شخص کو میں نے دیکھا) کہ اس سے زیادہ تم سے مشابہ
ہو اکثم نے کہا یا رسول اللہ۔ اس کی مشابہت شاید مجھے نقصان پہنچاوے
فرمایا:۔

لَا إِنَّكَ مُؤْمِنٌ وَهُوَ كَافِرٌ إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ غَيَّرَ دِينَ إِسْمٰعِيلَ
فَنَصَبَ الْأَوْثَانَ وَبَحَرَ الْبَحِيرَةَ، وَسَيَّبَ السَّائِبَةَ وَوَصَلَ الْوَصِيلَةَ
وَحَمَى الْحَامِيَ۔

نہیں (اس کی مشابہت تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی)
تم ایماندار ہو اور وہ کافر (تھا) وہ پہلا شخص تھا جس نے دین اسمٰعیل
کو بدل دیا۔ اور مورتیاں نصب کیں۔ اور بحیرہ[1]۔ سائبہ۔ وصیلہ اور حامی
(کے طریقہ) رائج کئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا کہ عمرو بن لحی اپنے

---

[1] بحیرہ۔ سائبہ وصیلہ اور حامی کے متعلق روح المعانی میں لکھا ہے کہ زجاج نے کہا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ دفعہ جنتی اور آخر میں نر اولاد ہوتی تو زمانہ جاہلیت والے اس کا کان پھاڑ دیتے اور اس کو ذبح کرتے نہ اس پر سوار ہوتے وہ نہ کسی گھاٹ سے ہانکی جاتی نہ کسی چراگاہ سے روکی جاتی۔ ایسی اونٹنی کو بحیرہ کہتے تھے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ جب وہ پانچ دفعہ جنتی تو پانچویں اولاد کو دیکھا جاتا اگر وہ نر ہوتی تو اسے ذبح کرتے اور کھا لیتے۔ اور اگر مادہ ہوتی تو اس کا کان پھاڑ دیتے اور اس کو چھوڑ دیتے کہ وہ چرتی (اور کھلے بندوں پھرتی) رہے اس کو کوئی شخص دودھ یا سواری کے کام میں نہ لاتا۔ بعضوں نے کہا کہ بحیرہ وہ مادہ ہے جو پانچویں دفعہ پیدا ہو۔ اس کا دودھ اور گوشت عورتوں کے لیے حلال نہ ہوتا۔ ہاں اگر وہ مر جاتی تو مرد اور عورتیں اس کے کھانے میں مشترک ہوتے۔ محمد بن اسحٰق اور مجاہد سے روایت

بعض کاروبار کے ضمن میں مکے سے شام کی طرف گیا تو جب سرزمین بلقا کے مقام

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: ۔ ہے کہ وہ سائبہ کی بچی ہوتی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور
وہ بھی اسی طرح چھوڑ دی جایا کرتی تھی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جو پانچ دفعہ
یا سات دفعہ جنے بعضوں نے کہا جو دس دفعہ جنے وہ بیکار چھوڑ دی جاتی اور جب مرتی تو
اس کا گوشت خاص مردوں ہی کے لیے حلال ہوتا تھا۔ ابن مسیب نے کہا کہ اس کا دودھ بتوں کے لیے
محفوظ رکھا جاتا اور دوہا نہ جاتا تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ایسی اونٹنی ہے جو سات مادہ جنے۔ ایسی
اونٹنی کا کان پھاڑ دیتے اور بیکار چھوڑ دیتے۔ صاحب قاموس نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن بجائے
اونٹنی کے بکری بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کو بحیرہ بھی کہتے تھے اور عریزہ بھی۔ بحر کے معنی ہیں
پھاڑنا۔ سائبہ تسییب کے معنی ہیں بے مہار چھوڑ دینا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دس مادائیں جنے
ایسی اونٹنی بے مہار چھوڑ دی جاتی تھی۔ نہ اس پر سواری کی جاتی۔ نہ اس کے بال کاٹے جاتے۔ نہ اس
کا دودھ مہمان کے سوا کوئی پیتا۔ یہ روایت محمد بن اسحٰق کی طرف منسوب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ
بتوں کے لیے چھوڑ دی جاتی۔ اور بتوں کے متعلقین ہی کو دی جاتی۔ اور اس کا دودھ مسافروں کے
کے سوا اور کوئی نہ چکھتا۔ یہ روایت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے۔ بعضوں نے
کہا کہ سائبہ وہ اونٹ ہے جس کے بچوں کے بچے ہو جائیں۔ وہ چھوڑ دیا جاتا۔ اور اس پر
سواری نہ کی جاتی۔ بعضوں نے کہا کہ جب کوئی شخص کسی بڑے سفر سے آتا یا اس کا جانور مشقت
یا لڑائی کے کام کا نہ رہتا۔ تو سائبہ کر دیا جاتا۔ یا اس کی پیٹھ سے کوئی منکہ یا ہڈی نکال دی جاتی
اور پانی چارے سے روکا نہ جاتا۔ اور نہ اس پر سواری کی جاتی بعضوں نے کہا۔ سائبہ وہ اونٹ
ہے جسے۔ اس پر بیٹھ کر حج کو جانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بعضوں نے کہا کہ سائبہ وہ
غلام ہے جو اس شرط پر آزاد کیا گیا ہو کہ آزاد کرنے والے کو کوئی حق ولا اس پر نہ ہو۔ اور نہ
اس کے کیے ہوئے نقصان کا کسی کو ڈنڈ بھرنا پڑے اور نہ اس کی میراث کا کوئی مستحق ہو۔

وصیلہ۔ ملنے والی۔ یا جس سے کوئی ملے۔ فراء نے کہا ہے کہ وصیلہ وہ
بکری ہے جس نے سات نر بچے جنے ہوں۔ اور آخر میں نر اور مادہ دو بچے جنے ایسی بچوں والی
بکری کا دودھ صرف مرد پیتے عورتیں نہ پیتیں۔ سائبہ کی طرح اس کا بھی حال تھا۔ زجاج نے کہا
وصیلہ وہ بکری ہے کہ جب وہ نر جنتی تو وہ ان کے بتوں کا ہوتا۔ اور جب مادہ جنتی تو وہ

ماٰب میں پہنچا اور وہاں ان دنوں عمالیق رہا کرتے تھے ۔ جو عملاق اور بعضوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ان کا ہوتا ۔ اور جب نر و مادہ دونوں جنتی تو نر کو وہ اپنے بتوں کی خاطر ذبح نہ کرتے ۔ اور بعضوں نے کہا وہ ایسی بکری ہے جو پہلے نر جنتی اور پھر مادہ جنتی تو اس مادہ کے سبب اس کے بھائی کو ذبح نہ کرتے ۔ اور جب نر جنتی تو کہتے یہ ہمارے معبودوں کی قربانی ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وصیلہ وہ بکری ہے جو سات بار جنے ۔ پھر اگر ساتویں مادہ ہوتی تو عورتیں اس کی کسی چیز سے استفادہ نہ کرتیں ۔ مگر جب وہ مر جاتی تو اس کو مرد اور عورتیں دونوں کھاتے ۔ اسی طرح اگر ساتوں مرتبہ نر اور مادہ دو بچے ہوئے تو اس کو وصیلہ کہتے یعنی جو اپنے بھائی کے ساتھ توام پیدا ہوئی ۔ ایسی بکری اس نر کے ساتھ چھوڑ دی جاتی ۔ اور اس سے صرف مرد ہی مستفید ہوتے ۔ عورتیں اس سے کسی طرح کا فائدہ نہ حاصل کرتیں ۔ ہاں اگر وہ مر جاتی تو اس سے فائدہ حاصل کرنے میں مرد اور عورتیں شریک ہوتیں ۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ اگر ساتواں نر ہوتا تو اس کو ذبح کر دیا جاتا ۔ اور اس کو صرف مرد کھاتے ۔ عورتیں نہ کھاتیں ۔ اور کہتے ۔

"خالصه لذکورنا ومحرم علی ازواجنا"

(یہ) ہمارے مردوں کے لیے خاص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام ہے ۔ اور اگر مادہ ہوتی تو بکریوں میں چھوڑ دی جاتی اور اگر نر اور مادہ دو ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق عمل درآمد ہوتا ۔ اور محمد بن اسحٰق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری ہے جو پے در پے پانچ دفعہ میں دس مادائیں جنے ایسی بکری اس کے بعد جو جنتی وہ خالص مردوں کے لیے ہوتا ۔ عورتوں کو اس سے استفادے کا حق نہ ہوتا ۔ پھر اگر نر اور مادہ ایک ساتھ جنتی تو اس کو وصیلہ کہتے ۔ اور اس مادہ کی موجودگی میں اس نر کو ذبح نہ کرتے اور بعضوں نے کہا وصیلہ وہ بکری ہے جو پانچ بار یا تین بار جنے ۔ پھر اگر نر پیدا ہوتا تو ذبح کر دیتے اور اگر مادہ ہوتی تو رکھ چھوڑتے ۔ اور اگر نر و مادہ ایک ساتھ ہوتے تو اس کو وصیلہ کہتے ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پیاپے دو بار مادائیں جنے درمیان میں نر نہ پیدا ہو تو ایسی اونٹنی کو وہ اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اور کہتے مادہ سے مادہ مل گئی ۔ درمیان میں نر نہیں ۔ اس لیے وہ وصیلہ کہلاتی اور بعضوں نے کہا کہ وصیلہ وہ

کہا عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ انھیں دیکھا کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو ان سے کہا کہ یہ بت کیا ہیں جن کی پوجا کرتے میں تھیں دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ان بتوں کو ہم اس لیے پوجتے ہیں کہ جب ہم ان سے بارش طلب کرتے ہیں تو یہ ہمیں بارش سے مستفید کرتے ہیں۔ اور جب ہم ان سے امداد مانگتے ہیں تو وہ ہماری امداد کرتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کیا تم ان میں سے کوئی بت مجھے نہ دوگے کہ اُسے میں سرزمین عرب کی طرف لیجاؤں کہ وہ بھی اُس کی پوجا کریں۔ انھوں نے اس کو ایک بت دیا جس کو ہبل کہا جاتا تھا۔ تو وہ اسے لے کر مکۃ آیا۔ پھر اسے ایک جگہ نصب کیا اور اس نے لوگوں کو اس کی عبادت وتعظیم کا حکم دیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ یعنی عرب خیال کرتے ہیں کہ پتھر کی پہلی پوجا جو بنی اسمٰعیل میں ہوئی وہ اس طرح تھی کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ اونٹنی ہے جس نے پے درپے دس مادائیں جنی ہوں درمیان میں کوئی نر نہو۔

حامی۔ حمی سے مشتق ہے جس کے معنی منع کرنا اور محفوظ رکھنا ہیں۔ فراء نے کہا کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس کے نطفے سے اس کی اولاد کی اولاد گابھن ہوجائے۔ تو وہ کہتے اس کی پیٹھ ممنوع یا محفوظ ہوگئی۔ یعنی اب اس پر نہ سواری کیجا سکتی ہے۔ نہ بوجھ لادا جا سکتا ہے۔ اور وہ بے مہار چھوڑ دیا جاتا۔ وہ نہ کسی پنگھٹ سے ہانکا جاسکتا نہ کسی چراگاہ سے۔ اور ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور یہی قول ابوعبیدہ اور زجاج کا بھی ہے کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس کی پشت سے دس دفعہ اولاد ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں کہتے ہیں کہ اب اس کی پیٹھ ممنوع ومحفوظ ہوگئی۔ اب اس پر نہ بوجھ لادا جاتا ہے اور نہ وہ کسی پنگھٹ یا چراگاہ سے روکا جاتا ہے۔ اور امام شافعی سے روایت ہے کہ حامی وہ نر ہے جو اپنے مالک کی اونٹنیوں کو دس سال تک حاملہ کرتا رہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس سے متواتر سات مادائیں پیدا ہوں تو اس کی پیٹھ ممنوع ومحفوظ ہوجاتی ہے۔ ان تمام اقوال میں تطبیق کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ عرب کے مختلف خاندان مختلف جسے مختلف خیالات ومختلف رسومات رکھتے تھے۔ کسی کے پاس کچھ رسم ورواج تھا تو کسی کے پاس کچھ اس سے مختلف۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وعلمہ اتم۔

(احمد محمودی)

جب مکّہ والوں پر تنگدستی آئی اور فراخی کی تلاش میں وہ دیگر ممالک کی جانب نکل چلے تو ان میں ہر ایک سفر کرنے والا مکّہ سے سفر پر جاتے وقت حرم کے پتھروں میں سے کوئی ایک پتھر حرم (محترم) کی عظمت کے لحاظ سے اپنے ساتھ اٹھا لے جاتا اور یہ مسافر جہاں کہیں اترتے اس پتھر کو رکھتے اور اس کا طواف کرتے جس طرح وہ کعبہ کا طواف کرتے تھے حتیٰ کہ اس پر ان کو ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ جس پتھر کو اچھا دیکھا اور وہ انھیں پسند آیا اسی کی عبادت کرنے لگے حتیٰ کہ پشتہا پشت گزر گئے اور جس توحید پر وہ تھے اس کو بھلا دیا اور دین ابراہیم و اسمٰعیل (علیہما السلام) کو بدل کر دوسرا دین اختیار کر لیا اور بتوں کی پوجا شروع کر دی اور ان سے پہلے کی امتیں جن گمراہیوں میں تھیں ان کی بھی وہی حالت ہو گئی۔ باوجود اس کے ان میں ابراہیم (علیہ السلام) کے زمانے کے بقیہ (رسم و رواج) کی پابندی (بھی تھی جن) میں تعظیم بیت اللہ اور اس کا طواف اور حج و عمرہ کرنا اور عرفات و مزدلفہ کا قیام اور جانوروں کی قربانی اور حج و عمرہ میں لبیک کہنا (وغیرہ بھی) تھا۔ باوجود اس کے کہ اس میں انھوں نے ایسی (بہت سی) چیزیں بھی داخل کر دیں جو اس میں کی نہ تھیں پس کنانہ میں سے قریش کے قبیلہ والے جب لبیک کہتے تو لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک کہتے۔ یعنی جی حاضر جی حاضر یا اللہ ہم تیرے لیے دہری حاضری دیتے ہیں۔ (یعنی جسم و روح دونوں سے حاضر ہیں)۔ جی حاضر جی حاضر تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے کہ وہ تیرا ہی ہے اس کا تو ہی مالک ہے۔ وہ (تیرا) مالک نہیں۔ پس وہ (کافر) لبیک کہنے میں اس (خداوند عالم) کی یکتائی کا بھی اظہار کرتے تھے پھر اس کے ساتھ اپنے بتوں کو بھی (خدائی اختیارات میں) داخل کرتے تھے اور ان بتوں کی ملکیت اس کے قبضہ (و اختیار) میں ہونے کا اقرار بھی کرتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون یعنی ان (کافروں) میں کے اکثر (افراد) اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ ساتھ) وہ شرک بھی کیے جاتے

۸۳

ہیں یعنی میرے حق کو جان کر میری یکتائی (کا اقرار) بھی کرتے ہیں اور میری مخلوق میں سے کسی نہ کسی کو میرے ساتھ شریک بھی ٹھیراتے ہیں اور نوح علیہ السلام کی قوم کے (پاس بھی) بہت سے بت تھے جن کی پرستش میں وہ لگے ہوئے تھے جس کی خبر اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے اس نے فرمایا

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

انھوں نے (قوم نوح نے اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور وَدّ و سُواع

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا

یغوث و یعوق و نسر (نامی بتوں) کو نہ چھوڑو بے شبہہ انھوں نے (اسی طرح کی باتوں سے) بہتوں کو گمراہ کر دیا۔

پس اولاد اسمٰعیل (علیہ السلام) اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی جنھوں نے بت گھڑ لیے تھے جب دین اسمٰعیل (علیہ السلام) چھوڑا تو بتوں کے نام بھی انھیں[1] (اولاد اسمٰعیل علیہ السلام) کے ناموں پر رکھ لیے تھے، حسب دل قبائل تھے۔ ہُذَیل بن مُدرکہ بن الیاس بن مضر نے سُواع (نامی بت) بنالیا حالانکہ ان کا بت بڑھا ہوا تھا۔ اور کلب بن وَبَرہ نے جو قضاعہ کا ایک قبیلہ

---

[1] (س ج د) میں ''کان الذین اتخذوا'' اور ''سموا باسمائہم'' ہے اور (الف) میں ''کانوا الذین اتخذوا'' اور ''سموا باسمائہا'' ہے کان کے بجائے کانوا کا سہو تو کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فعل جب فاعل سے پہلے ہو تو اس کا مفرد ہونا ضروری ہے اور سموا باسمائہا میں کی واحد مونث کی ضمیر اگر ولد اسمٰعیل کی طرف بحیثیت اس کے جمع مکسر ہونے کے پھیری جائے تو دونوں نسخوں کے معنی ایک ہی ہوں گے اور اگر اسمائہا کی ضمیر بتوں کی طرف پھیری جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ انھوں نے اپنے یا اپنی اولاد کے نام ان بتوں کے نام پر رکھ لیے تھے۔ (احمد محمود غفرلہ)

ہے مقام دُوْمَۃ الجندل میں وَدّ (نامی ایک بت) بنایا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ کعب بن مالک انصاری نے (اس کے متعلق یہ شعر کہا ہے۔

وَنَنْسَی اللّٰاتَ وَالْعُزّٰی وَوَدًّا ۔ وَنَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوفَا

ہم لات وعزیٰ اور وَدّ (نامی بتوں) کو بھول جائیں گے
اور ان سے (ان کے زیور) ہار اور بالے (وغیرہ کھسوٹ لیں گے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے جس کو ان شاء اللہ ہم اس کے موقع پر ذکر یں گے۔ اور کلب وَبَرَہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی طی میں سے اَنعُم نے اور بنی مَذْحِج میں سے جُرَش والوں نے مقام جُرَش میں یغوث نامی بت بنا رکھا تھا۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ اَنعُم اور طی بن اُدَد بن مالک نے (بنایا تھا) اور مالک خود مَذْحِج بن اُدَد ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ طی بن اُدد بن زید بن کہلان بن سبا نے (یغوث نامی بت بنا رکھا تھا) ابن اسحٰق نے کہا کہ قبیلہ ہمدان کی خیوان[1] نامی ایک شاخ نے سرزمین یمن کے مقام ہمدان میں یعوق نامی بت بنا رکھا تھا

ابن ہشام نے کہا کہ ہمدان کا نام اَوْسَلَۃ بن مالک بن زید بن ربیعۃ بن اوسلۃ بن الخیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اوسلۃ بن زید بن اوسلۃ بن الخیار ہے اور مالک بن نمط ہمدانی نے یہ شعر کہا ہے۔

یَرِیْشُ اللّٰهُ فِي الدُّنْیَا وَیَبْرِیْ ۔ وَلَا یَبْرِیْ یَعُوقُ وَلَا یَرِیْشُ

اللہ تعالیٰ ہی دنیا میں نفع بھی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی اور
یعوق نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔

---

[1] (الف) حیوان با حائے حطی (ب ج د) خیوان با خائے معجمہ (احمد محمودی)

اور یہ بیت اسی کے قصیدے کی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ہمدان اوسلۃ بن ربیعۃ بن مالک بن الخیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا کا بیٹا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی حمیر میں سے : ذو الکلاع کے قبیلے نے سرزمین حمیر میں نسر نامی ایک بت بنا رکھا تھا اور بنی خولان کا سرزمین خولان میں ایک بت تھا جس کو عم انس[1] کہا جاتا تھا جس کے لیے وہ اپنے ادعا کے موافق اپنے جانور اور کھیتی اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقسیم کیا کرتے تھے۔ پھر اگر کوئی چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے نذر کی جس کو خود انھوں نے اس کے لیے نامزد کر دیا ہو عم انس کے ... میں داخل ہو جاتی تو اسے اسی طرح چھوڑ دیتے اور اگر کوئی چیز عم انس کی نذر میں سے اللہ تعالیٰ کے نذرانے میں داخل ہو جاتی تو اس کو لوٹا کر اس کی نذر میں واپس کر دیتے۔ اور یہ لوگ خولان میں کے ایک چھوٹے سے قبیلہ کے تھے جس کو ادیم کہا جاتا تھا۔ اور بعض ... نے ذکر کیا ہے انھیں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔

اور انھوں نے اللہ (تعالیٰ) کے لیے (بھی) ان چیزوں میں سے جو اس نے کھیتی اور چوپائے پیدا کیے ہیں ایک حصہ مقرر کر دیا پس انھوں نے بزعم خود کہہ دیا کہ یہ (تو) اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا پھر جو (نذرانہ) ان کے شریکوں کا ہوتا وہ (تو) اللہ (کے نذرانہ) میں نہ مل سکتا اور جو اللہ کا ہوتا وہ ان کے شریکوں کے

[1] (الف) عَمّ اَنس (ب) عَمْیَانس (ج د) عم الس۔ (احمد محمودی)

(نذرانہ) میں مل جاتا (دیکھو تو کیا) برا فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔
ابن ہشام نے کہا کہ خولان عمرو بن الحاف بن قضاعہ کا بیٹا ہے اور بعض
کہتے ہیں کہ خولان عمرو بن مرہ بن اُدد بن زید بن مہسع بن عمرو بن عریب بن زید
بن کہلان بن سبا کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خولان عمرو بن سعد العشیرہ بن
مذحج کا بیٹا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی ملکان بن کنانہ بن مدرکہ کا ایک بت جس کا نام
سعد تھا جو جنگل میں ایک لمبی چٹان کی شکل کا تھا اس کے پاس بنی ملکان میں کا
ایک شخص اپنی تجارت کے بہت سے اونٹ لے کر آیا تاکہ اپنے خیال کے موافق
اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے انھیں اس کے پاس کھڑا کرے جب ان
اونٹوں نے جن پر سواری نہیں کی جاتی تھی بلکہ چراگاہ میں چرتے رہتے تھے اس بت
کو دیکھا جس پر خون بہائے جاتے تھے (جس کی وجہ سے اس کی شکل بہت
خوفناک ہو گئی تھی) تو وہ اونٹ بدک گئے اور ادھر اُدھر بھاگے اور ان کا مالک
ملکانی غصے میں آگیا اور ایک پتھر لے اس بت پر پھینک مارا اور کہنے لگا اللہ تجھے
برکت نہ دے تو نے میرے اونٹ بدکا دئیے پھر وہ ان اونٹوں کی تلاش میں نکل چلا
یہاں تک کہ انھیں جمع کیا اور جب وہ اکھٹے ہوئے تو کہا۔

أَتَيْنَا إِلَى سَعْدٍ لِيَجْمَعَ شَمْلَنَا فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدِ

وَهَلْ سَعْدُ إِلَّا صَخْرَةٌ بِتَنُوفَةٍ مِنَ الْأَرْضِ لَا يَدْعُو لِغَيٍّ وَلَا رُشْدِ

ہم سعد کے پاس آئے کہ وہ ہماری پریشاں قوتوں کو مجتمع
کر دے (یا ہماری پریشانی کو دور کرے) تو سعد نے ہمیں (اور
بھی) پریشان کر دیا پس ہم سعد (کی پرستش کرنے والوں) میں
سے نہ ہوں گے اور سعد میدان کی ایک چٹان کے سوا ہے ہی کیا وہ
تو نہ کسی کو گمراہ کر سکتا ہے نہ کسی کی رہنمائی کر سکتا ہے۔
اور معام دَوس میں عمرو بن حممہ الدوسی کا ایک بت تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں اس کا ذکر ان شاء اللہ اس کے مقام پر کروں گا اور دوس عُدثان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن الحارث بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن الاسد بن الغوث کا بیٹا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دوس عبد اللہ بن زہران بن الاسد بن الغوث کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ کعبے کے اندر ایک باؤلی پر قریش نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کو ہبل کہا جاتا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں اس کا قصہ ان شاء اللہ اس کے مقام پر بیان کروں گا

ابن اسحٰق نے کہا کہ اساف و نائلہ دو بت تھے زمزم پر بنا رکھے تھے جن کے پاس وہ لوگ قربانیاں کرتے تھے اور اساف بن بقاء و نائلہ بنت ذئب جرہم میں کا ایک مرد اور ایک عورت تھی اساف بغی کا بیٹا اور نائلہ ذئب کی بیٹی تھی اساف نائلہ پر کعبہ شریف میں چڑھ بیٹھا یعنی مرتکب زنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پتھر بنا دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے عَمرۃ بنت عبد الرحمٰن بن سعد[1] بن زرارۃ سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے سنا وہ فرمایا کرتی تھیں کہ ہم تو یہی سنتے رہے ہیں کہ اساف و نائلہ بنی جُرہم میں کا ایک مرد اور ایک عورت تھی جنھوں نے کعبہ میں ایک نئی بات کی (یعنی حرام کاری کی جو کعبے میں کبھی نہیں ہوئی تھی) تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دو پتھر بنا دئے واللہ اعلم۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے۔

وَحَیْثُ یُنِیخُ الْأَشْعَرُونَ رِكَابَهُمْ ۔۔۔ بِمُفْضَى السُّيُولِ مِنْ إِسَافٍ وَنَائِلِ

(یہ واسطہ اس مقام کا ہے جہاں اشعری لوگ اپنے اونٹ

---

[1] (الف) اسعد زیادتی الف ہے۔ (احمد محمودی)

ہٹھاتے ہیں اور اساف و نائلہ نامی بتوں کے پاس سے سیلابوں کے بہنے کی جگہ ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت ان کے ایک قصیدے کی ہے جس کو ان شاء اللہ قریب میں اس کے مقام پر بیان کروں گا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ہر گھر والے نے اپنے گھر میں ایک بت بنا رکھا تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے جب ان میں سے کوئی شخص کسی سفر کا ارادہ کرتا تو جب وہ سوار ہونے آمادہ ہوتا تو اس بت پر ہاتھ پھیرتا اور یہ وہ آخری چیز ہوتی، جو اس کے سفر کو نکلنے کے وقت ہوتی، اور جب وہ اپنے سفر سے آتا، تو اس پر ہاتھ پھیرتا، اور یہ وہ پہلی چیز ہوتی جس سے اپنے گھر والوں کے پاس جانے سے پہلے کیجاتی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید دے کر روانہ فرمایا تو قریش نے کہا۔

أَجَعَلَ الآلِهَةَ إِلٰهاً وَاحِدًا إِنَّ هٰذَا الشَّئٌ عُجَابٌ

کیا اس (شخص) نے (تمام) معبودوں کو ایک معبود بنا دیا بے شبہ یہ تو ایک بڑی عجیب چیز ہے۔

اور عربوں نے کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ چند طاغوت بھی بنا رکھے تھے اور وہ چند گھر تھے جن کا احترام وہ اسی طرح کیا کرتے تھے جس طرح کعبۃ اللہ کا ان گھروں کے بھی خدام اور محافظین ہوتے تھے۔ اور ان گھروں کے پاس بھی ہدیے گزرانے لے جاتے جس طرح کعبۃ اللہ کے لیے گزرانے جاتے تھے اور وہ ان کا بھی اسی طرح طواف کرتے جس طرح اس کا طواف ہوتا تھا اور اس کے پاس بھی اسی طرح جانور ذبح کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کعبۃ اللہ کی فضیلت کے بھی وہ مقر تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ابراہیم (علیہ السلام) کا گھر اور آپ کی مسجد ہے۔

اور قریش اور بنی کنانہ کے لیے مقام نخلۃ میں (ایک مورتی) عُزّٰی تھی او اس کے سدنۃ یعنی دربان اور محافظ بنی ہاشم کے حلیف، بنی سُلیم

میں سے بنی شیبان تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ خاص کر ابو طالب کے حلیف تھے۔ اور یہ سلیم منصور ابن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان کا بیٹا ہے۔

۸۸ ابن اسحٰق نے کہا کہ اسی کے بارے میں عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

لَقَدْ أُنْكِحَتْ أَسْمَاءُ رَأْسَ بُقَيْرَةٍ مِنَ الْأُدْمِ أَهْدَاهَا امْرُؤٌ مِنْ بَنِي غَنْمِ

اسماء ایسے شخص کے نکاح میں دیگئی ہے جو سالن پکانے کی گائے کی سری (کے جیسا کمزور اور بے جان) ہے۔ جس کو بنی غنم کے کسی شخص نے بطور قربانی پیش کیا ہو۔

رَأَى قَدَعًا فِي عَيْنِهَا إِذْ يَسُوقُهَا إِلَى غَبْغَبِ الْعُزَّى فَوَسَّعَ فِي الْقَسْمِ

وہ اسے عزّیٰ نامی بت کی قربان گاہ کی طرف ہانک لے جارہا تھا تو اس نے اس کی بینائی میں کمزوری دیکھی تو تقسیم کے گوشت میں توسیع کرنے کے لیے اسے بھی قربانی میں شریک کر دیا۔

۸۹ اور وہ اسی طرح کیا کرتے تھے کہ جب وہ کسی نذر کی قربانی کرتے تو اس کو ان لوگوں میں بانٹ دیا کرتے جو ان کے پاس موجود ہوتے غبغب کے معنی ذبح کرنے کے مقام خون بہانے کی جگہ" کے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ دونوں بیتیں ابو خراش ہذلی کی بیتوں میں کی ہیں اس کا نام خویلد بن مرہ تھا اور "سدنہ" وہ لوگ تھے جو کاروبار کعبۃ اللہ کے منتظم تھے رؤبۃ العجاج نے کہا ہے۔

فَلَا وَرَبِّ الْآمِنَاتِ الْقُطَّنِ بِمَحْبِسِ الْهَدْيِ وَبَيْتِ الْمَسْدَنِ

خدام بیت اللہ کے گھروں میں اور قربانی کے جانور رہنے کے مقام میں بے خوف رہنے والے جانوروں کے پروردگار کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

یہ دونوں بیتیں (یعنی مذکورہ بالا شعر) اس کے ایک بحر رجز کے

قصیدے کی ہیں ان شاء اللہ اس کا بیان اس کے مقام پر کروں گا۔

۹ ابن اسحق نے کہا کہ مقام طائف میں قبیلہ ثقیف کی ایک مورتی لات تھی اور اس کے دربان و محافظ بنی ثقیف میں سے بنی مُعَتِّب تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ اس کے مقام پر کرونگا۔

ابن اسحق نے کہا کہ اَوس وخزرج اور یثرب والوں میں سے ان کے ہم مذہب لوگوں کی ایک مورتی مَناۃ تھی جو ضلع مُشَلَّل کے مقام قُدَیْد میں ساحل سمندر پر تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ کُمَیت بن زید نے جو بنی اسد بن خزیمہ بن مدرکہ میں کا ایک شخص ہے یہ شعر کہا ہے۔

وَقَدْ آلَتْ قَبَائِلُ لَا تُوَلِّی مَنَاۃَ ظُهُورَهَا مُتَحَرِّفِینَا

حالانکہ چند قبیلوں نے قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا تھا کہ مڑکر بھی اپنی پیٹھیں مناۃ کی جانب نہ کریں گے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کی بیت ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مناۃ کی جانب ابی سفیان بن حرب کو روانہ فرمایا تو انھوں نے اس کو ڈھا دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو روانہ فرمایا۔

۹۱ ابن اسحق نے کہا کہ ذو الخلصہ ایک بت قبائل دَوس وخثعم وبَجِیلہ اور ان عربوں کا تھا جو ان کی بستیوں میں رہا کرتے تھے اور یہ بت مقام تبالہ میں تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے ذو الخلصہ کہا ہے۔ عرب کے ایک شخص نے کہا ہے!

لَوْ کُنْتَ یَا ذَا الْخَلَصِ الْمَوْتُورَا مِثْلِی وَکَانَ شَیْخُكَ الْمَقْبُورَا
لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ الْعُدَاةِ زُورَا

اے ذو الخلص اگر تو بھی میری طرح مظلوم ہوتا اور تیرا
بھی کوئی بزرگ جاندار دفن کر دیا گیا ہوتا تو دشمنوں کے قتل کرنے
سے مصنوعی طور پر بھی تو منع نہ کرتا۔

اس شخص کا باپ مار ڈالا گیا تھا تو اس نے اس کا بدلہ لینا چاہا تو ذوالخلصہ کے پاس آیا اور تیروں کے ذریعہ قسمت دریافت کی (یعنی یہ معلوم کرنا چاہا کہ ایسا کرنا اس کے لیے اچھا ہے یا نہیں وہ بدلہ لے سکے گا یا نہیں) تو اس کام کی ممانعت کا تیر نکلا تو اس نے یہ مذکورہ ابیات کہے۔ بعض لوگ ان ابیات کو امرالقیس بن حُجر الکندی کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب جریر بن عبداللہ البجلی کو روانہ فرمایا اور انھوں نے اس کو منہدم کیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ فلس نامی ایک بت بنی طَیٔ اور ان لوگوں کا تھا جو بنی طَیٔ کے دونوں پہاڑوں کے پاس رہتے تھے اور یہ بت سَلمیٰ اور اَجا دو پہاڑوں کے درمیان تھا۔

۹۲ ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو روانہ فرمایا تو آپ نے یعنی علی رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھایا تو اس میں آپ نے دو تلواریں پائیں ان میں سے ایک کو رسوب اور دوسری کو مِخذَم کہا جاتا تھا آپ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں تلواریں آپ کو عنایت فرما دیں یہی وہ تلواریں تھیں جو علی رضی اللہ عنہ کی تلواریں (مشہور) تھیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ حمیر اور یمن والوں کا ایک گھر مقام صنعا میں تھا جس کو رِئام کہا جاتا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں نے سابق میں اس کا بیان کر دیا ہے۔

۹۳ اور بنی ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا رُضاء نامی ایک گھر تھا اسی کے متعلق مُستَوغِر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے جب زمانہ اسلام میں

اس کو ڈھایا تو یہ شعر کہا ۔

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلَى رُضَاءٍ شَدَّةً فَتَرَكْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ أَسْحَمَا

میں نے رضاء نامی گھر کے ڈھانے میں ایسی ہوی ضربیں
لگائیں کہ اس کو ویراں سیاہ زمین بنا ڈالا ۔

ابن ہشام نے کہا کہ فترکہا قفرا بقاع اسحما ۔ بنی سعد کے ایک اور شخص سے
بھی مروی ہے یعنی اس شعر کی نسبت ایک اور شخص کی طرف بھی کیجاتی ہے ۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگوں نے مُسْتَوْغِر کے متعلق کہا ہے کہ وہ
تین سو تیس سال زندہ رہا اور اس نے بنی مُضَر میں سب سے زیادہ عمر پائی اور
یہی وہ شاعر ہے جو کہتا ہے ۔

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الْحَيَاةِ وَطُولِهَا وَعَمَرْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِينَ مِئِينَا

زندگی اور اس کی درازی سے میں اکتا گیا ہوں اور سینکڑوں
سال زندہ رہ چکا ہوں ۔

مِائَةٌ حَدَتْهَا بَعْدَهَا مِائَتَانِ لِي وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّهُورِ سِنِينَا

دو سو سال اپنے بعد میرے لیے اور ایک سو سال لائے اور
چند سال اس سے بھی بڑھ چکا ہوں جو مہینوں کے دنوں کی تعداد میں
ہیں (یعنی ۲۰۰ + ۱۰۰ + ۳۰ = ۳۳۰ سال میری عمر ہو چکی ہے)

هَلْ مَا بَقِي إِلَّا كَمَا قَدْ فَاتَنَا يَوْمٌ يَمُرُّ وَلَيْلَةٌ تَحْدُونَا

کیا جو کچھ (عمر کا زمانہ) باقی رہ گیا ہے وہ ایسا ہی نہیں
ہے جیسا کہ (ابھی ابھی) ہمارے پاس سے گزر چکا ہے کہ دن گزرتا
ہے اور رات ہمیں (موت کی جانب) ہانکے لیے جا رہی ہے ۔

بعض لوگ ان اشعار کو زُہیر بن جناب کلبی سے روایت کرتے ہیں ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بکر و تغلب وائل دا باد کے دونوں بیٹوں کا
کا ایک گھر ذو الکعبات نامی سنداد میں تھا۔ اسی گھر کے متعلق اعشیٰ بنی قیس بن
ثعلبہ کا ایک شخص کہتا ہے

بَیْنَ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِیْرِ دَبَارِقٍ ۔۔۔ وَالْبَیْتِ ذِی الْکَعَبَاتِ[1] مِنْ سِنْدَادِ

اس کعب گھر کی قسم جو مقام سنداد میں خورنق و سدیر
وبارق نامی مقامات کے درمیان ہے۔

۹۵ ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اسود بن یعفر نہشلی کا ہے وہ نہشل جو دارم
ابن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کا بیٹا ہے۔ یہ شعر اس کے
ایک قصیدے کا ہے اور مجھے یہ شعر ابو محرز خلف الاحمر نے اس تغیر کے ساتھ
سنایا۔

أَهْلِ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِیْرِ وَبَارِقٍ ۔۔۔ وَالْبَیْتِ ذِی الشُّرُفَاتِ مِنْ سِنْدَادِ

وہ لوگ خورنق و سدیر و بارق والے ہیں اور اس گھر والے
ہیں جو عظمتوں والا اور سنداد میں ہے۔

رسم بَحِیْرَہ وسَائبہ ووَصِیلہ وحامِی

ابن اسحٰق نے کہا کہ بحیرہ سائبہ کی مادہ اولاد کو کہتے ہیں اور سائبہ
اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے مسلسل دس مادائیں جنی ہوں ان کے درمیان

---

[1] (الف ب) ذی الکعبات (ج د) ذی الشرفات یعنی عظمتوں والا ہے۔
(احمد محمودی)

کوئی نر نہ پیدا ہوا ہو (ایسی اونٹنی بے مہار) چھوڑ دی جاتی تھی اور اس پر نہ سواری کی جاتی تھی اور نہ اس کے بال کترے جاتے اور نہ اس کا دودھ بجز مہمان کے اور کوئی پیتا اگر اس کے بعد بھی وہ مادہ جنتی تو اس کا کان پھاڑ دیا جاتا اور اس کی ماں کے ساتھ اس کو بھی چھوڑ دیا جاتا اور اس پر بھی نہ سواری کیجاتی اور نہ اس کے بال کترے جاتے اور نہ اس کا دودھ بجز مہمان کے اور کوئی پیتا جس طرح اس کی ماں کے ساتھ کیا جاتا تھا اور سائبہ کی یہی مادہ اولاد بحیرہ کہلاتی ہے۔

۹۶

اور وصیلہ وہ بکری ہے جس نے پانچ دفعہ میں مسلسل دس مادائیں جنی ہوں جن کے درمیان کوئی نر نہو تو وصیلہ بنادی جاتی یعنی وہ کہدیتے "قد وصلت" یعنی وہ متواتر مادائیں جن چکی۔ پھر اس کے بعد جو بچے وہ جنتی وہ ان کے مردوں کا حصہ ہوتا ان کے عورتوں کو کچھ حصہ نہ ملتا مگر ایسی صورت میں کہ ان میں سے کوئی بکری مردار ہو جاتی تو اس کے کھانے میں ان کے مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بھی روایت آئی ہے کہ اس کے بعد جو کچھ وہ جنتی وہ ان کی بیٹیوں کو چھوڑ کر بیٹوں کے لیے ہوتا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ حامی وہ نر اونٹ ہوتا تھا جس کے نطفے سے متواتر دس مادائیں پیدا ہوتیں ان کے درمیان کوئی نر نہوتا ایسی صورت میں اس کی پشت محفوظ ہو جاتی اور اس پر نہ سواری کیجاتی تھی نہ اس کے بال کاٹے جاتے۔ اس کو اونٹوں کے گلہ میں چھوڑ دیا جاتا تھا کہ ان میں رہ کر ان سے جفت ہوا کرے اس کے سوا اس سے اور کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ طریقہ عرب کی مختلف جماعتوں کے پاس اس سے جدا بھی تھا مگر حامی کے متعلق ان کے پاس ابن اسحٰق کے قول کے موافق ہی عمل ہوتا تھا۔

اور بحیرہ ان کے پاس وہ اونٹنی کہلاتی جس کا کان پھاڑ دیا جاتا اور اس پر سواری نہ کی جاتی اور نہ اس کے بال کاٹے جاتے اور نہ اس کا دودھ

پیا جاتا مگر مہمان (اس کا دودھ پی سکتا تھا) یا اس کو بطور صدقہ دے دیا جاتا اور وہ ان کے بتوں کے لیے چھوڑ دی جاتی۔

اور سائبہ وہ اونٹنی ہوتی جس کے متعلق کوئی شخص نذر کرتا کہ اگر اس نے اپنی بیماری سے صحت حاصل کر لی یا اس نے اپنا مقصد پا لیا تو وہ اس کو (بتوں کے لیے) چھوڑ دے گا پھر جب ایسا ہوتا یعنی صحت یا مقصد حاصل ہو جاتا تو وہ اپنے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ یا اونٹنی اپنے بعض بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور وہ جہاں بھی بھرتی اور چرتی رہتی اس سے اور کوئی فائدہ حاصل نہ کیا جاتا۔

اور وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس [illegible] ماں نے حمل میں [illegible] دو بچے [illegible] ان کا مالک

97

ان میں سے ماداؤں کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور نروں کو خود اپنے لیے رکھ لیتا (اور اس کو وصیلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ) اس کی ماں اس کو اس طرح جنتی ہے کہ ایک ہی حمل میں اس کے ساتھ نر بھی ہوتا ہے تو وہ کہتے وصلت [illegible] وہ اپنے بھائی کے ساتھ مل گئی پس اس کے ساتھ اس کے بھائی کو بھی چھوڑ دیا جاتا اور اس سے بھی کسی طرح کا فائدہ حاصل نہ کیا جاتا۔[1]

ابن ہشام نے کہا کہ اس تفصیل کو [illegible] [illegible] کے سوا دوسروں نے بھی بیان کیا ہے [illegible] [illegible] ہیں تو دوسرے کی [illegible] ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب اللہ [illegible] نے اپنے رسول محمد صلی اللہ [illegible] وسلم کو بھیجا تو آپ پر یہ آیت نازل [illegible]۔

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِن يَكُن مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ

---

[1] خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں (احمد محمودی)

[2] (الف) یکون ہے جو غلط ہے۔ (احمد محمودی)

حَكِيمٌ عَلِيمٌ۔

انھوں نے (کافروں نے) کہا کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ خاص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیبیوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردار ہو جائے تو وہ سب اس میں شریک (ہوتے) ہیں قریب ہیں وہ (اللہ تعالیٰ) انھیں ان کے (اس غلط بیانی کی جزا دے گا بے شبہہ وہ بڑی حکمت والا بڑے علم والا ہے۔
اور آپ پر یہ بھی نازل فرمایا۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَاماً وَحَلَالاً قُلْ آللهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللهِ تَفْتَرُونَ

(اے نبی) تو (ان سے) کہہ اللہ نے جو رزق تمھارے لیے اتارا ہے کیا تم نے (کبھی) اس (بارے) میں غور کیا ہے کہ اس میں سے کچھ تو تم حرام ٹھیراتے ہو اور کچھ حلال (کیا یہ طریقہ صحیح ہے) تو کہہ کیا اللہ نے تمھیں (اس امر کی) اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افترا پردازی کرتے ہو۔
اور آپ پر یہ بھی نازل فرمایا۔

مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ

[1] نسخہ (الف) میں کلام مجید کے خط کشیدہ جملات چھوٹ گئے ہیں۔ (احمد محمودی)

أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

بھیڑوں میں سے دو اور بکریوں میں سے دو (جوڑے جوڑے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں اے نبی) تو ان سے کہہ کیا (اللہ نے) دونروں کو حرام کیا ہے یا دو ماداؤں کو یا اس (چیز) کو (حرام کیا ہے) جس پر ماداؤں کی بچہ دانیاں حاوی ہیں (یعنی کیا نر و مادہ دونوں حرام کیے گئے ہیں) اگر تم سچے ہو تو مجھے علمی (طور پر مسئلہ کی تحقیق) خبر دو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور (گائے) بیل میں سے دو (جوڑے جوڑے اس نے پیدا کیے ان سے) کہہ کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادائیں یا وہ تمام چیزیں حرام کی ہیں) جس پر ماداؤں کی بچہ دانیاں حاوی ہیں (کیا یہ تمام باتیں تم نے اپنی جانب سے گھڑ لی ہیں) یا اللہ نے جب تمھیں اس کا حکم فرمایا (تو اس وقت) تم (اس کے روبرو) حاضر تھے (اور اپنی آنکھوں دیکھی بات بیان کر رہے ہو خدا سے ڈرو اور اس پر اس طرح افترا پردازی نہ کرو) اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا تاکہ بے علمی سے لوگوں کو بھٹکائے یقینی بات ہے کہ اللہ ظالموں کو (کبھی) راہ راست پر نہیں چلاتا۔

۹۸ ابن ہشام نے کہا کہ تمیم بن اُبَیّ بن مقبل نے جو بنی عامر بن صعصعہ کا ایک شخص ہے کہا ہے۔

فِيهِ مِنَ الْأَخْرَجِ الْمِرْبَاعِ قَرْقَرَةٌ ۔ هَدْرَ الدِّيَافِيِّ وَسْطَ الْهَجْمَةِ الْحُجُرِ

لہ۔ (الف) میں الریافی راے مہملہ ہے لیکن اس کے کوئی مناسب معنی ہیں یہاں سمجھ میں

اس مقام پر چنکبرے مست گورخر کی آواز اس طرح آتی
ہے جس طرح ان دیافی اونٹوں کے بغبغانے کی آواز جن میں تقریباً
ایک سو ذبح کیے جانے سے محفوظ چھٹے بھرنے والے اونٹ ہوں
اور یہ بیت اس کے قصیدے کی ہے۔
اور ایک شاعر نے کہا ہے۔

حَوْلَ الْوَصَائِلِ فِي شُرَيْفٍ حِقَّةٌ ۔۔۔ وَالْحَامِيَاتُ ظُهُورَهَا وَالسُّيَّبُ

مقام شریف میں بیا پے ما دائیں جننے والی اونٹنیوں یا
بکریوں کے اطراف چار سالہ اونٹنیاں اور ایسے اونٹ ہیں جن کی
پیٹھیں سواری کرنے سے محفوظ ہیں اور ایسی اونٹنیاں بھی ہیں
جنھیں دس دس ما دائیں جننے کے سبب بے مہار چھوڑ دیا گیا ہے۔
اور وصیلہ کی جمع وصائل اور وُصل ہے اور بحیرہ کی جمع بحائر اور
بُحُر ہے اور سائبہ کی جمع زیادہ تر سوائب آتی اور سُیَّب بھی آتی ہے اور
حام کی جمع اکثر حوام آتی ہے۔

(بیان نسب کا تکملہ)

ابن اسحٰق نے کہا بنی خزاعہ کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور
یمن والوں میں سے ہیں۔
ابن ہشام نے کہا کہ ان (روایات) میں سے جو مجھ سے ابو عبیدہ
اور اس کے علاوہ دوسرے اہل علم نے بیان کیا یہ ہے، بنی خزاعہ کہتے ہیں
کہ ہم عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ہیں آئے الفتہ (ب ج د) میں الدیافی با دال مہملہ ہے،
دیاف کے متعلق سہیلی اور طحطاوی دونوں نے لکھا ہے کہ شام میں ایک مقام کا نام ہے۔
(احمد محمودی)

لے۔ (الف) میں سیب نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ابن مازن بن الاسد بن الغوث کی اولاد ہیں ۔ اور ہماری[1] ماں خندف ہے اور
بعض کہتے ہیں کہ خزاعہ حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور ان کا نام خزاعہ[2]
اس لیے رکھا گیا کہ وہ جب شام کو جانے کے ارادے سے یمن ہوتے ہوئے
آئے تو عمرو بن عامر کی اولاد سے علیحدہ ہو کر مر الظہران میں اتر پڑے اور
اور وہیں سکونت اختیار کر لی عوف[3] بن ایوب انصاری نے جو بنی عمرو بن سواد
بن غنم بن کعب بن سلمہ بن[4] الخزرج میں کا ایک شخص ہے (حالت) اسلام (یا
زمانہ اسلام) میں کہا ہے ۔

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَرٍّ تَخَزَّعَتْ ۔۔۔ خُزَاعَةُ مِنَّا فِي خُبُولٍ[5] كَرَاكِرِ

جب ہم وادی مر میں اترے تو بنی خزاعہ کے متعدد دستے
بہت گھروں میں ہم سے علیحدہ ہو گئے ۔

حَمَتْ كُلَّ وَادٍ مِنْ تِهَامَةَ وَاحْتَمَتْ ۔۔۔ بِصُمِّ الْقَنَا وَالْمُرْهَفَاتِ الْبَوَاتِرِ

اور انھوں نے تہامہ کی ہر ایک وادی کی محافظت کی اور
خود بھی مضبوط نیزوں اور سر تلواروں کے ذریعے محفوظ رہے۔

یہ دونوں بیت اس کے ایک قصیدے کی ہیں ۔ اور ابو مطہر اسمٰعیل بن
رافع الانصاری نے جو بنی حارثہ بن الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن

---

[1] ۔ (الف) میں امّھا ہے یعنی ان کی ماں ۔ (احمد محمودی)

[2] خزع عن القوم کے معنی انقطع عنہم ان سے علیحدہ ہو گیا اور تخزعوا کے معنی اقتسموا متفرق ہو گئے ہیں (احمد محمودی)

[3] ۔ (الف) عون بالنون (ب ج د) عوف بالفاء ۔ نسخہ (ب) کے حاشیہ پر اس کی صراحت ہے کہ سہیلی اور معجم البلدان کی روایت میں عوف بالفاء ہی ہے ۔ (احمد محمودی)

[4] ۔ (الف) میں بن کے بجائے من ہے ۔ (احمد محمودی)

[5] ۔ (ب ج د) خبول (الف) حلول جس کے معنی بہت سے گھروں کے ہیں ۔
(احمد محمودی)

الاوس میں کا ایک شخص ہے کہا ہے۔

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَكَّةَ أَحْمَدَتْ　　خُزَاعَةُ دَارَ الْآكِلِ الْمُتَحَامِلِ

پھر جب ہم وادی مکہ میں اترے تو خزاعہ نے ظلم کرنے والوں اور (دوسروں) کو کھا جانے والے خاندان کے ساتھ قابل تعریف برتاؤ کیا۔ یا مہمان کا بار اٹھانے والے گھر کے ساتھ قابل تعریف برتاؤ کیا یعنی مہمان نوازی کی۔

۱۶ فَحَلَّتْ أَكَارِيسًا وَشَنَّتْ قَنَابِلًا　　عَلَى كُلِّ حَيٍّ بَيْنَ نَجْدٍ وَسَاحِلِ

وہ جتھے جتھے بن کر اترے اور پہاڑ اور ساحل کے درمیان تمام قبیلوں یا خاندانوں پر ایک دستے نے ہر طرف سے حملہ کر دیا۔

نَفَوْا جُرْهُمًا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ وَاحْتَبَوْا　　بِعِزٍّ خُزَاعِيٍّ شَدِيدِ الْكَوَاهِلِ

جرہم کو وادی مکہ سے باہر کر دیا اور قوت والے بنی خزاعہ کے لیے عزت حاصل کر کے آرام لیا۔

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم انھیں جرہم کی جلا وطنی کے بیان میں ذکر کریں گے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مدرکۃ بن الیاس کے دو لڑکے ہوئے خزیمۃ بن مدرکۃ اور ہذیل بن مدرکۃ ان دونوں کی ماں بنی قضاعہ میں کی ایک عورت تھی خزیمہ کے چار لڑکے ہوئے کنانۃ بن خزیمۃ اسد بن خزیمۃ اسدہ بن خزیمۃ اور ہون بن خزیمۃ۔ کنانۃ کی ماں عوانۃ بنت سعد بن عیلان بن مضر تھی۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ الہون بن خزیمۃ ہے۔

۱۰۲ ابن اسحٰق نے کہا، کنانہ بن خزیمۃ کے بھی چار لڑکے ہوئے النضر بن کنانۃ مالک بن کنانۃ عبد مناۃ بن کنانۃ اور ملکان بن کنانۃ النضر کی ماں تو برہ بنت

مُرّ بن اُدّ بن طابخہ بن الیاس بن مضر تھی اور اس کے تمام (دوسرے) بچے ایک دوسری عورت سے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ نضر اور مالک اور ملکان کی ماں بَرَّہ بنت مُرّ تھی اور عبد مناۃ کی ماں ہالہ بنت سُوَید بن الغِطریف اَزد شَنُوءَہ کے خاندان سے تھی۔ اور شَنُوءَہ کا نام عبداللہ بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن اَسد بن الغوث تھا۔ اور ان کا نام شنوءہ اس وجہ سے پڑ گیا کہ ان میں آپس میں بہت دشمنی تھی شنئان کے معنی دشمنی کے ہیں

ابن ہشام نے کہا کہ نضر ہی کا نام قریش ہے۔ جو شخص نضر کی اولاد میں ہوگا وہی قُرَشِیّ کہلائے گا۔ اور جو نضر کی اولاد میں نہ ہوگا وہ قرشی بھی نہ ہوگا۔

جریر بن عطیہ جو بنی کُلَیب بن یَربوع بن حَنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں کا ایک شخص ہے ہشام بن عبدالملک بن مروان کی ستائش میں کہتا ہے۔

فَمَا الْاُمُّ الَّتِی وَلَدَتْ قُرَیْشاً ‏ ‏ ‏ ‏ بِمُقْرِفَةِ النِّجَارِ وَلَا عَقِیْمِ

جس ماں نے قریش کو جنا ہے نہ وہ نسب کے لحاظ سے
عیب دار ہے اور نہ بانجھ ہے

وَمَا قَرْمٌ بِأَنْجَبَ مِنْ أَبِیْکُمْ ‏ ‏ ‏ ‏ وَمَا خَالٌ بِأَکْرَمَ مِنْ تَمِیْمِ

اے قبیلۂ قریش نہ کوئی بزرگ خاندان تمہارے باپ
سے زیادہ شریف ہے نہ کسی کا ماموں تمیم سے زیادہ عزت والا ہے۔

شاعر بَرَّہ بنت مُرّ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو تمیم بن مُرّ کی بہن اور النضر کی ماں تھی اور یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔

بعضوں نے فہر بن مالک کا نام قریش بتایا ہے تو جو شخص فہر کی اولاد میں ہوگا وہ قُرَشی کہلائے گا۔ اور جو فہر کی اولاد میں نہ ہوگا وہ قرشی نہ سمجھا جائے گا قریش کا نام قریش اس لیے مشہور ہو گیا کہ تقرش کے معنی اکتساب و تجارت کے ہیں رُؤبہ بن العجاج کہتا ہے۔

۱۰۳

قَدْ كَانَ يُغْنِيهِمْ عَنِ الشَّغُوشِ — وَالخَشْلِ مِنْ تَسَاقُطِ الْقُرُوشِ

شَحْمٌ وَمَحْضٌ لَيْسَ بِالْمَغْشُوشِ

چکنا (گوشت) اور سادہ خالص دودھ جو مسلسل تجارت
ور کمائی کے سبب انھیں حاصل ہوا گیہوں (کی جیسی سادہ غذا)
اور پا زیب کنگن (وغیرہ کی زیب و آرائش) سے بے نیاز کرنے
کے لیے انھیں کافی تھا۔ یعنی مزیدار غذا ملنے کے سبب سادہ
غذا کی طرف رغبت [illegible] اور گوشت دودھ
کھانے سے ان کے چہرے سرخ و سفید اور خوبصورت ہوگئے تھے
اس لیے وہ زیورات کی زیب و زینت سے بے نیاز ہوگئے تھے

ابن ہشام نے کہا کہ ایک قسم کے گیہوں کو شغوش کہتے ہیں اور پا
زیب کنگن وغیرہ کے زیوروں کو خشل کہا جاتا ہے اور قروش کے معنی اکتساب
تجارت کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ چربی اور خالص سادہ دودھ نے انھیں ان
سے بے نیاز کر دیا تھا۔

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے میں کے ہیں جو بحر رجز میں ہے
ابو خلدہ یشکری نے جو یشکر بن وائل کا بیٹا تھا، کہا ہے

إِخْوَةٌ قَرَشُوا الذُّنُوبَ عَلَيْنَا — فِي حَدِيثٍ مِنْ عُمْرِنَا وَقَدِيمِ

وہ بھائی تو ہیں لیکن انھوں نے اِدھر اُدھر سے جمع کرکے
ہم پر ایسے الزام قائم کیے ہیں جو ہماری کم عمری کے زمانے کے بھی ہیں
اور اس سے پہلے کے بھی۔
یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

لہ۔ الف۔ ب ط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ قریش کو قریش اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ متفرق ہونے کے بعد پھر ایک جگہ جمع ہوئے ہیں۔ اور جمع ہونے کو تقرش کہتے ہیں نضر بن کنانہ کے دو لڑکے تھے مالک بن نضر اور یخلد بن نضر۔ مالک کی ماں عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھی۔ اور مجھے خبر نہیں کہ یخلد کی ماں بھی یہی تھی یا نہیں۔ ۱۰۴

ابن ہشام نے کہا کہ بعض روایات کے لحاظ سے صلت بن عمرو ہی ابو عمرو مدنی ہے ان سب کی ماں بنت سعد بن ظرب العدوانی تھی۔ اور عدوان عمرو بن قیس بن عیلان کا بیٹا تھا۔ کثیر بن عبدالرحمٰن جس کا نام کثیر عزہ تھا جو بنی خزاعہ کی شاخ بنی ملیح بن عمرو میں سے تھا۔ کہتا ہے۔

أَلَيْسَ أَبِي بِالصَّلْتِ، أَمْ لَيْسَ إِخْوَتِي \ لِكُلِّ هِجَانٍ مِنْ بَنِي النَّضْرِ أَزْهَرَا

کیا میرا باپ صلت نہیں یا میرے بھائی بنی النضر کے ہر ایک کی اولاد میں سے مشہور نہیں۔

رَأَيْتُ ثِيَابَ الْعَصْبِ مُخْتَلِطَ السَّدَى \ بِنَا وَبِهِمْ وَالْحَضْرَمِيَّ الْمُخَصَّرَا

وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا مِنْ بَنِي النَّضْرِ فَاتْرُكُوا \ أَرَاكًا بِأَذْنَابِ الْفَوَائِجِ أَخْضَرَا

اے مخاطب تو ہماری اور ان کی یمنی چادروں اور حضرمی بیلی کمر والی نعلینوں (جوتوں) کی اصل واحد کو بھی ایک دوسری سے ملی ملی پائے گا اور اگر تم بنی نضر میں سے نہیں ہو تو سرسبز پیلو کے جنگل کو ندیوں کی انتہائیں تک چھوڑ دو۔ (یعنی اس جنگل سے نکل جاو) یہ بیلتیں اسی کے ایک قصیدے کی ہیں بنی خزاعہ میں کے جو لوگ خود کو صلت بن النضر کے خاندان سے منسوب کرتے ہیں وہ کثیر عزہ کی ایک جماعت بنو ملیح بن عمرو ہے۔ ۱۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ مالک بن نضر کا لڑکا فہر بن مالک تھا جس کی ماں جندلہ

بنت الحارث بن مضاض جرہمی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ ابن مُضاض ابن مضاض اکبر نہیں ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ فہر بن مالک کے چار لڑکے تھے۔ غالب بن فہر محارب بن فہر حارث بن فہر اور اسد بن فہر اور ان کی ماں لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ جندلہ فہر کی لڑکی تھی اور یہی جندلہ یربوع بن حنظلہ ابن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کی ماں تھی۔ اور جندلہ کی ماں لیلیٰ بنت سعد تھی جریر بن عطیہ بن الخطفی نے کہا ہے اور خطفی کا نام حدیعہ بن بدر بن سلمہ بن عوف بن کلیب بن یربوع بن حنظلہ تھا

وَإِذَا عَضِبْتُ رَمَى وَرَائِي بِالْحَصَا ؛ أَبْنَاءُ جَنْدَلَةٍ كَخَيْرِ الْجَنْدَلِ

جب میں (کسی پر) غصہ میں آتا ہوں تو جندلہ کے بچے جو
بہترین چٹان کی طرح قوی ہیں میرے سامنے رہتے اور (دشمن پر)
پتھر برساتے ہیں۔ یہ بیت اسی کے ایک قصیدے کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ غالب بن فہر کے دو بیٹے ہوئے لوی بن غالب اور تیم بن غالب ان کی ماں سلمیٰ بنت عمرو الخزاعی تھی۔ اور بنی تیم ہی وہ لوگ ہیں جو بنی الادرم کہلاتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ایک اور لڑکا قیس بن غالب بھی تھا جس کی ماں سلمی بنت کعب بن عمرو الخزاعی تھی۔ اور لوی اور تیم غالب کے دونوں بیٹوں کی ماں بھی یہی سلمیٰ تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ لوی بن غالب کے چار لڑکے ہوئے کعب بن لوی عامر بن لوی سامہ بن لوی اور عوف بن لوی کعب و عامر و سامہ کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر بنی قضاعہ میں کی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ ایک اور لڑکا حارث بن لوی بھی تھا اس کی اولاد بنی جشم بن الحارث کہلاتی ہے جو بنی ربیعہ کی شاخ ہزان میں سے ہے۔

جریر کہتا ہے۔

بَنِی جُشَمٍ، لَسْتُمْ لِھِزَّانَ، فَانْتَمُوا ۔۔۔ لِأَعْلَی الرَّوَابِی مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ

وَلَا تُنْکِحُوا فِی آلِ ضَوْرٍ نِسَاءَکُمْ ۔۔۔ وَلَا فِی شُکَیْسٍ بِئْسَ مَثْوَی الْغَرَائِبِ

اے بنی جشم تم بنی ہزان میں سے نہیں ہو اس لیے اپنے
خاندان کا انتساب ان نمایاں ہستیوں کی طرف کرو جو لوئی بن غالب
سے اوپر ہوں۔ اور اپنی لڑکیوں کی شادیاں بنی ضور اور بنی شکیس
میں سے کسی کے ساتھ نہ کرو کہ اجنبیوں کا ٹھکانا اچھا نہیں۔

اور سعد بن لوئی بھی لوئی کا ایک لڑکا تھا۔ اور یہ سب بُنانہ سے نسبت رکھتے ہیں جو قبیلہ ربیعہ میں کے شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب ابن علی بن بکر بن وائل کی ایک شاخ ہے اور بنانہ اس قبیلے کی مربیہ تھی جو بنی القین بن جسر بن شیع اللہ۔ اور بعض کہتے ہیں سیع اللہ بن الاسد ابن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ میں کی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں النمر بن قاسط کی بیٹی تھی اور بعض کہتے ہیں جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھی۔ اور خزیمہ بن لوئی بھی اس کا ایک لڑکا تھا۔ اور یہ لوگ عائذہ سے منسوب ہیں جو شیبان بن ثعلبہ کی شاخ ہے عائذہ ایک عورت کا نام تھا جو یمن والی تھی۔ اور یہ عورت بنی عبید بن خزیمہ بن لوئی کی ماں تھی۔ اور عامر بن لوئی کے سوا تمام بنی لوئی کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر تھی۔ اور عامر بن لوئی کی ماں مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھی بعض کہتے ہیں کہ لیلیٰ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھی۔

حالات سامہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ سامہ بن لوئی عمان کی طرف چلا گیا اور وہیں رہا

عرب کا خیال ہے کہ عامر بن لؤی نے اس کو نکالا۔ اور اس لیے نکالا کہ ان دونوں میں کچھ رنجش تھی۔ سامہ نے عامر کی آنکھ پھوڑ دی۔ تو عامر نے اس کو ڈرایا وہ عمان کی طرف نکل گیا۔ عرب کا خیال ہے کہ جب سامہ بن لؤی اپنی اونٹنی پر جا رہا تھا۔ اور راستے میں اونٹنی چر رہی تھی کہ ایک سانپ نے اس اونٹنی کو پکڑ کر کھینچا اور وہ اپنے ایک بازو کے بل گر پڑی سانپ نے سامہ کو ڈس کر مار ڈالا۔ سامہ نے جب موت آتی دیکھی تو عربوں کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ شعر کہے۔

عَيْنُ فَابْكِي لِسَامَةَ بْنِ لُؤَيٍّ ‏ عَلِقَتْ سَاقَ سَامَةَ الْعَلَّاقَهْ

اے آنکھ سامہ بن لؤی کے لیے رو کہ سامہ کو ایک بڑی لپٹنے والی چیز لپٹ گئی۔

۱۰۸ لَا أَرَى مِثْلَ سَامَةَ بْنِ لُؤَيٍّ ‏ يَوْمَ حَلُّوا بِهِ قَتِيلًا لِنَاقَهْ

جس روز لوگ اس مقام پر اترے تو اونٹنی پر مرنے والے سامہ بن لؤی کے جیسا کوئی دوسرا نظر نہ آتا تھا۔

بَلِّغَا عَامِرًا وَكَعْبًا رَسُولًا ‏ أَنَّ نَفْسِي إِلَيْهِمَا مُشْتَاقَهْ

عامر اور کعب کو میرا یہ پیام پہنچا دو کہ میں ان دونوں کا مشتاق ہوں۔

إِنْ تَكُنْ فِي عُمَانَ دَارِي فَإِنِّي ‏ غَالِبِيٌّ خَرَجْتُ مِنْ غَيْرِ فَاقَهْ

اگر عمان میں میرا گھر ہو (بھی تو مجھے اس سے کس طرح خوشی ہو سکتی ہے کہ) میں تو بنی غالب میں کا ایک شخص ہوں اور بے ضرورتِ کسبِ رزق نکلا ہوں۔

رُبَّ كَأْسٍ هَرَقْتَ يَا ابْنَ لُؤَيٍّ ‏ حَذَرَ الْمَوْتِ لَمْ تَكُنْ مُهْرَاقَهْ

اے لؤی کے بیٹے موت کے ڈر سے تو نے بعض ایسے
پیالے لنڈھا دئیے جو لنڈھانے کے قابل نہ تھے (موت کے
ڈر سے بعض قابل استفادہ چیزوں سے تو نے استفادہ نہیں کیا۔

رُمْتَ دَفْعَ الْحُتُوفِ یَا ابْنَ لُؤَیٍّ   مَالِمَنْ رَامَ ذَاكَ بِالْحَتْفِ طَاقَهْ

اے لوی کے بیٹے تو نے موت کو دفع کرنا چاہا حالانکہ
جس نے یہ ارادہ کیا تھا اس میں موت سے مقابلے کی سکت نہ تھی۔

وَخَرُوسُ السُّرَی تَرَكْتَ رَذِیًّا   بَعْدَ جِدٍّ وَحِدَّةٍ وَرَشَاقَهْ

کوشش اور سخت کوشش اور تیزرفتاری کے بعد چپ چاپ
چلی چلنے والی (اونٹنی) کو تو نے مبتلائے مصیبت چھوڑ دیا۔

ابن ہشام نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ سامہ کی اولاد میں سے
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سامہ بن لوی سے
اپنا نسب ظاہر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الشاعر" کیا وہی
سامہ جو شاعر تھا۔ تو آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کی
مراد اس کا یہ شعر ہے۔

رُبَّ كَاْسٍ هَرَقْتَ یَا ابْنَ لُؤَیٍّ   حَذَرَ الْمَوْتِ لَمْ تَكُنْ مُهْرَاقَهْ

فرمایا ہاں —

عوف بن لؤی کے حالات اور اس کے نسب کا تغیر

ابن اسحٰق نے کہا کہ عرب کے ادعا کے لحاظ سے قریش کے ایک قافلے

کے ساتھ عوف بن لؤی نکلا اور جب غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان کی سرزمین میں پہنچا تو وہ قافلے سے پیچھے رہ گیا اور اس کی قوم کے جو لوگ اس کے ساتھ تھے، چلے گئے تو ثعلبہ بن سعد جو نسب کے لحاظ سے عوف بن لؤی کا بھائی تھا اس کے پاس آیا کیونکہ ثعلبہ سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کا بیٹا ہے۔ اور عوف سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کا، وہ اس کے پاس آیا۔ اور اس کو روک لیا اور بہت اصرار کر کے اس سے بھائی چارہ قائم کیا اور وہیں اس کی شادی کر دی اس واقعے کے بعد سے وہ نسباً ہی ذبیان سے متعلق و مشہور ہو گیا۔ جب عوف پیچھے رہ گیا اور اس کو اس کی قوم نے چھوڑ دیا تو لوگوں کے خیال کے موافق ثعلبہ ہی نے عوف سے مخاطب ہو کر یہ شعر کہا تھا۔

اِحْبِسْ عَلَيَّ ابْنَ لُؤَيٍّ جَمَلَكْ ۔۔۔ تَرَكَكَ الْقَوْمُ وَلَا مَتْرَكَ لَكْ

اے ابن لؤی اپنا اونٹ میرے پاس روک تجھے تیری قوم نے چھوڑ دیا لیکن تو چھوٹ کہاں سکتا ہے (یعنی ہم تو تجھے نہ چھوڑیں گے)

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن جعفر بن الزبیر یا محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حُصَین نے بیان کیا عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اگر میں عرب کے کسی قبیلے سے متعلق ہونے یا اس کو ہم میں ملا لینے کا دعویدار ہوتا تو بنی مرۃ بن عوف کے متعلق دعوی کرتا۔ کیونکہ ہم ان میں بہت کچھ مماثلت پاتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ شخص کہاں اور کس حیثیت سے جا پڑا ہے (یعنی عوف بن لؤی۔ کس خاندان سے تھا اور کس طرح وہ دوسرے خاندان میں جا پڑا ہے سب کچھ ہمیں معلوم ہے)

۱۱ ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ نسباً غطفانی ہے کیونکہ مرۃ عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کا بیٹا ہے اور جب ان لوگوں سے اس نسب کا ذکر ہوتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اس نسب سے انکار نہیں یہ نسب تو

لہ - (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

ہمیں بہت محبوب ہے اور حارث بن ظالم بن جذیمہ بن یربوع نے یہ شعر کہے ہیں۔[1]
ابن ہشام نے کہا ہے کہ وہ بنی مرۃ بن عوف میں کا ایک شخص ہے
جب وہ نعمان بن المنذر سے ڈر کر بھاگ گیا تو جاکر قریش میں مل گیا۔

فَمَا قَوْمِي بِثَعْلَبَةَ بْنِ سَعْدٍ ... وَلَا بِفَزَارَةَ الشُّعْرِ الرِّقَابَا

میری قوم نہ تو بنی ثعلبہ بن سعد میں سے ہے اور نہ بنی
فزارہ میں سے ہے جن کی گردنوں پر بہت بال ہیں۔ (یا جو تیر بہر
کی طرح سخت و قوی ہیں)۔

وَقَوْمِي، إِنْ سَأَلْتَ، بَنُو لُؤَيٍّ ... بِمَكَّةَ عَلَّمُوا مُضَرَ الضِّرَابَا

اگر تو دریافت کرے (تو میں بتاؤں گا کہ) میری
قوم بنی لؤی ہے جنھوں نے مکے میں بنی مضر کو شمشیر زنی کی
تعلیم دی ہے۔

سَفِهْنَا بِاتِّبَاعِ بَنِي بَغِيضٍ ... وَتَرْكِ الْأَقْرَبِينَ لَنَا انْتِسَابَا

ہم نے بنی بغیض کی پیروی کرنے اور اپنے قرابت داروں
سے اپنے انتساب کو ترک کرنے میں بے وقوفی کی۔

سَفَاهَةَ مُخْلِفٍ لَمَّا تَرَوَّى ... هَرَاقَ الْمَاءَ وَاتَّبَعَ السَّرَابَا

جس طرح پانی کے طالب بے بے وقوفی کی تھی کہ
سوچ سمجھ کر پانی بہا دیا اور سراب کے پیچھے لگ گیا (کہ
پانی حاصل کرے)۔

---

[1] ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

فَلَوْ طُوِّعْتُ عَمْرَكَ كُنْتُ فِيهِمْ ... وَمَا أُلْفِيتُ أَنْتَجِعُ السَّحَابَا

(اے نعمان!) تیری عمر کی قسم! اگر میں خود کو ان کا (قریش کا) مطیع و منقاد بنائے رکھوں تو میں ہمیشہ انھیں میں رہ سکتا ہوں اور چارہ پانی کی تلاش میں کسی اور سرزمین کی طرف جانے کا خود کو محتاج نہ پاؤں گا۔

وَخَشَّ رَوَاحَةُ الْقُرَشِيُّ رَحْلِي[1] ... بِنَاجِيَةٍ وَلَمْ يَطْلُبْ ثَوَابَا

اور سواری کو قریشی رواحہ نے تیز اونٹنی سے آراستہ کیا اور اس نے اس کا کچھ معاوضہ بھی طلب نہ کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ وہ اشعار ہیں جو ابو عبیدہ نے اس کے اشعار میں سے مجھے سنائے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ الحصین بن الحمام المری جو بنی سہم بن مرہ میں سے تھا حارث بن ظالم کی تردید اور خود کو بنی غطفان کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے۔

أَلَا لَسْتُمْ مِنَّا وَلَسْنَا إِلَيْكُمُ ... بَرِئْنَا إِلَيْكُمْ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

سن لو کہ تم ہم میں کے نہیں اور نہ ہمیں تم سے کوئی تعلق ہے لوی بن غالب سے نسبت رکھنے میں ہم تم سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

أَقَمْنَا عَلَى عِزِّ الْحِجَازِ وَأَنْتُمُ ... بِمُعْتَلَجِ الْبَطْحَاءِ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ

ہم حجاز کی عزت و اکرام پر قایم ہیں اور تم لوگ پہاڑوں کے درمیان ریتیلی وادی کی محنتوں میں پڑے ہوئے ہو۔

مندرجہ بالا اشعار سے شاعر کی مراد قریش ہے اس کے بعد حصین ان اشعار کے کہنے پر پچھتایا اور حارث بن ظالم نے جو بات کہی تھی اس کے سمجھ میں آگئی

---

[1] (الف) حش لی ماجلی وشیں عصمہ (ب ح د) احش ہما محمہ ... (احمد محمودی)
[2] (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

تو اس نے قریش سے اپنے انتساب کا اظہار کیا اور خود اپنی بات کی تردید کی اور کہا ۔

نَدِمتُ علی قولٍ مضیٰ کنتُ قلتُه　　تبینتُ فیه أنه قولُ کاذبِ

میں نے جو ایک بات زمانۂ گزشتہ میں کہدی تھی اس پر مجھے افسوس و ندامت ہے اور اب مجھے اچھی طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ بات جھوٹی تھی ۔

فلیتَ لسانی کان نصفین منهما　　بکیمٌ ونصفٌ عند مجری الکواکبِ

کاش میری زبان کے دو حصے ہو جاتے اور اس میں کا ایک حصہ گونگا اور چپ چاپ ہوتا (کہ قریش کی مذمت نہ کر سکتا) اور ایک حصہ (قریش کی مدح و ستائش میں اس قدر بلند ہوتا کہ) ستاروں کے گھومنے کے مقام پر پہنچ جاتا ۔

أبونا کنانیٌّ بمکة قبرُه　　بمُعتلجِ البطحاء بین الأخاشبِ

ہمارا باپ بھی بنی کنانہ ہی سے تھا جس کی قبر مکے میں دونوں پہاڑوں کے درمیان ریگ وادی کے صحت طلب مقام ہی میں ہے ۔

لنا الربعُ من بیتِ الحرامِ وراثةً　　وربعُ البطاحِ عند دارِ ابنِ حاطبِ

بیت الحرام کا ربع حصہ وراثۃً ہمیں ملا ہے اور ریتل وادی کا ربع حصہ ابن حاطب کے گھر کے پاس ہے ۔ یعنی بن لوی چار شاخوں میں منقسم تھے ۔ بنی کعب[۱] بنی عامر[۲] بنی سامہ[۳] اور بنی عوف ۔

ابن[له] ہشام نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس کو میں جھوٹا نہیں

له (الف) ابن ہشام (ب ج د) ابن اسحٰق ۔ (احمد محمودی)

کہہ سکتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بنی مرہ کے چند لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم اپنے نسب کی طرف لوٹنا چاہو تو لوٹ سکتے ہو۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ لوگ بنی غطفان میں کے شریف اور سرداران قوم تھے۔ انھیں میں ہرم بن سنان بن ابی حارثہ بن مرۃ بن نشبہ اور خارجہ بن سنان ابن ابی حارثہ اور حارث بن عوف اور حصین بن الحمام اور ہاشم بن حرملہ بھی تھا۔ جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔

أَحْيَا أَبَاهُ هَاشِمُ بْنُ حَرْمَلَهْ ۔۔۔ يَوْمَ الْهَبَاءَاتِ وَيَوْمَ الْيَعْمَلَهْ

سخاوت کے وقت اور جنگ یعملہ کے روز ہاشم بن حرملہ نے اپنے باپ کا نام زندہ کر دیا۔

۱۱۳ تَرَى الْمُلُوكَ عِنْدَهُ مُغَرْبَلَهْ ۔۔۔ يَقْتُلُ ذَا الذَّنْبِ وَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهْ

بادشاہوں کو اس کے آگے اس قدر ذلیل دیکھو گے کہ وہ ان میں کے گنہگار اور بے گناہ دونوں کو قتل کر ڈالتا ہے۔ یعنی اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

ابن ہشام نے کہا کہ عامر خصفی کے یہ شعر مجھے ابو عبیدہ نے یوں سنائے ہیں۔ اور خصفہ قیس بن عیلان کا بیٹا تھا۔

احیا اباہ هاشم بن حرملۃ ۔ یوم الهباآت ویوم العمله ۔ تری الملوک عنده مغربله یقتل ذا الذنب ومن لا ذنب له ۔ ورمحه للوالدات مثکله ۔ اور اس کا

۱۔ (ب ح د) لرجال ۔ نسخہ (الف) لرجل غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ آگے کہا ہے کہ رکان القوم اشرافھم سادتھم وقادتھم۔ (احمد محمودی)

۲۔ (ب ح د) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

۳۔ (الف) میں یہ شعر نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

۴۔ آخری مصرع (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

یعنی وہ اپنے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی ماؤں کو رلاتا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے اس نے یہ بھی بیان کیا کہ ہاشم نے عامر سے کہا کہ میری تعریف میں کوئی بہترین شعر کہہ تو میں تجھے اس کا صلہ دوں گا تو عامر نے پہلا شعر کہا۔ لیکن ہاشم نے اس کو پسند نہ کیا۔ پھر اس نے دوسرا شعر کہا۔ وہ بھی اس کو پسند نہ آیا۔ اس نے تیسرا کہا۔ تو اس کو بھی اس نے پسند نہ کیا جب اس نے چوتھا شعر کہا یقتل ذاالذنب ومن لا ذنب لہ تو اس کو پسند کیا۔ اور اسے اس کو انعام دیا۔
ابن ہشام نے کہا کہ کمیت بن زید نے اپنے اس شعر میں اسی کی جانب اشارہ کیا ہے۔

وَهَاشِمُ مُرَّةَ الْمُفْنِي مُلُوكًا ... بِلَا ذَنْبٍ إِلَيْهِ وَمُذْنِبِينَا

بنی مرہ میں کا ہاشم وہ شخص ہے جو بے گناہ اور گنہگار بادشاہوں کو فنا کر دیتا ہے۔
یہ بیت اسی کے ایک قصیدے کی ہے اور عامر کا وہ شعر جس میں یوم الہباآت ہے ابو عبیدہ کے علاوہ دوسروں سے مروی ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیک نامی اور شہرت بنی غطفان اور بنی قیس میں ہے یہ لوگ اپنے طریقوں پر قائم رہے۔ اور بسل بھی انھیں میں کا ایک شخص تھا۔ ۱۱۴

لہ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)
لہ۔ (الف) میں الرابع نہیں ہے اور مصنف نے ہر ایک مصرع کو ایک بیت لکھا ہے۔ حالانکہ لغت کی کتابوں میں بیت الشعر ہو ما اشتمل من النظم علی مصراعین صدرا وعجزا لکھا ہے۔ بیت وہ ہے جس میں دو مصرعے صدر و عجز کے ساتھ ہوں۔
(احمد محمودی)

حالات بَسَل

لوگوں کا خیال ہے کہ بَسَل ہی وہ شخص ہے جس نے عرب کے لیے ہر سال میں آٹھ مہینے احترام کے قابل مقرر کیے تھے۔ اس کا یہ حکم عربوں نے اپنے لیے مفید پایا۔ عرب اس حکم سے نہ انکار کرتے ہیں اور نہ اس کی کوئی مخالفت کرتا ہے۔ اس حکم کے موافق وہ عرب کے جس شہر کی طرف چاہتے ہیں سفر کرتے ہیں ان مہینوں میں وہ کسی سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔ بنی مرۃ کے زہیر بن ابی سُلمٰی نے کہا ہے[1]۔

ابن ہشام نے کہا کہ زہیر بنی مزینۃ بن اد بن طابخۃ بن الیاس بن مضر میں سے ہے بعضوں نے زہیر بن ابی سُلمٰی کو بنی غطفان سے بتایا ہے بعض کہتے ہیں کہ بنی غطفان کا حلیف تھا وہ کہتا ہے۔

تَأَمَّلْ فَإِنْ تُقْوِ الْمَرَوْرَاةُ مِنْهُمُ ۔۔۔ وَدَارَاتُهَا لَا تُقْوِ مِنْهُمْ إِذاً نَخْلُ

(اے مخاطب) غور سے دیکھ کہ مقام مَرَوْرَات اور اس کے محلات ان سے کبھی خالی نہیں رہتے اگر وہ ان سے خالی بھی ہوں تو مقامات نخل تو ان سے خالی نہیں ہوں گے۔

۱۱۵ بِلَادٌ بِهَا نَادَمْتُهُمْ وَأَلِفْتُهُمْ ۔۔۔ فَإِنْ تُقْوِيَا مِنْهُمْ فَإِنَّهُمُ بَسْلُ

وہ ایسے شہر ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ان شہروں میں رہا ہوں اور ان سے دوستی کی ہے۔ اگر وہ مقامات ان لوگوں سے

---

[1] شعر بعد میں آرہا ہے۔ لیکن ابن ہشام نے زہیر کا نسب درمیان میں بیان کر دیا ہے۔ (احمد محمودی)

خالی بھی ہوں (اور وہ اپنے محفوظ مقامات چھوڑ کر کہیں باہر نکلیں بھی تو ان کو کچھ خوف نہیں) کہ وہ خود (از سر تا پا) حرام یعنی قابل احترام ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ دونوں شعر اسی کے ایک قصیدے کے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی قیس بن ثعلبہ میں کے اعشیٰ نے یہ شعر کہا ہے

أَجَارَتُكُمْ بَسْلٌ عَلَيْنَا مُحَرَّمٌ ۔۔۔ وَجَارَتُنَا حِلٌّ لَكُمْ وَحَلِيلُهَا

تمھیں بسل نے پناہ دی جو ہمارے لیے قابل احترام ہے اور ہم نے جس کو پناہ دی ہے وہ تمھارے لیے حلال اور نا قابل احترام ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اس کے قصیدے کا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ کعب بن لؤی کے تین لڑکے ہوئے۔ مرۃ بن کعب عدی بن کعب اور ہصیص بن کعب۔ ان کی ماں وحشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر بن مالک بن النضر تھی۔ مرۃ بن کعب کے تین لڑکے تھے۔ کلاب بن مرہ تیم بن مرۃ۔ اور یقظہ بن مرۃ۔ کلاب کی ماں تو ہند بنت سریر بن ثعلبۃ بن الحارث بن مالک بن کنانۃ بن خزیمہ تھی۔ اور یقظہ کی ماں بارقیہ تھی۔ جو یمن والے بنی اسد کی شاخ بنی بارق سے تھی بعض کہتے ہیں کہ یہ تیم کی ماں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ تیم، ہند بنت سریر کا لڑکا تھا جو کلاب کی بھی ماں تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ بارق بنی عدی بن حارثۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن الازد بن الغوث میں سے تھا جو بنی شنوءۃ کی شاخ ہے الکمیت بن زید نے کہا ہے۔

وَأَزْدُ شَنُوءَةَ انْدَرَءُوا[2] عَلَيْنَا ۔۔۔ بِجُمٍّ يَحْسَبُونَ لَهَا قُرُونَا

---

[1] ـ (ز ـ ح د) میں الاسد ہے۔ (احمد محمودی)

[2] ـ (الف) میں اندروا ہے۔ جو نہ ورل تعر کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوتا ہے

اُزد شنوءہ اپنے بے سینگ سروں سے ہم پر ٹوٹ پڑے
وہ خیال کر رہے تھے کہ انھیں سینگ ہیں (باوجود عدم استطاعت
کے انھوں نے خود کو قوی خیال کیا)۔

فَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ قَدْ أَسَأْتُمْ وَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ أَعْتِبُونَا

تو ہم نے بنی بارق سے کبھی نہیں کہا کہ تم نے برا کیا۔ اور
نہ ہم نے ان سے کبھی یہ کہا کہ ہم پر غضبناک نہ ہوں اور ہمیں معاف
کر دیں۔

یہ دونوں شعر اسی کے قصیدے کے ہیں۔
ان کا نام بارق اس لیے ہوا کہ انھوں نے برق[1] کی تلاش کی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ کلاب بن مرۃ کے دو لڑکے ہوئے۔ قصی بن کلاب
اور زہرہ بن کلاب ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سیل تھی۔ اور سیل
بنی خثعمہ کے بنی جدرہ میں سے ایک شخص تھا۔ اور خثعمہ یمن والے بنی ازد میں ۱۱۷
سے تھا جو بنی الدیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے حلیف تھے۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ خثعمہ[2] الاسد اور خثعمہ[2] الازد کہتے ہیں۔
اور یہ خثعمہ[2] یشکر بن مبشر بن صعب بن دہمان بن نصر بن زہران بن الحارث بن
کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الاسد بن الغوث کا بیٹا تھا۔ بعضوں نے
سلسلۂ نسب یوں بیان کیا ہے خثعمۃ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن نصر بن زہران
بن الاسد بن الغوث۔ یہ لوگ جدرۃ کے نام سے اس لیے مشہور ہوئے کہ عامر بن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ معنی کے لحاظ سے۔ (احمد محمودی)

[1] ۔ محی الدین عبدالحمید کے نسخہ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ برق کی تلاش سے مراد سرسبز مقامات
کی تلاش ہے کیونکہ برق یعنی بجلی بارش کا پتہ دیتی ہے اور بارش ہی سے سرسبزی ہوتی ہے۔
(احمد محمودی)

[2] ۔ (الف د) خثعمہ (ب ج) حثمہ۔ (احمد محمودی)

عمرو بن خزیمۃ بن خثعمہ نے حارث بن مُضاض جرہمی کی بیٹی سے شادی کر لی تھی اور بنی مخزوم مجاورین کعبۃ اللہ تھے اس لیے اس نے کعبۃ اللہ کی دیوار کی تعمیر کی اس لیے عامر کو جادر کہنے لگے اور اس کی اولاد کو جدرۃ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ سعد بن سَیَل کی مدح و ستائش میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

مَا نَرَیٰ فِي النَّاسِ شَخصًا وَاحِدًا　　مَنْ عَلِمْنَاهُ كَسَعْدِ بْنِ سَيَلْ

ہمیں جن لوگوں کے حالات معلوم ہیں تو ان میں کسی شخص کو سعد بن سَیَل کے جیسا نہ پائے گا۔

فَارِسًا أَضْبَطَ فِيهِ عُسْرَةٌ　　وَإِذَا مَا وَاقَفَ الْقِرْنَ نَزَلْ

تو اسے ایسا شہسوار پائے گا (کہ شیر کی طرح) دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہے اس میں بائیں ہاتھ سے کام کرنے کی بھی عادت ہے۔ اور جب وہ اپنے کسی ہمسر کو مقابلے کے لیے ٹھیراتا ہے تو گھوڑے سے اتر پڑتا ہے۔

فَارِسًا يَسْتَدْرِجُ الْخَيْلَ كَمَا　　أُسْتَدْرِجَ الْحُرُّ الْقَطَامِيَّ الْحَجَلْ

اس کو ایسا شہسوار پائے گا جو رامان خراماں (دشمن کے) رسالے کے قریب ہو جاتا ہے جس طرح گوشت کے بھوکے تکرے کو گرم رفتاری چینی مرغ سے نزدیک کر دیتی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ استدرج الحر جس شعر میں ہے وہ بعض اہل علم سے مروی ہے۔

۱۱۸ ابن ہشام نے کہا اور کلاب کی ایک بیٹی نعم نامی بھی تھی اور یہ سہم بن عمرو بن حُصَیص بن کعب بن لوی کے دونوں بیٹوں سعْد[1] و سعید کی ماں تھی اور

---

[1] (م ب ج د) اسعد ہے۔ (احمد محمودی)

اس نعم کی ماں کا نام فاطمہ بنت سعد بن سَیَل تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ قصی بن کلاب کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ عبد مناف بن قصی عبد الدار بن قصی عبد العُزّٰی بن قصی اور عبد بن قصی اور تخمر بنت قصی اور بَرَّۃ بنت قصی۔ ان کی ماں کا نام حُبّٰی بنت حُلَیل بن حُبْشِیَّہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے حُبْشِیَّہ بن سلول کہا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ عبد مناف بن قصی کے، جس کا نام المغیرۃ تھا چار لڑکے ہوے ہاشم بن عبد مناف عبد شمس بن عبد مناف المُطَّلِب بن عبد مناف اور ان کی ماں عاتکہ بنت مُرّۃ بن ہلال بن[1] فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بُہْثَہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ تھی جو تھا لڑکا نوفل بن[3] عبد مناف تھا جس کی ماں وَاقِدَہ بنت عمرو المازنیہ تھی۔ اور مازن منصور بن عکرمہ کا بیٹا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ اسی نسب کی وجہ سے عُتْبَہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نُسَیْب[2] بن مالک بن الحارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ نے ان[3] سے مخالفت کی۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابو عمرو، تُمَاضِر، قِلَابہ، حَیَّہ، رَیْطَہ، ام الاَخْثَم، اور ام سفیان یہ سب کے سب عبد مناف ہی کی اولاد ہیں۔ ابو عمرو کی ماں تو رَیْطَہ تھی جو بنی ثقیف میں کی عورت تھی۔ اور مذکورہ تمام عورتوں کی ماں عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال تھی جو ہاشم بن عبد مناف کی بھی ماں تھی۔ اور عاتکہ کی ماں صَفِیَّہ بنت حَوْزَۃ بن عمرو بن سلول بن صَعْصَعَۃ بن معاویۃ بن بکر بن ہوازن تھی۔ اور صفیہ کی ماں عَائِذُ اللہ بن سعد العشیرۃ بن مذحج کی بیٹی تھی۔

---

[1] (ج د) فالغ۔ (احمد محمودی)

[2] (ج د) سیب۔ (احمد محمودی)

[3] شاید "ان" سے مراد قصی اور ہاشم اور عبد شمس اور المطلب ہیں جو نوفل کے علاتی بھائی ہیں۔ (احمد محمودی)

ابن ہشام نے کہا کہ ہاشم بن عبد مناف کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں ۔ عبد المطلب بن ہاشم[1]۔ اسد[2] بن ہاشم ۔ ابو صیفی[3] بن ہاشم اور نضلہ[4] بن ہاشم اور شفاء ۔ خالدہ[1] ۔ ضعیفہ[2] ۔ رقیہ[3] ۔ اور[5] حیہ ۔ عبد المطلب اور رقیہ کی ماں سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار تھی ۔ اور نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ ابن عمرو بن عامر تھا ۔ سلمٰی کی ماں عمیرہ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن ابن النجار تھی ۔ عمیرہ کی ماں سلمٰی بنت عبد الاشہل نجاریہ تھی ۔ اسد کی ماں کا نام قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی تھا ۔ ابو صیفی اور حیہ کی ماں ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ تھی ۔ نضلہ اور شفاء کی ماں بنی قضاعہ کی ایک عورت تھی ۔ خالدہ اور ضعیفہ کی ماں کا نام واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ تھا ۔

۱۱۵

اولاد عبد المطلب بن ہاشم

ابن ہشام نے کہا کہ عبد المطلب بن ہاشم کے دس لڑکے اور چھے لڑکیاں تھیں ۔ العباس[1] ۔ حمزہ[2] ۔ عبد اللہ[3] ۔ ابو طالب[4] جس کا نام عبد مناف تھا ۔ زبیر[5] ۔ الحارث[6] ۔ حجل[7] ۔ المقوم[8] ۔ ضرار[9] اور ابو لہب[10] جس کا نام عبد العزیٰ تھا ۔ لڑکیاں صفیہ[11] ۔ ام حکیم[12] البیضاء ۔ عاتکہ[13] ۔ امیمہ[14] ۔ اروی[15] ۔ اور برہ[16] ۔ العباس اور ضرار کی ماں نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو

---

۱ ۔ صاحب اولاد ۔ ۲ ۔ لاولد ۔ ۳ ۔ صاحب اولاد ۔ ۴ ۔ صاحب اولاد ۔ ۵ ۔ اولاد کی اولاد نہ رہی ۔ ۶ ۔ صاحب اولاد ۔ ۷ ۔ صاحب اولاد ۔ ۸ ۔ اولاد نرینہ نہ ہوئی ۔ ۹ ۔ لاولد ۱۰ ۔ صاحب اولاد ۔ ۱۱ ۔ باولد ۔ ۱۲ ۔ باولد ۔ ۱۳ ۔ باولد ۔ ۱۴ ۔ باولد ۔ ۱۵ ۔ باولد ۱۶ ۔ باولد ۔ نسخہ (الف) میں لڑکیوں کے ناموں کے اوپر مذکورہ بالا کیفیت لکھی ہوئی ہے

ابن سامر بن زید مناۃ بن عامر جس کا لقب ضَحْیان تھا بن سعد بن الخزرج بن تیم اللات بن النمر
ابن قاسط بن ہنب بن افصیٰ بن جدیلۃ بن اسد بن ربیعۃ بن نزار۔ بعض کہتے ہیں
کہ افصیٰ بن دُعمیٰ بن جدیلۃ اور حمزہ، مقوم، حجل اور صفیہ کی ماں کا لقب ان کی
نیکیوں کی کثرت اور مال کی وسعت کے سبب سے غیداق پڑ گیا تھا۔ اور صفیہ کا
۱۲۰ نام حالہ بنت اُہیب بن عبد المناف بن زہرۃ بن کلاب بن مُرّۃ بن کعب بن لوی تھا۔
اور عبد اللہ۔ ابو طالب۔ زُبیر۔ اور صفیہ کے سوا تمام لڑکیوں کی ماں فاطمہ
بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب
ابن فہر بن مالک بن نضر تھی۔ اور فاطمہ کی ماں صَخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم
ابن یقظۃ بن مُرّۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھی اور صخرہ
کی ماں تَخمُر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مُرّۃ بن کعب بن لوی بن غالب
ابن فہر بن مالک بن نضر تھی۔ حارث بن عبد المطلب کی ماں کا نام سَمراء بنت
جُندُب بن حجیر بن رئاب بن حبیب بن سُواءۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویۃ بن بکر
ابن ہوازن بن منصور بن عکرمہ تھا۔ اور ابو لہب کی ماں لُبنیٰ بنت ہاجر بن عبد مناف
ابن ضاطر بن حَبَشیہ بن سَلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب[۱] سے اولاد آدم کے سردار اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب[۱] تولد ہوئے صلوات اللہ
وسلامہ ورحمتہ وبرکاتہ علیہ وعلیٰ آلہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وَہب
ابن عبد مناف[۱] بن زہرۃ بن کلاب بن مُرّۃ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن
نضر بن کنانہ تھا۔ آمنہ کی والدہ کا نام بَرّۃ بنت عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد الدار

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ باقی دوسرے نسخوں میں اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔
۱۷۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں۔ ۱۸۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں۔
(احمد محمودی)

[۱] (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

۱۲۱

ابن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔ برّۃ کی ماں کا نام ام حبیب بنت اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب ابن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔ ام حبیب کی نانی کا نام برّۃ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔

ابن ہشام نے[1] کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ونسب کے لحاظ سے والد کی طرف سے بھی اور والدہ کی طرف سے بھی تمام اولاد آدم میں افضل واشرف تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وشرف وکرم ومجد وعظم۔ اجزائے (سیرت) ابن ہشام کا پہلا جز ختم ہوا۔

ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زمزم کی کھدائی کے بیان کی جانب اشارہ

(زہری نے) کہا[2] کہ ہم سے ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے کہا کہ زیاد ابن عبد اللہ بکائی نے محمد ابن اسحٰق مطلبی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے ان میں سے یہ بھی ہے۔ انھوں نے کہا عبد المطلب بن ہاشم ایک وقت جب حِجر میں سو رہے تھے ایک آنے والا آیا اور انھیں زمزم کے کھودنے کا حکم دیا اور وہ قریش کے دو بت اِساف ونائلہ کے درمیان قریش کی

[1] ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

۱۲۲ قربان گاہ کے پاس بیٹا ہوا تھا۔ اور اس کو بنی جرہم نے مکہ سے اپنے سفر کرتے وقت باشندہ بنا دیا تھا۔ ۔۔۔۔ [1] اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی باؤلی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اُس وقت سیراب کیا تھا جب وہ صغر سنی میں پیاسے ہو گئے تھے اور ان کی والدہ نے بہت کچھ پانی کی تلاش کی تھی اور نہ پایا تھا اور کوہ صفا پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسمٰعیل کے لیے بارش برسادے پھر کوہ مَروَہ پر آئیں اور اسی طرح دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور انھوں نے اپنی ایڑی کو زمین پر مارا تو اس جگہ پانی ظاہر ہو گیا اور ان کی والدہ نے درندوں کی آواز سنی اور بچے کے لیے درندوں سے خطرہ محسوس کر کے دوڑتی اس کی طرف آئیں تو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کرید رہا اور پانی کو ٹٹول کر پی رہا ہے جو اس کے رخسار کے نیچے سے نکل رہا تھا۔ تو ان کی والدہ
۱۲۳ نے اس کو چشمہ بنا دیا۔

جُرہم کے حالات اور زمزم کا پاٹ دیا جانا

ابن ہشام نے کہا کہ زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحٰق المطلبی سے جو روایت کی ہے اس میں بنی جرہم کے حالات اور ان کے زمزم کو پاٹ کر مکہ سے نکل جانے اور بنی جرہم کے بعد عبدالمطلب کے زمزم کو کھودنے تک مکہ پر کس کی حکومت رہی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ انھوں نے کہا جب اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی وفات ہوئی تو بیت اللہ کی تولیت آپ کے فرزند نابت بن اسمٰعیل سے اس وقت تک متعلق رہی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

[1] (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

ان کے بعد بیت اللہ کا متولی مُصاض بن عمرو جرہمی ہوا۔ بعض مِضاض بن عمرو جرہمی کہتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی اسمٰعیل اور بنی نابت اور ان کا نانا مضاض بن عمرو، اور جو لوگ بنی جرہم میں سے رشتے میں ان کے ماموں ہوتے تھے۔ اور بنی جرہم اور بنی قَطُوراء، یہی لوگ اس زمانے میں مکہ کے باشندے تھے۔ بنی جرہم اور بنی قطوراء آپس میں عمزاد بھائی تھے۔ اور یہ دونوں ایک قافلے کی شکل میں یمن سے سفر کرتے آئے تھے۔ بنی جرہم پر مضاض بن عمرو اور بنی قطوراء پر السَّمَیْدَع جو انھیں میں کا ایک شخص تھا حاکم تھے۔ یہ لوگ جب کبھی یمن سے نکلتے تو ان پر ایک بادشاہ ہوتا جو ان کا ہر طرح سے نگراں رہتا۔ جب یہ دونوں مکہ میں اترے اس کو سرسبز اور شاداب شہر پایا تو انھیں پسند آ گیا اور دونوں یہیں رہ گئے۔ مضاض بن عمرو اور اس کے جرہمی ساتھی مکہ کے بلند مقام قُعَیْقِعَان اور اس کے حوالی میں رہنے لگے۔ اور السَّمَیْدَع اور اس کے بنی قطوراء مکہ کے نشیبی حصے اجیاد اور اس کے حوالی میں۔

۱۲۴ جو لوگ مکہ کی بلند جانب سے مکہ میں داخل ہوتے ان سے مضاض محصول عشر لیتا۔ اور جو لوگ مکہ کی نشیبی جانب سے مکہ میں داخل ہوتے ان سے السَّمَیْدَع عشر لیتا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی قوم میں رہتا۔ ایک دوسرے کے پاس نہ جاتا۔ پھر بنی جرہم اور بنی قطوراء نے ایک دوسرے سے بغاوت کی اور ہوس حکومت میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے۔ اور اس وقت مضاض کے ساتھ بنی اسمٰعیل اور بنی نابت بھی تھے اور بنی نابت ہی کے ہاتھ بیت اللہ کی تولیت تھی۔ اور السَّمَیْدَع کو یہ بات حاصل نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے کی طرف حملہ آور ہو کر بڑھے۔

مضاض بن عُمرو قُعَیْقِعَان سے اپنے لشکر کو لیے السمیدع کی طرف اس طرح نکلا کہ اس کے لشکر کے ساتھ لشکر کا پورا سامان نیزے سپریں تلواریں اور ترکش وغیرہ ایک دوسرے سے ٹکراتے اور کھڑکھڑاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قُعَیْقِعَان کو قعیقعان اسی لیے کہا جاتا ہے۔ (قعقع کے معنی ہیں کھڑکھڑایا) اور السَّمَیْدَع اجیاد سے اس طرح نکلا کہ اس کے ساتھ سوار اور

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

(احمد محمودی)

پیادہ لشکر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اَجیاد کو اَجیاد اس سبب سے کہا جاتا ہے کہ السَّمَیْدَع کے ساتھ بہترین گھوڑے تھے۔ (جیاد کے معنی بہترین گھوڑے ہیں)۔ ان کا مقابلہ مقام فاضح میں ہوا اور نہایت سخت جنگ ہوئی اور السَّمَیْدَع قتل اور بنی قطورا ذلیل ورسوا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ فاضح کو فاضح اسی سبب سے کہتے ہیں (فاضح کے معنی ذلیل ورسوا کرنے والے کے ہیں)۔ پھر ان لوگوں نے ایک دوسرے سے صلح کی خواہش ظاہر کی اور مقام مطابخ میں جو مکہ کے بلند حصے میں واقع ہے ان قبیلوں کی تمام شاخیں جمع ہوئیں۔ اور وہیں صلح کر لی۔ اور حکومت مضاض کے حوالے ہوئی۔ جب مکہ کی حکومت متفقہ طور پر مضاض کے ہاتھ آئی۔ اور وہاں وہ بادشاہ ہوگیا تو لوگوں کے لیے اس نے جانور ذبح کیے اور ان کی ضیافت کی تو وہاں لوگوں نے پکایا اور کھایا۔ اس لیے مطابخ کا نام مَطَابِخ پڑ گیا۔ (طبخ کے معنی پکایا)۔ بعض اہل علم کا دعویٰ ہے کہ اس مقام کا نام مطابخ پڑنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں تبع نے جانور ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا تھا اور اسی مقام پر تبع نے منزل کی تھی۔ مضاض اور السمیدع کے درمیان جو لڑائی جھگڑا ہوا لوگوں کے ادعا کے لحاظ سے پہلا جھگڑا تھا جو مکہ میں ہوا۔

۱۲۵

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو خوب پھیلا دیا۔ لیکن بیت اللہ کے متولی اور حکام مکہ بنی جرہم ہی رہے جو اسمٰعیل (علیہ السلام) کے ماموں ہوتے تھے۔ اولاد اسمٰعیل نے بنی جرہم سے حکومت کے متعلق کبھی نزاع نہ کی اس لیے کہ ایک تو وہ قرابت میں ان کے ماموں ہوتے تھے۔ دوسرے مکہ معظمہ کی عظمت و حرمت اس بات سے مانع تھی کہ کہیں اس میں جنگ و جدل نہ ہو جائے۔ جب مکہ میں اولاد اسمٰعیل کو تنگی ہونے لگی تو وہ دوسرے شہروں میں منتشر ہو گئے۔ جس قوم سے بنی اسمٰعیل کی مخالفت ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کو ان کی دینداری کے سبب غلبہ دیا۔ اور انھوں نے ان کو پامال کر ڈالا۔

بنی کنانہ اور بنی خزیمہ کا بیت اللہ پر تسلط اور جرہم کا اخراج

اس کے بعد مکہ میں بنی جرہم نے سرکشی شروع کی اور وہاں کی عظمت وحرمت کا لحاظ نہ رکھا۔ وہاں کے رہنے والوں کے سوا دوسرے جو لوگ وہاں جاتے ان پر ظلم شروع کر دیا اور کعبۃ اللہ کے لیے جو نذرانے گزرانے جاتے اس کو کھا جانے لگے تو ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ جب بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غُبشان نے جو بنی خزاعہ میں سے تھے ان حالات کو دیکھا ان سے جنگ کرنے اور ان کو مکہ سے نکال دینے پر متفق ہو گئے اور انھیں پیام جنگ دیا اور ان سے جنگ ہونے لگی۔ بنی بکر اور غبشان نے ان پر غلبہ پا لیا اور انھیں جلا وطن کر دیا زمانہ جاہلیت میں مکہ کی یہ حالت تھی کہ جو اس میں ظلم وزیادتی کرتا اس میں نہ رہ سکتا جو شخص اس میں خود سری کرتا مکہ اسے اپنے اندر سے نکال دیتا۔ اسی لیے اس کا نام ناسّہ[1] مشہور تھا۔

۱۲۶ کوئی بادشاہ اس کی بےحرمتی کا ارادہ کرتا تو فوراً برباد ہو جاتا۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام بکّہ اس لیے مشہور ہوا کہ وہ ان سرکشوں کی گردنیں توڑ دیتا تھا۔ جو اس میں کسی برائی کی داغ بیل ڈالتے (بک کے معنی گردن توڑ دینا ہیں)

ابن ہشام نے کہا کہ مجھے ابو عبیدہ نے بتلایا ہے کہ بکّہ مکہ کے اندر کی ایک وادی کا نام ہے اور چونکہ لوگوں کا وہاں بہت ہجوم ہوتا تھا۔ اس لیے اس کو بکہ کہنے لگے (بکّ کے معنی ہجوم کیا)۔

ابو عبیدہ نے مجھے یہ شعر بھی سنایا

إِذَا الشَّرِيبُ أَخَذَتْهُ أَكَّهْ ۔۔۔ فَخَلِّهِ حَتَّى يَبُكَّ بَكَّهْ

[1] ۔ نسّ کے معنی ہانکا اور ڈانٹا ہیں (احمد محمودی)

جب کوئی ہم مشرب سختی پر اتر آئے تو اس کو چھوڑ دے
حتیٰ کہ سختی اس سے مزاحمت کرے۔
یعنی اس کو چھوڑ دو کہ اس کے اونٹ پانی کی طرف جائیں اور وہاں
ہجوم کریں۔
مکہ خاص طور پر کعبۃ اللہ کی جگہ اور مسجد ہی کو کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں
شعر (یعنی دونوں مصرع) عامان بن کعب بن عمرو بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے کعبے کے دونوں ہرن[۱]
اور حجر اسود کو نکال کر زمزم میں دفن کر دیا۔ اور بنی جرہم کو ساتھ لے کر یمن
کی طرف چلا گیا۔ اور تولیت مکہ اور وہاں کی حکومت کے چھوٹنے کے سبب
انہیں بہت غم ہوا چنانچہ عمرو بن حارث بن مضاض نے اس بارے میں کہا ہے
اور یہ مضاض وہ مضاض نہیں ہے جس کو مضاض اکبر کہتے ہیں۔[۲]

وَقَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرٌ ... وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا الْمَحَاجِرُ

بعض کہنے والیوں کی یہ حالت ہے کہ آنسو تیزی سے
بہہ رہے ہیں اور آنکھوں کے حلقے آنسوؤں سے چھلک رہے ہیں اور
وہ یہ کہتی ہیں۔

كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُونِ إِلَى الصَّفَا ... أَنِيسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ

گویا مقام حجون سے کوہ صفا تک نہ کوئی مونس تھا اور
نہ مکہ میں کوئی رات میں بیٹھ کر جس سے بات کرنے والا۔

---

[۱] کعبۃ اللہ کی طرف نذر گزرانی ہوئی چیزوں میں سے دو سونے کے ہرن بھی
تھے جس کا ذکر آگے آئے گا۔
(احمد محمودی)
[۲] (الف) میں یہ شعر نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

فَقُلْتُ لَهَا وَالْقَلْبُ مِنِّي كَأَنَّمَا[1] يُلَجْلِجُهُ بَيْنَ الْجَنَاحَيْنِ طَائِرُ

میں نے عورت سے کہا اور میرے دل کا (تردد کے سبب) یہ عالم تھا کہ گویا اس کو کوئی پرندا اپنے دونوں بازوؤں کے درمیان حرکت دے رہا ہے
(یعنی کبھی تو جرأت سے اس کا جواب دینے کو تیار ہو جاتا تھا اور کبھی بغیر جرأت صاف جواب دینے میں اور کچھ نہ کہہ سکتا تھا) آخر میں نے کہا۔

۱۲۷ بَلَى نَحْنُ كُنَّا أَهْلَهَا فَأَزَالَنَا صُرُوفُ اللَّيَالِي وَالْجُدُودُ الْعَوَاثِرُ

(یہ کس نے کہا کہ وہاں کوئی بسا ہی نہ تھا) کیوں نہیں۔
ہم ہی تو وہاں کے رہنے والے تھے زمانے کی گردشوں اور ناکامیابی نے ہمیں وہاں سے نکال دیا۔

وَكُنَّا وُلَاةَ الْبَيْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ نَطُوفُ بِذَاكَ الْبَيْتِ وَالْخَيْرُ ظَاهِرُ

نابت کے بعد بیت اللہ کے متولی ہم ہی تو تھے جو اس (اللہ تعالیٰ کے) گھر کے گرد گھومتے رہتے تھے (ہماری) بھلائی تو (بالکل) ظاہر ہے۔

وَنَحْنُ وَلِينَا الْبَيْتَ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ بِعِزٍّ فَمَا يَحْظَى لَدَيْنَا الْمُكَاثِرُ

نابت کے بعد بیت اللہ کی تولیت عزت و جلال کے ساتھ ہمیں نے تو کی ہے۔ ہماری نظروں میں کثرت مال پر فخر کرنے والوں کی کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے۔

---

[1] (الف) میں یہ شعر نہیں ہے۔
(احمد محمودی)

مَلَكْنَا فَعَزَّ زْنَا فَأَعْظِمْ بِمُلْكِنَا … فَلَيْسَ لِحَيٍّ غَيْرِنَا ثَمَّ فَاخِرُ

ہم نے وہاں حکومت کی تو کس عزت وشان کی حکومت
کی ہمارے سوا کسی اور قبیلے کو وہاں فخر کی گنجائش ہی نہیں ۔

أَلَمْ تُنْكِحُوا مِنْ خَيْرِ شَخْصٍ عَلِمْتُهُ … فَأَبْنَاؤُهُ مِنَّا وَنَحْنُ الْأَصَاهِرُ

(اے بنی جرہم) کیا تم نے (اپنی لڑکی) اس شخص کے
نکاح میں نہیں دی ہے جو ان تمام لوگوں میں بہترین تھا جن کو میں
جانتا ہوں یعنی اسمٰعیل علیہ السلام اس کی اولاد ہمیں میں سے تو
ہے اور ہمارا ہی قبیلہ تو اس کا سسرال ہے ۔

فَإِنْ تَنْثَنِ[1] الدُّنْيَا عَلَيْنَا بِحَالِهَا … فَإِنَّ لَهَا حَالًا وَفِيهَا التَّشَاجُرُ

اگر دنیا اپنے حالات وتغیرات میں کسی وقت ہماری
طرف بھی متوجہ ہو جائے (تو کیا تعجب ہے) کہ اس میں تغیرات
تو ہوتے ہی رہتے ہیں ۔ اور انھیں میں کشمکش ہوتی رہتی ہے ۔

فَأَخْرَجَنَا مِنْهَا الْمَلِيكُ بِقُدْرَةٍ … كَذٰلِكَ يَا لَلنَّاسِ تَجْرِي الْمَقَادِرُ

ہمیں وہاں سے باقوت بادشاہ نے نکال دیا لوگو تقدیریں
اسی طرح جاری ہوتی ہیں ۔

أَقُولُ إِذَا نَامَ الْخَلِيُّ وَلَمْ أَنَمْ … أَذَا الْعَرْشِ لَا يَبْعُدْ سُهَيْلٌ وَعَامِرُ

---

[1] ۔ (الف) میں بجائے تنثن کے تیسر ہے جس کے کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتے غالباً کاتب کی تحریف ہے۔
[2] ۔ (الف) میں بجائے تمتنی کے سمتن ہے جس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اگر دنیا نے ہم دوستوں کو چھوڑ کر غیروں کو دوست بنا لیا ہے تو الی آخرہ ۔ (احمد محمودی)

جب فارغ البال لوگ سو گئے تو میں نہ سویا اور یہ دعا
کرتا رہا کہ اے عرش اعظم کے مالک سہیل و عامر (تیری رحمت
سے) دور نہ کر دئے جائیں۔

وَبُدِّلَتْ مِنْهَا أَوْجُهًا لَا أُحِبُّهَا قَبَائِلَ مِنْهَا حِمْيَرٌ وَيُحَابِرُ

ان لوگوں کا قائم مقام تو نے ایسے لوگوں کو کر دیا ہے
جو مجھے محبوب نہیں۔ ان میں کچھ تو حمیری قبیلے کے ہیں اور کچھ
یحابری۔

وَصِرْنَا أَحَادِيثًا وَكُنَّا بِغِبْطَةٍ بِذَلِكَ عَضَّتْنَا السِّنُونَ الْغَوَابِرُ ۱۲۸

کبھی ہم بھی قابل رشک تھے لیکن اب تو ہم گذشتہ قصے
اور کہانیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ ہماری اس قابل رشک حالت ہی
کی وجہ سے گذشتہ زمانے نے ہمیں کاٹ کھایا ہے۔

فَسَحَّتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ تَبْكِي لِبَلْدَةٍ بِهَا حَرَمٌ أَمْنٌ وَفِيهَا الْمَشَاعِرُ

اس بلدۂ محترم کے لیے جس میں امن و امان اور (اللہ تعالیٰ
کے محبوبوں کی) یادگاریں ہیں آنکھیں روتی اور آنسو بہاتی ہیں۔

وَتَبْكِي لِبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذَى حَمَامُهُ يَظَلُّ بِهِ أَمْنًا وَفِيهِ الْعَصَافِرُ

آنکھیں اس گھر کے لیے روتی ہیں جہاں کے رہنے والے
کبوتر کو بھی تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ وہ اور چھوٹے چھوٹے پرند
ہمیشہ اس میں بے خوف رہا کرتے ہیں۔

وَفِيهِ وُحُوشٌ لَا تُرَامُ أَنِيسَةٌ إِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ فَلَيْسَتْ تُغَادَرُ

اور اس میں جنگلی جانور رہتے ہیں جن (کے شکار) کا کوئی قصد

نہیں کرتا اس لیے وہ (آدمیوں سے) مانوس ہیں۔ جب وہ اس
میں سے نکل کر چلے بھی جاتے ہیں (تو پھر واپس آتے ہیں)
بے وفائی نہیں کرتے۔

ابن ہشام نے کہا کہ فابلہ ہما جس شعر میں ہے وہ ابن اسحٰق کے علاوہ دوسروں سے مروی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عمرو بن الحارث ہی نے عمرو غبشان اور ان مکہ[1] والوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر کہے ہیں جو بنی جرہم کے مکہ سے چلے جانے کے بعد وہاں چھوٹ رہے تھے۔

یَا أَیُّهَا النَّاسُ سِیرُوا إِنَّ قَصْرَکُمْ ۔۔۔ أَنْ تُصْبِحُوا ذَاتَ یَوْمٍ لَا تَسِیرُونَا

(مکہ میں چھوٹے ہوئے) لوگو (مکہ سے) چلے جاؤ تمہارے
محل کا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی روز صبح سویرے حملہ ہو جائے تو
تم نکل بھی نہ سکو گے۔

حُثُّوا الْمَطِیَّ وَأَرْخُوا مِنْ أَزِمَّتِهَا ۔۔۔ قَبْلَ الْمَمَاتِ وَقَضُّوا مَا تُقَضُّونَا

موت کے پہلے سواریوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ کر انہیں
تیز دوڑاؤ اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو۔

کُنَّا أُنَاسًا کَمَا کُنْتُمْ فَغَیَّرَنَا ۔۔۔ دَهْرٌ فَأَنْتُمْ کَمَا کُنَّا تَکُونُونَا

ہم لوگ بھی تمہاری ہی طرح تھے۔ پھر زمانے نے
ہماری حالت بدل دی لیں (ہوشیار ہو جاؤ کہ) تمہاری بھی وہی
حالت ہوگی جو ہماری ہوئی۔

---

[1] (ب ج د) ساکنی مکۃ الدین (الف) ساکن مکۃ الدین۔ دوسرا نسخہ غلط معلوم ہو رہا ہے
کیونکہ الدین جمع ساکن، واحد کی صفت کیسے بن سکے گا۔ فلیتدبر۔ (احمد محمودی)

۱۲۹ ابن ہشام نے کہا کہ اس کے اشعار میں سے یہ وہ شعر ہیں جن کی نسبت اس کی طرف کرنا صحیح ثابت ہوا ہے۔

ابن ہشام[ل] نے کہا کہ بعض علماء شعر نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ شعر وہ ہیں جو عرب میں سب سے پہلے کہے گئے ہیں۔ اور یہ شعر یمن میں ایک پتھر پر کندہ ملے لیکن اس کے راوی کا نام مجھے بتایا نہ گیا۔

۱۳۰

تولیت بیت اللہ پر بنی خزاعہ میں کے بعض لوگوں کا مستقل قبضہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد بنی خزاعہ میں غُبشان بیت اللہ کے متولی ہوئے۔ اور بنی بکر بن عبد مَنَاۃ نہ ہو سکے۔ اور ان میں کے متولی کا نام عمرو بن الحارث الغبشانی تھا۔

بنی کِنانہ کے قریش ان دنوں اپنی قوموں میں، متفرق جماعتوں، ٹکڑیوں، اور خاندانوں، میں رہا کرتے تھے۔ بیت اللہ کی تولیت بنی خزاعہ میں وراثتہً یکے بعد دیگرے چلی آتی تھی یہاں تک کہ ان کا آخری متولی حلیل بن حُبشیّہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی ہوا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض حُبشیہ بن سلول کہتے ہیں۔

قُصَیّ بن کلاب کا حُبّیٰ بنت حُلَیل سے ازدواج

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ قصی بن کلاب نے حُلَیل بن حُبشیّہ کے پاس اس کی بیٹی

ل ۔ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

جبّی کے متعلق اپنا پیغام بھیجا تو اس نے اس پیغام کو بخوشی منظور کر لیا۔ اور اپنی بیٹی کا عقد اس سے کر دیا۔ اس جوڑے سے چار لڑکے ہوے۔ عبدالدار عبد مناف عبدالعزّٰی اور عبد پھر جب قصی کی اولاد پھیلی اور عزت و مال میں ترقی ہوی۔ اور حُلَیل مر گیا تو کعبۃ اللہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت کے لیے قصی نے خود کو بنی خزاعۃ اور بنی بکر سے زیادہ مستحق پایا۔ اس لیے کہ قریش خاص اسمٰعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) کی اولاد اور ان سب میں منتخب[1] تھے۔

۱۳۱ قصی نے قریش اور بنی کنانۃ سے اس امر میں مشورہ کیا۔ اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کے نکالنے کی انھیں ترغیب دی۔ اور انھوں نے اس بات کو قبول کیا۔ اس سے پہلے کے حالات یہ تھے کہ ربیعہ بن حَرام جو بنی عذرہ بن سعد بن زید میں سے تھا کلاب کی وفات کے بعد مکہ آکر فاطمہ بنت سعد بن سَیَل سے نکاح کیا تھا۔ اس نکاح کے وقت فاطمہ کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا زُہرۃ تو جوان تھا اور ایک لڑکا قصی دودھ پیتا۔ ربیعہ فاطمہ اور[2] اس کے شیر خوار بچے قصی کو اپنے ساتھ لے کر اپنے وطن کو چلا گیا اور زہرہ یہیں رہا۔ فاطمہ کو اس نئے شوہر ربیعہ سے ایک اور لڑکا رِزاح نامی تولد ہوا۔ جب قصی جوان ہوا اور سن تمیز کو پہنچا تو مکہ آیا اور یہیں رہنے لگا۔ اور جب قصی کی قوم نے اس کے مشورے اور ترغیب کو قبول کیا (اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کے اخراج کے لیے سب متفق ہوگئے۔ تو قصی نے اپنے ماں شریک بھائی رِزاح بن ربیعہ کو اپنی امداد کے لیے لکھ بھیجا کہ وہ آکر یہاں رہے اور اس کی امداد کرے۔ تو رزاح بن ربیعہ اپنے دوسرے بھائیوں حُنّ بن ربیعہ محمود بن ربیعہ اور جُلہُمۃ بن ربیعہ کو بھی اپنے ساتھ لے کر آیا جو اس کے علاتی بھائی تھے اور فاطمہ کے علاوہ دوسری عورت سے تھے۔

---

[1] ۔ (ب ح د) قرعۃ جس کے معنی منتخب کے ہیں (الف) قرمۃ جس کے معنی اصلی اشان و شوکت والا (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف ب) فاحتملها یعنی فاطمہ کو لے گیا (ج د) فاحتملهما یعنی فاطمہ اور اس کے بچے دونوں کو لے گیا۔ (احمد محمودی)

اور اس کے علاوہ بنی قضاعہ کے ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لایا جو حج کے ارادے سے نکلے تھے۔ اور یہ سب کے سب قصی کی امداد کے لیے متفق و متحد تھے۔ لیکن بنی خزاعہ کا دعویٰ یہ ہے کہ حُلَیل بن حُبْشِیَّہ کی بیٹی سے قصی کو جب بہت اولاد ہوئی تو حلیل نے قصی کے لیے تولیت کعبہ کی وصیت کی اور کہا کہ بنی خزاعہ کی بہ نسبت تولیت و انتظام کعبہ اور حکومت مکّہ کے لیے تم زیادہ موزوں و مستحق ہو۔ قصی نے اسی لیے طلب تولیت کی جرأت کی لیکن یہ روایت بنی خزاعہ کے سوا دوسرے کسی سے ہم نے نہیں سنی۔ واللہ اعلم کہ ان دونوں میں کونسی بات سچی ہے۔

غَوث بن مُرّ کا لوگوں کو حج کی اجازت دینے پر مامور ہونا

الغوث بن مُرّ بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر اور اس کی اولاد عرفہ کے بعد[1] لوگوں کو وہاں سے نکلنے کی اجازت دینے پر مامور اور اس کی منسوبی تھی اور اس کو اور اس کی اولاد کو صُوفہ کہا جاتا تھا۔ اور یہ تولیت اس کو اس طرح حاصل ہوئی تھی کہ اس کی ماں جرہم میں کی ایک عورت تھی۔ اور اس کو اولاد ہوتی تھی۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نذر مانی کہ اگر اسے لڑکا ہو تو اس کو وہ کعبۃ اللہ کے لیے وقف کر دیگی کہ وہ اس کی عبادت و خدمت و انتظام میں لگا رہے۔ اس کو لڑکا پیدا ہوا جس کا نام غوث رکھا گیا۔ اور یہ ابتدا میں اپنے ماموؤں بنی جرہم کے ساتھ انتظام کعبۃ اللہ میں رہا کرتا تھا۔ اس لیے عرفہ کے بعد لوگوں کو وہاں سے نکلنے کی اجازت دینے کا کام بھی اسی سے

۱۳۲

[1] بعد کا لفظ (ج د) میں ہے۔ اور (الف ب) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

متعلق ہوگیا۔ کیونکہ اس کو کعبۃ اللہ کی قربت کے سبب ایک خاص قدر و منزلت حاصل ہوگئی تھی۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد کی بھی یہی حالت رہی یہاں تک کہ وہ بھی چل بسے غوثؔ بن مرن اور اپنی ماں کی نذر کے پورا کرنے کے متعلق کہتا ہے۔

إِنِّي جَعَلْتُ رَبِّ مِنْ بَنِيَّهْ — رَبِيطَةً بِمَكَّةَ الْعَلِيَّهْ

اے پروردگار میں نے اپنے بچے کو مکۂ مقدسہ کے لیے وقف کر دیا ہے۔

فَبَارِكَنَّ لِي بِهَا إِلَيَّهْ — وَاجْعَلْهُ لِي مِنْ صَالِحِ الْبَرِيَّهْ

پروردگار میرے لیے اس کو وہاں برکت دے اور اسے تمام مخلوقات میں سے بہتر بنا۔

لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب غوثؔ ابن مر لوگوں کے ساتھ وہاں سے نکلتا تو یہ کہا کرتا تھا۔

لَاهُمَّ إِنِّي تَابِعٌ تَبَاعَهْ — إِنْ كَانَ إِثْمٌ فَعَلَى قُضَاعَهْ

یا اللہ میں تو بس پوری طور پر پیروی کرنے والا ہوں اگر کوئی گناہ ہے تو اس کا وبال بنی قضاعہ پر ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد سے روایت کی اس نے کہا کہ صوفہ کی حالت یہ تھی کہ وہ لوگوں کو عرفہ سے لے کر نکلتے تھے اور جب منیٰ سے مکہ کی طرف جانے کا لوگ قصد کرتے تو یہی لوگ دوسرے لوگوں کو اجازت دیتے تھے کہ جب منیٰ سے مکہ کو جانے کا روز ہوتا اور لوگ جمروں کو پتھر مارنے کے لیے آتے تو قبیلۂ صوفہ ہی میں سے کوئی ایک شخص (پہلے) پتھر مارتا اور دوسرے لوگ

لہ۔ الف میں خط کشیدہ نام نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

پتھر نہ مارتے جبتک کہ وہ پہلے نہ مارتا۔ ضرورت مند لوگ جنھیں جلد جانا ہوتا اس کے پاس آتے اور اس سے کہتے کہ چلئے اور آپ پہلے پتھر ماریے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ پتھر ماریں۔ وہ کہتا خدا کی قسم میں ابھی پتھر نہ ماروں گا حتیٰ کہ سورج نہ ڈھل جائے۔ اور ضرورت مند عجلت کے خواہاں لوگوں کی یہ حالت ہوتی کہ خود اسی کو پتھر مارنے اور جلدی کرتے اور کہتے کہ کمبخت چل پتھر مار لیکن وہ انکار ہی کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھلتا تو اٹھتا اور پتھر مارتا اس کے بعد دوسرے لوگ بھی پتھر مارتے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب لوگ جمروں کو پتھر مارنے سے فارغ ہوتے اور منیٰ سے نکل کر مکہ جانے کا ارادہ کرتے تو قبیلۂ صوفہ کے لوگ گھاٹی کی دونوں جانب کھڑے ہوجاتے اور لوگوں کو جانے سے روک دیتے۔ اور کہتے اے گروہ صوفہ گزر جاؤ پھر دوسرے لوگ نہ گزرتے یہاں تک کہ وہ گزر جاتے اور جب قبیلۂ صوفہ کے لوگ منیٰ سے مکہ کی جانب جانے کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور چلے جاتے تو دوسرے لوگوں کے لیے راستہ صاف ہوجاتا۔ اور وہ ان کے بعد نکلتے۔ غرض یہی حال رہا یہاں تک کہ وہ لوگ چل بسے اور جدی رشتے کی قربت کے سبب سے ان کے بعد ان کے وارث بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہوئے اور پھر آل صفوان بن الحارث بن شجنہ ہوئے جو بنو سعد ہی کی ایک شاخ تھی۔ ۱۳۳

ابن ہشام نے کہا کہ صَفْوان جناب بن شِجنَہ بن عُطارِد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ صَفوان ہی لوگوں کو حج کے وقت عرفہ سے نکلنے کی اجازت دیا کرتا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد اجازت[1] دیا کرتی

---

[1] ۔ (ب ج د) یجیزو (الف) یخیزیہ دوسرا نسخہ بالکل بے معنی ہے یا تو یجیز اجازت دینے کے معنی میں ہوتا یا یخیر آخر میں رائے مہملہ سے ہوتا کہ اختیار دینے کے معنی میں ہوتا۔ (احمد محمودی)

یہاں تک کہ ان میں کا آخر شخص جس کے زمانے میں اسلام کا ظہور ہوا وہ کرب بن صفوان تھا۔ اوس بن[1] تمیم بن مَغراء السعدی کہتا ہے۔

لَا يَبْرَحُ النَّاسُ مَا حَجُّوا مُعَرَّفَهُمْ ۔۔۔ حَتَّى يُقَالَ أَجِيزُوا آلَ صَفْوَانَا

جب تک لوگ حج کرتے رہیں گے اپنے مقام عرفہ سے نہیں ہٹیں گے ۔ یہاں تک کہ اے بنی صفوان ہمیں اجازت دو نہ کہا جائے ۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اوس بن مغراء کے قصیدے میں کا ہے۔

عدوان کی مقام مُزدلفہ سے روانگی کی حالت

اور ذو الاُصبع العدوانی نے جس کا نام حُرثان بن عمرو تھا اور ذو الاصبع اس کا نام اس لیے مشہور ہو گیا کہ اس نے اپنی ایک انگلی کاٹ لی تھی یہ شعر کہے ہیں۔

عَذِيرَ الْحَيِّ مِنْ عَدْوَا ۔۔۔ نَ كَانُوا حَيَّةَ الْأَرْضِ

بنی عَدوان کے اس قبیلے کی جانب سے کون عذر کر سکتا ہے کہ وہ تو زمین اژدہوں کے مانند دی ہیبت و شان ہیں ۔

بَغَى بَعْضُهُمْ ظُلْمًا ۔۔۔ فَلَمْ يَرْعَ عَلَى بَعْضِ

وہ آپس میں ایک دوسرے پر بھی ظلم و زیادتی کرتے ہیں تو کبھی ایک دوسرے کی رعایت نہیں کرتا ۔

۱۲۴

[1] (الف) میں اوس بن تمیم نہیں ہے صرف ابن مغراء السعدی ہے ۔ (احمد محمودی)

وَمِنْهُمْ كَانَتِ السَّادَا ۔۔۔ تُ وَالْمُوفُونَ بِالْقَرْضِ

لیکن ان میں ایسے سردار صفت لوگ بھی ہیں جو کبھی قرض لیتے ہیں تو پورا پورا ادا کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يُجِيزُ النَّا ۔۔۔ سَ بِالسُّنَّةِ وَالْفَرْضِ

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو سنت او رفرض یعنی احکام حج کی اجازت دیتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ حَكَمٌ يَقْضِي ۔۔۔ فَلَا يُنْقَضُ مَا يَقْضِي

ان میں ایسے بھی ہیں (جو فیما بین کے اختلاف میں) حکم بنا کرتے ہیں اور جو فیصلہ وہ کر دیتے ہیں وہ ٹوٹتا نہیں۔

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔

(ذوالاصبع کے ان اشعار اور اوس کے مذکورہ بالا شعر میں ظاہرا تخالف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنی صفوان کو اجازت دینے والا بتاتا ہے اور یہ بنی عدوان کو لیکن دراصل ان میں تخالف نہیں ہے بلکہ) ذوالاصبع نے جس اجازت کا ذکر اپنے شعر میں کیا ہے وہ مزدلفے سے نکلنے کے متعلق ہے جو بنی عدوان سے متعلق تھی جس طرح زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق کی روایت سے بیان کیا ہے کہ بنی عدوان کی وراثت میں یہ اجازت ان کے باپ دادا سے برابر چلی آئی ہے۔ ان میں کا آخری شخص جس کے زمانے میں اسلام کا ظہور ہوا ابو سیارہ عُمَیلہ بن الاعزل تھا۔ اور اسی کے متعلق عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ أَبِي سَيَّارَهْ ۔۔۔ وَعَنْ مَوَالِيهِ بَنِي فَزَارَهْ

ہم نے ابو سیّارہ اور اس کے عمزاد بھائیوں بنی فزارہ سے

لوگوں کو ہٹایا ہے۔

حَتّیٰ أَجَارَ سَالِماً حِمَارَہْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ یَدْعُو جَارَہْ

یہاں تک کہ ابو سیارہ نے گدھی کو شرارت کرنے سے روک کر روبقبلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پناہ کے لیے دعا کر کے لوگوں کو اجازت دی۔

ابو سیارہ اپنی ایک گدھی پر بیٹھے لوگوں کو ہٹا رہا تھا۔ اسی لیے شاعر نے سالما حمارہ کہا ہے۔

عامر بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن لیشکر بن عدوان کا بیان

ابن اسحٰق نے کہا کہ یقضی حکما[1] مذکورہ بالا شعر میں جو آیا اس سے مراد عامر بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن لیشکر بن عدوان العدوانی ہے۔ عرب میں کوئی فساد یا کسی فیصلے میں کوئی دشواری پیش آتی تو اسی کی طرف رجوع کرتے اور وہ جو کچھ فیصلہ کر دیتا اس سے سب کے سب راضی ہوتے۔ ایک مقدمہ اس کے پاس پیش ہوا۔ جو ان میں مختلف فیہ تھا۔ ایک خنثیٰ تھا جس میں وہ علامت بھی تھی جو مردوں کی ہے اور وہ بھی جو عورتوں میں ہوتی ہے لوگوں نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا کہ اس کو تم مرد شمار کرو گے یا عورت۔ اس مسئلے سے زیادہ دشوار اس کے پاس کوئی مسئلہ نہیں آیا تھا۔

---

[1] خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

اس لیے اس نے کہا کہ میں تمھارے اس معاملے میں غور کرنے کے بعد جواب دوں گا۔ اے گروہ عرب خدا کی قسم تمھارے اس معاملے کے جیسا میرے پاس اور کوئی معاملہ نہیں آیا۔ اُن لوگوں نے اس کو مہلت دی اور اس نے ۱۳۵ اپنی رات بیداری میں اس طرح گزاری کہ اپنے اس معاملے میں الٹی سیدھی رائیں قائم کرتا اور اسی معاملے میں غور کرتا رہا لیکن اس کے متعلق کوئی بات اس کے سمجھ میں نہ آئی۔ سُخَیلَہ نامی اس کی ایک لونڈی تھی جو اس کی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ وہ اس لونڈی پر ہمیشہ عتاب کیا کرتا۔ جب صبح بکریاں چرنے کے لیے چھوڑتی تو کہتا اے سُخَیل خدا کی قسم تو نے بہت دن چڑھا دیا اور جب چراگاہ سے بکریاں واپس لاتی تو کہتا اے سُخَیل خدا کی قسم تو نے بہت رات کر دی اور اس کا یہ عتاب اس لیے تھا کہ وہ بکریوں کو چراگاہ کی جانب چھوڑنے میں ہمیشہ دیر کیا کرتی تھی یہاں تک کہ بعض لوگ اس سے پہلے ہی چراگاہ کو چلے جاتے اور واپس لانے میں بھی ہمیشہ تاخیر کیا کرتی حتیٰ کہ واپسی میں بھی بعض لوگ اس سے پہلے ہی واپس ہو جاتے تھے۔ جب اس لونڈی نے عامر کی اس کے بستر پر بیداری اور بے چینی بیقراری دیکھی کہا تیرا باپ مرجائے تجھے کیا ہوا ہے آج رات تجھے کون سی مشکل پیش آئی ہے۔ عامر نے کہا اری کمبخت جس معاملے سے تجھے کوئی سروکار نہو اس میں مجھے اپنے حال پر چھوڑ۔ سخیلہ نے دوبارہ اس سے ویسا ہی سوال کیا تو عامر نے اپنے دل میں کہا ممکن ہے کہ جس معاملے میں میں حیران ہوں اس کا کوئی حل یہ بتیں کر دے اور کہا اری کمبخت میرے پاس خنثیٰ کی میراث کا معاملہ پیش ہوا ہے میں اسے مرد قرار دوں یا عورت خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کروں کوئی معقول وجہ اس میں مجھے نظر نہیں آتی ہے سخیلہ نے کہا سبحان اللہ یہ بھی کوئی دشوار بات ہے فیصلے کا مدار پیشاب کے مقام سے کیجیے خنثیٰ کو پیشاب کروائیے اگر اس نے اس راستے سے پیشاب کیا جس سے مرد پیشاب کرتے ہیں تو وہ مرد ہے اور اگر اس نے اس راستے سے پیشاب کیا جس سے عورتیں پیشاب کرتی ہیں تو وہ عورت ہے عامر نے کہا اے سُخَیل اس فیصلے کے بعد اب تو بکریوں کو چاہے دیر سے لایا کر یا دیر سے

لیجایا کر تجھے معاف ہے خدا کی قسم تو نے اس معاملے کو حل کر دیا پھر جب صبح ہوئی ان لوگوں کے پاس گیا اور وہی فیصلہ کیا جس کا نخیلہ نے اسے مشورہ دیا تھا۔

قصی بن کلاب کا حکومت مکّہ پر غلبہ پانا اور اس کا قریش کو متحد کرنا اور بنی قضاعہ کا اس کی امداد کرنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب مذکورۂ بالا سال آیا اور بنی صُوفہ نے حسب عادت وہی کام کیے جو ہمیشہ وہ کیا کرتے تھے اس حال میں کہ تمام عرب ان کی تولیت اور ان کے حقوق سے واقف تھے اور ان کے دلوں میں وہ تمام کام بنی جرہم اور بنی خزاعہ کے وقت سے بطور مذہب جاگزیں تھے۔ تو قصی بن کلاب اپنی قوم قریش اور بنی کنانہ اور بنی قضاعہ کو ساتھ لیے عقبہ کے پاس آیا۔ اور کہا اس کام کی تولیت کا ہم تم[1] سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تو بنی صُوفہ نے قصی سے جنگ شروع کی اور خوب جنگ ہوئی بنی صُوفہ نے شکست کھائی اور جو چیزیں ۱۳۶ رسوم حج سے متعلقہ ان کے ہاتھوں میں تھیں ان سب پر قصی نے غلبہ حاصل کر لیا۔ جب یہ دیکھا تو بنی خزاعہ اور بنی بکر بھی قصی سے کترانے لگے۔ اور انھوں نے جان لیا کہ عنقریب کعبۃ اللہ اور امور مکّہ میں وہ انھیں بھی مانع ہوگا جس طرح بنی صوفہ کو اس نے منع کر دیا اور جب وہ قصی سے کترانے لگے تو

ا۔ (ب ج د) میں لنحن اولی بہذا منکم ہے جس کے معنی ہم نے ترجمہ میں لکھے ہیں (الف) میں لانحن اولی بہذا منکم ہے اس کے معنی یوں ہوں گے کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ ہم تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

(احمد محمود ی)

قصی نے ان سے بھی جنگ کرنے کی تیاری کی اور ان سے لڑائی کی اپنی جانب سے ابتدا کر دی۔ اور بنی خزاعہ اور بنی بکر بھی اس سے مقابلے کے لیے نکلے۔ دونوں لشکر ملے۔ اور خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ فریقین میں سے بہت سے لوگ مارے گئے۔ پھر انھوں نے ایک دوسرے کو صلح کی دعوت دی۔ اور عرب ہی میں سے کسی ایک شخص کو حکم بنانے کی ٹھہری۔ اور یعمر بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کو حکم بنایا۔ یعمر نے ان میں فیصلہ یہ کیا کہ کعبۃ اللہ اور امور مکہ کے متعلق بنی خزاعہ کی بہ نسبت قصی زیادہ حقدار ہے اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کے جن لوگوں کو قصی نے قتل کیا ان کا خون ساقط اور پامال اور قریش اور بنی کنانہ اور بنی قضاعہ کے جن لوگوں کا خون بنی خزاعہ اور بنی بکر نے کیا اس کی دیت دینا ان پر لازم ہوگا۔ اور کعبۃ اللہ اور مکہ کے معاملات میں قصی آزاد ہوگا۔ اسی روز سے یعمر بن عوف کا نام شَدّاخ ہوگیا کیونکہ اس نے بہت سے خون اس روز ساقط اور پامال کر دئے۔ (شدخ کے معنی پیٹ میں بچہ مکمل ہونے سے پہلے گر گیا)۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگوں نے شُدَّاخ کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد سے بیت اللہ اور امور مکہ اور اپنی قوم کے گھروں سے مکہ تک تمام امور کے انتظام کا سرپرست قصی ہی بن گیا۔ اور اپنی قوم اور مکہ والوں کا بادشاہ ہوگیا اور اس کی قوم نے اس کو بادشاہ تسلیم بھی کر لیا لیکن قصی نے عرب کو ان کی اسی حالت پر برقرار رکھا جس حالت میں وہ تھے اور ایسا اس نے اس لیے کیا کہ وہ خود بھی ان تمام باتوں کو اپنے دل میں ایسا ہی مذہبی سمجھتا تھا کہ ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہ ہونا چاہئے چنانچہ اس نے آل صفوان اور آل عَدوان اور نسأۃ اور مُرّہ بن عوف کو ان ہی حالات پر قائم رکھا جن حالات پر وہ تھے۔ یہاں تک کہ اسلام آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ان (کی حکومت کے) تمام عمارات کو ڈھا دیا۔ بنی کعب بن لوی میں، قصی پہلا شخص تھا، جس نے ایسی حکومت حاصل کی جس کے سبب سے اس کی قوم نے اس کی اطاعت کی۔ اور عہدہ ہائے حِجَابَہ وسِقَایَہ ورِفَادَہ

۱۳۷

وندوہ ولواء سب کے سب قصی ہی سے متعلق تھے۔ اور وہ مکہ میں ہر طرح کی رفعت و منزلت کا جامع تھا۔ (حجابہ ۔ خدمت پردۂ کعبۃ اللہ۔ سقایہ۔ حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانے کی خدمت ۔ رفادہ ۔ حاجیوں کی ضیافت۔ ندوہ ۔ مجلس شوریٰ ۔ لواء ۔ پرچم باندھنے کی خدمت)۔ اس نے مکہ کے چار حصے کئے اور اپنی قوم میں بانٹ دئیے ۔ اور قریش میں کے ہر ایک قبیلہ کو اس نے وہ منزلت دی جس پر وہ پہلے سے تھے ۔ لوگوں کا ادعا ہے کہ قریش نے حرم کے ان درختوں کے کاٹنے سے خوف کیا جو ان کے گھروں میں تھے تو قصی نے اور اس کے مددگاروں نے اپنے ہاتھ سے انھیں کاٹا ۔

قریش نے اس کا نام مُجَمِّع رکھ دیا ۔ اس لیے کہ وہ مکہ کی ہر طرح کی رفعت و منزلت کا جامع تھا ۔ اور انھوں نے اس کی حکومت کو مبارک پایا ۔ اس لیے قریش کی کسی عورت کا نکاح اور کسی مرد کی شادی نہ ہوتی اور نہ وہ کسی نازل شدہ کسی دشوار معاملے میں مشورہ کرتے اور نہ کسی قوم[1] سے جنگ کے لیے پرچم باندھتے مگر اسی کے گھر میں ۔ ان کے پرچم، قصی کا کوئی لڑکا باندھا کرتا ۔ قریش کی کوئی لڑکی چولی پہننے کی عمر کو پہنچ کر چولی نہ پہنتی مگر اسی کے گھر میں ۔ اسی کے گھر میں اس لڑکی کے جسم پر چولی بیونتی جاتی اور پہنائی جاتی اس کے بعد وہ اپنے لوگوں کے پاس جاتی۔ اس کی قوم قریش میں اس کے احکام کا یہ حال اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد بھی حکم مذہبی کی طرح ضروری الاتباع ہو گیا تھا کہ اس کے خلاف نہ کیا جاتا ۔ اور اس نے اپنے لیے ایک مشورہ گھر بنوایا ۔ اور اس کا دروازہ کعبۃ اللہ کی مسجد کی طرف رکھا اسی میں قریش اپنے معاملات کا فیصلہ کیا کرتے تھے ۔

ابن ہشام نے کہا کہ شاعر کہتا ہے ۔

قُصَیٌّ لَعَمْرِی کَانَ یُدْعٰی مُجَمِّعًا ۔۔۔ بِہٖ جَمَعَ اللّٰہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِہْرِ

[1] ۔ (الف) ۔ لحرب قوم فی غیرہم (ب ج د) لحرب قوم من غیرہم ۔ پہلے نسخے میں فی کا جو استعمال کیا گیا ہے وہ غلط معلوم ہوتا ہے ۔ (احمد محمودی)

میری عمر کی قسم قصی جو مجمع کے نام سے مشہور تھا اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی فہر کے تمام قبیلوں کو متحد کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عبد الملک بن راشد نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے باپ نے سائب بن خباب حجرے والے کو کہتے سنا کہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ) سے آپ کی خلافت کے زمانے میں ایک شخص قصی بن کلاب کے حالات بیان کر رہا تھا جس میں اس کے اپنی قوم کو جمع کرنے اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے نکال دینے اور بیت اللہ کی تولیت، اور مکہ کی حکومت، حاصل کرنے، کا ذکر تھا تو عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اس کی تردید و انکار نہیں کیا۔

۱۳۸ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قصی اپنی جنگ سے فارغ ہوا تو اس کا بھائی رزاح بن ربیعہ اپنی قوم کے ان لوگوں کو لے کر جو اس کے ساتھ تھے اپنے شہروں کی طرف لوٹ گیا۔ اور رزاح نے قصی کی استدعا کو قبول کرنے کے متعلق کہا ہے۔

لَمَّا أَتَى مِنْ قُصَيٍّ رَسُولُ فَقَالَ الرَّسُولُ أَجِيبُوا الْخَلِيلَا

جب قصی کے پاس سے قاصد آیا اور قاصد نے کہا کہ ایک دوست کی استدعا کو قبول کرو۔

نَهَضْنَا إِلَيْهِ نَقُودُ الْجِيَادَ وَنَطْرَحُ عَنَّا الْمَلُولَ الثَّقِيلَا

تو ہم اس کی طرف جانے کے لیے گھوڑوں کو کھینچ لائے اور اپنی انتہائی سستی کو پھینک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

نَسِيرُ بِهَا اللَّيْلَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَنَكْمِي النَّهَارَ لِئَلَّا نَزُولَا

ہم ان گھوڑوں پر رات تمام چلتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور دن میں چھپ رہتے تاکہ ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔

فَهُنَّ سِرَاعٌ كَوِرْدِ الْقَطَا يُجِبْنَ بِنَا مِنْ قُصَيٍّ رَسُولَا

۱۲۸ وہ گھوڑے جو قصیؔ کے پاس سے ہمارے پاس قاصد کو
لائے ایسے تیز تھے جیسے پانی پینے جاتے وقت مرغ سنگ خوار۔

جَمَعْنَا مِنَ السِّرِّ مِنْ أَشْمَذَيْنِ وَمِنْ كُلِّ حَيٍّ جَمَعْنَا قَبِيلَا

ہم نے اشمذین (نامی پہاڑوں یا قبیلوں) سے اور ہر ایک
بڑے قبیلے میں سے بہترین افراد کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جمع کرلیں۔

فَبَالَكِ حَلْبَةَ مَا لَيْلَةٍ تَزِيدُ عَلَى الْأَلْفِ سَيْبًا رَسِيلَا

اے گھڑدوڑ کے گھوڑو تمھیں کیا ہوگیا کہ دوسرے گھوڑوں
کے مقابلے میں سر چھوڑے کے باوجود تم نے ایک رات میں
ایک ہزار (میل یا فرسخ) سے زیادہ مسافت طے نہ کی۔

۱۲۹ فَلَمَّا مَرَرْنَ عَلَى عَسْجَرٍ [1] وَأَسْهَلْنَ مِنْ مُسْتَنَاخٍ سَبِيلَا

پھر جب وہ گھوڑے مقام عسجر پر گزرے اور منزل کے
راستے میں سے (کچھ حصہ طے کرکے) آسانی پیدا کرلی۔

وَجَاوَزْنَ بِالرُّكْنِ مِنْ وَرِقَانَ وَجَاوَزْنَ بِالْعَرْجِ حَيًّا حُلُولَا

اور مقام ورقان کے ایک حصے پر سے گزر کر وادی
عرج پر گزرے جہاں ایک قبیلہ اترا ہوا تھا۔

مَرَرْنَ عَلَى الْحِلِّ مَا ذُقْنَهُ وَعَالَجْنَ مِنْ مَرَّ لَيْلًا طَوِيلَا

تو وہ گھوڑے حِلّی نامی نبات پر سے گذرے لیکن
اس کو چکھا تک نہیں (یا شیب کے جمع شدہ پانی پر سے گزرے
اور اس کو پیا تک نہیں اور (مقام) مرّ (الظہران کی مسافت

[1] (ب ج ۔) عسجر نام مقام (الف) عسجد سونے جواہرات کے معنی ہیں جو اس مقام
سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے (احمد محمودی)

یہ کوشش رات کے ایک بڑے حصے میں طے کی۔

نُدَنِّي مِنَ الْعُودِ أَفْلَاءَهَا ... إِرَادَةَ أَنْ يَسْتَرِقْنَ الصَّهِيلَا

ہم جنی ہوئی اونٹنیوں کے قریب ان کے بچوں کو رکھنا چاہتے تھے کہ وہ ان کی آواز سیکھ جائیں۔

فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى مَكَّةٍ ... أَبَحْنَا الرِّجَالَ قَبِيلًا قَبِيلَا

پھر جب ہم مکہ پہنچے تو بہادروں کے بہت سے قبیلوں کا خون ہم نے مباح کر دیا۔

نُعَاوِرُهُمْ ثَمَّ حَدَّ السُّيُوفِ ... وَفِي كُلِّ أَوْبٍ حَبَسْنَا الْعُقُولَا

وہاں ہم نے ان کے مقابلے میں تلواروں کی باڑھ سے مدد لے کر ہر پینترے اور وار میں ان کی عقلیں چھین لیں۔

نُخَبِّزُهُمْ بِصِلَابِ النُّسُو ... رِ خَبْزَ الْقَوِيِّ الْعَزِيزِ الذَّلِيلَا

ہم انھیں سخت گدھوں (کے جیسے گھوڑوں) کے ذریعے اس طرح ہانک رہے تھے جس طرح ایک قوت و عزت والا ذلیلوں کو ہانکتا ہے۔

قَتَلْنَا خُزَاعَةَ فِي دَارِهَا ... وَبَكْرًا قَتَلْنَا وَجِيلًا فَجِيلَا

ہم نے بنی خزاعۃ کو ان کے گھر میں قتل کیا اور بنی بکر اور ایک قبیلے کے بعد دوسرے قبیلے کو قتل کیا۔

نَفَيْنَاهُمْ مِنْ بِلَادِ الْمَلِيكِ ... كَمَا لَا يَحُلُّونَ أَرْضًا سُهُولَا

شاہی شہروں سے ہم نے انھیں اس طرح جلا وطن کر دیا

گویا وہ (یہاں کی) کسی نرم زمین میں (کبھی) اترے ہی نہ تھے۔

فأصبح سبيهم في الحديد ومن كل حي شفينا الغليلا

نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں کے قیدی صبح صبح لوہے میں
جکڑے گئے اور ہر ایک قبیلے کے کینہ وروں کو کینہ وبغض کی
بیماری سے ہم نے چنگا کر دیا۔

اور ثعلبہ بن عبد اللہ بن ذبیان بن الحرث بن سعد بن ہذیم القضاعی
نے اس کے متعلق کہا ہے کہ قصی نے جب انھیں بلایا تو انھوں نے اس کی استدعا
قبول کی۔

جلبنا الخيل مضمرة تغالى من الأعراف أعراف الجناب

ہم مقام جناب کی سطح مرتفع سے قیمتی دبلے پتلے
گھوڑے لے کر۔

إلى غوري تهامة فالتقينا من الفيفاء في قاع يباب

تہامہ کے نشیبی سرزمین کی طرف چلے اور ایک
بے آب وگیاہ بنجر میدان میں پہنچے۔

فأما صوفة الخنثى فخلوا منازلهم محاذرة الضراب

اور نامرد بنی صوفہ نے تو جنگ کے خوف سے اپنے گھر
خالی کر دیئے۔

وقام بنو علي إذ رأونا إلى الأسياف كالإبل الطراب

اور بنی علی نے جب ہم کو دیکھا تو اپنی تلواروں کی طرف
اس طرح لپکے جس طرح اپنے گھر کی طرف اونٹ تیزی سے

جاتے ہیں۔
اور قصی بن کلاب نے کہا ہے۔

۱۴۰ أَنَا ابْنُ الْعَاصِمِينَ بَنِي لُؤَيٍّ ... بِمَكَّةَ مَنْزِلِي وَبِهَا رَبِيتُ

میں بنی لوئی کے معصوموں کا بیٹا ہوں مکہ میں
میرا گھر ہے اور یہیں میری نشو و نما ہوئی۔

إِلَى الْبَطْحَاءِ قَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ ... وَمَرْوَتُهَا رَضِيتُ بِهَا رَضِيتُ

(یہاں سے) بطحاء تک بنی معدّ نے مجھے خوب
جان لیا ہے اور مکہ کا کوہ مروہ ایسا پہاڑ ہے جس سے میں
خوب راضی ہوگیا۔

فَلَسْتُ لِغَالِبٍ إِنْ لَمْ تَأَثَّلْ ... بِهَا أَوْلَادُ قَيْذَرَ وَالنَّبِيتُ

مجھے بنی غالب میں سے نہ سمجھنا اگر اس میں اولاد قیذر
ونبیت کی جڑیں نہ جم گئیں۔

رِزَاحٌ نَاصِرِي وَبِهِ أُسَامِي ... فَلَسْتُ أَخَافُ ضَيْمًا مَا حَيِيتُ

میری امداد کرنے والا رزاح ہے اور اسی پر میں فخر کرتا
ہوں جب تک میں زندہ رہوں کسی ظلم سے میں نہیں ڈرتا۔

پھر جب رزاح بن ربیعۃ یہاں سے جا کر اپنی بستیوں میں رہنے لگا۔ اللہ نے اس کی اور حنّ کی اولاد کو خوب پھیلایا اور آج جو بنی عذرۃ کے دو قبیلے ہیں انہی دونوں کی اولاد ہیں رزاح بن ربیعۃ جب اپنے وطن کو آیا تو اس کے اور بنی نہد بن زید اور بنی حوتکہ بن اسلم کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا تو اس نے انھیں ڈرایا حتیٰ کہ وہ یمن چلے گئے اور بنی قضاعہ کی بستیوں سے جلاوطن ہو گئے اور وہ آج بھی یمن ہی میں ہیں۔ قصی بن کلاب نے جو بنی قضاعہ

سے محبت رکھتا تھا۔ اور ان کی ترقی کو اور ان کی بستیوں میں ان سب کے ایک جگہ رہنے کو پسند کرتا تھا۔ اور جو برتاؤ رزاح نے ان کے ساتھ کیا اس کو نا پسند کرتا تھا اسی۔نے یہ اشعار کہے ہیں۔کیونکہ قصی اور رزاح میں رشتہ داری تھی۔ اور قصی نے جب رزاح وغیرہ کو اپنی امداد کے لیے بلوایا تو انھوں نے اس کی استدعا قبول کی اور اس کے لیے انھوں نے تکلیفیں اٹھائی تھیں۔

۱۴۱ أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي رِزَاحاً ... فَإِنِّي قَدْ لَحَيْتُكَ فِي اثْنَتَيْنِ

کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو میری جانب سے رزاح کو یہ پیام پہنچادے کہ میں تجھے دو باتوں پر ملامت کرتا ہوں۔

لَحَيْتُكَ فِي بَنِي نَهْدِ بْنِ زَيْدٍ ... كَمَا فَرَّقْتَ بَيْنَهُمُ وَبَيْنِي

ایک تو بنی نہد بن زید کے معاملے میں تجھے ملامت کرتا ہوں جس طرح تو نے ان میں اور مجھ میں جدائی ڈال دی۔

وَحَوْتَكَةَ بْنِ أَسْلَمَ إِنَّ قَوْماً ... عَنَوْهُمْ بِالْمَسَاءَةِ قَدْ عَنَوْنِي

دوسرے حوتکہ بن اسلم کے بارے میں جن لوگوں نے بنی حوتکہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا انھوں نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ ان اشعار کی نسبت زہیر بن جناب الکلبی کی جانب کرتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قصی زیادہ عمر والا ہوگیا اور اس کی ہڈیاں دگھل گھل کر) پتلی ہوگئیں۔ اور عبدالدار اس کا پہلونٹا لڑکا تھا۔لیکن عبدمناف نے اپنے باپ ہی کے زمانے میں عزت و رفعت حاصل کرلی تھی۔ اور ہر طرح کے تجربات حاصل کرلیے تھے اور اس کے دو اور لڑکے بھی تھے جن کا نام عبدالعزیٰ

اور عبد تھا۔ تو قصی نے عبد الدار سے کہا پیارے بچے سن لے۔ خدا کی قسم میں تجھے ان لوگوں سے پیچھے نہ رہنے دوں گا اگرچہ انھوں نے تجھ پر برتری حاصل کر لی ہے ان میں کا کوئی شخص کعبۃ اللہ میں داخل نہ ہو سکے گا جبتک کہ تو خود اس کے لیے دروازہ نہ کھولے قریش کی کسی جنگ کا پرچم نہ باندھا جائے گا جب تک کہ تو اپنے ہاتھ سے نہ باندھے مکہ میں تیرے کٹورے کے بغیر کوئی (زمزم کا پانی) نہ پیئے گا۔ اور نہ حاجیوں میں سے کوئی شخص تیرے کھانے کے سوا دوسروں کا کھانا کھائے گا۔ قریش اپنے معاملات میں سے کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہ کریں گے مگر تیرے ہی گھر میں اور اس نے اپنا گھر جس کا نام دار الندوہ تھا اسے دیدیا جس کے سوا کسی دوسرے گھر میں قریش اپنے معاملات میں سے کسی معاملے کا فیصلہ نہ کرتے تھے۔ اور حجابہ ولواء وسقایہ ورفادہ سب کچھ اسی کے حوالے کر دیا رِفادہ ایک طرح کا خراج تھا جو ہر موسم حج میں قریش اپنے مال میں سے قصی بن کلاب کے حوالے کیا کرتے تھے اور وہ اس رقم سے حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرواتا اور اس کو وہ لوگ کھاتے جو تونگر نہ ہوتے اور جن کے پاس زاد راہ نہوتا۔ اس خراج کو قصی نے قریش پر لازمی گردانا تھا جب اس نے انھیں اس کا حکم دیا تو کہا تھا اے گروہ قریش تم اللہ کے پڑوسی ہو اور اس کے گھر والے ہو اور حرم میں رہنے والے ہو اور حجاج اللہ کے مہمان ہیں اور اس کے گھر کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور تمام مہمانوں میں سب سے زیادہ وہ عزت واکرام کے حق دار ہیں۔ اس لیے حج کے زمانے میں ان کے لیے کھانا پانی تیار رکھو اس وقت تک کہ وہ تمھارے پاس سے واپس چلے جائیں انھوں نے اس کی بات مان لی اور ہر سال اپنے مال میں سے اس کے لیے مال نکالتے اور وہ قصی کے حوالے کرتے۔ وہ منیٰ میں حاجیوں کے رہنے کے زمانے میں اس سے کھانا تیار کرواتا۔ اور اس کا یہ حکم زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کی قوم پر برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسلام آیا۔ پھر اسلام میں بھی آج تک وہی طریقہ جاری ہے سلطان ہر سال منیٰ میں حج سے فارغ ہونے تک لوگوں کے لیے جو کھانا تیار کرواتا ہے یہ وہی کھانا ہے۔

۱۴۲

ابن اسحٰق نے کہا کہ قصی بن کلاب کے یہ حالات اور اس نے اپنے تمام اختیارات عبدالدار کو دیتے وقت جو کچھ کہا تھا اس کی روایت میرے والد اسحٰق بن یسار نے حسن بن محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے سن کر مجھ سے بیان کی ۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے حسن سے یہ واقعات اس وقت سنے جب وہ بنی عبدالدار کے ایک شخص سے کہہ رہے تھے جس کا نام نُبَیۂ بن وہب بن عامر بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی تھا ۔ حسن نے کہا کہ قصی نے ہر وہ چیز جو اس کی قوم کے متعلق اس کے ہاتھ میں تھی اس کے حوالے کر دی ۔ اور قصی کا یہ حال تھا کہ وہ اس کے کیے ہوئے کسی کام کو نہ رد کرتا اور نہ اس کے خلاف کرتا ۔

قصی کے بعد قریش کا اختلاف اور حلف المطیبین

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر قصی بن کلاب کا انتقال ہوگیا تو اس کے بعد اس کی قوم کے اور اس کی قوم کے علاوہ[1] دوسرے لوگوں کے انتظامات پر اس کے لڑکے قائم ہوئے انھوں نے مکہ کو چار حصوں میں تقسیم کر لیا جس کو قصی نے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا تھا یہ لوگ اپنے اپنے حصوں میں سے اپنی قوم کو اور اپنی قوم کے علاوہ اپنے حلفاء میں سے دوسروں کو دیتے بھی تھے اور فروخت بھی کرتے تھے ۔ قریش اسی حالت پر ان کے ساتھ چند روز رہے ۔ اور ان میں کوئی جھگڑا یا اختلاف نہ ہوا ۔ پھر چند روز کے بعد بنی عبد مناف بن قصی عبد شمس ہاشم مطلب اور نوفل نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ بنی عبدالدار بن قصی کے

---

[1] خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں ۔
(احمد محمودی)

ہاتھوں میں جو عہدے حجابہ و لواء و سقایہ و رفادہ میں جن کو قصی نے عبدالدار بن قصی کے حوالے کیا تھا وہ ان سے لے لیں۔ انھوں نے بہ نسبت اُن کے خود کو ان کاموں کا زیادہ حقدار خیال کیا کیونکہ ان کو ان کی قوم پر برتری اور فضیلت حاصل تھی۔ اس وقت قریش متفرق ہو گئے ایک گروہ تو بنی عبد مناف کے ساتھ ان کی رائے کے موافق ہو گیا جن کی رائے یہ تھی کہ اس کام کے لیے بنی عبد الدار کی بہ نسبت یہ لوگ زیادہ حق دار ہیں کیونکہ ان کی قوم میں ان لوگوں کو ایک خاص مرتبہ حاصل تھا۔ اور ایک گروہ بنی عبدالدار کے ساتھ ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ قصی نے جو عہدے ان لوگوں کے سپرد کر دئے تھے وہ ان کے ہاتھوں سے نکال لے جائیں۔ ۱۴۳

بنی عبد مناف کی حکومت عبد شمس بن عبد مناف کے ہاتھ میں تھی اس لیے کہ وہ بنی عبد مناف میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا۔ اور بنی عبدالدار کی حکومت عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کے ہاتھ میں اور بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی اور بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مرہ بن کعب اور بنی الحارث بن فہر بن مالک بن نضر بنی عبد مناف کے ساتھ تھے۔

اور بنی مخزوم بن یقظۃ بن مرۃ اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب اور بنی عدی بن کعب بنی عبدالدار کے ساتھ تھے۔

اور عامر بن لوئی اور محارب بن فہر ان دونوں سے خارج تھے یہ لوگ فریقین میں سے کسی کے طرفدار نہ تھے۔

فریقین میں سے ہر ایک فریق کے قبائل نے اس معاملے میں پاکیزی قسمیں کھائیں کہ جب تک سمندر کے پانی میں کسی صوف کے ٹکڑے کو تر کرنے کی خاصیت ہے ایک دوسرے کو بے امداد نہ چھوڑے گا ایک دوسرے کی معاونت سے کنارہ کش نہ ہوگا۔ اور بنی عبد مناف نے عطر سے بھرا ہوا ایک کٹورا نکالا۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ بنی عبد مناف کی ایک عورت ان کے لیے وہ کٹورہ نکال لائی۔ اور انھوں نے اس کو مسجد میں کعبۃ اللہ کے پاس ان کو قسمیں دینے کے لیے رکھا۔ اور بنی عبد مناف اور ان کے

طرفداروں نے اپنے ہاتھ اس میں ڈبوئے اور آپس میں معاہدہ کیا۔ اور اس کے بعد کعبۃ اللہ کو سبھوں نے چھوا کہ ان پر یہ قسمیں تاکیدی ہو جائیں۔ یہ معاہدین مطیبین کے نام سے مشہور ہوئے۔

۱۴۴ اور بنی عبدالدار اور ان کے طرفداروں نے بھی کعبۃ اللہ کے پاس تاکیدی قسمیں کھائیں اور معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کو بے امداد نہ چھوڑیگا اور ایک دوسرے کی معاونت سے کنارہ کش ہو گا۔ اور ان معاہدین کا نام احلاف پڑ گیا۔ پھر ان قبائل میں طرفداریاں پیدا ہو گئیں اور ان میں کے بعض بعض کے سر ہو گئے بنی عبدمناف بنی سہم کے لیے اور بنی اسد نے بنی عبدالدار کے لیے اور بنی زہرہ نے بنی جمح کے لیے اور بنی تیم نے بنی مخزوم کے لیے اور بنی حارث بن فہر نے بنی عدی بن کعب کے لیے تیاریاں شروع کیں۔

پھر انھوں نے کہا کہ ہر قبیلے کو چاہیے کہ اپنے مقابل والے قبیلے کے خلاف دوسروں کو ابھارے[1] لوگ ان حالات میں جنگ کے لیے مستعد ہو گئے تھے کہ یکایک دونوں جانب سے صلح کی استدعا ان شرائط پر ہوی کہ بنی عبدمناف کے ذمہ سقایہ و رفادہ کر دیا جائے اور حجابہ و لواء و ندوہ بنی عبدالدار کے پاس ویسا ہی رہے جیسا اب تک تھا۔ اور صلح ہو گئی اور اس پر فریقین راضی ہو گئے اور لوگ جنگ سے رک گئے اور جو ہر کسی کے حلیف تھے اسی حالت پر رہے۔ اور وہ اسی حالت پر برقرار رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً

---

[1] (ب ج د) لتعر (الف) اس جس کے معنی کافی ہو جائے (ب) کے حاشیہ پر ایک تیسرا نسخہ ہے لتعن جس کے معنی بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ (احمد محمودی)

جاہلیت میں جو کچھ معاہدہ تھا اسلام نے اس کے استحکام ہی کو بڑھا دیا ہے۔

حلف الفضول

(ابن ہشام نے کہا کہ) حلف فضول کے متعلق زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق سے روایت بیان کی کہا کہ قریش کے بعض قبائل نے ایک دوسرے کو ایک حلف کے لیے طلب کیا اور سب کے سب عبداللہ بن جُدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی کے گھر، اس کی عزت اور اس کی عمر کے سبب جمع ہوئے اور اس کے پاس بنی ہاشم بنی مطلب اور اسد بن عبد العزیٰ اور زہرہ بن کلاب نے قسمیں کھائیں اور اس بات پر معاہدہ منعقد ہوا کہ مکہ میں وہ کسی مظلوم کو پائیں گے تو اس کی امداد کو کھڑے ہو جائیں گے خواہ وہ مظلوم مکہ کا رہنے والا ہو یا دوسرے لوگوں میں سے کوئی وہاں آیا ہو اور جس نے ظلم کیا ہے اس کا مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ وہ مظلوم کو اس کا حق لوٹا دے قریش نے اسی معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا۔

۱۴۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن زید بن المہاجر بن قُنفُذ تیمی نے بیان کیا اس نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف زہری سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمْرَ النَّعَمِ وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ

عبداللہ بن جدعان کے گھر ایک حلف کے وقت میں موجود تھا۔ اس کے معاوضہ میں بہت سے سرخ اونٹوں کے ملنے کو بھی میں پسند نہ کروں گا۔ اگر اس معاہدے کے رو سے اسلام میں بھی کوئی دعوی ہو تو ضرور میں اس کو قبول کر دوں گا۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الهاد اللیثی نے بیان کیا کہ محمد بن ابراہیم بن الحارث تیمی نے ان سے بیان کیا کہ حسین ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما۔ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے درمیان کچھ مالی جھگڑا تھا جو ذی المروۃ میں واقع تھا اور ولید ان دنوں مدینہ پر حاکم تھا اس کے چچا معاویہ بن ابی سفیان نے اس کو وہاں کا حاکم بنایا تھا۔ اور ولید نے اپنی حکومت کے سبب حسین (رضی اللہ عنہ) پر آپ کے حق میں ظلم و زیادتی کی تھی۔ تو حسین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے میرے حق میں انصاف کرنا ہوگا ورنہ میں اپنی تلوار لوں گا اور ۱۴۶ اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا ہو کر حلف الفضول کی رو سے امداد طلب کروں گا۔ راوی کہتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کے وقت عبداللہ بن زبیر ولید کے پاس ہی تھے انھوں نے کہا میں بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر انھوں نے حلف الفضول کی رو سے امداد طلب کی تو میں بھی اپنی تلوار لے کر ان کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ یہاں تک وہ ان کے حق میں انصاف کرے یا ہم سب کے سب مر جائیں راوی کہتا ہے کہ یہ خبر مسور بن مخرمہ[1] بن نوفل الزہری کو پہنچی تو اس نے بھی وہی کہا اور عبد الرحمٰن بن عثمان ابن عبید اللہ التیمی کو یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی وہی کہا۔ اور یہ بات جب ولید ابن عتبہ تک پہنچی تو اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں انصاف کیا یہاں تک آپ اس معاملے پر راضی ہو گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی نے محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی کی روایت سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ابن زبیر کے قتل کے وقت جب لوگ عبدالملک کے پاس جمع ہوئے تو محمد بن جبیر

[1] (الف ب) مخرمہ بائے مہملہ۔ (ج د) مخرمہ بازائے معجمہ۔ (احمد محمودی)

بن مُطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بھی جو قریش میں سب سے زیادہ
عالم تھے آئے اور جب عبد الملک بن مروان بن الحکم کے پاس گئے تو اس نے
کہا اے ابو سعید کیا ہم اور ہم یعنی بنی عبد شمس بن عبد مناف اور بنی نوفل بن
عبد مناف حلف الفضول میں نہ تھے تو انھوں نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے
عبد الملک نے کہا اے ابو سعید تمھیں چاہیئے کہ اس میں جو سچ ہو وہ مجھے
بتادو۔ انھوں نے کہا نہیں خدا کی قسم ہم اور آپ دونوں کے دونوں اس
عہد سے خارج ہو چکے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ (قصہ حلف الفضول ختم ہو گیا)

۱۴۷ ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد رفادہ اور سقایہ کی دیکھ بھال ہاشم بن
عبد مناف سے متعلق ہوئی اس لیے کہ عبد شمس بڑا سیاح تھا مکے میں کبھی نہیں ٹھیرتا تھا۔
کم آمدنی اور کثیر الاولاد بھی تھا۔ اور ہاشم مالدار تھا لوگوں کا بیان ہے کہ جب حج کا زمانہ
آتا تو قریش کے مجمع میں کھڑا ہو جاتا اور کہتا اے گروہ قریش تم لوگ اللہ تعالیٰ
کے ہمسایہ اور اس کے گھر والے ہو۔ زمانہ حج میں تمھارے پاس اللہ تعالیٰ
سے ملاقات کرنے والے اور اس کے گھر کا قصد کرنے والے آتے ہیں وہ
اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور تمام مہمانوں میں تعظیم کے سب سے زیادہ
مستحق وہی ہیں لہذا ان کے لیے چندہ جمع کرو جس سے ان کے لیے تم اتنے
دنوں کا کھانا تو تیار کر سکو جتنے دن ان کا یہاں رہنا ضروری ہے خدا کی قسم
اگر میری آمدنی اس کے لیے کافی ہوتی تو تم پر میں اس کا بار نہ ڈالتا۔ پس
قریش کا ہر شخص اپنی اپنی استطاعت کے موافق اپنی آمدنی میں سے مد حج نکالتا
اور اس سے حاجیوں کے لیے کھانا تیار کیا جاتا یہاں تک وہ اپنے گھروں
کو لوٹ جاتے۔ ان لوگوں کے دعوے کے لحاظ سے ہاشم ہی پہلا شخص تھا
جس نے قریش کے لیے سرما و گرما کے دو سفروں کا طریقہ نکالا۔ اور
وہی پہلا شخص ہے جس نے حجاج کو مکہ میں ثرید کھلائی۔ اس کا نام تو عمرو
تھا لیکن اپنی قوم کو مکہ میں روٹیاں چور کر کھلانے کے سبب اس کا نام
ہاشم مشہور ہو گیا۔ (ہشم کے معنی ہیں توڑا چورا چورا کیا)۔
قریش کے یا عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

---

[۱] خط کشیدہ الفاظ صرف (الف) میں ہیں (احمد محمودی) [۲] (ب ج د) الحج (الف) الحاج یعنے جب حجاج آتے (احمد محمودی)
[۳] (ب ج د) الاقامہ (الف) التیامہ دوسرا نسخہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)
[۴] حجاج کا لفظ (الف) میں نہیں ہے جو سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

عَمْرُو الَّذِی هَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِهِ قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِیْنَ[1] عِجَافِ

عمرو ہی وہ شخص ہے جس نے روٹی چور کر ثرید اپنی اس قوم کو کھلائی جو مکہ میں قحط زدہ اور دبلی پتلی ہو گئی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ حجاز والوں میں سے بعض علماء شعر نے مجھے اس طرح شعر سنایا قوم بمکہ مسنتون[2] عجاف۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد تاجرانہ کاروبار کی حالت میں غَزّہ نامی بستی میں جو سرزمین شام میں واقع ہے ہاشم بن عبدمناف کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد سقایہ و رفادہ کی نگرانی مطلب بن عبدمناف سے متعلق ہو گئی جو عبد شمس کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور اس کی قوم میں اس کو عزت و شرف بھی حاصل تھا۔ اور قریش نے اس کی سخاوت کے سبب سے اس کا نام فیض رکھ دیا تھا۔ اور ہاشم بن عبدمناف مدینہ بھی آیا تھا اور بنی عدی بن نجار کی ایک عورت سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی جو اس سے پہلے اُحَیْحَہ بن الجُلاح بن الحریش[3] کی زوجیت میں تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ الحریس[4] بن جَحْجَبَی[5] بن کُلْفَہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس کہتے ہیں جس سے اس کے ایک لڑکا ہوا جس کا نام عمرو بن اُحَیْحَہ تھا۔ اور یہ عورت اپنے رتبے کی برتری کے سبب سے کسی سے نکاح کے لیے اس وقت تک راضی نہ ہوتی تھی جب تک کہ وہ یہ شرط نہ کر لیتی کہ اس کی طلاق کا اختیار خود اسی کو ہوگا۔ جب وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو گئی تو اس سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اس کو ہاشم سے عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ سلمٰی نے عبدالمطلب کا نام شیبہ رکھا۔ ہاشم نے اس لڑکے کو سلمٰی ہی کے پاس ہوش سنبھالنے بلکہ اس سے بھی زیادہ بالغ ہونے تک چھوڑ دیا۔ چند روز بعد ان کا چچا المطلب بھی آیا اور

[1] (الف ب ج د) میں یہی مصرع ہے (ب د) کے حاشیہ پر درج ہے مگر مسنتون عجاف ہے (احمد محمودی)
[2] (الف) میں مسنتون ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اصل میں بھی مسنتین اور پھر دوسری روایت میں بھی مسنتین ہو تو دوسری روایت کے کیا معنے ہوں گے۔ (ب ج د) میں مسنتین ہے (احمد محمودی)
[3] (ج د) الحریس۔ [4] (ح د) الحرش۔ [5] (ج د) جحجبی۔ (احمد محمودی)

اپنے شہر اور اپنی قوم میں لے آنے کے لئے نکلا سلمیٰ نے اس سے کہا میں اس کو تیرے ساتھ نہیں بھیجتی مطلب نے کہا میں جب تک اس کو اپنے ساتھ نہ لے لوں گا واپس ہی نہوں گا۔ وہ میرا بھتیجا ہے اور بالغ ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنی قوم کو چھوڑکر دوسروں میں اجنبی بنا ہوا ہے۔ اور ہم اپنی قوم میں اعلیٰ خاندان والے ہیں اپنی قوم کے بہت سے معاملات کی سرپرستی ہمیں حاصل ہے۔ اس لئے اس کی قوم اور اس کا شہر اور اس کا خاندان غیروں میں رہنے سے بہتر ہے۔ یہی الفاظ یا اسی طرح کے الفاظ کہے۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ شیبہ نے اپنے چچا المطلب سے کہا کہ میں اپنی ماں کو جب تک وہ مجھے اجازت نہ دے نہ چھوڑوں گا۔ تو سلمیٰ نے ان کو اجازت دیدی۔ اور شیبہ کو المطلب کے حوالے کر دیا۔ اور وہ انھیں اپنے ہمراہ لایا۔ اور شیبہ کو لیے ہوئے مکہ میں داخل ہوا تو شیبہ اس کے اونٹ پر اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے (یہ دیکھتے ہی) قریش نے کہا کہ یہ المطلب کا غلام ہے جس کو وہ خرید لایا ہے اسی واقعہ کے سبب سے شیبہ کا نام عبدالمطلب مشہور ہو گیا۔ المطلب نے کہا بھی کہ کمبختو یہ تو میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے جس کو میں مدینہ سے لایا ہوں۔ اس کے بعد المطلب کا انتقال ردمان نامی بستی میں ہو گیا جو سرزمین یمن میں واقع ہے۔ کسی عرب نے ان کے مرثیے میں کہا ہے۔

قَدْ ظَمِئَ الْحَجِيجُ بَعْدَ الْمُطَّلِبْ بَعْدَ الْجِفَانِ وَالشَّرَابِ الْمُنْثَعِبْ

لَيْتَ قُرَيْشًا بَعْدَهُ عَلَى نَصَبْ

حجاج چھلکتے اور لبریز پیالوں کے مینے کے بعد المطلب کے مرجانے سے پیاسے ہو گئے کاش قریش اس کے بعد کسی ایک جھنڈے پر (متفق ہوتے)۔

مطرود بن کعب الخزاعی نے المطلب اور بنی عبد مناف دونوں کا مرثیہ

۱۴۹

کہا ہے، جب اسے نوفل بن عبد مناف کے موت کی خبر پہنچی جو موت کے لحاظ سے بنی عبد مناف میں سب سے آخری شخص تھا۔

يَا لَيْلَةً هَيَّجْتِ لَيْلَاتِ ... إِحْدَى لَيَالِيَّ الْقَسِيَّاتِ

اے سخت راتوں میں کی ایک رات تو نے بہت سی راتوں کو ہیجان اور پریشانی میں گزارنے پر مجبور کیا۔

وَمَا أُقَاسِي مِنْ هُمُومٍ وَمَا ... عَالَجْتُ مِنْ رُزْءِ الْمَنِيَّاتِ

اور اے وہ غم واندوہ جن کو میں سہہ رہا ہوں۔ اور اے وہ موت جن کی تکلیف میں برداشت کر رہا ہوں۔

إِذَا تَذَكَّرْتُ أَخِي نَوْفَلًا ... ذَكَّرَنِي بِالْأَوَّلِيَّاتِ

جب میں اپنے بھائی نوفل کو یاد کرتا ہوں تو اس کی یاد مجھے بہت سے اولیات کی یاد دلاتی ہے۔

ذَكَّرَنِي بِالْأُزُرِ الْحُمْرِ وَالْـ ... أَرْدِيَةِ الصُّفْرِ الْقَشِيبَاتِ

اس کی یاد مجھے سرخ تہمدوں اور زرد پاک صاف چادروں کی یاد دلاتی ہے۔

أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ سَيِّدٌ ... أَبْنَاءُ سَادَاتٍ لِسَادَاتِ

چار شخص ایسے تھے کہ وہ چاروں کے چاروں سردار تھے سرداروں کی اولاد تھے اور سردارانہ صفات کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔

مَيْتٌ بِرَدْمَانَ وَمَيْتٌ بِسَلْـ ... ـمَانَ وَمَيْتٌ بَيْنَ[1] غَزَّاتِ[1]

---

[1] (الف) غزد۔ [2] ہ۔ اصل میں مقام کا نام غزہ ہے لیکن عرب کی عادت ہے کہ شہر کے ہر ایک حصے کو وہی نام دے کر اس کی جمع بھی استعمال کرتے ہیں۔ (احمد محمودی)

وہ نعش جو مقام رَدمان میں گاڑی گئی اور وہ نعش
جو مقام سلمان میں دفن کی گئی اور وہ نعش جو مقام غزات کے درمیان سوئی گئی۔

وَمَيِّتٌ أُسْكِنَ لَحْدًا الَّذِي الْمَحْجُوبِ شَرْقِيَّ الْمَنِيَّاتِ ۱۵۰

اور وہ نعش جو اس لحد میں ہے جو کعبۃ اللہ کے
مشرقی مقام میں چھپی ہوئی ہے

أُخْلِصُهُمْ عَبْدُ مَنَافٍ فَهُمْ مِنْ لَوْمِ مَنْ لَامَ بِمَنْجَاةِ

ان سب کا خلاصہ اور ان سب میں ممتاز ہستی تو
عبد مناف کی ہے لیکن وہ سب کے سب ملامت گروں کی
ملامتوں سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

إِنَّ الْمُغِيرَاتِ وَأَبْنَاءَهَا مِنْ خَيْرِ أَحْيَاءٍ وَأَمْوَاتِ

بنی مغیرۃ اور اس قبیلے کے لڑکے زندوں اور مردوں
(دونوں) میں بہترین ہیں۔

عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ عبد مناف کے لڑکوں میں سب سے پہلے ہاشم کا انتقال سرزمین شام میں بمقام غزّہ ہوا۔ پھر سرزمین یمن کے ایک مقام رَدمان میں المطلب کا۔ پھر نواحی عراق کے سلمان نامی مقام میں نوفل کا۔

لوگ کہتے ہیں کہ مَطرود کے مذکورہ بالا اشعار کے متعلق کسی نے کہا کہ تم نے شعر تو اچھے کہے لیکن اگر اس سے بہتر شعر ہوتے تو اور بہتر ہوتا۔ اس نے کہا اچھا مجھے چند راتوں کی مہلت دو۔ پھر چند روز کے بعد یہ شعر کہے۔

يَا عَيْنُ جُودِي وَأَذْرِي الدَّمْعَ وَاهْمِرِي وَابْكِي عَلَى السِّرِّ مِنْ كَعْبِ الْمُغِيرَاتِ

اے آنکھ سخاوت کر آنسو بہا اور انڈیل اور بنی مغیرہ کے شرف و شان پر چھپ چھپ کر رو۔

يَا عَيْنُ وَاسْتَحْفِرِي بِالدَّمْعِ وَاحْتَفِلِي وَابْكِي خَبِيئَةَ[1] نَفْسِي فِي الْمُلِمَّاتِ

اے آنکھ خوب تیزی سے آنسوؤں کا تار باندھ دے اور آفات میں جو لوگ میرے دل میں رہتے ہیں ان پر رو۔

وَابْكِي عَلَى كُلِّ فَيَّاضٍ أَخِي ثِقَةٍ ضَخْمِ الدَّسِيعَةِ وَهَّابِ الْجَزِيلَاتِ

رو ہر ایسے شخص پر جو فیاض اور بھروسہ کے قابل بڑی بڑی عطاؤں اور بڑے بڑے انعامات دینے والا ہے۔

مَحْضِ الضَّرِيبَةِ عَالِي الْهَمِّ مُخْتَلَقٍ حُلْوِ النَّحِيزَةِ نَابٍ[2] بِالْعَظِيمَاتِ

خالص (فطری) طبیعت والا عالی ہمت مکمل انسان قوی مزاج بڑی بڑی آفتوں میں بار بار جانے والا یا بڑے بڑے کاموں کے لیے اٹھ کھڑا ہونے والا۔

۱۵۱ صَعْبِ الْبَدِيهَةِ لَا نِكْسٍ وَلَا وَكِلٍ مَاضِي الْعَزِيمَةِ مِتْلَافِ الْكَرِيمَاتِ

پہلی نظر میں نہایت سخت معلوم ہونے والا نہ کمزور نہ اپنے کام دوسروں کے حوالے کرنے والا مضبوط ارادے والا اچھی اچھی قیمتی چیزوں کو بے قدری کے ساتھ لٹانے والا۔

صَقْرٍ تَوَسَّطَ مِنْ كَعْبٍ إِذَا انْتَسَبُوا بُحْبُوحَةَ الْمَجْدِ وَالشُّمِّ[3] الرَّفِيعَاتِ

بنی کعب کے وسط فضا کا شہباز نسب پوچھا جائے تو خاندان شرافت اور بلند و اعلیٰ بستیوں میں کا منتخب۔

۱۵۱ ثُمَّ انْدُبِي الْفَيْضَ وَالْفَيَّاضَ مُطَّلِبًا وَاسْتَخْرِطِي بَعْدَ فَيْضَاتٍ بِجَمَّاتِ

[1] ۔ (س ح و) خبیئہ یعنی جو شخص میرے دل میں رہتا ہے اس پر رو۔
[2] ۔ حاشیہ (ب) نابو ۔ والمعنی و ثب۔
[3] ۔ (د) الشم یعنی اعلیٰ صفات والا ۔ (احمد محمودی)

پھر فیاض مطلب اور سرتا پا فیض بر ماتم کر اور فیوض کثیرہ کے جاتے رہنے کے بعد خوب رو۔

أَمْسَىٰ بِرَدْمَانَ عَنَّا الْيَوْمَ مُغْتَرِبًا ... يَا لَهْفَ نَفْسِي عَلَيْهِ بَيْنَ أَمْوَاتِ

آج وہ ہم سے دور غریب الدیار ردمان میں پڑا ہے مجھے دلی افسوس ہے کہ وہ مردوں کے درمیان پڑا ہے۔

وَابْكِي لَكِ الْوَيْلُ إِمَّا كُنْتِ بَاكِيَةً ... لِعَبْدِ شَمْسٍ بِشَرْقِيِّ الْبَنِيَّاتِ[1]

اے کمبخت (آنکھ) اگر تجھے رونا ہے تو عبد شمس کے لیے رو جو کعبۃ اللہ کے مشرق میں (سو رہا) ہے

وَهَاشِمٍ فِي ضَرِيحٍ وَسْطَ بَلْقَعَةٍ ... تَسْفِي الرِّيَاحُ عَلَيْهِ بَيْنَ غَزَّاتِ

اور ہاشم کے لیے رو جو مقام بلقعہ کے وسط میں ایک قبر میں (سو رہا) ہے غزات کے درمیان ہوائیں اس پر ریت اڑاتی رہتی ہیں۔

وَنَوْفَلٍ كَانَ دُونَ الْقَوْمِ خَالِصَتِي ... أَمْسَىٰ بِسَلْمَانَ فِي رَمْسٍ بِمَوْمَاةِ

اور نوفل کے لیے رو جو میرے خاص دوستوں میں مذکورہ بالا لوگوں سے کچھ ہی کم تھا اور مقام سلمان کے چٹیل میدان میں زمین دوز قبر میں چلا گیا۔

لَمْ أَلْقَ مِثْلَهُمُ عُجْمًا وَلَا عَرَبًا ... إِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهِمْ أُدْمُ الْمَطِيَّاتِ

جب گندمی رنگ کی اونٹنیوں نے انھیں اٹھایا (یعنی جب وہ اونٹنیوں پر سوار ہوئے) تو ان لوگوں کا سا نہ عجم میں مجھے کوئی ملا نہ عرب میں۔

[1] (الف ب) السعیات (ج د) الثنیات یعنی مشرقی گھاٹیوں میں سو رہا ہے۔ (احمد محمودی)

أَمَسَتْ دِيَارُهُمْ مِنْهُمْ مُعَطَّلَةً وَقَدْ يَكُونُونَ زَيْنًا فِي السَّرِيَّاتِ

اب تو ان کی بستیاں ان سے خالی ہو گئی ہیں۔ لیکن
ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ وہ منتخب لشکر کی زینت ہوا کرتے تھے۔

أَفْنَاهُمُ الدَّهْرُ أَمْ كَلَّتْ سُيُوفُهُمُ أَمْ كُلُّ مَنْ عَاشَ أَزْوَادُ الْمَنِيَّاتِ

زمانے نے انھیں فنا کر دیا یا ان کی تلواریں کند ہو گئیں
یا ہر ایک زندگی والے کے لیے ایک روز موت کا زاد راہ
ہونا ہے۔

أَصْبَحَ أَرْضِيَ مِنَ الْأَقْوَامِ بَعْدَهُمُ بَسْطُ الْوُجُوهِ وَإِلْقَاءُ التَّحِيَّاتِ

ان لوگوں کے (مرجانے کے) بعد میں نے صرف
لوگوں سے خندہ پیشانی اور علیک سلیک پر اکتفا کر لی ہے

يَا عَيْنُ فَابْكِي أَبَا الشَّعْثِ الشَّجِيَّاتِ يَبْكِينَهُ حُسَّرًا مِثْلَ الْبَلِيَّاتِ

اے آنکھ ابو الشعث الشجیات پر رو کہ عورتیں بے چادر
یا کھلے منہ قبر پر بندھی ہوئی اونٹنیوں[1] کی طرح اس پر رو رہی ہیں

۱۵۲ يَبْكِينَ أَكْرَمَ مَنْ يَمْشِي عَلَى قَدَمٍ يُعْوِلْنَهُ بِدُمُوعٍ بَعْدَ عَبَرَاتِ

عورتیں رو رہی ہیں اس شخص پر جو روئے زمین پر
چلنے والوں میں سب سے زیادہ عزت والا تھا وہ اس کے
غم میں آنسو بہاتی اور چیخنے لگتی ہیں۔

[1] عرب میں رواج تھا کہ جس اونٹنی کا مالک مرجاتا اس کی اونٹنی اس کی قبر پر باندھ دی جاتی، کہ وہ بھی مرجائے۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ حشر میں وہ اسی اونٹنی پر سوار ہوگا۔ (احمد محمودی)

يُبَكِّينَ شَخْصًا طَوِيلَ الْبَاعِ ذَا فَجَرٍ — آبِي الْهَضِيمَةِ فَرَّاجَ الْجَلِيلَاتِ

وہ عورتیں ایسے شخص پر روتی ہیں جو کشادہ دست اور صاحب جود و سخا تھا۔ ظلم کو برداشت نہ کرنے والا بڑی بڑی مہموں کا سر کرنے والا تھا۔

يُبَكِّينَ عَمْرَو الْعُلَا إِذْ حَانَ مَصْرَعُهُ — سَمْحَ السَّجِيَّةِ بَسَّامَ الْعَشِيَّاتِ

بلند مرتبہ عمرو پر روتی ہیں جو نہایت وسیع اخلاق اور مہمان نواز تھا جبکہ اس کی موت کا وقت آگیا۔

يُبَكِّينَهُ مُسْتَكِينَاتٍ عَلَى حَزَنٍ — يَا طُولَ ذَلِكَ مِنْ حُزْنٍ وَعَوْلَاتِ

اس کے غم میں وہ داڑھیں مار مار کر روتی ہیں ہائے چیخیں اور یہ غم کس قدر دراز ہے۔

يُبَكِّينَ لَمَّا جَلَاهُنَّ الزَّمَانُ لَهُ — خُضْرَ الْخُدُودِ كَأَمْثَالِ الْحَمِيَّاتِ

جب زمانے نے ان عورتوں کو اس (پر ماتم کرنے) کے لیے گھر سے نکالا تو وہ اس حالت میں روتی ہیں کہ ان کے گال (منہ پیٹ لینے کے سبب سے) نیلے اور سیاہ مشکوں کی طرح (پھول گئے) تھے۔

مُحْتَزِمَاتٍ عَلَى أَوْسَاطِهِنَّ لِمَا — جَرَّ الزَّمَانُ مِنْ أَحْدَاثِ الْمُصِيبَاتِ

جب زمانے نے (ان پر) نئی نئی مصیبتیں ڈالیں تو وہ بھی اپنی کمریں باندھ کر تیار ہوگئیں۔

أَبِيتُ لَيْلِي أُرَاعِي النَّجْمَ مِنْ أَلَمٍ — أَبْكِي وَتَبْكِي مَعِي[1] شَجْوِي بُنَيَّاتِي[2]

[1] (ج د) مع۔ [2] (الف) بنات (احمد محمودی)

رنج والم میں تارے گن گن کر رات گزار رہا ہوں خود بھی روتا ہوں
اور میرے غم میں شریک ہو کر میری چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی روتی ہیں

۱۵۳ مَا فِي الْقُرُومِ لَهُمْ عِدْلٌ وَلَا خَطَرٌ وَلَا لِمَنْ تَرَكُوا شَرْوَى بَقِيَّاتِ

سرداران قوم میں نہ ان لوگوں کا برابر والا ان کی
شان و شوکت والا کوئی ہے نہ ان لوگوں کا جن کو انھوں نے
(اپنا پسماندگان) چھوڑا ہے کوئی ہم رتبہ باقی ہے۔

أَبْنَاؤُهُمْ خَيْرُ أَبْنَاءٍ وَأَنْفُسُهُمْ خَيْرُ النُّفُوسِ لَدَى جَهْدِ الْأُلِيَّاتِ

کوششوں کی کوتاہیوں کے وقت ان کے بچے تمام
بچوں میں بہتر ہیں اور وہ خود تمام اشخاص میں بہتر ہیں یعنی
کوشش کرنے سے جب دوسرے تھک جائیں تو یہ نہیں تھکتے۔

كَمْ وَهَبُوا مِنْ طِمِرٍّ سَابِحٍ أَرِنٍ وَمِنْ طِمِرَّةٍ نَهْبٍ فِي طِمِرَّاتِ

انھوں نے کتنے بہترین چست و چالاک تیز دوڑنیوالے
گھوڑے اور لوٹ مار میں کام آنے والی تیز گھوڑیاں اور عالی شان
محل خیرات کر دئے۔

وَمِنْ سُيُوفٍ مِنَ الْهِنْدِيِّ مُخْلَصَةٍ وَمِنْ رِمَاحٍ كَأَشْطَانِ الرَّكِيَّاتِ

اور کتنی ٹھیٹ ہندی تلواریں اور باولیوں کی رسیوں
کے سے (لمبے لمبے سیدھے) نیزے۔

وَمِنْ تَوَابِعَ مِمَّا يُفْضِلُونَ بِهَا عِنْدَ الْمَسَائِلِ مِنْ بَذْلِ الْعَطِيَّاتِ

اور لونڈی غلام جن پر لوگ فخر کیا کرتے ہیں —
مطالبوں کے وقت دے دیئے۔

فَلَوْ حَسَبْتُ وَاَحْصَی الْحَاسِبُونَ مَعِی ... لَمْ اُفْضِ اَفْعَالَهُمْ تِلْكَ الْمُنْتَابَاتِ

اگر میں اور میرے ساتھ دوسرے تمام سب مل کر
ان کے پسندیدہ افعال کا شمار کرنا چاہیں تو پورا شمار
نہ کر سکیں گے۔

هُمُ الْمُدِلُّونَ اِمَّا مَعْشَرٌ فَخَرُوْا ... عِنْدَ الْفِخَارِ بِاَنْسَابٍ نَقِيَّاتِ

اگر لوگ فخر کریں تو بسبب فخر کے وقت یہ لوگ ایسے
نسبوں پر ناز کریں گے جو بالکل پاک صاف ہیں۔

زَيْنُ الْبُيُوتِ الَّتِی حَلُّوْا[1] مَسَاكِنَهَا ... فَاَصْبَحَتْ مِنْهُمُ وَحْشًا خَلِيَّاتِ

جن جگہوں میں وہ بستے تھے ان گھروں کی وہ لوگ
زینت تھے اب وہ مقامات ان لوگوں سے خالی ہو کر ویرانے
ہو گئے ہیں ۔

اَقُوْلُ وَالْعَيْنُ لَا تَرْقَى مَدَامِعُهَا ... لَا يُبْعِدِ اللهُ اَصْحَابَ الرَّزِيَّاتِ

یہ باتیں میں اس حالت میں کہہ رہا ہوں کہ آنکھوں کے
آنسو خشک نہیں ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آفت رسیدہ
لوگوں کو (اپنی رحمت سے) دور نہ فرمائے۔
ابن ہشام نے کہا کہ فجر کے معنی عطاء کے ہیں۔ ابو خراش ہذلی
نے کہا ہے۔

عَجَّفَ اَضْيَافِی جَمِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ ... بِذِی فَجَرٍ تَاْوِی اِلَيْهِ الْاَرَامِلُ

جمیل بن معمر نے جو صاحب جود وسخا ہے جس کے پاس
بیوائیں پناہ لیتی ہیں باوجود کھانے کی خواہش کے خود کھا کر

[1] (الف) حلوا یعنی جن گھروں کو انہوں نے چھوڑ دیا ان کی وہ زینت تھے۔ (احمد محمودی)

میرے مہمانوں کو ترجیح دی۔[۱]

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو الشعث الشجبات ہاشم بن عبد مناف ہی کا نام ہے۔

پھر سقایہ اور رفادہ کی تولیت عبد المطلب بن ہاشم کے سپرد ہوئی جو ان کے چچا مطلب سے متعلق تھی۔ عبد المطلب لوگوں کے لیے سقایہ و رفادہ کا انتظام اور ان تمام معاملات قوم کا انتظام جو ان کے باپ دادا کیا کرتے تھے کرتے رہے۔ اور اپنی قوم میں اس قدر بلند رتبہ حاصل کر لیا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی اس رتبہ پر نہ پہنچا تھا۔ ان کی قوم ان سے بہت محبت کیا کرتی تھی۔ اور قوم میں ان کی عزت بہت بڑھ گئی تھی۔

زمزم کی کھدائی

۱۵۴

عبد المطلب ایک وقت مقام حجر میں سو رہے تھے کہ (خواب میں) کوئی آیا اور زمزم کے کھودنے کا حکم دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے کھودنے کی جو ابتدا عبد المطلب نے کی اس کے متعلق یزید بن ابی حبیب مصری نے مرثد بن عبد اللہ یزنی سے اور انھوں نے عبد اللہ بن زُرَیر غافقی سے روایت بیان کی کہ انھوں نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو حدیث زمزم بیان کرتے سنا جس میں عبد المطلب کو اس کے کھودنے کا حکم دئے جانے کا ذکر ہے۔

(علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: عبد المطلب نے کہا کہ میں مقام حجر میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہا طیبہ کو کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا طیبہ کیا چیز ہے انھوں نے کہا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب دوسرا روز ہوا میں پھر اپنی آرام گاہ کو لوٹا اور وہاں سو گیا

---

[۱] اس کے معنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا سرپرست ہیں۔ انتہی۔ (احمد محمودی)

تو اس نے کہا برہ کو کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا برہ کیا چیز ہے انھوں نے کہا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب دوسرا روز ہوا میں اپنی آرام گاہ میں آیا اور وہاں سو گیا تو پھر وہ میرے پاس آیا اور کہا مضنونہ کو کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا مضنونہ کیا ہے انھوں نے کہا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب دوسرا روز ہوا میں اپنی آرامگاہ کو لوٹا اور سو گیا تو پھر میرے پاس آیا اور کہا زمزم کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا زمزم کیا چیز ہے اس نے کہا جو کبھی نہ سوکھے گا اور اس کا پانی کم نہ ہوگا وہ بڑے بڑے حج کرنے والوں کو سیراب کرے گا۔ وہ اس وقت لید اور خون کے درمیان غراب اعصم کے گڑھے کے پاس چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے۔ ۱۵۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب انھیں اس کے حالات بتلا دئے گئے اور اس کے مقام کی رہنمائی کر دی گئی اور انھوں نے جان لیا کہ وہ بالکل سچ ہے۔ تو صبح اپنی کدال لی۔ اور ان کے ساتھ ان کا لڑکا حارث بن عبدالمطلب بھی تھا۔ جس کے سوا اس وقت تک ان کے اور کوئی لڑکا نہ تھا۔ اور کھودنا شروع کیا۔ اور جب عبدالمطلب پر وہ چیزیں ظاہر ہوئیں جو اس میں تھیں تو انھوں نے تکبیر کہی اور قریش نے جان لیا کہ عبدالمطلب نے اپنا مقصد پالیا اور وہ ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور کہا اے عبدالمطلب یہ باولی تو ہمارے باپ اسمٰعیل کی ہے اور ہمارا بھی اس میں ضرور کچھ نہ کچھ حق ہے۔ ہمیں بھی اس میں اپنے ساتھ شریک کر لو۔ انھوں نے کہا ایسا تو میں نہ کروں گا یہ چیز تو ایسی ہے کہ اس سے مجھے ممتاز کیا گیا ہے نہ کہ تم کو۔ تم سب میں سے مجھی کو یہ امتیاز عطا کیا گیا ہے۔

انھوں نے عبدالمطلب سے کہا ذرا ہمارے ساتھ انصاف سے کام لو۔ ہم تو اس معاملے میں جھگڑا کئے بغیر تمھیں نہ چھوڑیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا اچھا تمھارے میرے درمیان کسی ایسے شخص کو جس کو تم چاہو (حکم) مقرر کر و کہ اس کے سامنے میں تمھارا مقدمہ پیش کروں۔ انھوں نے کہا کہ بنی سعد بن ہذیل کی کاہنہ (کو ہم اس معاملے کے لیے منتخب کرتے ہیں)

انھوں نے کہا منظور ۔

راوی نے کہا کہ وہ کاہنہ شام کے بلند حصوں میں رہتی تھی ۔ اس لیے عبدالمطلب اور بنی عبد مناف میں سے عبدالمطلب کے ہم جد اور قریش کے ہر ایک قبیلے میں سے ایک ایک شخص سب کے سب سوار ہو کر چلے راوی نے کہا کہ اس زمانے میں راستے میں بے آب و گیاہ میدان تھے غرض یہ لوگ نکلے اور جب یہ لوگ حجاز و شام کے درمیان ان میدانوں میں سے کسی میدان میں تھے عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس کا پانی ختم ہو گیا اور سب کے سب پیاسے ہو گئے یہاں تک کہ سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا قریش کے جن قبیلوں کے پاس پانی تھا تو انھوں نے دوسروں کے مانگنے پر انہیں دینے سے انکار کر دیا ۔ اور کہا ہم خود بھی تو بے آب و گیاہ جنگل میں ہیں اور ہمیں بھی اسی آفت کا خوف لگا ہوا ہے جو تم پر اس وقت پڑی ہے پھر جب عبدالمطلب نے قوم کا یہ برتاؤ اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کے لیے خوف و خطر دیکھا تو کہا اب تم لوگوں کی کیا رائے ہے انھوں نے کہا کہ جو آپ مناسب خیال فرمائیں ہم اس رائے کی پیروی کریں گے آپ ہمیں جو مناسب خیال فرمائیں حکم دیں ۔ انھوں نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے لیے اس قوت سے جو اس وقت اس میں موجود ہے ایک ایک گڑھا کھود لے ۔ کہ جب کوئی شخص مرے تو اس کے ساتھی اس کو اس کے گڑھے میں ڈال کر اس کو چھپا سکیں ۔ یہاں تک کہ آخر میں تم میں سے ایک شخص رہ جائے گا ، یہ نسبت تمام قافلے کی بربادی کے ایک شخص کا (بے گور و کفن) برباد ہونا زیادہ آسان ہے ۔ انھوں نے کہا اچھا آپ جو حکم دیں غرض ان میں سے ہر شخص اٹھا اور اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھود لیا اور پھر سب کے سب موت کا انتظار کرتے پیاسے بیٹھ گئے ۔ پھر عبدالمطلب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا خدا کی قسم ہمارا اس طرح اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو موت کے آگے ڈال دینا اور دوڑ دھوپ نہ کرنا اور اپنے لیے کچھ نہ تلاش کرنا بڑی کمزوری ہے

۱۵۶

کوچ کرکے کسی اور طرف چلو کہ شاید اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی بستی میں پانی دلا دے۔
آخر وہ سب کے سب وہاں سے نکلے یہاں تک کہ جب وہ اور ان کے ساتھ قبائل قریش کے جو لوگ تھے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب دیکھیں انھیں کیا کرنا ہوگا تو عبدالمطلب اپنی سواری کی طرف بڑھے اور جب سوار ہو چکے اور ان کی اونٹنی انھیں لے کر اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ بہ نکلا تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے تکبیر کہی اور پھر وہ اتر پڑے اور انھوں نے خود بھی اور ان کے سارے ساتھیوں نے بھی پانی پیا۔ اور بھر بھی لیا یہاں تک کہ اپنے پانی کے تمام برتن بھر لیے۔ اور پھر قریش کے تمام قبائل کو بلایا اور کہا کہ لو ہمیں اللہ تعالےٰ نے پانی عنایت فرما دیا۔ پیو اور بھر لو۔ تب تو وہ بھی آئے اور پانی پیا اور بھر لیا پھر انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف تمھارے موافق فیصلہ کر دیا۔ اے عبدالمطلب اللہ تعالیٰ کی قسم اب ہم آپ سے زمزم کے بارے میں کبھی نہ جھگڑیں گے۔ جس ذات نے اس بے آب وگیاہ جنگل میں اس پانی سے سیراب کیا بے شبہ اسی نے تمھیں زمزم عنایت فرمایا ہے پس اپنے چشمے کی طرف سیدھے لوٹ چلو۔ پھر تو وہ بھی لوٹے اور ان کے ساتھ سب کے سب لوٹ آئے۔ اور کاہنہ کے پاس کوئی نہ گیا اور وہ عبدالمطلب اور زمزم کے درمیان حائل ہونے سے باز آ گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ وہ روایت تھی جو مجھے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کے ذریعے زمزم کے بارے میں پہنچی۔ بعض لوگوں کو عبدالمطلب سے اس طرح روایت کرتے بھی میں نے سنا ہے کہ عبدالمطلب کو جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا گیا تو ان سے یوں کہا گیا۔

ثُمَّ ادْعُ بِالْمَاءِ الرَّوِیِّ غَیْرِ الْکَدِرِ ۔۔۔ یَسْقِیْ حَجِیْجَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَبَرّ

لَیْسَ یُخَافُ مِنْہُ شَیْءٌ مَا عَمَر

پھر پانی کے بہت ہونے اور گدلا نہ ہونے کی دعا کر کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے حجاج کو مناسک حج میں سیراب کرتا رہے گا اور
اس کے سبب سے عمر بھر کسی چیز کا خوف نہ رہے گا۔

جب عبد المطلب سے مذکورۂ بالا کلام کہا گیا تو وہ قریش کی طرف نکلے اور کہا تم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جانا چاہئے کہ مجھے تمہارے لیے زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کیا تمھیں بتلایا گیا ہے کہ وہ کہاں ہے عبد المطلب نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا تو آپ اپنی اس آرام گاہ کی جانب پھر جائیے جہاں آپ کو اس کے متعلق بتایا گیا۔ اگر جو کچھ بتایا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس کی اور بھی وضاحت کیجائے گی۔ اور اگر وہ شیطان کی جانب سے ہوگا تو وہ دوبارہ لوٹ کر نہ آئے گا۔ تو عبد المطلب اپنی آرام گاہ کی جانب گئے اور وہیں سو گئے پھر وہ آیا اور ان سے کہا گیا زمزم کھود اگر تونے اس کو کھود لیا تو تو نادم نہ ہوگا۔ اور یہ تیرے جد اعلیٰ کی میراث ہے۔ وہ نہ کبھی سوکھے گا اور نہ اس کا پانی کبھی کم ہوگا۔ وہ بڑے بڑے ایسے حجاج کو سیراب کرے گا جو لوگوں سے الگ رہنے والے شتر مرغ کے سے ہوں گے جو تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے پاس نذر کرنے والے فقراء کے لیے اپنی نذریں گزرانیں گے۔ وہ (تیری اولاد کے لیے) میراث ہوگی جس سے (تجھے) مضبوط تعلق ہوگا۔ یہ ان دوسری چیزوں کا سا نہیں ہے جن کو تو جانتا ہے۔ اور وہ لید اور خون کے درمیان ہے۔ ۱۵۷

ابن ہشام نے کہا یہ کلام اور اس سے پہلے کا کلام جو زمزم کے کھودنے کے متعلق علی رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے جس کی ابتدا "جو کبھی نہ سوکھے گا اور اس کا پانی کم نہ ہوگا" سے آپ کے قول "چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے" تک ہے۔ یہ ہمارے پاس سجع کہلاتا ہے اس کو شعر نہیں کہا جاتا۔

ابن اسحٰق نے کہا لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب ان سے یہ کہا گیا تو انھوں نے کہا وہ کہاں ہے تو ان سے کہا گیا چیونٹیوں کی بستی کے پاس ہے جہاں کوا کل چونچ مارے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کونسی

بات حقیقت میں ہوئی تھی ۔ پھر جب عبدالمطلب صبح میں اٹھے اور ان کے ساتھ ان کا لڑکا حارث بھی تھا ۔ اور اس وقت اس لڑکے کے سوا اور کوئی لڑکا نہ تھا ۔ تو چیونٹیوں کی بستی انھوں نے پائی اور اس کے پاس ہی کوے کو چونچ مارتے دیکھا اور یہ مقام اِساف و نائلہ دونوں بتوں کے درمیان تھا جہاں قریش اپنے جانور ذبح کیا کرتے تھے تو انھیں یقین آگیا ۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے کہ جہاں کھودنے کا انھیں حکم ملا ہے وہاں کھودیں اور جب ان کا یہ اہتمام دیکھا تو قریش بھی وہاں آکھڑے ہوئے اور کہا اللہ کی قسم ہمارے ان دونوں بتوں کے درمیان جہاں ہم قربانی کیا کرتے ہیں تمھیں کھودنے نہ دیں گے ۔ تو عبدالمطلب نے اپنے لڑکے حارث سے کہا انھیں میرے پاس سے دفع کرو کہ میں کھودوں ۔ اللہ کی قسم میں تو اس حکم کی تعمیل کروں گا جو مجھے دیا گیا ہے ۔ اور جب انھیں یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ٹلنے والے نہیں تو انھوں نے انھیں کھودنے کے لیے چھوڑ دیا اور ان سے دست کش ہوگئے انھوں نے زیادہ نہ کھودا تھا کہ اس کے اندر کی چیزیں ان پر ظاہر ہوگئیں تو انھوں نے تکبیر کہی اور سب نے جان لیا کہ انھوں نے سچ کہا تھا اور جب وہاں زیادہ کھدائی ہوئی اور اس میں انھوں نے دو سونے کے ہرن پائے ۔ اور یہ دونوں ہرن وہ تھے جن کو جرہم نے مکہ سے نکلتے وقت دفن کر دیا تھا ۔ اور انھوں نے اس میں نہایت سفید تلواریں اور زرہیں بھی پائیں تو قریش نے کہا اے عبدالمطلب ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک اور حقدار ہیں ۔ انھوں نے کہا ایسا نہیں ۔ بلکہ تم میں مجھ میں کسی منصفانہ معاملے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ اس پر تیر[1] ڈالیں گے ۔

۱۵۸

---

[1] ۔ کعبۃ اللہ کے پاس تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرنا ان کا عام دستور تھا ۔ جس کے متعلق ارشاد باری جل اسمہ ہے ۔ حرمت علیکم ... وان تستقسموا بالازلام ۔ ازلام کے ذریعہ تقسیم کر لینا تم پر حرام کر دیا گیا ہے ۔ اور ارشاد ہے انما الخمر و المیسر والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ ۔ شراب اور جوا اور ازلام ایک قسم کی گندگی ہے اس لیے اس سے

انھوں نے کہا یہ تم کس طرح کرو گے انھوں نے کہا کعبۃ اللہ کے لیے دو تیر مقرر کروں گا اور اپنے لیے دو تیر اور تمھارے لیے دو تیر۔ پھر جس کے دو تیر جس کسی چیز پر نکلیں وہ چیز اس کی ہو گی اور جس کے لیے دو تیر نہ نکلیں اس کو کچھ نہ ملے گا۔ انھوں نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی پھر انھوں نے دو زرد تیر کعبۃ اللہ کے لیے اور دو کالے تیر عبدالمطلب کے لیے اور دو سپید تیر قریش کے لیے مقرر کیے۔ پھر انھوں نے وہ تیر والے کو دیے جو ہبل کے پاس تیر ڈالا کرتا تھا۔ اور ہبل کعبۃ اللہ کے اندر ایک بت تھا جو ان کے بتوں میں سب سے بڑا تھا اور ابوسفیان بن حرب نے جنگ احد کے روز اسی بت کو پکارا تھا اور کہا تھا "اعل ھبل" یعنے اے ہبل اپنے دین کو غالب کر۔ اور عبدالمطلب اللہ عزوجل سے دعا کرتے کھڑے ہو گئے اور تیر والے نے تیر ڈالے تو دونوں زرد تیر تو دونوں ہرنوں پر کعبۃ اللہ کے لیے نکلے اور عبدالمطلب کے دونوں سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر نکلے اور قریش کے دونوں تیر کسی چیز پر نہ نکلے عبدالمطلب نے تلواروں کو تو کعبۃ اللہ میں دروازے کی صورت لگا دیا اور دروازے میں سونے کے دونوں ہرن نصب کر دیے ان کے دعوے کے لحاظ سے یہ پہلا سونا تھا جس سے کعبۃ اللہ کو مزین کیا گیا۔ پھر عبدالمطلب نے حجاج کو زمزم کے پانی پلانے کا انتظام کیا۔

قبائل قریش کی مکہ کی باؤلیوں کا بیان

۱۵۹

ابن ہشام نے کہا زمزم کے کھودے جانے کے پہلے قریش نے مکہ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- بجا اگرچہ اس مقام پر قداح کا لفظ ہے۔ اور کلام مجید میں ازلام کا لفظ ہے۔ لیکن طحطاوی نے لکھا ہے " القداح ہی الازلام۔ قداح اور ازلام ایک ہی چیز ہیں۔ (احمد محمودی)

بہت سی باؤلیاں کھودی تھیں۔ جیسا کہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق کی روایت ہم سے بیان کی ہے۔ انھوں نے کہا عبد شمس بن عبد مناف نے الطوی نامی باؤلی کھودی جو مکے کے بلند حصے میں محمد بن یوسف الثقفی کے گھر البیضاء کے پاس ہے اور ہاشم بن عبد مناف نے بذر نامی باؤلی مقام المستنذر کے پاس کوہ خندمہ کے نکڑ اور شعب ابی طالب کے دہانے پر کھودی۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب اس نے باؤلی کھودی تو کہا تھا کہ اس باؤلی کو میں ایسی بناؤں گا کہ اس کا پانی ہر شخص کو پہنچ سکے۔[1]

ابن ہشام نے کہا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

سَقَى اللّٰهُ أَمْوَاهًا عَرَفْتُ مَكَانَهَا — جُرَابًا وَمَلْكُومًا وَبَذَّرَ وَالْغَمْرَا

اللہ تعالیٰ ان باولیوں سے (یا ان باولیوں کو) سیراب
کرے جن کے مقامات تم جانتے ہو جن کے نام جراب ملکوم
بذر اور غمر ہیں۔

اور ایک باؤلی سجلہ نامی بھی کھودی گئی جو مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کی ہے جس کا آج بھی لوگ پانی پیتے ہیں۔ بنی نوفل خیال کرتے ہیں کہ مطعم نے اسے اسد بن ہاشم سے خریدا تھا۔ بنی ہاشم کا خیال ہے کہ جب زمزم نکل آیا تو یہ باؤلی اسے بطور تحفہ دے دی تھی۔ اور بنی ہاشم اس کی وجہ سے ان تمام باؤلیوں سے بے نیاز ہو گئے۔ اور امیہ بن عبد شمس نے اپنے لیے الحفر (نامی) ایک کنواں کھدوایا تھا۔ بنی اسد بن عبد العزیٰ نے شفیة[2] نامی باؤلی کھدوائی جو بنی اسد کی باؤلی کہلاتی ہے۔ بنی عبد الدار نے ام احراد نامی کنواں کھدوایا۔ بنی جمح نے السنبلة نامی باؤلی کھدوائی جو خلف[3] بن وہب کی باؤلی کہلاتی ہے۔ بنی سہم نے الغمر نامی کنواں کھودا جو سہم کا کنواں مشہور ہے۔ اور چند ایسی باولیاں بھی تھیں جو مکہ کے باہر کھدی ہوئی تھیں جو مرہ بن کعب اور کلاب بن مرہ نے قریش کے پرانے بڑے بوڑھوں کے زمانے سے بھی پہلے کی ہیں جن میں رُمّ نامی ایک باؤلی ہے جو مرۃ بن کعب بن لوئی کی باؤلی کہلاتی ہے۔

١٦٠ ١٦١ ١٦٢

[1] (ب ج د) میں بلاغاً للناس ہے جس کے معنے ترجمہ میں اختیار کیے گئے ہیں (الف) میں بلاغاً عین مہملہ سے ہے جس کے کوئی مناسب مقام معنے مجھے معلوم نہیں۔ [2] (الف) میں شفیة (ب ج د) میں سقیة ہے [3] (ب ج د) میں خلف کا خاء منقوطہ ہے۔ (احمد محمودی)

اور خمّ نامی ایک باولی بنی کلاب بن مرۃ کی طرف منسوب ہے۔ اور الحفر نامی بھی ایک باولی ہے۔ حذیفۃ بن غانم بنی عدی بن کعب بن لوی کے ایک شخص نے یہ شعر کہا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ اس کا نام ابو ابی جہم بن حذیفہ تھا۔

وَقِدْماً غَنِينَا قَبْلَ ذَلِكَ حِقْبَةً ولا نَسْتَقِي إِلَّا بِخُمٍّ اَوِ الْحَفْرِ

ہم یا تو خمّ نامی باولی سے پانی پیتے ہیں یا حفر نامی
باولی سے اس سے سیکڑوں سال پہلے سے ہمیں دوسری باولیوں
کی احتیاج نہیں رہی ہے۔

ابن ہشام نے کہا یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے جس کو ان شاء اللہ اس کے مقام پر ذکر کروں گا۔

۱۶۳ ابن اسحٰق نے کہا پھر زمزم اپنے پہلے کے تمام کنووں سے بڑھ گیا حجاج اسی سے پانی پینے لگے لوگ اسی کی طرف رجوع ہو گئے کہ وہ مسجد حرام میں تھا۔ اور اپنے سوا تمام پانیوں میں برتری رکھتا تھا۔ اور اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام[1] کا کنواں تھا۔ بنی عبد مناف اسی کے سبب سے قریش اور سارے عرب پر فخر کرتے تھے۔

چونکہ بنی عبد مناف ایک ہی خاندان ایک ہی گھرانے کے لوگ تھے ان میں کی کسی شاخ کی برتری ان کی دوسری شاخوں کے لیے بھی برتری تھی اور ان کی کسی شاخ کی فضیلت دوسری شاخوں کے لیے بھی وجہ فضیلت تھی۔ اس لیے مسافر بن ابی عمرو بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف نے قریش پر اور سقایہ اور رفادہ کی تولیت وانتظام اور ان کے ہاتھوں زمزم کے ظہور پر فخر کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَرِثْنَا الْمَجْدَ مِنْ آبَا ئِنَا فَنَمَى بِنَا صُعُدَا

ہم نے اپنے بزرگوں سے بزرگی ورثے میں پائی ہے
اور ہمارے پاس آکر اس بزرگی کی بلندی اور زیادہ ہو گئی ہے۔

اَلَمْ نَسْقِ الْحَجِيجَ وَنَنْحَرُ الدَّلَّا فَةَ الرُّفُدَا

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ [2] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کیا ہم حجاج کو پانی پلاتے نہیں رہے ہیں کیا ہم
موٹی تازی بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں ذبح کرنے والے نہیں رہے ؟[1]

وَنُلْفِي عِنْدَ تَصْرِيفِ الْمَنَايَا شُدَدًا رُفُدًا[1]

موت کی حکومت کے مقام پر تو ہم سخت اور دوسروں
کو سہارا دینے والے پائے جائیں گے۔

فَإِنْ نَهْلِكْ فَلَمْ نُمْلَكْ وَمَنْ ذَا خَالِدٌ أَبَدًا[2]

اگر ہم ہلاک بھی ہو جائیں (تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ
ہم (اسی جان کے) مالک تو ہیں نہیں اور کون ہمیشہ ہمیشہ
رہنے والا ہے۔

وَزَمْزَمُ فِي أَرُومَتِنَا وَنَفْقَأُ عَيْنَ مَنْ حَسَدَا

اور زمزم (کی تولیت) ہمارے ہی بزرگوں میں (رہی ہے)
جو شخص (ہم سے) حسد کرے ہم (اس کی) آنکھ پھوڑ ڈالیں گے۔

۱۴۴ ابن ہشام نے کہا کہ یہ اشعار اس کے ایک قصیدے میں سے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ حذیفہ بن غانم جو بنی عدی بن کعب بن لوی میں کا ایک شخص ہے کہتا ہے۔

وَسَاقِي الْحَجِيجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ هَاشِمٌ[3] وَعَبْدُ مَنَافٍ ذَلِكَ السَّيِّدُ الْفِهْرِي

عبد مناف سی فہر کا سردار حجاج کو (زمزم) پلانے والا

---

[1] ۔ (ب ج د) میں تلفی یعنی تو ہمیں ایسا پائے گا۔ (احمد محمودی)
[2] ۔ (الف) میں خالد خلدا ہے خلدا مفعول مطلق ہوگا اور معنی وہی ہوں گے لیکن
(ب ج د) کا نسخہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)
[3] ۔ (الف ب) میں للخیر ہے تو اس کے معنی نیکی کی عظمت کرنے والا ہوں گے۔
(احمد محمودی)

اور روٹی کو چور (کر ثرید بنا کر کھلا) نے والا ہے۔

طَوَى زَمْزَمَ عِنْدَ الْمَقَامِ فَأَصْبَحَتْ ... سِقَايَتُهُ فَخْرًا عَلَى كُلِّ ذِي فَخْرِ

اس نے زمزم کو مقام ابراہیم کے پاس پتھروں سے
پاٹا تو اس کا یہ کنواں ہر فخر کے قابل شخص پر فخر کرنے کے قابل
ہو گیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ ان اشعار میں حذیفہ بن غانم نے عبدالمطلب
ابن ہاشم کی مدح کی ہے اور یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے
ہیں جس کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کے مناسب مقام پر ذکر کریں گے۔

عبدالمطلب کا اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر ماننا

ابن اسحٰق نے کہا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کہاں تک صحیح ہے لیکن لوگوں کا یہ خیال
ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم نے زمزم کے کھودنے کے وقت جب قریش
کی جانب سے رکاوٹیں دیکھیں تو نذر مانی کہ اگر انھیں دس لڑکے ہوں گے اور وہ
سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے تو ان میں
سے ایک لڑکے کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے ذبح
کردیں گے۔ جب انھیں پورے دس لڑکے ہوئے اور انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ وہ ان کی حفاظت کریں گے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کی انھیں خبر دی اور
انھیں اللہ تعالیٰ کی نذر کے پورے کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے
ان کی بات مانی اور دریافت کیا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے عبدالمطلب
نے کہا تم میں کا ہر شخص ایک ایک تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے
پاس لائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور عبدالمطلب کے پاس آئے عبدالمطلب

انھیں لے کر کعبۃ اللہ کے اندر ہبل کے پاس آئے اور ہبل کعبۃ اللہ کے اندر ایک باؤلی پر تھا اور یہ باولی وہ تھی جس پر کعبۃ اللہ کی نذر و نیاز میں جو جو چیزیں آتیں وہاں جمع رہتی تھیں اور ہبل کے پاس سات تیر رکھے تھے اور ہر تیر پر کچھ لکھا ہوا تھا ایک تیر پر خون بہا لکھا تھا جب کسی خون بہا کی ادائی میں کوئی ایسا اختلاف ہوتا کہ اس کی ادائی ان میں سے کس پر ہوگی تو ان ساتوں تیروں کو حرکت دیجاتی اور خون بہا کی ادائی تیر جس کے نام پر نکلتی اس پر خون بہا کا بار ڈالا جاتا ایک تیر پر "ہاں" کسی کام کے کرنے کے لئے لکھا ہوا تھا۔ جب کسی کام کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس تیر کو دوسرے تیروں کے ساتھ ملا کر حرکت دیجاتی اگر "ہاں" لکھا ہوا تیر نکلتا تو اس کے موافق عمل کرتے۔ ایک تیر پر "نہیں" لکھا تھا جب کوئی کام کرنا چاہتے تو اس کو بھی دوسرے تیروں کے ساتھ ملا کر جنبش دیجاتی اگر یہی تیر نکلتا تو وہ کام نہ کرتے

ایک تیر پر "تمھیں میں سے" لکھا تھا۔ ایک پر "تم میں ملا ہوا" لکھا تھا ایک تیر پر "تم میں سے نہیں" لکھا تھا۔ ایک تیر پر پانیوں کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ جب وہ پانی کے لیے کوئی کنواں کھودنا چاہتے ان تیروں کو اور ان میں اس پانی کے متعلقہ تیر کو بھی رکھ دیتے۔ پھر جس طرح نکلتا اس کے موافق عمل کرتے اور جب وہ کسی لڑکے کا ختنہ یا شادی نکاح کرنا یا کسی میت کو دفن کرنا چاہتے یا کسی شخص کے نسب میں انھیں شک ہوتا تو اس کو اور اس کے ساتھ سو درہم اور ذبح کرتے۔ پھر اس شخص کو ہبل کے پاس لے جاتے۔ اور یہ سب کچھ تیروں والے کو دیتے جو تیروں کو ہلا کر نکالا کرتا تھا۔ اور اس شخص کو بھی اس کے پاس لے جاتے جس کے متعلق وہ کوئی کام کرنا چاہتے پھر کہتے اے ہمارے معبود فلاں بن فلاں کے ساتھ ہم اس طرح کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں جو بات حق ہو وہ ہمارے لیے ظاہر کر۔ پھر تیروں والے سے کہتے کہ تیروں کو حرکت دے۔ اگر اس شخص کے لیے ان تیروں میں سے وہ تیر نکلتا جس پر "تمھیں میں سے"

۲۵

لکھا ہے تو وہ ان میں نہایت شریف سمجھا جاتا ۔ اور اگر اس کے لیے وہ تیر نکلتا جس پر تم میں ملا ہوا لکھا ہوتا تو اس شخص کا جو درجہ ان میں پہلے سے تھا وہ اسی مرتبے پر رہتا لیکن وہ شخص نہ کسی کے نسب میں شامل ہو سکتا تھا نہ کسی کا حلیف شمار ہوتا ۔ اور اگر اس قرعہ اندازی میں اس کے علاوہ اور کوئی معاملہ ہوتا جس کو وہ کرنا چاہتے اور اس میں "ہاں" نکلتا تو ویسا ہی عمل کرتے ۔ اور اگر "نہیں" نکلتا تو اس معاملے کو اس سال ملتوی کر دیتے یہاں تک کہ اس کو پھر دوبارہ لاتے اور اس وقت تک اپنے معاملات روکے رکھتے جب تک اس پر تیر نکلے عبدالمطلب نے بھی تیروں والے کے پاس آکر کہا کہ میرے ان بچوں کے یہ تیر ہلا کر نکالو ۔ اور جو نذر انھوں نے مانی تھی اس کی کیفیت بھی اسے سنا دی ان میں سے ہر ایک لڑکے لے اپنا تیر اس کو دیا جس پر اس کا نام لکھا تھا ۔ اور عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے والد کے تمام لڑکوں میں سب سے چھوٹے تھے ۔ وہ اور زبیر اور ابوطالب فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظۃ بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کے بطن سے تھے ۔

۱۲۲ ابن ہشام نے کہا عائذ بن عمران بن مخزوم ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ لوگوں کے خیال کے موافق عبداللہ عبدالمطلب کے بہت چہیتے فرزند تھے ۔ اور عبدالمطلب یہی دیکھ رہے تھے کہ اگر تیر ان پر سے نکل گیا تو گویا وہ خود بچ گئے ۔ اور یہ بات بھی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (ہونے والے) والد بھی تھے ۔ جب تیر والے نے تیر لیے تاکہ انھیں حرکت دے کر نکالے تو عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہوئے اللہ سے دعا کرنے لگے ۔ اور تیروں والے نے تیر ہلائے اور عبداللہ کے نام تیر نکلا ۔ پھر تو عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اور چھری لی ۔ اور انھیں لے کر اساف و نائلہ کے پاس آئے ۔ تاکہ انھیں ذبح کریں تو قریش اپنی مجلسوں سے اٹھ کر ان کے پاس آئے ۔ اور کہا عبدالمطلب تم کیا کرنا چاہتے ہو ۔ انھوں نے کہا میں اسے ذبح کر دینا چاہتا ہوں تو قریش اور

ان کے دوسرے لڑکوں نے کہا خدا کی قسم اس کو ہرگز ذبح نہ کیجئے جب تک آپ مجبور نہ ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہر ایک شخص ہمیشہ اپنے بچے کو لایا کرے گا کہ اس کو ذبح کرے اس طرح انسانی نسل باقی نہ رہے گی۔ اور مغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ نے جو ان لوگوں کی بہن کے لڑکے کا لڑکا تھا کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ کیجئے جب تک کہ آپ مجبور نہ ہو جائیں اگر ان کا عوض ہمارے مال سے ہو سکے تو ہم ان کا فدیہ اپنے مال سے دیں گے۔ اور قریش اور ان کے دوسرے بچوں نے کہا ان کو ذبح نہ کیجئے بلکہ انھیں حجاز لے چلئے وہاں ایک عرافہ (غیب کی باتیں بتانے والی) ہے جس کا کوئی (موکل یا شیطان یا کوئی روح) تابع ہے۔ اس سے آپ دریافت کیجئے۔ اگر اس نے بھی ان کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ کو ان کے ذبح کر ڈالنے کا پورا اختیار ہوگا۔ اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم دیا جس میں آپ کے اور اس لڑکے کے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی شکل ہو تو آپ اس کو قبول کر لیں تو یہ وہ سب کے سب وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں انھیں معلوم ہوا کہ وہ خیبر میں ہے تو پھر وہاں سے سوار ہو کر خیبر میں آئے اور اس عورت سے دریافت کیا اور عبد المطلب نے اپنے اور اپنے لڑکے کے حالات اسے سنائے اور ان کے متعلق اپنی نذر اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ اس عورت نے کہا آج تو میرے پاس سے تم لوگ واپس جاؤ یہاں تک کہ میرا تابع میرے پاس آئے اور میں اس سے دریافت کر لوں۔ پس سب کے سب اس کے پاس سے لوٹ آئے۔ اور عبد المطلب اس کے پاس سے ۱۶۷ آکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کھڑے رہے۔ اور دوسرے روز سویرے سب اس کے پاس گئے۔ اس عورت نے کہا ہاں تمھارے متعلق مجھے کچھ معلومات ہوئے ہیں۔ تم لوگوں میں دیت کی مقدار کیا ہے سب نے کہا دس اونٹ اور واقعۃً یہی مقدار تھی۔ اس عورت نے کہا تم لوگ اپنی بستیوں کی جانب لوٹ جاؤ اور تم اپنے اس آدمی کو (یعنی اپنے لڑکے کو) اور دس اونٹوں کو پاس پاس رکھو اور ان دونوں پر تیروں کے ذریعے قرعہ ڈالو اگر

تیر تمہارے اس لڑکے پر نکلے تو اونٹوں کو اور بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہارا پروردگار راضی ہو جائے (اور) اونٹوں پر تیر نکل آئے تو اس کے بجائے اونٹ ذبح کر دو کہ تمہارا رب بھی تم سے راضی ہو گیا اور تمہارا یہ لڑکا بھی بچ گیا۔ (یہ سن کر) وہ وہاں سے نکل کر مکہ پہنچے۔ اور جب سب اس رائے پر متفق ہو گئے۔ تو عبدالمطلب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور عبداللہ کو اور دس اونٹوں کو وہاں لے آئے اس حالت میں کہ عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا گیا تو عبداللہ پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کئے اور اونٹوں کی تعداد بیس ہو گئی۔ اور عبدالمطلب کھڑے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا گیا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد تیس ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کئے اور اونٹوں کی تعداد چالیس ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد پچاس ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد ساٹھ ہو گئی۔ اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد ستر ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کئے اور اونٹوں کی تعداد اسی ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد نوے ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبداللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو اب کے تیر اونٹوں پر نکلا تو قریش اور جو لوگ

اس وقت وہاں موجود تھے سبھوں نے کہا اے عبدالمطلب اب تم اپنے رب کی رضامندی کو پہنچ گئے ۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ عبدالمطلب نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں یہاں تک کہ تین وقت اونٹوں ہی پر تیر نکلے ۔ پھر عبداللہ اور اونٹوں کے لیے تیر نکالے اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے کہ تیر اونٹوں ہی پر نکلا ۔ پھر مکرر یہ عمل کیا اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو تیر اونٹوں ہی پر نکلا تو تیسری بار اس عمل کی تکرار کی اور عبدالمطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو تیر اونٹوں ہی پر نکلا پھر تو اونٹ ذبح کیے گئے ۔ اس طرح رکھ چھوڑا کہ نہ کسی شخص کو ان کے گوشت سے محروم کیا جاتا تھا اور نہ کسی کو روکا جاتا تھا ۔ ۱۶۸

ابن ہشام نے کہا بعضوں نے تو رکھا ہے کہ نہ کسی انسان کو روکا جاتا تھا اور نہ کسی درندے کو ۔

ابن ہشام نے کہا اس واقعے کی بہت سی روایتوں میں سے بعض روایتوں میں رجز یہ اشعار بھی ہیں جن کی روایت علماء شعر میں سے کسی سے ہم تک صحت کے ساتھ نہیں پہنچی ۔

اس عورت کا بیان جو عبداللہ بن عبدالمطلب سے نکاح کرنے کے لیے آئی

ابن اسحٰق نے کہا پھر تو عبدالمطلب عبداللہ کا ہاتھ پکڑے وہاں سے لوٹے اور لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایسی ساعت بنی اسد بن عبدالعزیٰ ابن قصی بن کلاب ابن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کی بہن تھی اور کعبۃ اللہ کے قریب ہی تھی اس عورت نے جب عبداللہ کے چہرے کو دیکھا ۱۶۹

تو ان سے کہا اے عبد اللہ کہاں جاتے ہو انھوں نے کہا اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تمھیں اُتنے ہی اونٹ دوں گی جتنے تمھارے فدیے میں ذبح کیے گئے ہیں تم اس وقت میرے ساتھ ہمبستر ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ساتھ ہوں وہ جس راستے جا رہے ہیں میں نہ اس راستے کے خلاف دوسرے راستے جا سکتا ہوں اور نہ انھیں چھوڑ سکتا ہوں۔ عبد المطلب انھیں (ساتھ) لے کر چلے (اور) وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کے پاس انھیں لائے۔ اور وہب ان دنوں بنی زہرۃ میں عزت ونسب[1] دونوں کے لحاظ سے سردار تھے انھوں نے اپنی بیٹی آمنہ بنت وہب کو ان کے نکاح میں دے دیا جو ان دنوں قریشیوں کی عورتوں میں نسب اور رتبے کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھیں۔ اور برۃ بنت عبد العزیٰ بن عثمان ابن عبد الدار بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی لڑکی تھیں۔ اور برّہ ام حبیب بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کی لڑکی تھیں۔ اور ام حبیب برہ بنت عوف بن عبد عویج[2] بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کی بیٹی تھیں لوگوں کا بیان ہے کہ جب وہب نے عبد اللہ کی زوجیت میں آمنہ کو دیدیا تو انھوں نے وہیں ان سے ہمبستری کی اور آمنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حمل میں لے لیا۔ پھر وہاں سے نکل کر عبد اللہ اس عورت کے پاس آئے جس نے آپ کے آگے اپنی ذات کو پیش کیا تھا۔ اور اس سے کہا وہ اونٹ جو تو نے کل پیش کیے تھے (لیا) آج بھی دے گی؟ اس نے کہا آج وہ نور تمھارے پاس نہیں رہا جو کل تھا اس لیے اب مجھے تمھاری کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے جو نصرانی ہو گیا تھا اور اگلی کتابوں کے

---

[1] (الف) میں بجائے نسبا کے سنا ہے یعنی عمر کے لحاظ سے۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں ابن عویج نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

مطالعے میں مصروف رہا کرتا تھا سنا کرتی تھی کہ اس قوم میں ایک نبی ہونے والا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے میرے والد اسحٰق بن یسار نے بیان کیا کہ عبداللہ اپنی ایک بی بی کے پاس جو آمنہ بنت وہب کے علاوہ تھیں کیچڑ کا کچھ کام کرنے گئے اور آپ کو کچھ کیچڑ بھی لگی ہوئی تھی۔ انھیں اپنے پاس بلایا تو کیچڑ کے آثار دیکھ کر انھوں نے آنے میں دیر کی تو آپ ان کے پاس سے چلے اور وضو کیا اور جو کیچڑ لگی تھی وہ دھو ڈالی۔ پھر آمنہ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلے اور اس بی بی کے پاس سے گذرے۔ انھوں نے آپ کو اپنی طرف بلایا تو آپ نے ان کے پاس جانے سے انکار فرما کے آمنہ کی جانب قصد فرمایا ان کے پاس آئے اور ہمبستری کی۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل ہو گیا۔ پھر عبداللہ اس بی بی کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا تمھیں کچھ رغبت ہے۔ انھوں نے کہا نہیں آپ جب میرے پاس سے گزرے تو آپ کے آنکھوں کے درمیان ایک چمک تھی اس لیے میں نے آپ کو بلایا تھا لیکن آپ نے میرے پاس آنے سے انکار فرمایا اور آپ آمنہ کے پاس چلے گئے اس چمک کو انھوں نے لے لیا۔

ابن اسحٰق نے کہا لوگوں کا دعویٰ ہے کہ آپ کی نسبت وہ بی بی بیان کیا کرتی تھیں کہ عبداللہ ان کے پاس سے گزرے تو ان کی آنکھوں کے درمیان اس طرح کی سفیدی تھی جس طرح گھوڑے کی پیشانی میں سفیدی ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا اس لیے میں نے ان کو بلایا کہ وہ مجھ میں آجائے لیکن انھوں نے میرے پاس آنے سے انکار کیا۔ اور آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان سے ہم صحبت ہوے تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل ہو گیا۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں نسب کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر اور عزت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھ کر تھے اپنے والد کی جانب سے بھی اور والدہ کی جانب سے بھی۔

۱۷۰

اللہ تعالیٰ آپ پر برکات و سلام نازل فرمائے
اجزائے ابن ہشام میں سے دوسرا جز ختم ہوا۔

آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں آنے کے وقت جو باتیں کہی گئیں

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن لوگ تو اپنی گفتگو میں اس بات کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب بیان کیا کرتی تھیں کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہوئیں تو آپ کے پاس کوئی آیا اور آپ سے کہا گیا کہ تو اس امت کے سردار کی حاملہ ہے۔ جب وہ زمین پر آئے تو اس طرح کہہ "ہر ایک حاسد کی برائی سے میں اسے ذات یکتا کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کا نام محمد رکھ"۔ اور جب آپ حاملہ ہوئیں تو آپ نے دیکھا کہ آپ کے اندر سے ایک نور نکلا جس کی روشنی میں مقام بصریٰ کے محل جو سرزمین شام میں ہیں آپ نے دیکھے اس کے بعد عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد زیادہ مدت نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حاملہ ہی تھیں کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ١٦١

لہ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت (باسعادت) اور رضاعت

کہا[1] کہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے ہم سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق المطلبی کی روایت سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت دوشنبے کے روز ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سنہ فیل میں ہوئی۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے المطلب بن عبد اللہ بن قیس بن مخرمہ نے اپنے والد اور اپنے دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کی کہا کہ میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سنہ فیل میں ہوئی ہم دونوں ہم عمر ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف نے یحییٰ ابن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن سعد[2] بن زرارۃ الانصاری کی روایت سے حدیث بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ حسان بن ثابت کی روایت مجھ سے میری قوم کے ان لوگوں نے بیان کی جن کا بیان مجھے مطلوب تھا۔ حسان بن ثابت نے کہا خدا کی قسم میں سات یا آٹھ سال کا قریب البلوغ لڑکا تھا جو بات سنتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ کہ ایکا یک میں نے ایک یہودی کو یثرب[3] کے ایک بلند مقام پر بلند آواز سے اے گروہ یہود چیختے سنا۔ یہاں تک کہ جب

[1] (الف) میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں اسعد ہے۔ (احمد محمودی)

[3] (الف) میں بجائے یثرب کے یثرع ہے جو اس مقام پر بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

وہ اس کے پاس جمع ہو گئے تو انھوں نے اس سے کہا کمبخت تجھے ہوا کیا ہے۔ اس نے کہا آج رات احمدؐ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس میں وہ پیدا ہو گیا۔

محمد بن اسحٰق نے کہا کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت سے دریافت کیا ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت حسان بن ثابتؓ کس عمر کے تھے۔ انھوں نے کہا ساٹھ سالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تشریف آوری کے وقت ترپن سال کی تھی اس لیے حسان نے جو کچھ سنا وہ سات سال کی عمر میں سنا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب آپ پیدا ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے دادا عبدالمطلب کو اطلاع کی گئی کہ آپ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آئیے اور اس کو دیکھئے۔ وہ آئے اور آپ کو دیکھا اور آپ کی والدہ نے جو کچھ اپنے حمل کے زمانے میں دیکھا تھا اور جو کچھ کہا گیا تھا اور جو نام رکھنے کا حکم ملا تھا سب ان سے بیان کیا لوگوں کا خیال ہے کہ عبدالمطلب نے آپ کو اٹھا لیا۔ اور آپ کو لے کر کعبۃ اللہ میں گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور اس کی عطا پر اس کا شکر ادا کرتے کھڑے رہے۔ پھر آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئے۔ اور آپ کو آپ کی والدہ کے حوالے کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رضعاء یعنی دودھ پلانے والیوں کی تلاش میں لگ گئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ الرضعاء کے معنی المراضع ہیں۔ دودھ پلانے والی عورتیں۔ اللہ تبارک[1] وتعالیٰ کی کتاب میں موسیٰ علیہ[2] السلام کے قصے میں "وحرمنا علیہ المراضع" ہے یعنی ہم نے اس پر دودھ پلانے والیوں (کے دودھ)

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کو حرام کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کے دودھ پلانے کے لیے بنی سعد بن بکر کی ایک عورت کو جس کا نام حلیمہ بنت ابی ذویب تھا مقرر کیا۔ اور ابوذویب کا نام عبداللہ بن الحارث بن شجنۃ بن جابر بن رزام بن ناصرۃ بن قصیۃ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان تھا اور آپ کے رضاعی والد جن (کی بی بی) کا دودھ آپ نے پیا صلی اللہ علیہ وسلم الحارث بن عبد العزیٰ بن رفاعۃ بن ملّان بن ناصرۃ بن قصیّۃ[1] بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ ہلال بن ناصرۃ کہتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کے رضاعی بھائی بہنوں کا نام عبداللہ بن الحارث اور انیسۃ بنت الحارث اور خذامۃ بنت الحارث تھا جس کا اصلی نام الشیماء تھا لیکن خذامۃ کے نام کا غلبہ ان کے اصلی نام پر ہوگیا اور وہ اپنے خاندان میں اسی نام سے مشہور ہوگئی تھیں۔ اور یہ سب حلیمہ بنت ابی ذویب عبداللہ بن الحارث ہی کے بچے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ ان کے پاس رہتے تو الشیماء آپ کی والدہ کے ساتھ مل کر آپ کی پرورش اور دیکھ بھال کریں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولی الحارث بن حاطب الجمحی نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی روایت سے یا کسی اور شخص کی روایت سے جس نے ان سے بیان کیا ہے حدیث سنائی کہا کہ حلیمہ بنت ابی ذویب السعدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ بیان کرتی تھیں کہ وہ اپنی بستی سے اپنے شوہر اور اپنے ایک شیر خوار بچے کو لیکر بنی سعد بن بکر کی چند عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلیں انھوں نے کہا کہ وہ زمانہ قحط کا تھا۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔

۱۸۳

[1] (ب ح) میں قُصَیَّۃ بالفاء ہے۔ (احمد محمودی)

کہا کہ میں ایک بھوری یا سبزی مائل گدھی پر نکلی اور ہمارے ساتھ ایک
بوڑھی اونٹنی بھی تھی جس سے خدا کی قسم ایک قطرہ دودھ بھی نہ مل سکتا تھا　۱۷۴
ہمارا سال یہ تھا کہ ہمارے اس بچے کے[1] بھوک سے رونے کے سبب،
جو ہمارے ساتھ تھا تمام رات نہ سو سکتے تھے۔ میری چھاتی میں اتنا دودھ
نہ تھا کہ اس کو کافی ہو۔ اور نہ ہماری بوڑھی اونٹنی کے پاس کچھ تھا جو اس کے
ناشتے کے کام آئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ ناشتے کے کام آئے کے بعد بعضوں نے ان الفاظ
کی بھی روایت کی ہے لیکن ہم بارش و خوش حالی کے امیدوار تھے۔

غرض میں اپنی اس گدھی پر نکلی تو وہ تھک گئی اور قافلے سے پیچھے رہ گئی
(اور) اس کی کمزوری اور دبلاپن ان لوگوں پر بار ہو گیا یہاں تک کہ ہم دودھ
پینے والے بچوں کی تلاش کرتے مکہ آئے۔ ہم میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جس
کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نہ کیا گیا ہو لیکن جب اس سے
کہا جاتا تھا کہ آپ یتیم ہیں تو وہ آپ کو لینے سے انکار کرتی۔ اس لیے کہ ہم
لوگ بچے کے باپ کی طرف سے نیک سلوک کی امید رکھتے تھے۔ اور کہتے
تھے کہ وہ یتیم ہے تو اس کی ماں اور دادا سے حسن سلوک کی کیا امید ہے۔
اس لیے ہم آپ کے لینے کو پسند نہ کرتے تھے۔ میرے ساتھ آئی ہوئی عورتوں
میں سے بجز میرے کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے کوئی شیر خوار نہ لے لیا ہو۔
پھر جب ہم چلنے کے لیے تیار ہو گئے تو میں نے اپنے شوہر سے کہا بخدا میں
اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ کسی شیر خوار کو لیے بغیر میں اپنی ساتھ والیوں میں لوٹوں۔
خدا کی قسم میں تو اس یتیم کے پاس جاؤں گی اور اسے ضرور لے لوں گی۔ انھوں کہا
ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اسی
میں برکت دے دے۔ انھوں نے کہا پس میں اس کے پاس گئی اور اسے

[1] (الف) میں بجائے رضعا کے ضرلیا لکھا ہے جو اس مقام پر بالکل مہمل سا معلوم ہوتا ہے۔
(احمد محمودی)

لے لیا۔ اور میرے اس فعل کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مجھے آپ کے سوا کوئی اور نہیں ملا۔ انھوں نے کہا جب میں نے آپ کو لے لیا تو آپ کو لے کر اپنی سواری کی طرف لوٹی۔ اور جب میں نے آپ کو اپنی گود میں بٹھا لیا تو آپ کے لیے میری چھاتیوں میں حسب خواہش دودھ اتر آیا۔ آپ نے پیا اور سیر ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی نے بھی پیا اور وہ بھی سیر ہو گیا۔ پھر دونوں سو گئے حالانکہ اس سے پہلے اس کے ساتھ ہم سوتے بھی نہ تھے۔ اور میرا شوہر اپنی اس بوڑھی اونٹنی کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ تو اس نے اس سے اتنا دودھ دوہا کہ اس نے خود بھی پیا اور اس کے ساتھ میں نے بھی پیا یہاں تک کہ ہماری سیری اور سیرابی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور آرام سے وہ رات گزاری۔ انھوں نے کہا کہ جب صبح ہوئی تو میرے شوہر نے کہا کہ اے حلیمہ خدا کی قسم اس بات کو خوب سمجھ لو کہ تم نے ایک ذات مبارک کو پایا ہے۔ انھوں نے کہا میں نے جواب دیا خدا کی قسم مجھے یہی امید تھی۔ (حلیمہ نے) کہا پھر ہم نکلے۔ اور میں اپنی گدھی پر سوار ہو گئی۔ اور آپ کو بھی اپنے ساتھ اس پر سوار کرا لیا۔ خدا کی قسم پھر تو وہ گدھی قافلے سے آگے ہو گئی۔ قافلے والوں کے گدھوں میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ میری ساتھ والیاں مجھ سے کہنے لگیں۔ اے ابوذویب کی لڑکی تجھ پر افسوس ہے ہماری خاطر سے ذرا درمیانی چال چل۔ کیا یہ تیری وہ گدھی نہیں ہے جس پر تو گھر سے نکلی تھی میں ان سے کہتی کیوں نہیں یہ وہی تو ہے۔ وہ کہتیں خدا کی قسم اس کی تو حالت ہی کچھ اور ہے۔ کہا پھر ہم بنی سعد کی بستیوں میں اپنے گھر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں کسی ایسی سرزمین کو میں نہیں جانتی جو اس سے زیادہ قحط زدہ ہو (لیکن باوجود اس کے) جب ہم آپ کو اپنے ساتھ لائے تو میری بکریاں چراگاہ سے شام میں دودھ سے خوب بھری ہوئی اور سیر واپس آئیں اور ہم دودھ دوہتے اور پیتے اور دوسرے لوگوں میں سے کوئی شخص (اپنی بکریوں کے) دودھ کا ایک قطرہ تک نہ دوہتا۔ اور نہ تھنوں میں ایک قطرہ پاتا تھا۔ ہماری

۱۷۵

قوم کے جو لوگ ہمارے قریب ہی رہا کرتے اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے کمبختو ابو ذویب کی لڑکی کا چرواہا جہاں بکریاں چرنے چھوڑتا ہے تم بھی وہیں چھوڑو۔ لیکن پھر بھی ان کی بکریاں بھوکی ہی واپس آتیں۔ ایک قطرہ دودھ نہ دیتیں اور میری بکریاں دودھ سے بھری ہوی اور سیر لوٹتیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر و برکت ہی دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے دو سال گزر گئے۔ اور دودھ بڑھائی ہو گئی آپ کا نشو و نما ایسا ہوا کہ اس کو دوسرے بچوں کے نشو و نما سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ آپ کی عمر دو سال کی بھی نہ ہوی تھی کہ آپ بڑے لوگوں کی طرح موٹے تازے ہو گئے پھر ہم آپ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس آئے اور چونکہ ہم آپ کے برکات کو دیکھتے رہے تھے۔ اس لیے ہم آپ کو اپنے پاس ہی رکھنے کے بہت آرزومند تھے۔ ہم نے آپ کی والدہ سے بات چیت کی۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ میرے بچے کو میرے پاس کچھ دنوں اور چھوڑ دیں کہ خوب موٹا تازہ ہو جائے تو بہتر ہے کیونکہ مجھے مکہ کی وبا سے اس کے لیے ڈر لگتا ہے۔ کہا کہ ہم یہاں تک اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو ہمارے ساتھ لوٹا دیا۔ پھر تو ہم آپ کو لے کر لوٹے۔ خدا کی قسم آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہمارے آنے کے چند ماہ بعد آپ اپنے بھائی کے ساتھ ہمارے بکریوں کے بچوں میں ہمارے گھر کے پیچھے ہی تھے کہ آپ کا بھائی ہانپتا کانپتا ہمارے پاس آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا میرا جو قریشی بھائی ہے اس کو دو شخصوں نے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں پکڑ لیا۔ اور اس کو لٹا کر اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ اور اس کو مار رہے ہیں (انھوں نے) کہا (یہ سنتے ہی) میں اور آپ کے والد آپ کی طرف دوڑے تو ہم نے آپ کو اس حال میں کھڑا پایا کہ آپ کے چہرے کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے آپ کو گلے سے لگا لیا اور آپ کے والد نے بھی آپ کو گلے سے لگایا۔ اور ہم نے آپ سے کہا میرے پیارے بیٹے تجھے کیا ہوا فرمایا میرے پاس دو شخص جو سفید کپڑے پہنے تھے آئے اور مجھے لٹا کر میرا

۱۰۶

پیٹ چاک کیا۔ اور انھوں نے اس میں کوئی چیز تلاش کی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی (انھوں نے)۔ کہا کہ پھر ہم آپ کو لے کر اپنے ڈیروں کی طرف لوٹے کہا آپ کے والد نے مجھ سے کہا اے حلیمہ مجھے خوف ہے کہ اس لڑکے پر کہیں کوئی اثر نہ ہوگیا ہو۔ اس پر اس اثر کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ کہا پھر تو ہم نے آپ کو اٹھا لیا اور آپ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا انا تم اس کو (ابھی) کیوں لائیں حالانکہ تم تو اس کو اپنے پاس رکھنے کی بہت آرزومند تھیں میں نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ نے اب اسے سن تمیز کو پہنچا دیا ہے اور مجھ پر جو فرائض تھے وہ میں نے ادا کر دئے۔ اور مجھے اس پر حوادث کا خوف ہوا۔ اس لیے میں نے آپ کی مرضی کے موافق اسے آپ تک پہنچا دیا۔ (حضرت آمنہ نے) کہا نہیں تمھاری حالت ایسی تو نہیں ہے۔ اپنا حال مجھ سے سچ سچ کہو (حلیمہ نے) کہا کہ جب تک میں نے نہ بتایا انھوں نے مجھے نہ چھوڑا۔ انھوں نے پوچھا کیا تمھیں اس پر شیطانی اثر کا خوف ہوا میں نے کہا جی ہاں انھوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا خدا کی قسم شیطان کا اس پر کچھ بس نہ چلے گا۔ میرے بچے کی عجیب شان ہے۔ کیا میں اس کے کچھ حالات بیان کروں کہا ضرور بیان فرمائے (حضرت آمنہ نے) کہا جب مجھے اس لڑکے کا حمل ہوا تو میں نے دیکھا کہ مجھ میں سے ایک نور نکلا جس کی روشنی سے سر زمین شام کی بُصریٰ نامی بستی کے محل مجھ پر روشن ہو گئے۔ اور جب مجھے اس کا حمل ہوا تو خدا کی قسم اس سے زیادہ سبک اور اس سے زیادہ آسان حمل میں نے کبھی کوئی نہیں دیکھا۔ اور جب آپ کی پیدائش ہوئی تو یہ حالت دیکھی کہ آپ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ (پھر آپ کی والدہ نے حلیمہ سے کہا) تم اپنے یہ خیالات چھوڑ دو۔ اور سیدھی اپنی راہ لو۔ ۱۰۷

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بعض اہل علم سے روایت بیان کی۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ روایت خالد بن معدان الکلاعی کی

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے آپ سے کہا اے اللہ کے رسول اپنے کچھ حالات بیان فرمائیے۔ فرمایا:

(نعم) أنا دعوة أبي[1] إبراهيم، وبشرى أخي عيسى، ورأت أمي حين حملت بي أنه خرج منها نور أضاء لها قصور الشام واسترضعت في بني سعد بن بكر، فبينا أنا مع أخ لي خلف بيوتنا نرعى بهما لنا إذ أتاني[2] رجلان عليهما ثياب بيض بطست[3] من ذهب مملوءة ثلجا فأخذاني فشقا بطني، واستخرجا قلبي فشقاه، فاستخرجا منه علقة سوداء فطرحاها، ثم غسلا قلبي وبطني بذلك الثلج حتى أنقياه) قال: (ثم قال أحدهما لصاحبه: زنه بعشرة من أمته فوزنني بهم فوزنتهم ثم قال: زنه بمائة من أمته، فوزنني بهم فوزنتهم، ثم قال زنه بألف من أمته فوزنني بهم، فوزنتهم،

١۔ (الف) میں نہیں ہے (احمد محمودی)

٢۔ (الف) اتانا (ب ج د) اتانی۔ (احمد محمودی)

٣۔ (الف) لطست (ب ج) بطرت (د) بسطت آخری نسخہ بالکل غلط ہے (احمد محمودی)

فَقَالَ، دَعْهُ عَنْكَ، فَوَاللهِ لَوْ وَزَنْتَهُ بِأُمَّتِهِ لَوَزَنَهَا »

اچھا (سنو) میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ اور عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ اور جب میں اپنی ماں کے بطن میں آیا تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس سے سرزمین شام کے محل ان پر روشن ہو گئے۔ اور بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں۔ دودھ پی کر میں نے پرورش پائی۔ میں اپنے گھروں کے پیچھے اپنے ایک بھائی کے ساتھ تھا اور ہم اپنی بکریوں کے بچوں کو چرا رہے تھے کہ دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس برف سے بھرا ہوا ایک سونے کا طشت لے کر آئے۔ انھوں نے مجھے پکڑا اور میرا سینہ چاک کیا اور میرے دل کو نکالا اور اسے بھی چاک کیا اور اس میں سے ایک کالا گوشت کا ٹکڑا نکالا اور پھینک دیا۔ پھر انھوں نے میرا دل اور پیٹ اس برف سے یہاں تک دھویا کہ اس کو پاک کر دیا فرمایا پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا انھیں ان کی امت کے دس شخصوں کے مقابل تولو۔ پس اس نے مجھے ان کے ساتھ تولا تو میں ان سے وزن میں بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا ان کی امت کے سو شخصوں کے ساتھ تولو۔ پس اس نے مجھے ان کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی وزن میں بڑھ گیا پھر اس نے کہا ان کی امت کے ہزار افراد کے ساتھ تولو۔ اس نے مجھے ہزار کے ساتھ وزن کیا تو جب بھی میں وزن میں بڑھ گیا۔ (یہ دیکھ کر) اس نے کہا ان کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم اگر تو انھیں ان کی (پوری) امت کے مقابل بھی تولے گا تو یہ بڑھ جائیں گے۔

ابن اسحٰق نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ قِيلَ، وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟

قَالَ: وَأَنَا

کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔
کہا گیا اے اللہ کے رسول کیا آپ نے بھی فرمایا (ہاں)
میں نے بھی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔

أَنَا أَعْرَبُكُمْ أَنَا قُرَشِيٌّ وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ

ابْنِ بَكْرٍ

میں تم میں سب سے زیادہ خالص عرب ہوں۔
میں قرشی ہوں اور میں نے بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں دودھ پی کر پرورش پائی ہے۔

ابن اسحٰق[1] نے کہا بعض حدیثوں میں لوگوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ کی والدہ سعدیہ جب آپ کو لے کر مکہ آئیں اور آپ کو لیے آپ کے خاندان میں آرہی تھیں تو آپ ان سے چھوٹ کر لوگوں (کی بھیڑ) میں گم ہو گئے۔ انھوں نے آپ کو (بہت) ڈھونڈا لیکن (کہیں) نہ پایا۔ تو عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ان سے کہا میں آج رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر آئی۔ اور جب میں مکہ کے بلند حصے میں تھی تو مجھ سے الگ ہو کر (وہیں) کھو گیا۔ خدا کی قسم مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ تو عبدالمطلب آپ کے لوٹ آنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں کا

۱۰۹

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

خیال ہے کہ ورقہ بن نوفل بن اسد اور ایک دوسرے شخص کو آپ مل گئے۔ اور (وہ دونوں) آپ کو لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور ان سے کہا یہ آپ کا بچہ مکہ کے بلند حصے میں ہمیں ملا۔ تو عبدالمطلب نے آپ کو لے کر اپنی گردن پر بٹھا لیا۔ آپ کو لیے کعبۃ اللہ کے گرد گھومتے جاتے اور آپ کے لیے دعا کرتے اور پناہ مانگتے جاتے تھے۔ پھر آپ کو آپ کی والدہ آمنہ کے پاس بھجوا دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کی والدہ سعدیہ کو آپ کی والدہ (آمنہ) کے پاس آپ کو واپس پہنچا دینے کے محرکات میں سے علاوہ ان کے جو انھوں (سعدیہ) نے آپ کی کی والدہ (آمنہ) سے بیان کیا جس کا ذکر میں نے آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کر دیا ہے۔ یہ بھی ایک محرک تھا کہ حبشہ کے چند نصرانیوں نے آپ کو ان کے ساتھ اس وقت دیکھا جب آپ کی دودھ بڑھائی کے بعد آپ کو لے کر وہ لوٹیں، تو انھوں نے آپ کو غور سے دیکھا اور خوب جانچا اور آپ کے متعلق بی بی حلیمہ سے سوالات کئے پھر ان سے کہا کہ ہم اس لڑکے کو لے لیں گے اور اسے ہم اپنے ملک اور شہر کو لے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایسا لڑکا ہے جس کی بڑی شان ہوگی ہم اس کے حالات خوب جانتے ہیں۔

جس نے یہ روایت مجھ سے بیان کی اس کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ حلیمہ کا آپ کو لے کر ان سے الگ ہونا مشکل ہو گیا تھا۔

حضرت آمنہ کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ رہنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ

بنت وہب اور اپنے دادا عبد المطلب بن ہاشم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں تھے ۔ اللہ تعالیٰ جس عظمت وبزرگی تک آپ کو پہنچانا چاہتا تھا اس کے لیے آپ کی بہترین پرورش فرما رہا تھا۔ جب آپ کی عمر (شریف) چھٹے سال کو پہنچی تو آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب انتقال فرما گئیں ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھٹے سال کے تھے کہ آپ کی والدہ آمنہ جب آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلے میں آئیں کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموؤں سے کرائیں تو وہاں سے مکہ کی جانب واپسی میں مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں انتقال فرما گئیں ۔

ابن ہشام نے کہا کہ عبد المطلب بن ہاشم کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو نجاریہ تھیں

ابن اسحٰق نے بنی نجار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہونے کا جو رشتہ[1] بتایا ہے وہی ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دادا عبد المطلب بن ہاشم کے ساتھ رہا کرتے تھے ۔ عبد المطلب کے لیے کعبۃ اللہ کے زیر سایہ فرش بچھایا جاتا تھا۔ اور ان کے لڑکے ان کے اس فرش کے اطراف بیٹھے رہتے یہاں تک وہ خود اس کی طرف آتے ان کے لڑکوں میں سے کوئی بھی ان کی عظمت کے خیال سے اس پر نہ بیٹھتا تھا ۔ (راوی نے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں کہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے (آپ جب) تشریف لاتے اس فرش پر بیٹھ جاتے آپ کو وہاں سے ہٹا دینے کے لیے آپ کے چچا آپ

---

[1] یعنی بنی نجار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا ننہال تھا۔
(احمد محمودی)

کو پکڑ لیتے تو عبدالمطلب کہتے میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم اس کی تو بہت بڑی شان ہے اور آپ کو اپنے ساتھ اس فرش پر بٹھا لیتے اور آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اور آپ کو جو کام بھی کرتے دیکھتے انھیں خوشی ہوتی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھویں سال میں قدم رکھا تو عبدالمطلب بن ہاشم رحلت کر گئے۔ اور یہ واقعہ فیل کے آٹھ سال بعد ہوا۔

عبدالمطلب کی وفات اور آپ کے مرثیے کے اشعار

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس نے اپنے بعض گھر والوں سے روایت کی کہ جب عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ جب عبدالمطلب کی رحلت کا وقت آیا اور انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے اپنی لڑکیوں کو جو چھے تھیں جمع کیا جن کے نام صفیہ، برہ، عاتکہ، ام الحکیم البیضاء، امیمۃ اور اروی تھے۔ اور ان سے کہا تم سب مجھ پر روؤ تاکہ میں اپنے مرنے سے پہلے سن لوں کہ تم مجھے کیسے یاد کرو گی اور کیا کہو گی۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں نے علماء شعر میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا جو ان اشعار کو جانتا ہو لیکن ان کی روایت محمد بن سعید بن المسیب سے کی ہے جس طرح ہم نے لکھ دیا۔

صفیہ بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَرِقْتُ لِصَوْتِ نَائِحَةٍ بِلَيْلٍ ‏ عَلَىٰ رَجُلٍ بِقَارِعَةِ الصَّعِيدِ

رات میں ایک رونے والی کی آواز سے میری نیند

اپٹ گئی جو ایک بالکل راستے پر کھڑے ہوئے شخص پر رو رہی تھی۔

فَفَاضَتْ عِنْدَ ذَلِكُمُ دُمُوعِي عَلَى خَدِّي كَمُنْحَدِرِ الْفَرِيدِ

اسی وقت میرے آنسو میرے رخسار پر ڈھلکنے والے
موتیوں کی طرح بہنے لگے

عَلَى رَجُلٍ كَرِ [illegible] لِ لَهُ الْفَضْلُ الْمُبِينُ عَلَى الْعَبِيدِ

اس شریف شخص پر جو دوسروں کے نسب میں ملنے کا
جھوٹا دعویدار نہ تھا جس کو بندگان خدا پر نمایاں فضیلت
حاصل تھی۔

عَلَى الْفَيَّاضِ شَيْبَةَ ذِي الْمَعَالِي أَبِيكَ الْخَيْرِ وَارِثِ كُلِّ جُودِ

شیبہ پر جو بڑا فیاض اور بلند مرتبے والا تھا۔ اپنے
اچھے باپ پر جو ہر قسم کی سخاوت والا تھا۔

صَدُوقٍ فِي الْمَوَاطِنِ غَيْرِ نِكْسٍ وَلَا شَخْتِ الْمَقَامِ وَلَا سَنِيدِ

اس پر جو جنگ کے میدانوں میں خوب لڑنے والا اپنے ہمسروں
سے کسی بات میں پیچھے نہ رہنے والا نہ کم رتبہ اور نہ دوسروں کے
نسب میں مل جانے والا تھا۔

طَوِيلِ الْبَاعِ أَرْوَعَ شَيْظَمِيٍّ مُطَاعٍ فِي عَشِيرَتِهِ حَمِيدِ

اس پر جو بہت ہی کشادہ دست عجیب حسن و
شجاعت والا بھاری بھرکم گھرانے کا قابل تعریف سردار تھا۔

رَفِيعِ الْبَيْتِ أَبْلَجَ ذِي فُضُولٍ وَغَيْثِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْحَرُودِ[1]

---

[1] (الف) الجرود و الجیم سمی، اسی کے قریب ہیں (احمد محمودی)

اس پر جو عالی خاندان روشن چہرہ افسام کے فضائل والا
اور قحط سالی میں لوگوں کا فریاد رس تھا۔

کَرِیمِ الْجَدِّ لَیْسَ بِذِی وُصُومٍ　　یَرُوقُ عَلَی الْمُسَوَّدِ وَالْمَسُودِ

اس پر جو اعلیٰ شان والا ۔ ننگ و عار سے بری ۔ سرداروں
اور خادموں پر فضل و انعام کرنے والا تھا۔

عَظِیمِ الْحِلْمِ مِنْ نَفَرٍ کِرَامٍ　　خَضَارِمَةٍ[1] مَلَاوِثَةٍ أُسُودِ

اس پر جو بڑے حلم والا اعلیٰ شان والوں میں کا ایک
فرد دوسروں کے بار اٹھانے والا سردار شیروں کے لیے
پشت پناہ تھا۔

١٨٢
فَلَوْ خَلَدَ امْرُؤٌ لِقَدِیمِ مَجْدٍ　　وَلٰکِنْ لَا سَبِیلَ اِلَی الْخُلُودِ

اگر کوئی شخص اپنی دیرینہ عزت و شان کے سبب
ہمیشہ رہ سکتا۔

لَکَانَ مُخَلَّدًا أُخْرَی اللَّیَالِی　　لِفَضْلِ الْمَجْدِ وَالْحَسَبِ التَّلِیدِ

تو ضرور وہ اپنی فضیلت و شان اور دیرینہ
خاندانی وقار کے سبب زمانے کی انتہا تک رہتا ۔ لیکن
بقا کی طرف تو کوئی راستہ ہی نہیں ۔ اور برہ بنت عبدالمطلب
نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا ۔

أَعَیْنَیَّ جُودَا بِدَمْعٍ دُرَرْ　　عَلَی طَیِّبِ الْخِیمِ وَالْمُعْتَصَرْ

[1] ۔ (الف) حضارمۃ بجائے خضارمۃ دونوں کے معنی ایک ہیں ۔ (احمد محمودی)

اے میری آنکھو نیک سیرت اور سخی پر موتیوں کے سے
آنسوؤں سے سخاوت کرو۔

عَلَى مَاجِدِ الْجَدِّ وَارِي الزِّنَادِ جَمِيلِ الْمُحَيَّا عَظِيمِ الْخَطَرْ

اعلیٰ شان والے پر لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے والے
پر حسین چہرے اور بڑے رتبے والے پر۔

عَلَى شَيْبَةِ الْحَمْدِ ذِي الْمَكْرُمَاتِ وَذِي الْمَجْدِ وَالْعِزِّ وَالْمُفْتَخَرْ

بزرگیوں والے شیبۃ الحمد پر عزت و شان والے
اور افتخار والے پر۔

وَذِي الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ فِي النَّائِبَاتِ كَثِيرِ الْمَكَارِمِ جَمِّ الْفَجَرْ

آفات میں فضل و عطا و حلم کرنے والے پر بہت
خوبیوں والے بڑے سخی مالدار پر۔

لَهُ فَضْلُ مَجْدٍ عَلَى قَوْمِهِ مُنِيرٌ يَلُوحُ كَضَوْءِ الْقَمَرْ

اپنی قوم پر اسے بڑی فضیلت حاصل تھی وہ ایسا
نور والا تھا کہ چاند کی روشنی کی طرح چمکتا رہتا تھا۔

أَتَتْهُ الْمَنَايَا فَلَمْ تُشْوِهِ بِصَرْفِ اللَّيَالِي وَرَيْبِ الْقَدَرْ

زمانہ کی گردشوں اور مکروہات تقدیر کو لیے ہوئے
موتیں اس کے پاس آئیں اور اس پر اچٹتی ہوئی ضرب نہیں (ملکہ) کاری وار کیا۔

اور عاتکہ بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَعَيْنَيَّ جُودَا وَلَا تَبْخَلَا بِدَمْعِكُمَا بَعْدَ نَوْمِ النِّيَامِ

اے میری آنکھو سونے والوں کے سو جانے کے بعد
اپنے آنسو کی سخاوت کرو اور بخل نہ کرو۔

أَعَيْنَيَّ وَاسْحَنْفِرَا وَاسْكُبَا ۔ وَشُوبَا بُكَاءً كَمَا بِالتِّدَام[1]

اے میری آنکھو خوب تیز جھڑی لگا دو اور بہہ پڑو اور
اپنے رونے کے ساتھ رخساروں پر طمانچے بھی مارو

۱۸۲

أَعَيْنَيَّ وَاسْتَخْرِطَا وَاسْجُمَا ۔ عَلَى رَجُلٍ غَيْرِ نِكْسٍ كَهَامْ

اے میری آنکھو خوب جم کر رو لو اور ایسے شخص پر
آنسو بہاؤ جو نہ پیچھے رہنے والا تھا اور نہ کمزور۔

عَلَى الْجَحْفَلِ الْغَمْرِ فِي النَّائِبَاتِ ۔ كَرِيمِ الْمَسَاعِي وَفِيِّ الذِّمَامْ

بزرگ سردار پر آفات میں اپنے احسانات میں
ڈبو لینے والے پر بزرگانہ کوششوں والے پر ذمہ داری
کو پورا کرنے والے پر۔

عَلَى شَيْبَةِ الْحَمْدِ وَارِي الزِّنَادِ[2] ۔ وَذِي مَصْدَقٍ بَعْدَ ثَبْتِ الْمَقَامْ

مہمان نواز شیبۃ الحمد پر اور (ایسے) مقام پر جمے رہ کر
سخت حملہ کرنے والے پر۔

وَسَيْفٍ لَدَى الْحَرْبِ صَمْصَامَةٍ ۔ وَمُرْدِي الْمُخَاصِمِ عِنْدَ الْخِصَامْ

[1] ۔ (الف) التدام ثاء مثلثہ سے یعنی ایک نقطہ زیادہ ہوگیا ہے جو غالباً کاتب کی غلطی ہے جس کے کوئی مناسب معنی اس مقام پر نہیں سمجھ میں آتے۔
(احمد محمودی)

[2] یہ شعر (الف) میں نہیں ہے۔

اس پر جو جنگ کے وقت ختم نہ ہونے والی تلوار اور
جھگڑے کے وقت دشمن کو ہلاک کرنے والا تھا۔

وَسَهْلِ الْخَلِيقَةِ طَلْقِ الْيَدَيْنِ وَفِيٍّ عَدْمُلِيِّ صَمِيمٍ لُهَامٍ

نرم سیرت والے کشادہ ہاتھوں والے وفادار
سخت پختہ ارادے والے کثیر الخیر شخص پر۔

تَمَكَّنَ فِي بَاذِخٍ بَيْتُهُ رَفِيعِ الذُّؤَابَةِ[1] صَعْبِ الْمَرَامِ

اس پر جس کے گھر کی اساس علو شان پر مستحکم تھی
بلند طرے والے اعلیٰ مقاصد والے پر۔
اور ام حکیم البیضا نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَلَا يَا عَيْنُ جُودِي وَاسْتَهِلِّي وَبَكِّي ذَا النَّدَى وَالْمَكْرُمَاتِ

ہاں اے آنکھ سخاوت اور آہ و فغاں کر۔ اور
بزرگیوں والے اور سخاوت والے پر رو۔

أَلَا يَا عَيْنُ وَيْحَكِ أَسْعِفِينِي[2] بِدَمْعٍ مِنْ دُمُوعٍ هَاطِلَاتِ

ہاں اے کمبخت آنکھ لگاتار برسنے والے آنسوؤں
سے میری امداد کر۔

وَبَكِّي خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا أَبَاكِ الْخَيْرَ تَيَّارَ الْفُرَاتِ

سواریوں پر سوار ہونے والوں میں جو سب سے

---

[1] (الف) میں "الدوابۃ" دال مہملہ سے لکھا ہے، جس کے کوئی مناسب معنی نہیں۔ (احمد محمودی)
[2] (الف) میں اسعدینی ہے معنی دونوں کے ایک ہیں۔ (احمد محمودی)

اچھا تھا اس پر آہ و فغاں کر۔ اپنے اچھے باپ پر جو میٹھے
پانی کا موج زن دریا تھا۔

۱۸۴ طَوِيلَ الْبَاعِ شَيْبَةَ ذَا الْمَعَالِي کَرِيمَ الْخِيمِ مَحْمُودَ الْهِبَاتِ

شیبہ پر جو بڑا سخی اور بلند رتبوں والا نیک سیرت
سخاوت میں قابل مدح و ستائش تھا۔

وَصُولاً لِلْقَرَابَةِ هِبْرِزِيًّا وَغَيْثًا فِي السِّنِينَ الْمُمْحِلَاتِ

صلہ رحمی کرنے والے پر اس پر جس کے چہرے سے
شرافت وجمال ظاہر ہوتا تھا۔ جو قحط سالیوں میں برستا ہوا
بادل تھا۔

وَلَيْثًا حِينَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِي تَرُوقُ لَهُ عُيُونُ النَّاظِرَاتِ

جو نیزوں کے ایک دوسرے سے ملکر جھاڑی کی طرح
بن جانے کے وقت کا شیر تھا۔ جس کے لیے دیکھنے والوں کی
آنکھیں بہ پڑتی ہیں۔

عَقِيلُ بَنِي كِنَانَةَ وَالْمُرَجَّى إِذَا مَا الدَّهْرُ أَقْبَلَ بِالْهَنَاتِ

جو بنی کنانہ کا سردار تھا اور زمانے کے اقسام کی آفتیں
سر پر پڑنے کے وقت امیدوں کا آسرا تھا۔

وَمَفْزَعَهَا إِذَا مَا هَاجَ هَيْجٌ بِدَاهِيَةٍ وَخَصْمَ الْمُعْضِلَاتِ

جب کوئی سخت آفت آتی تو اس کے خوف کو
وہ دور کر دینے والا اور مشکلات کا مقابلہ
کرنے والا تھا۔

فَبَكِّيهِ وَلَا تَسْمَى بِحُزْنٍ ... وَبَكِّي مَا بَقِيتِ الْبَاكِيَاتِ

پس ایسے شخص پر آہ وفغاں کر اور غم کرنے میں سستی
نہ کر اور دوسری رونے والیوں کو اس وقت تک رلاتی رہ
جب تک تو باقی رہے۔

اور امیمہ بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا

أَلَا هَلَكَ الرَّاعِي الْعَشِيرَةَ ذُو الْفَقْدِ ... وَسَاقِي الْحَجِيجِ وَالْمُحَامِي عَنِ الْمَجْدِ[2]

سن لو کہ خاندان کا محافظ خاندان والوں کو
ڈھونڈ نکالنے والا حاجیوں کا ساقی عزت وشان کی حمایت
کرنے والا چل بسا

وَمَنْ يُؤْلِفُ الضَّيْفَ الْغَرِيبَ بُيُوتَهُ ... إِذَا مَا سَمَاءُ النَّاسِ تَبْخَلُ بِالرَّعْدِ

جس کا گھر مسافر مہمانوں کو اس وقت جمع کرلیتا تھا
جب لوگوں کا آسمان گرج کے باوجود بخل بھی کرتا تھا۔

۱۸۵ كَسَبْتَ وَلِيدًا خَيْرَ مَا يَكْسِبُ الْفَتَى ... فَلَمْ تَنْفَكِكْ تَزْدَادُ يَا شَيْبَةَ الْحَمْدِ

جو خوبیاں ایک جوانمرد حاصل کیا کرتا ہے اے
شیبۃ الحمد تو نے ان خوبیوں میں کی بہترین صفتیں اپنی کم سنی ہی

[1] ۔ (الف) ان کی معنی دونوں کے ایک ہیں۔ (احمد محمودی)
[2] ۔ (الف) میں عن کے بجائے من ہے، حالانکہ حمی کا صلہ عن سے آتا ہے تو اس کے معنی مدافعت کرنے اور حفاظت کرنے کے ہوتے ہیں اور من سے آتا ہے تو اس کے معنی نفرت کرنے کے ہوتے ہیں اس لیے محامی من المجد کے معنی عزت سے نفرت کرنے کے ہو جائیں گے اس لیے (الف) کا نسخہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

میں حاصل کر لیں اور پھر ان میں تو ہمیشہ ترقی ہی کرتا رہا۔

أَبُو الحَارِثِ الفَيَّاضُ خَلَّى مَكَانَهُ. فَلَا تَبْعَدَنْ[1] فَكُلُّ حَيٍّ إِلَى بُعْدِ

ایک فیاض شیر نے اپنی جگہ خالی کر دی پس تو (اسے اپنے دل سے) دور نہ کر کہ ہر زندہ (کسی نہ کسی روز) دور ہونے والا ہے۔

فَإِنِّي لَبَاكٍ[2] مَا بَقِيتُ، وَمُوجَعٌ ، وَكَانَ لَهُ أَهْلًا لِمَا كَانَ مِنْ وَجْدِي

میں تو جب تک رہوں گا آبدیدہ اور غمگین ہی رہوں گا۔ اور میری محبت کے لحاظ سے وہ اسی کا سزاوار تھا۔

سَقَاكَ وَلِيُّ النَّاسِ فِي القَبْرِ مُمْطِرًا ، فَسَوْفَ أُبَكِّيهِ وَإِنْ كَانَ فِي اللَّحْدِ

قبر میں بھی تمام لوگوں کی سرپرستی کرنے والا (خدا) تجھ کو (اپنی رحمت کی) بارش سے سیراب رکھے۔ میں تو اس پر روتا ہی رہوں گا۔ اگرچہ وہ قبر ہی میں رہے۔

فَقَدْ كَانَ زَيْنًا لِلعَشِيرَةِ كُلِّهَا ، وَكَانَ حَمِيدًا حَيْثُمَا كَانَ مِنْ حَمْدِ

وہ اپنے پورے گھرانے کی زینت تھا۔ اور جہاں کہیں جو تعریف بھی ہو وہ اس تعریف کا سزاوار تھا۔

---

[1] ۔ (الف) میں یبعدن یائے تحتانیہ سے ہے معنی "وہ دور نہ ہو جائے" ہوں گے۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ اگرچہ کہ بیان تو یہ کیا گیا ہے کہ یہ اشعار عبدالمطلب کی بیٹی کے ہیں لیکن باک اور موجع مذکر کے صیغے ہیں اس لیے ہم نے بھی مذکر ہی کے صیغوں سے ترجمہ کیا ہے فلیتدبر۔ (احمد محمودی)

اور اروی بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

بَكَتْ عَيْنِي وَحُقَّ لَهَا الْبُكَاءُ عَلَى سَمْحٍ سَجِيَّتُهُ الْحَيَاءُ

میری آنکھ ایک سرتا پا سخاوت اور حیا شعار پر روتی ہے اور اس آنکھ کے لیے رونا ہی سزاوار ہے۔

عَلَى سَهْلِ الْخَلِيقَةِ أَبْطَحِيٍّ كَرِيمِ الْخِيمِ نِيَّتُهُ الْعَلَاءُ

نرم خو بطاح کے رہنے والے بزرگانہ سیرت والے پر جس کی نیت عروج حاصل کرنے کی تھی۔

عَلَى الْفَيَّاضِ شَيْبَةَ ذِي الْمَعَالِي أَبِيكِ الْخَيْرِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

بلند رتبوں والے فیاض شیبہ پر جو تیرا بہترین باپ تھا جس کا کوئی ہمسر نہیں۔

۱۸۶ طَوِيلِ الْبَاعِ أَمْلَسَ شَيْظَمِيٍّ أَغَرَّ كَأَنَّ غُرَّتَهُ ضِيَاءُ

کشادہ اور نرم ہاتھ والے بھاری بھرکم سعید پیشانی والے پر جس کی سفیدی ایسی تھی گویا ایک روشنی ہے۔

أَقَبِّ الْكَشْحِ أَرْوَعَ ذِي فُضُولٍ لَهُ الْمَجْدُ الْمُقَدَّمُ وَالثَّنَاءُ

پتلی کمر والے عجیب حسن و شجاعت والے بہت سی فضیلتوں والے پر جو قدیم سے عزت و بزرگی اور مدح و ثنا کا مالک ہے۔

أَبِيِّ الضَّيْمِ أَبْلَجَ هِبْرِزِيٍّ قَدِيمِ الْمَجْدِ لَيْسَ بِهِ خَفَاءُ

ظلم کی برداشت نہ کرنے والے روشن چہرے والے پر

جس کے چہرے سے شرافت اور جمال ظاہر ہوتا تھا۔
جس کی بزرگی اور شرف قدیم ہے جس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔

وَمَعْقِلِ مَالِكٍ وَرَبِيعِ فِهْرٍ … وَفَاصِلِهَا إِذَا الْتُمِسَ الْقَضَاءُ

جو بنی مالک کے لیے پناہ کی جگہ اور بنی فہر کے لیے
بہار کی بارش اور جب جھگڑوں کے فیصلے کے لیے تلاش ہوتی
تو وہی ان میں فیصلہ کرنے والا ہوتا تھا۔

وَكَانَ هُوَ الْفَتَى كَرَماً وَجُوداً … وَبَأْساً حِينَ تَنْسَكِبُ الدِّمَاءُ

جود و سخا میں وہ ایک جوانمرد تھا اور دبدبے میں
بھی وہی یکتا تھا جبکہ خون بہتے تھے۔

إِذَا هَابَ الْكُمَاةُ الْمَوْتَ حَتَّى … كَأَنَّ قُلُوبَ أَكْثَرِهِمْ هَوَاءُ

اور جب کہ زرہ پوش بہادر موت سے یہاں تک
ڈرتے کہ ان میں کے اکثروں کے دلوں کا یہ حال ہوتا کہ
گویا وہ ہوا ہیں۔

مَضَى قُدُماً بِذِي رُبَدٍ خَشِيبٍ … عَلَيْهِ حِينَ تُبْصِرُهُ الْبَهَاءُ

قدیم سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ جب تو اسے
جوہر والی صیقل کی ہوئی (تلوار) کے ساتھ دیکھتا تو اس
پر رونق نظر آتی تھی۔

ابن اسحٰق[1] نے کہا کہ محمد بن سعید بن مسیب نے دعوے سے
بیان کیا ہے کہ جب زبان بند ہوگئی تو عبد المطلب نے اپنے سر سے

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

اشارہ کرکے کہا کہ ہاں مجھ پر ایسے ہی بین کرو۔

ابن ہشام نے کہا کہ مسیب، حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کا بیٹا تھا۔ ۱۸۷

ابن اسحٰق نے کہا کہ حذیفہ بن غانم بنی عدی بن کعب بن لوئی والا عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف پر روتا اور اس کی فضیلت اور قریش پر قصی کی۔ اور پھر اس کے لڑکوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اور یہ مدح و ستایش اس لیے اس نے کی کہ وہ چار ہزار درم کے بدلے پکڑ لیا گیا اور مکہ میں روک لیا گیا تھا تو اس کے پاس سے ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب گزرا اور اس نے اس کی ادائی کی

وہ شعر یہ ہیں۔

أعینیَّ جُودا بالدُّموع علی الصَّدر ... ولا تسأما اسقیتُما سَبَلَ القطر

اے میری آنکھو آنسوؤں سے میرے سینے پر سخاوت کرو اور سستی نہ کرو جب تمھیں بارش کے ان قطروں سے سیراب کرے جو سینہ پر نہ گرے ہوں۔

وجُودا بدمعٍ واسفحا کلَّ شارقٍ ... بکاءَ امرئٍ لم یُشوِہ نائبُ الدَّھر

آنسوؤں سے سخاوت کرو اور ہر صبح ایسے شخص کی سی فریاد کرو جس کو زمانے نے کاری ضرب لگا کر جسم نہ کیا ہو۔

وسُحّا وجُمّا واسجُما ما بقیتُما ... علی ذی حیاءٍ من قریشٍ وذی سِترٍ[1]

اے آنکھو قریش میں کے شرم و حجاب والے پر آنسو بہاؤ اور جب تک تم ہو اپنے پیمانے بھر بھر کر انڈیلتے رہو۔

علی رجلٍ جلدِ القُوی ذی حفیظۃٍ ... جمیلِ المُحیّا غیر نِکسٍ ولا ھذرٍ

ایسے شخص پر جو مضبوط قوی والا اور لوگوں کا ہر قسم کا حساب رکھنے والا خوبصورت ہے۔ ناقص و ناکارہ نہیں ہے۔

علی الماجد البُھلول ذی الباعِ واللُّھا ... ربیعِ لُؤیٍّ فی القُحوطِ وفی العُسرِ

---

[1] یہ شعر (الف) میں ہے اور (ب) کے حاشیہ پر لکھی ہے (ت د) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں اسمو ... [illegible] ... کے ترجمہ قریب ... (احمد محمودی)

ایسے شخص پر جو عظمت اور شان والا ہے ہر قسم کی بھلائیوں
کا جامع ہے۔ کشادہ دست اور انعام و اکرام والا ہے۔
تنگدستی اور قحط کے زمانوں میں بنی لوی کے لیے ابر بہار ہے۔

عَلٰی خَیْرِ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلٍ کَرِیْمِ الْمَسَاعِیْ طَیِّبِ الْخِیْمِ وَالنَّجْرِ

ایسے شخص پر جو بنی معد کے ننگے پاؤں چلنے والے
اور جوتا پہن کر چلنے والے دونوں میں کا بہترین ہے شریفانہ
کوششوں والا نیک سیرت نیک فطرت ہے۔

وَخَیْرِهِمْ أَصْلًا وَفَرْعًا وَمَعْدِنًا وَأَحْظَاهُمْ بِالْمَکْرُمَاتِ وَبِالذِّکْرِ

اصل و فرع اور معدن کے لحاظ سے ان میں سب
سے بہتر ہے بزرگیوں اور شہرت کے لحاظ سے بھی ان سب
میں اسی کا بڑا حصہ ہے۔

وَأَوْلَاهُمْ بِالْمَجْدِ وَالْحِلْمِ وَالنُّهٰی وَبِالْفَضْلِ عِنْدَ الْمُجْحِفَاتِ مِنَ الْغُبْرِ

عظمت و شان اور حلم و عقل کے لحاظ سے بھی ان سب
سے بڑھ کر ہے۔ اور کینہ جو مصیبتوں میں فضل کرنے کے
لحاظ سے بھی وہی سب سے بلند ہے۔

عَلٰی شَیْبَةِ الْحَمْدِ الَّذِیْ کَانَ وَجْهُهٗ یُضِیْءُ سَوَادَ اللَّیْلِ کَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

شیبۃ الحمد پر جس کا چہرہ رات کی تاریکی کو چودھویں رات
کے چاند کی طرح جگمگا دیتا ہے۔

وَسَاقِی الْحَجِیْجِ ثُمَّ لِلْخَیْرِ[1] هَاشِمٌ وَعَبْدِ مَنَافٍ ذٰلِكَ السَّیِّدِ الْفِهْرِ

---

[1] (الف ب) للخیر یعنی نیکی کی عظمت کرنے والا ـ (احمد محمود)

عبد مناف بنی فہر کا سردار حجاج کو (زمزم پلانے والا
اور روٹی کو چور کر (ثرید بنا کر کھلا) نے والا ہے

طَوَى زَمْزَماً عِنْدَ الْمَقَامِ فَأَصْبَحَتْ   سِقَايَتُهُ فَخْراً عَلَى كُلِّ ذِي فَخْرِ

اس نے زمزم کو مقام ابراہیم کے پاس پتھروں سے
بنایا تو اس کا یہ کنواں ہر فخر کے قابل شخص پر فخر کرنے کے
قابل ہوگیا۔

لِيَبْكِ عَلَيْهِ كُلُّ عَانٍ بِكُرْبَةٍ   وَآلُ قُصَيٍّ مِنْ مُقِلٍّ وَذِي وَفْرِ

ہر ایک آفت میں پھنسے ہوئے کو چاہئے کہ اس پر
روئے اور بنی قصی کے تو محتاجوں اور مالداروں سب کو اس پر
رونا چاہئے۔

بَنُوهُ سَرَاةٌ كَهْلُهُمْ وَشَبَابُهُمْ   تَفَلَّقَ عَنْهُمْ بَيْضَةُ الطَّائِرِ الصَّقْرِ

اس کے لڑکے خواہ وہ نوعمر ہوں یا عمر رسیدہ سب کے
سب جوانمرد ہیں گویا شہباز کا انڈا پھٹ کر وہ سب کے سب
نکل آئے ہیں۔

قُصَيٌّ الَّذِي عَادَى كِنَانَةَ كُلَّهَا   وَرَابَطَ بَيْتَ اللّٰهِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ

قصی وہ شخص ہے جس نے تمام بنی کنانہ سے
دشمنی کر لی اور تنگدستی اور خوشحالی میں بیت اللہ سے دائمی
تعلق رکھا۔

فَإِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَصَرْفُهَا   فَقَدْ عَاشَ مَيْمُونَ النَّقِيبَةِ وَالْأَمْرِ

اگر موتوں کی گردش نے اس کو مار ڈالا (تو کوئی حرج نہیں)

کیونکہ اس نے اطمینان نفس کے ساتھ کامیاب زندگی گزاری ہے۔

وَأَبْقَى رِجَالًا سَادَةً غَيْرَ عُزَّلٍ[1] مَصَالِيتَ أَمْثَالَ الرُّدَيْنِيَّةِ[2] السُّمْرِ

اور ایسے جوانمردوں اور بہادروں کو باقی چھوڑ گیا ہے
جو کمزور یا نہتے نہیں اور مدِمقابلے میں الردینیہ کے گندم گوں
نیزوں کی طرح گھس جانے والے ہیں۔

١٨٩

أَبُو عُتْبَةَ الْمُلْقِي إِلَيَّ حِبَاءَهُ أَغَرُّ هِجَانُ اللَّوْنِ مِنْ نَفَرٍ غُرِّ

ابو عتبہ جس نے مجھے تحفہ بھیجا ہے روشن پیشانی والا
سرخ و سفید رنگ والا نیک لوگوں میں سے ہے۔

وَحَمْزَةُ مِثْلُ الْبَدْرِ يَهْتَزُّ لِلنَّدَى نَقِيُّ الثِّيَابِ وَالذِّمَامِ مِنَ الْغَدْرِ

اور حمزہ بدر کی طرح روشن جبیں ہے، اور سخاوت
کر کے سرور میں جھومنے لگتا ہے اور اس کا لباس اور اس کی
ذمہ داریاں بے وفائی کے دھبوں سے پاک صاف ہیں۔

وَعَبْدُ مَنَافٍ مَاجِدٌ ذُو حَفِيظَةٍ وَصُولٌ لِذِي الْقُرْبَى رَحِيمٌ بِذِي الصِّهْرِ

اور عبد مناف بزرگیوں والا اور لوگوں کے اعمال
کا نگران ہے۔ نسبی رشتے کو مضبوط کرنے والا اور سسرالیے
کے تعلقات میں مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

---

[1] (الف) عزل با غین معجمہ ہے جس کے کوئی مناسب معنی سمجھ میں نہیں آتے (احمد محمودی)

[2] ردینیہ ایک عورت کا نام تھا، جو خطِ ہجر (واقع العرب) میں رہتی تھی اور وہ خود اور اس کا شوہر نیزوں کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ اس لیے نیزے اس کی جانب منسوب ہوا کرتے ہیں۔ (احمد محمودی)

أَكُهُولُهُمْ خَيْرُ الْكُهُولِ وَنَسْلُهُمْ ‖ كَنَسْلِ الْمُلُوكِ لَا تَبُورُ وَلَا تَحْرِي

ان کے بوڑھے تمام بڑے بوڑھوں میں بہترین
اور ان کی اولاد پادشاہوں کی اولاد کی طرح نہ ہلاک ہوتی ہے
نہ گھٹتی ہے۔

مَتَى مَا نُلَاقِ مِنْهُمُ الدَّهْرَ نَاشِئًا ‖ تَجِدْهُ بِإِجْرِيَّا أَوَائِلِهِ يَجْرِي

زمانہ بھر میں جب کبھی ان میں کے کسی نوعمر جوان سے تو ملے گا
تو اس کو اس کے اسلاف ہی کی عادتوں پر پائے گا۔

هُمْ مَلَؤُوا الْبَطْحَاءَ مَجْدًا وَعِزَّةً ‖ إِذَا اسْتُبِقَ الْخَيْرَاتُ فِي سَالِفِ الْعَصْرِ

اگلے زمانے میں جب لوگوں نے نیکیوں میں ایک
دوسرے سے سبقت کی تو یہی نکلے جنھوں نے بطحا کو عزت و
شان سے بھر دیا۔

وَفِيهِمْ بُنَاةٌ[1] لِلْعُلَا وَعِمَارَةٌ ‖ وَعَبْدُ مَنَافٍ جَدُّهُمْ جَابِرُ الْكَسْرِ

اور ان ہی میں عزو شرف کے بانی بھی ہیں اور بستیوں
کے بانی بھی اور عبد مناف جوان کا دادا تھا،

بِإِنْكَاحِ عَوْفٍ بِنْتَهُ لِيُجِيرَنَا ‖ مِنَ اعْدَائِنَا إِذْ أَسْلَمَتْنَا بَنُو فِهْرِ

اپنی بیٹی کو عوف کے نکاح میں دے کر ٹوٹے ہوؤں
کو جوڑ دینے والا تھا تاکہ وہ ہمارے دشمنوں کے مقابل میں
ہمیں پناہ دے جب بنو فہر نے ہماری امداد چھوڑ دی۔

---

[1] (الف) میں نباہ ہے جس کے معنی۔ اور ان ہی میں ایسے بھی ہیں جو عالی مرتبہ کے لیے شرف و تاج ہیں۔ (احمد محمودی)

فَسِرْنَا تِهَامِيَ الْبِلَادِ وَنَجْدَهَا ... بِأَمْنِهِ حَتَّى خَاضَتِ الْعِيرُ فِي الْبَحْرِ

تو ہم تہامہ اور نجد کے شہروں میں اس کے امن وامان
میں سفر کرنے لگے یہاں تک کہ قافلے سمندر میں رواں ہو گئے۔

۱۹۰ وَهُمْ حَضَرُوا وَالنَّاسُ بَادٍ فَرِيقُهُمْ ... وَلَيْسَ بِهَا إِلَّا شُيُوخُ بَنِي عَمْرِو

ان ہی لوگوں نے تمدن اختیار کیا جب لوگوں کا ایک
گروہ دیہاتی زندگی ہی میں تھا۔ اور وہاں بنی عمرو کے چند
شیوخ کے سوا کوئی نہ تھا۔

بَنَوْهَا دِيَارًا جَمَّةً وَطَوَوْا بِهَا ... بِئَارًا تَسِحُّ الْمَاءَ مِنْ ثَبَجِ الْبَحْرِ[1]

اور ان شہروں کو بڑی آبادی والے شہر بنا دیے ان
میں ایسی پختہ باولیاں بنائیں کہ ان میں سمندر کے بیچ سے پانی
رس رس کر آتا تھا۔

لِكَيْ يَشْرَبَ الْحُجَّاجُ مِنْهَا وَغَيْرُهُمْ ... إِذَا ابْتَدَرُوهَا صُبْحَ تَابِعَةِ النَّحْرِ

تاکہ حجاج اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ سیراب ہوں
جب وہ قربانی کے دوسرے روز صبح سویرے وہاں آئیں۔

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تَظَلُّ رِكَابُهُمْ ... مُخَيِّسَةً بَيْنَ الْأَخَاشِبِ وَالْحِجْرِ

تاکہ ان کے سدھے ہوئے اونٹ تین روز تک
پہاڑوں اور باولیوں کے درمیان گزاریں۔

---

[1] ۔ (الف) بحر یا ملا لام تعریف نہیں ہے۔
(احمد محمودی)

وَقَدْ مَا غَنِينَا قَبْلَ ذَلِكَ حِقْبَةً وَلَا نَسْتَقِي إِلَّا خُمَّ أَوِ الْحَفْرِ

ہم یا توخم نامی باولی سے پانی پیتے ہیں یا حفر نامی باولی سے آج سے سیکڑوں برس پہلے سے ہمیں دوسری باولیوں کی کچھ پروا نہیں رہی ہے۔

وَهُمْ يَغْفِرُونَ الذَّنْبَ يُنْقَمُ دُونَهُ وَيَعْفُونَ عَنْ قَوْلِ السَّفَاهَةِ وَالْهُجْرِ

اور یہ لوگ ایسے ایسے گناہ معاف کردیتے ہیں جن سے کمتر گناہوں کا دوسرے لوگ انتقام لیا کرتے ہیں اور بیہودگی اور بے وقوفی کی باتوں کو معاف کردیتے ہیں۔

وَهُمْ جَمَعُوا حِلْفَ الْأَحَابِيشِ كُلَّهَا وَهُمْ نَكَّلُوا عَنَّا غُوَاةَ بَنِي بَكْرِ

ان ہی لوگوں نے تمام حبش والوں کو معاہدہ کے لیے جمع کیا اور ان ہی لوگوں نے بنی بکر کے گمراہوں کو ہم سے دفع کیا۔

فَخَارِجَ إِمَّا أَهْلِكَنَّ فَلَا تَزَلْ لَهُمْ شَاكِرًا حَتَّى تُغَيَّبَ فِي الْقَبْرِ

پس اے خارجہ اگر میں مر بھی جاوں تو تو ان لوگوں کا ہمیشہ شکر گزار رہ یہاں تک کہ تو قبر میں غائب ہو جائے۔

وَلَا تَنْسَ مَا أَسْدَى ابْنُ لُبْنَى فَإِنَّهُ قَدْ أَسْدَى يَدًا مَحْقُوقَةً مِنْكَ بِالشُّكْرِ

ابن لُبنیٰ نے جو احسان کیا ہے اس کو بھول نہ جا کیونکہ اس نے ایسا احسان کیا ہے جو تیری شکر گزاری کا طالب ہے یعنی تجھ پر اس کی شکر گزاری لازم ہے۔

وَأَنْتَ ابْنُ لُبْنَى مِنْ قُصَيٍّ إِذَا انْتَمَوْا بِحَيْثُ انْتَهَى قَصْدُ الْفُؤَادِ مِنَ الصَّدْرِ

اے ابن لبنیٰ جب لوگ اپنے بزرگوں کی جانب منسوب
ہوں تو تو نبی قصی میں شمار ہوگا ۔ جہاں سینوں میں رہنے والے
دلوں کے مقاصد منتہی ہوتے ہیں ۔

وَأَنتَ تَنَاوَلتَ العُلَا فَجَمَعتَهَا   إِلَى مَحتِدٍ لِلمَجدِ ذِي ثَبَجٍ جَسرِ

تو نے برتری حاصل کر لی اور اس برتری کو ایک ایسی
اصل خالص تک ملا دیا ۔ ہے جو بزرگی کے لیے عظمت و
وجرأت والی ہے ۔

سَبَقتَ وَفُتَّ القَومَ بَذلًا وَنَائِلًا   وَسُدتَ وَلِيدًا كُلَّ ذِي سُؤدَدٍ غَمرِ

تو جود و سخا میں تمام لوگوں سے اتنا آگے بڑھ گیا کہ
سب کی نظروں سے غائب ہو گیا ۔ اور تو کم سنی ہی میں سیادت
میں ڈوبے ہوئے بڑے بڑے سرداروں کا سردار بن گیا ۔

وَأُمُّكَ سِرٌّ مِن خُزَاعَةَ جَوهَرٌ   إِذَا حَصَّلَ الأَنسَابَ يَومًا ذَوُو الخُبرِ

علم انساب کے ماہروں نے جب نسب دیکھے تو معلوم
ہوا کہ تیری ماں خزاعہ میں کا ایک بہترین جوہر ہے ۔

إِلَى سَبَأِ الأَبطَالِ تُنمَى وَتَنتَمِي   فَأَكرِم بِهَا مَنسُوبَةً فِي ذُرَى الزُّهرِ

اس کو سبا کے بہادروں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے
اور وہ حقیقتاً یہی نسب رکھتی بھی ہے ۔ تو وہ کیسی کچھ عظمت والی
ہوئی جو رونق (یا پھول) کی انتہائی بلندی سے نسبت رکھنے والی ہے ۔

أَبُو شَمِرٍ مِنهُم وَعَمرُو بنُ مَالِكٍ   وَذُو جَدَنٍ مِن قَومِهَا وَأَبُو الجَبرِ

ابو شمر اور عمرو بن مالک بھی انھیں میں کے ہیں اور

دوجدن اور ابوالجبر بھی اسی کی قوم کے افراد ہیں۔

وَأَسْعَدُ قَادَ النَّاسَ عِشْرِينَ حِجَّةً ۔۔ يُؤَيَّدُ فِي تِلْكَ الْمَوَاطِنِ بِالنَّصْرِ

اور اسعد نے بیس سال تک تمام لوگوں کی قیادت کی ان مقامات میں اس کی امداد اور حمایت کی جاتی رہی ہے۔

۱۹۲

ابن ہشام نے کہا کہ "أُمَّكَ" سے مراد خزاعہ ہے۔ شاعر کی مراد ابولہب سے ہے اس کی والدہ لبنیٰ بنت ہاجر خزاعی کی بیٹی تھی۔ دو آخری شعر اور ابولہب کی روایت ابن اسحٰق کے سوا دوسروں سے ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مطرود بن کعب خزاعی نے عبدالمطلب اور بنی عبد مناف کا مرثیہ لکھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَهُ ۔۔ هَلَّا سَأَلْتَ عَنْ آلِ عَبْدِ مَنَافِ

اے سفر کرنے والے شخص تو نے عبد مناف کے خاندان والوں کا پتا کیوں نہ پوچھ لیا۔

هَبِلَتْكَ أُمُّكَ لَوْ حَلَلْتَ بِدَارِهِمْ ۔۔ ضَمِنُوكَ مِنْ جُرْمٍ وَمِنْ إِقْرَافِ

تیری ماں تجھ پر آہ و زاری کرے اگر تو ان کے محلے میں اترتا تو تیرے جرموں کی وہ ضمانت کرتے اور دوغلے پن سے وہ تجھ کو بچا لیتے۔ (یعنی تیری بیٹیوں کو ذلیل خاندانوں میں بیاہے جانے سے جس کی وجہ سے تیری نسل دوغلی ہو جائے وہ بچا لیتے)۔

۱؎ یعنی پہلا شعر جس کے دوسرے مصرع میں "[illegible]" ہے اس کی روایت ابن اسحٰق کے سوا دوسروں نے کی ہے۔ ابن اسحٰق نے نہیں کی۔
(احمد محمودی)

الْمُنْعِمِينَ إِذَا النُّجُومُ تَغَيَّرَتْ وَالظَّاعِنِينَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

وہ ناز و نعم میں بسر کرنے والے جو ستاروں کے متغیر ہونے تک خواب راحت میں رہتے ہیں اور وہ سفر کرنے والے جو (صرف) شوقیہ سفر کیا کرتے ہیں۔

وَالْمُطْعِمِينَ إِذَا الرِّيَاحُ تَنَاوَحَتْ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ فِي الرَّجَّافِ

جب مختلف ہوائیں چل رہی ہوں یہاں تک کہ آفتاب بھی بحر طوفان خیز میں غائب ہو جائے وہ کھانا کھلانے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ سخت قحط کے اندھیری راتوں میں بھی مسافروں کی مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔

الْخَالِطِينَ غَنِيَّهُمْ بِفَقِيرِهِمْ[۱] حَتَّى يَعُودَ فَقِيرُهُمْ كَالْكَافِي

اور ان میں کے مالداروں کو ان میں کے تنگدستوں کے ساتھ میل جول کرانے والے ہیں تاکہ ان میں کا تنگدست بھی دولتمندوں کی طرح ہو جائے۔

۱۹۳ إِمَّا هَلَكْتَ أَبَا الْفِعَالِ فَمَا جَرَى مِنْ فَوْقِ مِثْلِكَ عَقْدُ ذَاتِ نِطَافِ

اے نیک کردار شخص خدا کرے تجھ کو موت نہ آئے کیونکہ کسی نطفے والی کے عقد نے تیرے جیسے افراد سے بڑھ کر افراد کو پیدا نہیں کیا۔

إِلَّا أَبِيكَ أَخِي الْمَكَارِمِ وَحْدَهُ وَالْفَيْضِ مُطَّلِبٍ أَبِي الْأَضْيَافِ

---

[۱] یہ شعر (الف) کے سوا دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

بجز تیرے باپ مطلب کے جو کریمانہ صفات میں
یکتا اور سرتا پا سخاوت اور ایسا مہمان نواز (تھا) کہ گویا
مہمانوں کا باپ ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر جب عبدالمطلب بن ہاشم کا انتقال ہو گیا تو زمزم اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت ان کے بعد العباس بن عبدالمطلب متولی ہوئے۔ حالانکہ وہ اس وقت اپنے تمام بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ اور یہ تولیت اسلام کے ظہور اور قوت حاصل کرنے تک بھی انھیں سے وابستہ اور انھیں کے ہاتھ میں رہی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی دیرینہ تولیت کو برقرار رکھا۔ اور آج تک بھی عباس کے سبب سے وہ تولیت آل عباس ہی میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب کی سرپرستی میں رہنا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے بعد اپنے چچا ابو طالب ہی کے ساتھ رہتے تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے چچا ابو طالب کو عبدالمطلب اس بات کی وصیت بھی کرتے رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور ابو طالب دونوں ماں اور باپ کی طرف سے ایک تھے یعنی حقیقی بھائی بھائی تھے۔ ان کی نانی فاطمہ عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم کی بیٹی تھیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ عائذ عمران بن مخزوم کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کے بعد آپ کی

سرپرستی ابو طالب ہی کیا کرتے تھے۔ آپ انھیں کے پاس اور انھیں کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر نے بیان کیا کہ ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ بنی لہب میں کا ایک شخص۔

ابن ہشام نے کہا کہ لہب ازد شنوءہ کی اولاد میں سے تھا جو پیش گوئی ۱۹۴ کرنے والا تھا۔ جب وہ مکہ آتا تو لوگ اس کے پاس اپنے لڑکوں کو لاتے۔ وہ انھیں دیکھتا اور لوگوں سے ان کے متعلق پیش گوئیاں کرتا۔ راوی نے کہا کہ آپ جب کم عمر تھے تو ابو طالب ان لڑکوں کے ساتھ جن کو اس کے پاس لا رہے تھے آپ کو بھی لائے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر بعض مصروفیتوں نے اس کو آپ کی جانب سے دوسری طرف مصروف کر دیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو کہا کہ اس لڑکے کو تو میرے پاس لاؤ۔ ابو طالب نے جب آپ کی جانب اسے متوجہ دیکھا تو آپ کو اس کے پاس سے الگ کر دیا۔ وہ کہنے لگا ارے تم لوگوں پر افسوس ہے اس لڑکے کو جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا میرے پاس لوٹا لاؤ۔ خدا کی قسم اس کی تو بڑی شان ہو گی۔ راوی نے کہا کہ پھر تو ابو طالب آپ کو لے گئے۔

قصۂ بحیرا[۱]

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد ابو طالب تاجرانہ حیثیت سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ جب سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ اور سامان سفر باندھا گیا۔ تو لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشتیاق ظاہر فرمایا ابو طالب کا دل بھر آیا اور کہا خدا کی قسم

[۱] یہ سرخی (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ضرور انھیں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ وہ ہرگز مجھ سے جدا نہوں گے اور نہ میں ان سے کبھی جدا ہوں گا۔ یہی یا اسی کے مثل الفاظ انھوں نے کہے۔ غرض انھوں نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اور جب قافلہ سرزمین شام کے مقام بُصریٰ میں اترا جہاں بحیرا نامی ایک راہب اپنے کلیسا میں رہتا تھا۔ اور وہ نصرانیوں کے علم کا مرجع تھا۔ اور جب سے اس نے رہبانیت اختیار کی اسی کلیسا میں اس کی سکونت رہی اس کلیسا میں ایک کتاب تھی جس کا علم اسی راہب کو تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کتاب اس کے اسلاف سے ورثے میں چلی آرہی تھی۔ جب اس سال یہ لوگ بحیرا کے پاس اترے۔ حالانکہ بارہا اس سے پہلے بھی اس کے پاس ان لوگوں کا گزر رہا۔ وہ ان سے نہ کسی قسم کا تعارض کرتا تھا نہ ان سے کوئی بات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ سال آیا۔ اور یہی لوگ اس کے کلیسا کے قریب اترے تو ان کے لیے اس نے بہت سا کھانا تیار کیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس دعوت کی یہ وجہ تھی کہ جب وہ اپنے کلیسا میں بیٹھا ہوا تھا تو اس نے ایک چیز دیکھی ان کا خیال ہے کہ جب وہ اپنے کلیسا میں تھا اور یہ لوگ آرہے تھے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلے میں اس حال میں دیکھا کہ آپ لوگوں کے درمیان ہیں اور آپ پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ راوی[1] نے کہا کہ یہ لوگ آکر اس کے قریب ہی ایک درخت کے سایے میں اترے، تو اس نے ابر کے ٹکڑے کو اس وقت دیکھا جبکہ وہ درخت پر سایہ فگن تھا۔ اور درخت کی ڈالیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئی تھیں۔ کہ آپ اس کے نیچے سایہ میں تشریف فرما ہوں۔ جب بحیرا نے یہ دیکھا تو اپنے کلیسا سے اترا۔ اور کھانے کی تیاری کا حکم دے کر آیا۔ کھانا تیار ہوا۔ اور اس نے ان لوگوں کے پاس آدمی کے ذریعے کہلا بھیجا کہ اے گروہ قریش میں نے تمھارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ تم سب کے سب آؤ۔ خواہ تم میں کوئی چھوٹا ہو یا بڑا غلام ہو یا آزاد۔ ان میں کے ایک شخص نے

۹۵

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

اس سے کہا کہ آج تو تمھاری حالت ہی کچھ اور ہے۔ ہم تو تمھارے پاس سے بار ہا گزرے ہیں۔ تم ایسا برتاؤ تو ہمارے ساتھ کرتے نہ تھے۔ آج کونسی غیر معمولی بات ہے۔ بحیرا نے کہا تو نے سچ کہا۔ جو کچھ تو کہہ رہا ہے حالت تو ویسی ہی تھی۔ لیکن تم لوگ مہمان ہو۔ میری خواہش ہے کہ تمھاری عزت کروں اور تمھارے لیے کھانا تیار کروں کہ تم سب کھاؤ۔ پھر سب کے سب اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کم عمری کے سبب ان لوگوں کے کجاودں کے پاس اسی درخت کے نیچے رہ گئے۔ جب بحیرا نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ صفت جو اس کے خیال میں تھی اور جس کو وہ جانتا تھا نہ دیکھی تو کہا اے گروہ قریش تم میں کا کوئی شخص میرے پاس کے کھانے سے رہ نہ جائے۔ انھوں نے کہا اے بزرگ تیرے پاس آنے سے بجز ایک لڑکے کے کوئی ایسا نہیں رہا جس کو تیرے پاس آنا چاہئے تھا۔ وہ لڑکا عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس لئے وہ ہمارے کجاودں کے پاس رہ گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو۔ اس کو بھی بلاؤ کہ وہ بھی اس کھانے میں تم سب کے ساتھ رہے۔ قریش کے ایک شخص نے جو انھیں کے ساتھ تھا کہا لات وعزیٰ کی

۱۹۶

قسم ہمارے لیے باعث ذلت ہے کہ ہم میں کا عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا کھانے سے چھوٹ رہے۔ پھر وہ آپ کے پاس گیا۔ اور آپ کو گود میں اٹھا لایا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ آپ کو بٹھا دیا۔ اور جب آپ کو بحیرا نے دیکھا تو نہایت ہی غور سے آپ کو دیکھنے لگا۔ اور آپ کے جسد مبارک کے ان خاص خاص حصوں کا معاینہ کرنے لگا جن کے صفات آپ کی شناخت میں اپنے پاس پاتا تھا یہاں تک کہ جب وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر ادھر چلے گئے تو وہ اٹھ کر آپ کے پاس آیا اور کہا اے لڑکے لات وعزیٰ کی قسم دے کر میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ جو باتیں تجھ سے پوچھوں مجھے بتاتا جا۔ اور بحیرا نے ایسا آپ سے اس لیے کہا کہ اس نے آپ کی قوم کو ان دونوں کی قسمیں کھاتے ہوئے سنا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسْأَلْنِي بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى شَيْئًا فَوَاللهِ مَا أَبْغَضْتُ شَيْئًا قَطُّ بُغْضَهُمَا۔

لات وعزی کی قسم دے کر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھ
خدا کی قسم مجھے ان دونوں سے عقا بغض ہے اور کسی چیز سے
کبھی بھی نہیں رہا۔ تو بحیرا نے آپ سے کہا اللہ کی قسم کہ آپ
مجھے وہ بتلائیے جو آپ سے میں پوچھنا چاہوں۔ تو آپ نے
فرمایا۔
سَلْنِی عَمَّا بَدَا لَكَ جو تمھیں مناسب معلوم ہو وہ مجھ سے دریافت کرو۔
پھر وہ آپ سے آپ کے حالات آپ کی نیند[1] آپ کی ہئیت اور آپ کے
معاملات کے متعلق سوالات کرنے لگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
اس کو اپنے حالات کی نسبت خبر دیتے گئے۔ اور وہ تمام باتیں آپ کے ان صفات
کے موافق ہوتی گئیں۔ جو اس کے پاس تھیں پھر اس نے آپ کی پشت مبارک
کو دیکھا اس نے دیکھا کہ آپ کے دو نوں شانوں کے درمیان مہر نبوت (کا نشان)
اسی مقام پر موجود ہے جہاں آپ کی صفت میں اس کے پاس (مرقوم) تھا۔
ابن ہشام نے کہا کہ وہ سینگیوں کے نشان کا سا تھا۔ ابن اسحق نے کہا کہ
جب وہ اس سے فارغ ہوا تو آپ کے چچا ابو طالب کی جانب متوجہ ہوا۔ اور
ان سے کہا اس لڑکے کا تم سے کیا رشتہ ہے۔ انھوں نے اس سے کہا میرا بیٹا
ہے۔ بحیرا نے ان سے کہا یہ تمھارا بیٹا نہیں۔ اس لڑکے کا باپ زندہ ہونا چاہیئے۔
انھوں نے کہا میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ اس نے کہا پھر اس کے باپ نے
کیا کیا۔ یعنی وہ کہاں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان کا اس وقت انتقال ہوا جب اس
لڑکے کی ماں حاملہ تھیں۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا تم اپنے بھتیجے کو لیکر اس کے
شہر کو واپس جاؤ۔ اور یہود سے اس کی حفاظت کرو خدا کی قسم اگر انھوں نے
اس کو دیکھ لیا۔ اور اس کے متعلق جو کچھ میں نے جانا انھوں نے بھی جان لیا تو
ضرور اسے ضرر پہنچانا چاہیں گے۔ کیونکہ تمھارے اس بھتیجے کی ایک بڑی شان

---

[1] ۔ (ب ج د) میں ص استیقاظ میں حالہ من نومہ ہے (الف) میں ہی نومہ ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ نیند میں کیا حالت رہتی ہے۔ (احمد محمودی)

ہونے والی ہے۔ پس اسے لیے ہوئے اس کے شہر جلد چلے جاؤ۔ آپ کے چچا
ابوطالب جب اپنی شام کی تجارت سے فارغ ہو گئے تو وہاں سے جلد نکلے
اور آپ کو لے کر مکہ چلے آئے۔ لوگوں نے بیان کیا ہے اور انھوں میں خیال بھی ظاہر
لیا ہے کہ زریر اور تمام اور دریس نے بھی جو اہل کتاب میں سے تھے اسی ۱۹۷
سفر میں جس میں آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تھے انھیں امروں سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا[1] جس طرح بحیرا نے دیکھا تھا اور
انھوں نے آپ کو ضرر پہنچانا بھی چاہا لیکن بحیرا نے ان کو آپ سے باز رکھا
اور انھیں اللہ[2] کی یاد دلائی اور انھیں وہ سب باتیں یاد دلائیں جن کو وہ اپنی
کتاب میں آپ کے اوصاف اور تذکرہ میں پاتے ہیں۔ اور یہ بات بھی جتائی
کہ اگر وہ سب کے سب اس ارادے پر جو وہ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں
متفق بھی ہو گئے تو وہ آپ تک بے روک نہ پہنچ سکیں گے۔ اور اس نے
انھیں نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ اس بات کو سمجھ گئے جو وہ ان سے کہہ رہا تھا۔ آخر اس نے
جو کچھ کہا اس کی انھوں نے بھی تصدیق کی۔ اور انھوں نے آپ کو چھوڑ[3] دیا۔ اور
آپ کے پاس سے لوٹ گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانی کے
میدان میں اس طرح قدم رکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نگرانی و حفاظت فرما رہا ہے
اور آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے کہ کہیں جاہلیت کی گندگی آپ کو نہ چھو جائے
اس لیے کہ وہ آپ کا اعزاز اور آپ کی رسالت چاہتا تھا یہاں تک کہ آپ
سن بلوغ کو پہنچے تو اپنی قوم میں مروت کے لحاظ سے بہترین، اخلاق میں ان
سب سے اچھے، حسب نسب میں ان سب سے زیادہ شریف، پڑوس کے
اعتبار سے ان سب میں بہترین، حلم میں ان سب سے بڑھ کر، بات چیت میں
ان سب سے زیادہ سچے، امانت داری میں ان سب سے بڑھے ہوئے،

۱۔ یعنی انھوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسا ہی دیکھا جیسا بحیرا نے دیکھا تھا۔
۲۔ یعنی خوف خدا سے ڈرایا۔
۳۔ یعنی آپ کو ضرر پہنچانے کے خیال کو۔ (احمد محمودی)

پاک دامنی اور عزت نفس کے لحاظ سے فحش اور ان اخلاق سے جو مشہور لوگوں کے دامن کو ناپاک کر دیتے ہیں ان سب سے کوسوں دور تھے۔ یہاں تک کہ آپ میں تمام بھلائیوں کو اکٹھا کر کے آپ کی قوم میں آپ کا نام ہی امین مشہور کر دیا۔ مجھ تک جو روایتیں پہنچی ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کم سنی اور نادانی کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے آپ کو بچاتا رہا ان کے متعلق آپ ذکر فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ۔

لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي غِلْمَانِ قُرَيْشٍ نَنْقُلُ حِجَارَةً لِبَعْضِ مَا يَلْعَبُ بِهِ الْغِلْمَانُ، كُلُّنَا قَدْ تَعَرَّى وَأَخَذَ إِزَارَهُ فَجَعَلَهُ عَلَى رَقَبَتِهِ يَحْمِلُ عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ، فَإِنِّي لَأُقْبِلُ مَعَهُمْ كَذَلِكَ وَأُدْبِرُ، إِذْ لَكَمَنِي لَاكِمٌ مَا أَرَاهُ لَكْمَةً وَجِيعَةً، ثُمَّ قَالَ: شُدَّ عَلَيْكَ إِزَارَكَ

میں نے اپنے آپ کو قریش کے لڑکوں میں پایا جو لڑکین کے بعض کھیلوں کے لیے پتھر اٹھاتے تھے۔ ہم میں کا ہر ایک برہنہ ہو گیا اور اپنا تہمد لیکر اس کو گردن پر رکھ لیا ہے تاکہ اس پر پتھر اٹھائے۔ میں بھی ان کے ساتھ اسی طرح آتا جاتا ہو تھا کہ یکایک کسی نے مجھے ایک مکا مارا جو میرے خیال میں کلیف دہ نہ تھا اور کہا کہ اپنا تہمد باندھ لے۔ فرمایا

فَأَخَذْتُهُ وَشَدَدْتُهُ عَلَيَّ، ثُمَّ جَعَلْتُ أَحْمِلُ الْحِجَارَةَ عَلَى رَقَبَتِي وَإِزَارِي عَلَيَّ مِنْ بَيْنِ أَصْحَابِي

تو میں نے اسے کر باندھ لیا۔ پھر پتھر اپنی گردن پر اٹھانے لگا اور

میرے تمام ساتھیوں میں میرا تہمد ہی بندھا ہوا تھا۔

۱۹۸

جنگ فجار

ابن ہشام نے کہا کہ ان روایتوں میں سے جن کو مجھ سے ابو عبیدہ نحوی نے ابو عمرو بن العلا کی روایت سے بیان کیا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ یا پندرہ سال کی عمر ہوی قریش اور بنی کنانہ میں سے جو لوگ ان کے ساتھ تھے اور بنی قیس عیلان میں لڑائی چھڑ گئی۔ اور اس کے چھڑنے کا سبب یہ تھا کہ عُروَۃ الرحّال بن عُتبۃ بن جعفر بن کلاب بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن المنذر کے سامان کے اونٹوں کو پناہ دی تھی تو البرّاض بن قیس نے جو بنی ضمرۃ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھا ۱۹۹ کہنے لگا کیا تو بنی کنانہ کے مقابلے میں ان اونٹوں کو پناہ دیتا ہے تو اس نے کہا ہاں بلکہ تمام لوگوں کے مقابلے میں تو عروۃ الرحّال اس معاملے میں دلچسپی لیکر نکلا۔ اور البرّاض بھی اس کی غفلت کا موقع تلاش کرتا نکلا۔ یہاں تک کہ جب وہ ذی طلال میں مقام تیمن کے بلند مقام پر تھا تو عروہ غافل ہو گیا اور البرّاض نے اس پر حملہ کر کے اس کو حرمت والے مہینوں میں قتل کر ڈالا اسی لیے اس جنگ کا نام جنگ فجار رکھا گیا۔ البرّاض نے اسی کے متعلق یہ شعر کہے ہیں۔

وَدَاهِيَةٍ تُهِمُّ النَّاسَ قَبْلِي ... شَدَدْتُ لَهَا بَنِي بَكْرٍ ضُلُوعِي

اے بنی بکر میں نے ایسی آفت کے لیے، جس کو مجھ سے
پہلے والے نہایت اہم سمجھتے تھے، کمر ہمت باندھ لی۔

۲۰۰

هَدَمْتُ بِهَا بُيُوتَ بَنِي كِلَابٍ ... وَأَرْضَعْتُ الْمَوَالِيَ بِالضُّرُوعِ

میں نے اس ہمت کے ذریعے بنی کلاب کے گھر ڈھادئے
اور غلاموں کو ان کی ماں کی چھاتیوں کا دودھ پلا دیا (یعنی انھیں
ان کی چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ ان پر سخت آفت ڈھائی۔
انھیں خوب ذلیل کیا)۔

رَفَعتُ لَهُ يَدَيَّ بِذِي طِلَالٍ[1] فَخَرَّ يَمِيدُ كَالجِذْعِ الصَّرِيعِ

مقام ذی طِلال میں میں نے اپنے ہاتھ اس پر اٹھائے
تو وہ گھوم کر شہتیر کی طرح زمین پر اوندھا گرا
اور لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب نے کہا ہے۔

أَبلِغ إِن عَرَضتَ بَنِي كِلَابٍ وَعَامِرَ وَالخُطُوبُ لَهَا مَوَالِي

اے شخص اگر تو بنی کلاب سے ملے تو یہ پیام پہنچا دے
اور بنی عامر اور بنی الخطوب تو ان کے غلام ہی ہیں۔ یا ان کے
چچازاد بھائی اور رشتہ دار ہی ہیں۔

وَبَلِّغ إِن عَرَضتَ بَنِي نُمَيرٍ وَأَخوَالَ القَتِيلِ بَنِي هِلَالِ

اور بنی نمیر سے تو ملے تو انھیں بھی یہی پیام پہنچا دینا۔
اور مقتول کے ماموؤں یعنی بنی ہلال سے ملاقات ہو تو ان سے
بھی یہی کہدینا۔

بِأَنَّ الوَافِدَ الرَّحَّالَ أَمسَى مُقِيمًا عِندَ تَيمَنَ ذِي طِلَالِ

کہ وافد الرحال ذی طلال کے مقام تیمن میں سرشام

---

[1] ۔ (ب ج د) میں "رفعت لہ بذی طلال" لکھی گئی ہے جس میں ضرورت شعری کے سبب سے
طلال کی لام مشدد کی گئی ہے۔ (احمد محمودی)

اکر ٹھیر گیا ہے (یعنی تمھارے مقابلہ کے لیے تیار رہے)۔

ابن ہشام نے اس کی جن ابیات کا ذکر کیا ہے ان میں یہ اسات موجود ہیں۔

پھر ایک شخص نے قریش کے پاس آکر کہا کہ البرّاض نے عروہ کو قتل کردیا ہے اور حرمت والے مہینوں میں مقام عکاظ (میں آنے) کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو انھوں نے ایسی حالت میں کوچ کیا کہ ہوازن کو اس کی خبر بھی نہ ہوی پھر انھیں خبر پہنچی تو انھوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے حرم میں داخل ہونے سے پہلے انھیں ملالیا ان میں جنگ ہوئی یہاں تک کہ رات ہوگئی اور وہ حرم میں داخل ہوگئے تو ہوازن نے ان سے ہاتھ روک لیا اس آج کی جنگ کے بعد کئی بار آپس میں جھڑپیں ہوئیں اور لوگوں کے مختلف جتھے ہوگئے قریش اور کنانہ کے ہر قبیلے کا سردار انھیں میں کا ایک ایک اور قیس کے ہر قبیلے کا سردار انھیں میں کا ایک شخص ہوگیا۔ ان کے بعض جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی ہے آپ کے چچاؤں نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ ۲۰۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كنت أنبلُ على أعمامي

میں اپنے چچاوں کو وہ تیر دیتا جاتا تھا جو ان کے دشمنوں
کی جانب سے آتے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جنگ فجار چھڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے۔ اس جنگ کا نام فجار اس وجہ سے پڑا کہ اس جنگ میں ان دونوں قبیلوں کنانہ اور قیس عیلان نے اپنے درمیانی تعلقات میں بعض حرام کاموں کو بھی حلال قرار دے لیا تھا قریش و کنانہ کا قائد حرب بن امیہ ابن عبد شمس تھا۔ اس روز دن کے پہلے حصے میں تو بنی قیس ہی کنانہ پر فتحیاب رہے۔ اور جب دن کا درمیانی حصہ شروع ہوا تو بنی کنانہ کو بنی قیس پر فتح حاصل ہوگئی۔

ابن ہشام نے کہا کہ جتنا میں نے جنگ فجار کا بیان کیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ طویل ہے۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا انقطاع مجھے اس کے مکمل بیان کرنے سے مانع ہے۔

۲۰۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدیجہ رضی اللہ عنہا[1] سے عقد

ابن ہشام نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو آپ نے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب سے عقد فرمایا اور یہ ان واقعات میں سے ہے جس کی روایت ابو عمرو المدنی سے متعدد اہل علم نے مجھ سے کی۔ ابن

۲۰۳

اسحٰق نے کہا کہ خدیجہ بنت خویلد ایک شریف مالدار اور تاجر عورت تھیں۔ اپنا مال دے کر لوگوں کو تجارت میں لگا دیتیں اور ان کے ساتھ شریک تجارت ہوتیں اور ان کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ مقرر کر دیتیں۔ اور خود قریش کے لوگ بھی تاجر ہی تھے۔ جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اعلیٰ امانتداری، شرافت اخلاق کے (حیرت انگیز) واقعات کی خبر پہنچی تو آپ کو بلوا بھیجا۔ اور آپ سے درخواست کی کہ ان کا مال لے کر ان کے ایک غلام کے ساتھ جس کا نام میسرہ تھا تجارت کے لیے آپ شام تشریف لے جائیں۔ اور وہ آپ کو معاوضہ اس معاوضے سے زیادہ دیں گی جو دوسرے تاجروں کو دیتی تھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کا وہ مال لے کر نکلے۔ اور آپ کے ساتھ ان کا غلام میسرہ بھی نکلا۔ اور شام پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہبوں میں سے ایک راہب کے کلیسا کے قریب ایک درخت کے سائے میں نزول فرمایا۔ اس راہب نے اوپر سے میسرہ کو دیکھ کر اس سے کہا کہ یہ کون ہے جو اس درخت کے نیچے اتر پڑے ہیں۔ میسرہ نے اس سے کہا کہ یہ شخص حرم والے قریشیوں میں سے

---

[1] (الف) س، رحمہا اللہ ہے ۔ ۔ [illegible]

بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہُصَیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر تھا۔
مذکورہ بالا پیام جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب رحمۃ اللہ نکلے۔ اور خویلد بن اسد کے پاس جا کر خدیجہ سے آپ کی نسبت قرار دی۔ اور ان سے آپ کا عقد ہو گیا۔
ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مہر میں بیس جوان اونٹنیاں دیں اور یہ پہلی بی بی تھیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد فرمایا۔ ان کی زندگی میں آپ نے کوئی دوسرا عقد نہیں فرمایا یہاں تک کہ انتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے۔

۲۰۶

ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کے فرزند ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی سے ہوئی۔ قاسم جس کے نام سے آپ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ اور طاہر، طیب، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ علیہم السلام (حضرت خدیجہ ہی سے) تھے۔
ابن ہشام نے کہا کہ آپ کے فرزندوں میں سب سے بڑے قاسم تھے ان کے بعد طیب ان کے بعد طاہر اور صاحبزادیوں میں سب سے بڑی رقیہ ان کے بعد زینب ان کے بعد ام کلثوم ان کے بعد فاطمہ تھیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ قاسم، طیب اور طاہر کی تو اسلام سے پہلے ہی وفات ہوئی صاحبزادیاں سب کی سب زمانہ اسلام تک رہیں اور اسلام اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔
ابن ہشام نے کہا کہ ابراہیم کی والدہ ماریہ تھیں۔
ابن ہشام نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے ابن لہیعہ کی حدیث بیان کی کہا کہ ابراہیم کی والدہ (؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ماریہ تھیں جن کو مقوقس نے آپ کے پاس اسکندریہ سے ہدیہ روانہ کیا تھا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ جناب خدیجہ نے ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ سے اس کا ذکر کیا تھا۔ اور یہ ان کے چچا زاد بھائی نصرانی تھے۔ اور کتب بینی میں

۱۔ [illegible]

انھوں نے زمانہ گزارا تھا ۔ اور لوگوں کے معلومات میں سے ان واقعات کو بھی جانتے تھے ۔ جو جناب خدیجہ کے غلام میسرہ نے راہب کی باتیں اور اپنے چشم دید حالات کا ان سے ذکر کیا تھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ افگن رہا کرتے تھے ۔ تو ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں ۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ بات ضرور ہونے والی ہے اس امت کے لیے ایک نبی ہونے والا ہے جس کا انتظار ہے اور یہی اس کا زمانہ ہے ۔ یا جیسا کچھ انھوں نے کہا ۔ راوی نے کہا کہ ورقہ اس معاملے کی نسبت خیال کرتے تھے کہ اس کے وقوع میں تاخیر ہو گئی ہے ۔ اور کہتے تھے کہ آخر کب تک انتظار کیا جائے ۔ اس کے متعلق ورقہ نے یہ اشعار کہے ہیں ۔

لَجِجْتَ وَكُنْتَ فِي الذِّكْرٰى لَجُوجًا ۔۔۔ لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيجَا

میں نے ایک ایسے اہم معاملے کا بہت کچھ انتظار کیا ہے جس نے بے فکری سے گانے والے اور تانیں لگانے والے ریاوروکر گلو گرفتہ ہوکر بیٹھ جانے والے کو بھی اکثر مستعد بنا دیا ہے ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں پند و نصیحت کا ہمیشہ سے منتظر ہی رہا ہوں ۔

وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ ۔۔۔ فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خَدِيجَا

خدیجہ سے میں نے ایک کے بعد ایک وصف سنا
اے خدیجہ میرا انتظار بہت دراز ہو گیا ہے ۔

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلٰى رَجَائِي ۔۔۔ حَدِيثَكِ أَنْ أَرٰى مِنْهُ خُرُوجَا

اے خدیجہ میں سمجھتا اور امید رکھتا ہوں کہ تمھاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیاں ہوگا ۔

بِمَا خَبَّرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسٍّ ۔۔۔ مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعُوجَا

میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ راہبوں میں سے قس
نامی راہب کی جس بات کی تم نے ہمیں خبر دی وہ ٹیڑھی یا غلط
ہو جائے۔

۲۸ بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا[۱] وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيجَا

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں عنقریب سردار
ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا
وہی غالب رہے گا۔

وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُورٍ يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

اور تمام شہروں میں اس نور کی روشنی پھیل جائے گی۔
جو خلق خدا کو سیدھا چلائے گی۔ اور منتشر ہونے سے بچائیگی۔

فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجَا

اس کے بعد جو آپ سے جنگ کرے گا نقصان اٹھائےگا۔
اور جو آپ سے مصالحت کرلے گا فتحمند رہے گا۔

فَيَا لَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ شَهِدْتُ وَكُنْتُ أَكْثَرَهُمْ[۲] وُلُوجَا

کاش میں بھی اس وقت رہوں جب تمہارے آگے
ان واقعات کا ظہور ہو۔ اور کاش اس میں داخل ہونے والوں
میں سب سے زیادہ حصے دار رہوں۔

۱۔ (الف) میں فینا کے بجائے قوما ہے۔
(احمد محمودی)

۲۔ (الف) اولہم ہے۔ (احمد محمودی)

وَلَوجَافِیِ الَّذِی کَرِہَتْ قُرَیْشٌ وَلَوْ عَجَّتْ بِمَکَّتِہَا عَجِیجَا

اس دین میں داخل ہو جاوں جس سے قریش کو کراہت رہے گی۔ اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ چیخ پکار کریں (اور لبیک لبیک پکاریں)

أُرَجِّی بِالَّذِی کَرِہُوا جَمِیعاً إِلَی ذِی الْعَرْشِ إِنْ سَفَلُوا عُرُوجَا

جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہو گی میں اسی چیز سے مالک عرش کے پاس سے سرفرازی کا امیدوار ہوں جبکہ ان کو ذلت ہو گی۔

وَہَلْ أَمْرُ السَّفَالَۃِ غَیْرُ کُفْرٍ بِمَنْ یَخْتَارُ[1] مَنْ سَمَکَ الْبُرُوجَا

جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب فرمایا ہے اس سے انکار و کفر کے سوا کیا کوئی اور ذلت بھی ہے۔

فَإِنْ یَبْقَوْا وَأَبْقَ تَکُنْ أُمُورٌ یَضِجُّ الْکَافِرُونَ لَہَا ضَجِیجَا

اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھیں گے۔ کہ ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ کافر ان سے سخت آہ وزاری کریں گے۔

وَإِنْ أَہْلِکْ فَکُلُّ فَتًی سَیَلْقَی مِنَ الْأَقْدَارِ مُتْلِفَۃً حَرُوجَا

اور اگر میں مرجاوں تو (تعجب کا مقام نہیں کہ) ہر جواں مرد قضاو قدر کے حکم کے بموجب ہلاکت (اور اس دنیا سے)

---

[1] (الف) میں نختار جمع متکلم کا صیغہ ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

ٹل جانے کے وقت سے قریب میں ملاقات کرنے والا ہے۔

۲۰۹

کعبۃ اللہ کی تعمیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کے معاملے میں حکم بننا

ابن اسحٰق[1] نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے تعمیر کعبہ پر اتفاق کیا۔ وہ اس بات کی فکر میں تھے کہ اس پر چھت ڈالیں اور کعبہ کو ڈھانے سے ڈرتے بھی تھے۔ اور وہ آدمی کے قد سے[2] اونچا سنگ بستہ تھا۔ انھوں نے چاہا کہ اس کو بلند کریں اور اس پر چھت ڈالیں۔ یہ خیال انھیں اس وجہ سے پیدا ہوا کہ بعض لوگوں نے کعبہ میں سے خزانہ چرالیا تھا۔ جو کعبہ کے اندر ایک چہ بچہ میں رہا کرتا تھا۔ اور یہ خزانہ جس شخص کے پاس پایا گیا اس کا نام دُوَیک تھا جو بنی مُلَیح بن عمرو خزاعی کا غلام تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ قریش نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا حالانکہ قریش کا یہ بھی خیال تھا کہ اس کو جن لوگوں نے چرایا تھا انھوں نے اس کو دُوَیک کے پاس رکھا تھا۔

روم کے ایک تاجر کی ایک کشتی سمندر نے ساحل جدہ پر لا ڈالی تھی اور وہ ٹوٹ پھوٹ گئی تھی تو ان لوگوں نے اس کی لکڑی لے لی اور کعبہ کی چھت بنانے کے لیے اس کو تیار کیا۔ اور مکہ میں ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا۔ اس نے انھیں میں رہ کر بعض ایسی چیزیں تیار کر دیں جو اس کے قابل تھیں اور ایک سانپ تھا[3] جو کعبہ کے چہ بچہ سے نکلا کرتا تھا۔ جہاں وہ تمام چیزیں رکھی جاتی

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[3] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

تھیں جو کعبہ کے لیے روزانہ بطور نذرانہ آتی تھیں یہ سانپ، دھوپ کھانے کے لیے کعبہ کی دیواروں پر آ بیٹھتا اور لوگ اس سے ڈرتے اس لیے کہ جب کوئی اس کے نزدیک جاتا تو وہ اپنا سر اٹھاتا اور منہ کھولتا اور پھنکاریں مارتا۔ تو لوگ اس سے ڈر جاتے۔ ایک روز جب وہ اپنی عادت کے موافق کعبہ کی دیواروں پر دھوپ کھانے کے لیے بیٹھا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک پرند کو اس کی طرف بھیجا اور وہ اس کو اڑا لے گیا تو قریش نے کہا کہ اب ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی ہو گیا ہے جس کا ہم ارادہ رکھتے ہیں ہمارے پاس کام کرنے والا ساتھی ہے اور ہمارے پاس چوبینہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں سانپ کے شر سے بھی بچا دیا۔ پھر وہ اس کو ڈھا کر نئی تعمیر کرنے کے لیے سب کے سب متفق ہو گئے۔ اور ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھا اور کعبہ کا ایک پتھر نکالا تو پتھر اس کے ہاتھ میں سے اچھل کر پھر اپنی جگہ جا بیٹھا تو اس نے کہا اے گروہ قریش اس کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سوا کوئی چیز نہ داخل ہونے دو۔ اس میں خرچی کا پیسہ نہ لگے۔ سود کی کمائی نہ شریک ہو لوگوں میں کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی شئے نہ داخل ہو۔ لوگ اس بات کی نسبت ولید بن مغیرۃ ابن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی جانب کرتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن نجیح مکی نے بیان کیا انھوں نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافۃ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی سے روایت کی کہ انھوں نے جعدۃ بن ہبیرۃ بن ابی وہب بن عمرو کے ایک لڑکے کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو اس کے متعلق دریافت کیا کہا گیا کہ وہ جعدۃ بن ہبیرہ کا بیٹا ہے اس وقت عبداللہ بن صفوان نے کہا کہ اس شخص کا دادا یعنی ابو وہب ہی وہ شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ کا ایک پتھر اس وقت نکالا تھا جب قریش اس کے ڈھانے پر متفق ہو گئے تھے تو پتھر اس کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ جا بیٹھا تھا تو اس نے اس وقت کہا تھا کہ اے گروہ قریش اس کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سوا کوئی چیز

۲۱۰

نہ داخل ہونے دو۔ اس میں خرچی کا پیسہ نہ لگاؤ۔ سود کی کمائی نہ شریک کرو کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی چیز نہ داخل کرو۔

۲۱۱

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے ماموں اور شریف آدمی تھے۔ انھیں کی مدح میں عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

وَلَوْ بِأَبِي وَهْبٍ أَنَخْتُ مَطِيَّتِي　　عَدَتْ مِنْ نَدَاهُ رَحْلُهَا غَيْرُ خَائِبِ

اگر ابو وہب کے پاس میں اپنی اونٹنی کو بٹھاؤں تو ان کی سخاوت سے اس کی سواری محروم نہ رہے گی (یعنی اس کا سوار محروم نہ رہے گا)

بِأَبْيَضَ[1] مِنْ فَرْعَيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ　　إِذَا حُصِّلَتْ أَنْسَابُهَا فِي الذَّوَائِبِ

اگر میں اپنی اونٹنی اس گورے شخص کے پاس بٹھاؤں جس کے طرّہائے امتیاز کو دیکھا جائے تو وہ لوئی بن غالب کی دونوں شاخوں میں شمار ہوگا۔

أَبِيٌّ لِأَخْذِ الضَّيْمِ يَرْتَاحُ لِلنَّدَى　　تَوَسَّطَ جَدَّاهُ فُرُوعَ الْأَطَايِبِ

وہ بدلہ لینے سے نفرت کرنے والا اور سخاوت سے راحت حاصل کرنے والا ہے اس کے دونوں دادا[2] محاسن کی تمام شاخوں میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔

عَظِيمُ رَمَادِ الْقِدْرِ يَمْلَأُ جِفَانَهُ　　مِنَ الْخُبْزِ يَعْلُوهُنَّ مِثْلُ السَّبَائِبِ

(وہ ایسا سخی تھا کہ) اس کی دیگوں کے نیچے کی راکھ ڈھیروں ہوتی۔ وہ اپنے بڑے کاسے روٹی سے اتنے بھرتا کہ ان پر روٹی اس طرح بلند ہوتی تھی کہ) گویا وہ عید کا روز ہے۔

[1] (الف) میں ماسیض کے بجائے صرف ابیض ہے جس سے مصرع کا وزن باقی نہیں رہتا۔ (احمد محمودی)
[2] یعنی ماما دادا۔ (احمد محمودی)

پھر قریش نے کعبے کے ٹکڑے ٹکڑے ٹھیرا لیے ۔ دروازے کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کا ۔ رکن اسود و رکن یمانی کے درمیان کا حصہ بنی مخزوم اور قریش کے ان قبیلوں کا جو ان سے مل گئے تھے ۔ کعبے کا پچھلا حصہ بنی جمح اور بنی سہم کا جو عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی کے دو بیٹے تھے۔ حجر کا حصہ بنی عبدالدار بن قصی اور بنی اسد بن عبد[1] العزی بن قصی اور بنی عدی ابن کعب بن لوی کا جس کو حطیم بھی کہتے ہیں۔

پھر لوگوں کو کعبہ ڈھانے میں ڈر لگا اور اس سے گھبرانے لگے ۔ تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اس کے ڈھانے میں میں تم سے پہل کرتا ہوں ۔ پھر اس نے کدال لی اور اس پر جا کھڑا ہوا ۔ اور وہ کہہ رہا تھا ۔ اللھم لم ترع[2] ۔ یا اللہ تو ڈرایا نہ جائے ۔ یا تجھے کوئی خوف نہیں بعض کہتے ہیں کہ اس نے لم نزغ ہم نے ٹیڑھی راہ اختیار نہیں کی ہے ۔ یا اللہ ہم تو بھلائی ہی کے طالب ہیں کہا پھر اس نے رکن کی جانب سے کچھ حصہ ڈھایا ۔ لوگ رات بھر منتظر رہے ۔ اور کہا کہ ہم انتظار کریں گے ۔ اگر اس پر کوئی آفت آئی تو اس کا کوئی حصہ ہم نہ ڈھائیں گے اور جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیں گے ۔ اور اگر کوئی آفت نہ آئی تو ہم سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کام سے راضی ہو گیا ہے ۔ ہم اسے ڈھائیں گے دوسرے روز رات کا کچھ حصہ باقی رہنے ہی کے وقت سے وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور اس نے بھی ڈھایا اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب وہ اساس ابراہیم علیہ السلام تک ڈھا چکے تو ایسے پتھروں تک پہنچے جو سبز رنگ اور اونٹ کے کوہان کے سے اور ایک دوسرے کو گرفت کیے ہوئے تھے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بعض حدیث کی روایت کرنے والوں نے

۲۱۳

[1] ۔ (ب ج د) میں عبد کا لفظ نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) میں لم تریع ہے اس صورت میں اصل ماب افعال سے ہو گا لیکن اس کے کوئی مناسب مقام معنی سمجھ میں نہیں آتے ۔ (احمد محمودی)

کہا کہ قریش کے ایک شخص نے جو اس کو ڈھا رہا تھا اس کے دو پتھروں
کے درمیان سبل داخل کیا تاکہ ان دونوں پتھروں میں سے ایک کو
اکھیڑے تو جیسے ہی اس پتھر نے حرکت کی تمام مکہ میں ایک کڑاکا
سنائی دیا اور لوگ ابراہیمی اساس کے ڈھانے سے رک گئے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قریش کو
اس کونے میں ایک تحریر ملی (یا کتبہ) سریانی میں لکھی ہوئی تھی لوگوں
نے اس کو دیکھا تو کچھ نہ سمجھ سکے۔ یہاں تک کہ ایک یہودی نے
اسے انھیں پڑھ کر سنایا۔ اس میں لکھا تھا میں مکہ[1] کا مالک اللہ ہوں میں
نے اس کو اس وقت پیدا کیا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا او چاند
سورج کو صورت بخشی میں نے اس کے اطراف سات موحد فرشتوں
کو مقرر کر دیا ہے وہ اس کی اس وقت تک حفاظت کرتے رہیں گے
جبتک کہ اس کے دونوں پہاڑ باقی رہیں وہ اس کے رہنے والوں
کے پانی اور دودھ کے لیے مبارک ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ اخشبا[2] کے معنی اس کے دونوں پہاڑ کے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے
المقام (یعنی مقام ابراہیم) میں ایک تحریر پائی (یا کتبہ) جس میں لکھا تھا
یہ اللہ کی حرمت والا گھر ہے اس کا رزق اس کے پاس تین راستوں سے
آئے گا۔ جس نے اس کو پہلے پہل (اس حرمت کا) مزہ اور بنایا وہ اس کو حلال
نہیں کرے گا (بے حرمت نہیں کرے گا)۔ [3]

ابن اسحٰق نے کہا کہ لیث بن ابی سلیم نے اس بات کا دعوی کیا ہے
کہ لوگوں نے کعبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چالیس سال
پہلے ایک پتھر پایا جس میں۔ اگر ان کا دعوی صحیح ہے۔ لکھا تھا جو شخص کسی نیکی
کی کھیتی بوئے گا تو اس کا پھل رشک حاصل کرے گا۔ (یعنی قابل رشک بن جائے گا)

---

[1] ب ج د میں مکہ ہے۔ [2] (الف) میں نہیں ہے۔ [3] (الف) میں نہیں ہے۔ (رایہ محمودی)

اور جو بدی کی کاشت کرے گا۔ اس کا پھل ندامت حاصل کرے گا۔
(کیا) تم لوگ برائیاں کروگے اور اس کی جزا اچھی پاؤگے ہاں ہاں
ایسا نہیں ہو سکتا) ببول کے پیڑ سے انگور نہیں توڑے جا سکتے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر اس کی تعمیر کے لیے قریش کے قبیلوں
نے پتھر جمع کیے۔ ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کرتا تھا پھر انھوں نے اس کی
تعمیر شروع کی یہاں تک کہ جب تعمیر رکن (یعنی حجر اسود) کے مقام تک
پہنچی تو قبائل میں جھگڑا ہوا ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کے مقام پر اس کو خود
رکھے نہ کہ دوسرا یہاں تک کہ آپس میں اختلاف ہو گیا اور جتھے بندھ گئے اور
معاہدے ہو گئے۔ اور سب کے سب جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور بنی عبدالدار
نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ لا رکھا اور وہ اور بنی عدی بن کعب بن
لوی۔ مرنے تک لڑنے کا عہد کیا اور اپنے ہاتھ اس کٹورے میں ڈالے۔ ان لوگوں
کا نام لعقہ الدم″ یعنی خون چاٹنے والے رکھا گیا۔ غرض قریش چار پانچ روز تک
اسی حالت میں رہے۔ پھر وہ سب مسجد میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ اور انصاف پر
اتر آئے۔ بعض راویوں کا دعویٰ ہے کہ ابو امیہ ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر
ابن مخزوم نے جو اس سال (یعنی اس وقت) قریش میں سب سے زیادہ سن رسیدہ
تھا کہا کہ اے گروہ قریش اس مسجد کے دروازے سے جو پہلا شخص داخل ہو اس کو ۱۱۴
اپنے آپس کے اختلافی مسئلہ میں فیصلہ کرنے والا بناؤ۔ انھوں نے رائے مان لی پھر ان
کے پاس پہلا آنے والا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔
جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو کہا یہ تو وہ امین ہے جس کو سب جانتے
ہیں۔ یہ محمد ہے ہم راضی ہیں۔ اور جب آپ ان کے پاس پہنچے
اور انھوں نے آپ کو اس فیصلہ کے قابل جھگڑے کی خبر دی تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔ تو آپ
کے پاس کپڑا لایا گیا آپ نے اس رکن (حجر اسود) کو لیا۔ اور اپنے
ہاتھ سے اس کپڑے میں رکھا۔ اور فرمایا کہ ہر ایک قبیلہ اس کپڑے کا ایک ایک کونا پکڑے اور
سب کے سب مل کر اس کو اٹھاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کو لے کر آگئے

مقام تک پہنچے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو رکھ دیا اور اس پر تعمیر ہونے لگی۔ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کو امین (کہکے) پکارا کرتے تھے۔ پھر جب وہ تعمیر سے فارغ ہوئے اور جیسا چاہا اسے تعمیر کیا تو زبیر بن عبد المطلب نے سانپ کے واقعہ کے متعلق جس کے سبب سے قریش تعمیر کعبہ سے ڈرتے تھے یہ اشعار کہے۔

۲۶۵

عَجِبْتُ لِمَا تَصَوَّبَتِ الْعُقَابُ ... إِلَى الثُّعْبَانِ وَهِيَ لَهَا اضْطِرَابُ

مجھے تعجب ہوا کہ عقاب سانپ کی جانب کیوں اتر آیا حالانکہ سانپ تو عقاب کو گھبرا دینے والی چیز ہے۔

وَقَدْ كَانَتْ يَكُونُ لَهَا كَشِيشٌ ... وَأَحْيَانًا يَكُونُ لَهَا وِثَابُ

اور اس کی جلد سے کبھی تو ایک خاص قسم کی آواز ہوا کرتی تھی اور کبھی وہ حملہ بھی کیا کرتا تھا۔

إِذَا قُمْنَا إِلَى التَّأْسِيسِ شَدَّتْ ... تُهَيِّبُنَا الْبِنَاءَ وَقَدْ تُهَابُ

جب کعبہ کی از سر نو تعمیر کے لیے ہم اٹھے تو وہ ہمیں ڈرانے کے لیے اس عمارت پر سے حملہ کرتا اور وہ خود بھی ڈرتا تھا۔

فَلَمَّا أَنْ خَشِينَا الرِّجْزَ جَاءَتْ ... عُقَابٌ تَتْلَئِبُّ لَهَا انْصِبَابُ

پھر جب ہم اس تکلیف دہی یا نقصان رسانی سے ڈر گئے تو ایک عقاب آیا جس کا نزول راست اسی کے لیے ہوا تھا۔

فَضَمَّتْهَا إِلَيْهَا ثُمَّ خَلَّتْ[1] ... لَنَا الْبُنْيَانَ لَيْسَ لَهُ حِجَابُ

[1] (الف) میں حلت جائے حطی ہے جس کو تکلف صحیح کہا جا سکتا ہے یعنی بیت اللہ کے ڈھانے کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔ (احمد محمودی)

اس نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور ہمارے لیے
کعبۃ اللہ کو خالی کر دیا کہ اس (کے پاس جانے) کے لیے کوئی
روک نہ رہے۔

فَقُمْنَا حَاشِدِينَ إِلَى بِنَاءٍ لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ وَالتُّرَابُ

پس ہم سب کے سب متفق ہو کر جلد تعمیر کے لیے
اٹھ کھڑے ہوئے اس کی بناء اور مٹی کا کام ہمارے ذمہ تھا۔

غَدَاةَ نُرَفِّعُ التَّأْسِيسَ مِنْهُ وَلَيْسَ عَلَى مُسَوِّينَا ثِيَابُ

جس روز ہم اس کی بنیاد کی تعمیر کر رہے تھے ہم میں کے
درست کرنے والے پر کپڑے نہ تھے (یا ہماری قسم[1] کا ہوں
پر کپڑے نہ تھے یعنی ہم ننگے ہو کر اس کی تعمیر کر رہے تھے زمانہ جاہلیت
میں ننگے ہو کر کام کرنے کا بڑا ثواب اور مستعدی اور چستی کا
کام سمجھا جاتا تھا۔)

أَعَزَّ بِهِ الْمَلِيكُ بَنِي لُؤَيٍّ فَلَيْسَ لِأَصْلِهِ مِنْهُمْ ذَهَابُ

مالک نے اس کام کے ذریعہ بنی لوی کو اعزاز سے
سرفراز فرمایا پس اس عزت کی جڑ ان کے پاس سے جا نہیں سکتی۔

وَقَدْ حَشَدَتْ هُنَاكَ بَنُو عَدِيٍّ وَمُرَّةُ قَدْ تَقَدَّمَهَا كِلَابُ

اس مقام پر بنی عدی بھی جمع تھے اور تیزی سے کام
کر رہے تھے اور بنی مرۃ بھی۔ لیکن بنی کلاب تو ان سب سے آگے تھے۔

---

[1] دوسری روایت مساوینا کے لحاظ سے توسین کے درمیان کا ترجمہ ہے جس کا ذکر ابن ہشام نے
آگے کیا ہے۔ (احمد محمودی)

نَبَوْأَنَا الْمَلِيكُ بِذَاكَ عِزًّا وَعِنْدَ اللّٰهِ يُلْتَمَسُ الثَّوَابُ

اس کام کے سبب سے مالک نے ہمیں عزت کا سزاوار بنا دیا۔ اور جزا اور ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ مساویا ثیاب کی روایت بھی آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کعبۃ اللہ اٹھارہ ہاتھ کا تھا۔ اور اس پر سفید سوتی کپڑا ڈالا جاتا تھا۔ پھر دھاری دار یمنی چادریں ڈالی گئیں اور پہلا شخص جس نے اس کو دیبا (ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا ریشمی ہو) ڈالا وہ حجاج بن یوسف تھا۔ ۲۰۶

بیان حُمس[1]

ابن اسحٰق نے کہا کہ قریش نے حُمس (کا لقب اختیار کرنے) کی ایک رسم ایجاد کی جس کو انھوں نے غور و خوض کے بعد مناسب سمجھا تھا۔ مجھے خبر نہیں کہ یہ ایجاد واقعہ فیل سے پہلے کا تھا یا اس کے بعد کا۔ انھوں نے کہا کہ ہم ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد اور حرم میں رہنے والے اور بیت اللہ کے متولی مکہ کے ساکنین اور متوطنین ہیں سارے عرب میں سے کسی کو نہ ہمارا سا حق ہے نہ ہمارا سا مرتبہ و منزلت۔ اور خود عرب بھی

[1] حُمس کے معنی بہادر حاذق دلیر۔ اور دینی امور کی سخت پابندی کرنے والے کے ہیں۔ قریش کنانہ اور بنی جدیلہ اور ان کے تابعین نے اپنے لیے یہ لقب اختیار کیا تھا۔ ان کا یہ لقب اختیار کرنا یا تو امور دینداری کی سخت پابندی کی وجہ سے تھا یا اس وجہ سے تھا کہ وہ حمسا یعنی کعبۃ اللہ شریف کی پناہ میں رہنے والے تھے کذا فی منتہی الارب۔ (احمد محمودی)

اپنی ایسی قدر و منزلت نہیں سمجھتے جیسی قدر و منزلت وہ ہماری جانتے ہیں۔
بس اے حرم کے رہنے والو تم حرم کے باہر کی کسی چیز کی ایسی عزت نہ کرو
جیسی تم حرم کی عزت کرتے ہو۔ اگر تم نے (خارج حرم کی چیزوں کا بھی)
ایسا ہی احترام کیا تو دوسرے عرب تمہارے پاس کی حرمت والی چیزوں کو
سبک سمجھنے لگیں گے۔

انھوں نے کہا کہ حرم کے باہر کی چیزوں کی لوگوں نے ایسی عزت
کرنی شروع کی ہے جیسے حرم کی چیزوں کی۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوا) کہ انھوں نے
عرفات کے میدان میں ٹھیرنا اور وہاں سے سب کے ساتھ نکلنا ترک کر دیا۔
حالانکہ وہ جانتے تھے اور اس امر کا انھیں اقرار بھی تھا کہ وہ مشاعر حج اور
دین ابراہیمی میں سے ہے اور اپنے سوا دوسرے عربوں کے وہاں ٹھیرنے
اور وہاں سے سب کے ساتھ نکلنے کو لازمی بھی سمجھتے تھے۔ باوجود اس کے
وہ کہتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ہم حرم سے نکلیں اور
نہ ہمیں یہ مناسب ہے کہ حرم کے باہر کی چیزوں کی ایسی تعظیم کریں جیسی تعظیم
حرم کی ہم کرتے ہیں۔ ہم حمس یعنی حرم والے ہیں اس کے بعد انھوں نے عرب
کے ان تمام قبیلوں کے لیے بھی جو ان کی اولاد میں سے تھے۔ خواہ وہ حرم
کے رہنے والے ہوں یا غیر حرم کے ان کی اولاد میں ہونے کے سبب سے
سے وہی حقوق قرار دئیے جو ان کے تھے۔ ان کے لیے بھی وہی بات حلال
ہوتی جو ان کے لیے حلال ہوتی اور ان کے لیے بھی وہی چیز حرام ہوتی جو ان
کے لیے حرام ہوتی۔ اور بنی کنانہ اور بنی خزاعہ بھی مذکورہ امور کے لحاظ سے
انھیں میں داخل ہوگئے تھے۔

۲۱۷ ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے ابو عبیدہ نحوی نے بیان کیا کہ بنی عامر
ابن صعصعة بن معاویة بن بکر بن ہوازن بھی مذکورہ امور میں انھیں کے ساتھ
ہوگئے تھے۔ عمرو بن معدی کرب کا یہ شعر بھی مجھے اسی نے سنایا۔

أَعَبَّاسُ لَوْ كَانَتْ شِيَاراً جِيَادُنَا ۔۔۔ بِتَثْلِيثَ مَا نَاصَيْتَ بَعْدِي الْأَحَامِسَا

اے عباس جنگ تثلیث کے روز اگر ہمارے گھوڑے
موٹے تازے اچھے ہوتے تو تو میرے بعد پھر حُمس کا لقب رکھنے والوں
(یعنی بنی عامر) سے جھگڑا نہ کرتا۔

ابن ہشام نے کہا کہ تثلیث ان کے شہروں میں ایک مقام کا نام ہے۔ اور ہتیار کے معنی السمان الحسان ہیں۔ اور لفظ احامس سے شاعر کی مراد بنی عامر ابن صعصعۃ اور عباس سے مراد عباس بن مرداس السلمی ہے جس نے بنی زبید پر مقام تثلیث میں لوٹ مار کی تھی۔ اور یہ بیت عمرو کے قصیدے کی ہے۔ اور اسی نے لقیط بن زرارۃ الدارمی کا یہ شعر جنگ جبلہ کے متعلق سنایا۔

أَجْذِمْ إِلَيْكَ إِنَّهَا بَنُو عَبْسٍ   الْمَعْشَرُ الْجِلَّةُ[1] فِي الْقَوْمِ الْحُمُسْ

تو یہ بات اچھی طرح جان لے کہ وہ بنی عبس ہیں حُمس کا
لقب اختیار کرنے والے لوگوں میں بڑے گھرانے والے ہیں۔

شاعر نے یہ شعر اس لیے کہا کہ جنگ جبلہ کے روز بنی عبس بنی عامر بن صعصعہ میں حلفاء تھے۔ اور جنگ جبلہ وہ جنگ تھی جو بنی حنظلہ بن مالک ابن زید مناۃ بن تمیم اور بنی عامر بن صعصعۃ کے درمیان ہوئی تھی۔ اور اس جنگ میں بنی عامر بن صعصعۃ کو بنی حنظلہ پر فتح ہوئی تھی اس جنگ میں لقیط ابن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور حاجب بن زرارہ بن عدس قید ہوا اور عمرو بن عمرو بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ شکست کھا کر بھاگا ۲۱۸ اسی جنگ کے متعلق جریر فرزدق سے کہتا ہے۔

كَأَنَّكَ لَمْ تَشْهَدْ لَقِيطًا وَحَاجِبًا   وَعَمْرَو بْنَ عَمْرٍو إِذْ دَعَوْا[2] يَا لَدَارِمِ

گویا تو نے لقیط وحاجب وعمرو بن عمرو کو اس حالت میں

---

[1] (الف) میں الحلۃ ہے یا حاء حلی ہے جس کے معنی یہ ہوں گے " باوجود ساکن حل یعنی خارج حرم ہونے کے حمس میں داخل ہیں " (احمد محمودی) [2] (الف) میں دعا بصیغہ واحد اس صورت میں ضمیر صرف عمرو کی طرف پھرے گی یعنی جبکہ وہ پکار رہا تھا۔ (احمد محمودی)

دیکھا ہی ہیں جبکہ وہ پکار رہے تھے کہ اے بنی دارم ہماری امداد کو آؤ۔

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ پھر ان کا مقابلہ ذی نجب میں ہوا تو بنی حنظلہ کو بنی عامر پر فتح ہوئی۔ اور اس روز حسان بن معاویہ الکندی جس کی کنیت ابو کبشہ تھی قتل کیا گیا۔ اور یزید بن الصعق الکلابی قید ہوا۔ اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل شکست کھا کر بھاگا۔ اسی کے متعلق فرزدق کہتا ہے۔

وَمِنهُنَّ إِذ نَجّى طُفَيلَ بنَ مالِكٍ ... عَلى قُرزُلٍ رَجلاً رَكُوضَ الهَزائِمِ

جنگوں میں سے وہ بھی ایک جنگ تھی جبکہ طفیل بن مالک اپنے قرزل نامی گھوڑے پر سوار شکست کی ایڑ لگاتا ہوا بھاگا جا رہا تھا۔

وَنَحنُ ضَرَبنا هامَةَ ابنِ خُوَيلِدٍ ... يَزيدَ عَلى أُمِّ الفِراخِ الجَواثِمِ

اور ہم نے یزید بن خویلد کی اس کھوپڑی پر ضرب لگائی جس سے کوئی پرندہ نہیں اڑا (یعنی اس کا انتقام نہیں لیا گیا) [1]

۲۱۹

یہ دونوں بیتیں اسی کے قصیدے کی ہیں۔ تو (اس کے جواب میں) جریر نے کہا۔

وَنَحنُ خَضَبنا لِابنِ كَبشَةَ تاجَهُ ... وَلاقى امرَأً في ضَمَّةِ الخَيلِ مِصقَعا

ہم نے ابن کبشہ کے تاج کو رنگ دیا اس نے گھوڑوں کے غول میں ایک بلند آواز فصیح و بلیغ شخص سے ملاقات کی تھی۔ (یعنی میرے مقابلے میں آیا تھا)۔

---

[1] عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی شخص قتل ہو جائے تو اس کی کھوپڑی سے ایک پرندہ نکل کر چلاتا رہتا ہے حتی کہ اس کے قتل کا انتقام لیا جائے۔ (احمد محمودی)

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔

جنگ جبلہ اور جنگ ذی نجب کے واقعات میں نے جو کچھ بیان کیے وہ ان سے بہت زیادہ طولانی ہیں ان کے مکمل بیان سے مجھے اسی بات نے روکدیا جس کا ذکر میں نے جنگ فجار کے بیان میں کردیا ہے۔

ابن اسحق نے کہا کہ پھر انھوں نے اس رسم حمس میں ایسی ایسی بہت سی باتیں ایجاد کیں جو ان کے پاس نہ تھیں انھوں نے کہا کہ حمس کو اپنی غذا میں پنیر کا استعمال کرنا اور مسکے کو گرم کر کے گھی بنا کر استعمال کرنا ایسی حالت میں نہ چاہیئے جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے ہوں۔ اور نہ انھیں کمبل کے خیموں میں داخل ہونا چاہیئے۔ اور جب تک وہ احرام میں ہوں چمڑے کے خیموں کے سوا کسی اور کے سایہ میں نہ داخل ہوں۔ پھر انھوں نے اس معاملے میں اور تنگی کی اور کہا کہ حرم کے باہر والوں کو نہ چاہیے کہ جب وہ حج و عمرہ کے لیے حرم میں آئیں تو اپنے ساتھ لایا ہوا باہر کا کھانا حرم میں کھائیں۔ اور جب وہ آئیں اور بیت اللہ کا پہلا طواف کریں تو حمس کے کپڑوں کے سوا دوسرے کپڑوں میں طواف نہ کریں۔ اگر حمس کے کپڑوں میں انھیں کوئی کپڑا نہ ملے تو ننگے بیت اللہ کا طواف کریں۔ اگر ان میں کے کسی ذی عزت مرد یا عورت کو حمس کا کوئی کپڑا نہ ملے اور وہ اپنی عزت کا خیال کر کے اپنے انھیں کپڑوں میں طواف کرلے جس کو وہ حرم کے باہر سے لایا ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے طواف کے بعد اسے اتار پھینکے اور پھر ان کپڑوں سے کوئی شخص بھی استفادہ نہ کرے اور نہ اسے کبھی کوئی شخص چھوئے نہ خود وہ اور نہ اسکے علاوہ اور کوئی شخص۔ عرب ان کپڑوں کو لقی کہتے تھے۔ انھیں احکام پر انھوں نے عربوں کو ابھارا اور انھوں نے ان کی اطاعت کی دوسرے لوگ عرفات پر ٹھہرتے اور وہیں سے طواف کے لیے مکہ آتے اور بیت اللہ کا طواف ننگے کرتے تھے۔ مرد ننگے طواف کرتے۔ لیکن عورتیں چاک والے کرتوں کے سوا سب کپڑے اتار دیتیں اور اسی ایک کرتے میں طواف کرتیں۔ ایک عورت نے اسی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔ ۲۲۰

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ ۔۔۔ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

آج اس چیز کا کچھ حصہ یا پورا حصہ بے پردہ ہو جائے گا۔
لیکن اس کا جو حصہ بھی بے پردہ ہو میں اس کو حلال (یا وقف برائے عام) نہیں کروں گی۔

اور اگر حرم کے باہر کا کوئی شخص اپنے انھیں کپڑوں میں طواف کر لیتا جس کو پہنے ہوئے وہ بیرون حرم سے آیا تھا۔ تو وہ ان کو اتار پھینکتا اور ان سے کوئی شخص استفادہ نہ کرتا۔ نہ وہ اور نہ اس کے سوا کوئی اور۔ عرب کا ایک شخص اپنے ان کپڑوں میں سے ایک کپڑے کا ذکر کرتا ہے جس کو اس نے اتار پھینکا تھا۔ اور وہ اس کے پاس نہ جاتا تھا۔ حالانکہ اسے وہ کپڑا بے انتہا پسند تھا وہ کہتا ہے۔

كَفَى حَزَنًا كَرِّي عَلَيْهَا كَأَنَّهَا ۞ لَقًى بَيْنَ أَيْدِي الطَّائِفِينَ حَرِيمُ

میرا اس کے پاس سے بار بار گزرنا غم کھانے کے لیے کافی ہے گویا وہ طواف کے بعد کا پھینکا ہوا کپڑا ہے جو طواف کرنے والوں کے سامنے پڑا ہے لیکن لوگوں کا ہاتھ لگنے سے محروم ہے۔

شاعر نے (حریم کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس سے اس) کی مراد یہ ہے کہ وہ چھوا نہیں جاتا۔ عرب کا یہی حال رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور جب اس نے آپ کا دین مستحکم فرمایا اور آپ کے لیے سنن حج مشروع فرمائے تو آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

(ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ)

پھر وہاں سے تم بھی چلو جہاں سے (تمام) لوگ چلتے ہیں

---

[1] (الف) میں کالہا ہے۔ (احمد محمودی)

اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بے شبہہ اللہ بڑا مغفرت کرنیوالا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

یہاں تم سے مراد قریش ہیں۔ اور الناس سے مراد تمام عرب کے لوگ ہیں۔ پس آپ حج کے سال سب کو عرفات لے گئے اور وہیں ٹھہرے رہے اور وہیں سے (طواف کے لیے مکہ) تشریف لائے اور اہل حرم نے لوگوں پر جواں کی غذاؤں اور ان کے لباس کو بیت اللہ کے پاس استعمال کرنا حرام قرار دیا تھا کہ وہ ننگے طواف کرتے تھے اور ان کے حرم کے باہر سے لائے ہوئے کھانے کو حرام کر دیا تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احکام نازل فرمائے۔

(یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ہی للذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ کذلک نفصل الآیات لقوم یعلمون)

اے آدم کے بچو ہر مسجد (میں آنے) کے وقت اپنی زینت (کی چیز لباس پہن) لو اور حرم کے باہر سے لائی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں) کھاؤ پیو اور (ان چیزوں کو بے کار پھینک کر) اسراف نہ کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (اے نبی) ان سے کہو کہ اللہ کی زینت جس کو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمایا ہے اور رزق میں کی پاک صاف چیزوں کو حرام کس نے کیا۔ (ان سے) کہو یہ چیزیں اس دنیوی زندگی میں ان لوگوں کے لیے (بھی)

۲۲۱

ہیں جو ایمان لائے ہیں اور قیامت کے روز (تو) خالص (انھیں کے لیے) ہیں۔ جو لوگ علم رکھتے ہیں ہم ان کو ایسی ہی تفصیل سے احکام بتاتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مبعوث فرمایا تو اسلام کے ذریعے حمس کی رسم کو اور لوگوں کے ساتھ قریش کے اس برتاؤ کو جس کا انھوں نے ایجاد کیا تھا پست اور ذلیل کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اور انھوں نے عثمان بن ابی سلیمان[1] بن جبیر بن مطعم سے انھوں نے اپنے چچا نافع بن جبیر سے انھوں نے اپنے والد جبیر بن مطعم سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے اس حال میں دیکھا کہ آپ اپنے ایک اونٹ پر عرفات میں تمام لوگوں کے ساتھ اپنی قوم کے درمیان ٹھہرے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو جو توفیق عطا فرمائی تھی اس کے سبب آپ وہاں سے انھیں سب کے ساتھ نکل رہے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسلیماً کثیرا۔

رجم شیاطین کا حادثہ اور کاہنوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے خوف دلانا

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی جب آپ کا زمانہ بعثت قریب ہو گیا تو یہودیوں کے احبار (علما) اور نصاریٰ کے راہب (پرہیزگار) اور عربوں میں کے کاہن آپ کے متعلقہ حالات کی

---

[1] (الف) میں سلمان ہے اور (ب ج د) میں سلیمان۔ (احمد محمودی)

خبریں دیا کرتے تھے۔ یہود کے احبار اور نصاریٰ میں کے راہبوں کے علم کا ذریعہ تو وہ تھا جو انھوں نے اپنی کتابوں میں آپ کی صفت اور آپ کے زمانے کی صفت کے متعلق پایا تھا اور ان کے انبیا نے آپ کے متعلق ان سے جو عہد لیا تھا۔ اور عرب کے کاہنوں کے علم کا ذریعہ جنوں میں شیطان تھے جو ان کے پاس خبریں چرا کر لاتے تھے جب کہ ان کی حالت یہ تھی کہ انھیں نجوم سے مار کر ان خبروں سے روکا نہ جاتا تھا۔ کاہن مرد اور کاہنہ عورتوں کی جانب سے ہمیشہ آپ کے متعلق بعض امور کا ذکر ہوتا رہا ہے جس کی عرب کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور وہ تمام باتیں جن کا وہ ذکر کیا کرتے تھے واقعہ بن گئیں۔ تب انھوں نے اس کو جانا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قریب ہوگیا اور آپ مبعوث ہوگئے تو شیاطین (اخبار کے) سننے سے روک دئے گیے۔ اور ان کے ان مقامات کے درمیان جہاں وہ بیٹھ کر خبریں سنا کرتے تھے روک پیدا کر دی گئی اور ان پر تارے برسائے گئے۔ تو جنوں نے بھی جان لیا کہ خدائے تعالیٰ کے احکام میں سے کسی خاص حکم کے سبب سے یہ واقعات ہو رہے ہیں جو اس کے بندوں میں جاری ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی محمد[1] صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مبعوث فرمایا اور جب جنوں کو خبروں کے سننے سے روک دیا گیا۔ اور انھوں نے اس عظیم الشان خبر کو جان لیا اور بڑی بڑی علامتیں دیکھ لیں پھر بھی انھوں نے اس میں سے بعض چیزوں کا انکار کر دیا تو ان واقعات کی خبر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دیتا ہے۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَأَنَّهُ

۲۲۲

[1] (الف) میں اسم مبارک نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا۔

(اے نبی) کہد و میری جانب وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں کے ایک گروہ نے (قرآن) کو سنا تو کہا کہ ہم نے ایک عجیب طرح کا قرآن سنا ہے جو سیدھی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور (اب) ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ کریں گے اصل یہ ہے کہ ہمارے پروردگار کی شان بہت برتر ہے اس نے نہ کسی کو شریک زندگی بنالیا ہے نہ کسی کو بیٹا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم میں کا بے وقوف شخص اللہ پر دوراز کار باتیں بنایا کرتا تھا۔ ہمیں تو یہی خیال رہا کہ انس وجن (میں سے کوئی بھی) اللہ پر جھوٹے الزامات ہرگز نہ لگائے گا۔

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا الی قوله وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا ۝ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا۔

ل۔ خط کشیدہ آیات قرآنیہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

بات یہ ہے کہ انسانوں میں کے بعض اشخاص جنوں میں کے بعض افراد کی پناہ لیا کرتے تھے تو انھوں نے ان کو جہالت، سرکشی اور افترا پردازی میں بڑھا دیا ہے۔

(اللہ تعالیٰ کے اس قول تک)

اور ہم (خبریں) سننے کے لیے اس (آسمان) کے چند مقاموں پر بیٹھا کرتے تھے اور اب جو سننا چاہتا ہے وہ اپنی گھات میں شہاب کو پاتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ (اس تغیر سے) زمین والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی رہنمائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

۲۲۳ پھر جب جنوں نے قرآن سنا تو جان لیا کہ قرآن کے نزول سے پہلے اسی وجہ سے ان کو (اخبار سماوی کے) سننے سے روکا گیا ہے کہ کہیں وحی دوسری سماوی خبروں سے مشتبہ نہ ہو جائے اور جو باتیں اللہ تعالےٰ کی جانب سے وحی میں آئی ہیں وہ زمین والوں کے پاس مشکوک نہ ہو جائیں۔ تاکہ حجت قائم رہے، اور شبہوں کا ایسا خاتمہ ہو۔ کہ لوگ ایمان لائیں اور تصدیق کریں۔ اس وحی الٰہی کو سننے کے بعد جن اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے لوٹ گیے

قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ الآیۃ

انھوں نے کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے۔ اور اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے حق اور سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ آخر آیت تک۔

جن جو یہ کہا کرتے تھے کہ "انسانوں میں کے بعض اشخاص جنوں میں کے بعض افراد کی پناہ لیا کرتے تھے تو انھوں نے ان کو جہالت، سرکشی اور افترا پردازی میں بڑھا دیا" اس کا واقعہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ قریش اور ان کے علاوہ دوسرے بھی جب سفر کرتے اور رات گزارنے کے لیے کسی وادی میں اترتے تو یہ کہا کرتے تھے کہ میں آج رات اس وادی میں غلبہ رکھنے والے جن کی پناہ لیتا ہوں اس برائی سے جو اس وادی میں ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ رہق کے معنی طغیان و سفہ کے ہیں۔

رؤبہ بن العجاج نے کہا۔

إِذْ تَسْتَبِي الْهَيَّامَةَ الْمُرَهَّقَا

اس وقت کا خیال کر جبکہ وہ عورت سرگشتہ
اور نادان نوجوانوں کو پھانس لیتی تھی۔

یہ بیت اس کے رجزیہ اشعار میں کی ہے۔ رہق کے معنی کسی چیز کی ایسی تلاش کرنے کے بھی ہیں کہ تم اس سے قریب ہو جاؤ خواہ اسے حاصل کر لو یا نہ حاصل کرو۔ رؤبہ بن العجاج[1] گورخر کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بصبصن وَاقْشَعَرَرْنَ مِنْ خَوْفِ الرَّهَقْ

شکار کی تلاش کرنے والے کے قریب ہونے کے
ڈر سے وہ دم ہلاتے اور کانپنے لگتے ہیں۔

یہ بیت اس کے رجزیہ اشعار میں کی ہے۔

اور رہق مصدر بھی ہے (جس کے معنی تکلیف جھیلنا اور بار اٹھانا ہے) ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے رَهِقْتُ الْإِثْمَ أَوِ الْعُسْرَ الَّذِي

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

أَرْهِقُنِي رَهَقًا شَدِيدًا ۔ میں نے اس گناہ یا اس سختی کو برداشت کرلیا۔ جس کا سخت بار تو نے مجھ پر ڈالا ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۔ ہم نے خوف کیا کہ کہیں وہ ان دونوں (ماں باپ) پر سرکشی اور کفر کا بارنہ ڈالے ۔[له] اور فرمایا۔ ۲۲۴

وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۔ میرے معاملے میں مجھ پر سخت بار نہ ڈالنا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس نے کہا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب تاروں سے (جنوں کو) مارا گیا تو تو عرب کا پہلا شخص جو تاروں کو ٹوٹتا دیکھکر گھبرایا وہ بنی ثقیف میں کا تھا۔ اور وہ لوگ انھیں میں کے ایک شخص عمرو بن امیہ نامی کے پاس گئے جو بنی علاج[۲] میں سے تھا ۔ راوی نے کہا کہ رائے کے لحاظ سے وہ تمام عرب میں سب سے زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ انھوں نے اس سے کہا اے عمرو کیا تو نے یہ تارے پھینکے جانے کا آسمان کا نیا واقعہ نہیں دیکھا اس نے کہا کیوں نہیں (دیکھا تو ہے)

لیکن انتظار کرو اور دیکھو کہ اگر یہ تارے وہی ہیں جن سے بر و بحر میں رہنمائی حاصل ہوتی اور جن سے موسم گرما و سرما کی شناخت ہوتی ہے جس سے لوگ اپنی زندگی کے وسیلوں کی درستی کر لیتے ہیں اور یہ وہی تارے ہیں جو پھینکے جارہے ہیں تو خدا کی قسم بساط دنیا اب لپیٹی جارہی ہے اور یہ اس مخلوق کی بربادی کا سامان ہے جو اس دنیا میں رہتی ہے ۔ اور اگر یہ تارے ان تاروں کے سوا اور ہیں۔ اور وہ اپنی جگہ پر قائم اور بحال خود ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ ہے جو اس

له ۔ وقوله کے بجائے (الف) میں الی قوله لکھا ہے جو غلط ہے۔ (احمد محمودی)

۲ ۔ (ب ج د) میں احد بنی العلاج ہے اور (الف) میں امیۃ بن العلاج ہے ۔ (احمد محمودی)

مخلوق سے ہے۔ لیکن وہ کیا ہے (خدا ہی جانے)۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے علی بن حسین ابن علی بن ابی طالب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) سے اور انھوں نے عبداللہ ابن عباس سے اور انھوں نے چند انصار کے لوگوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

مَاذَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي هَذَا النَّجْمِ الَّذِي يُرْمَى بِهِ

تم ان تاروں کے متعلق جن کو پھینکا جاتا ہے کیا کہا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا اے احمد کے نبی جب ہم اس کو پھینکے جاتے ہوئے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کوئی بادشاہ مر گیا۔ کوئی بادشاہ برسر حکومت ہوگا۔ کوئی لڑکا پیدا ہوا۔ کوئی لڑکا مر گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۲۲۵

لَيْسَ ذَلِكَ كَذَلِكَ، وَلَكِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَانَ إِذَا قَضَى فِي خَلْقِهِ أَمْرًا سَمِعَهُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، فَسَبَّحُوا فَسَبَّحَ مَنْ تَحْتَهُمْ فَسَبَّحَ لِتَسْبِيحِهِمْ مَنْ تَحْتَ ذَلِكَ فَلَا يَزَالُ التَّسْبِيحُ يَهْبِطُ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسَبِّحُوا، ثُمَّ يَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ. مِمَّ سَبَّحْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ. سَبَّحَ مَنْ فَوْقَنَا فَسَبَّحْنَا لِتَسْبِيحِهِمْ فَيَقُولُونَ أَلَا تَسْأَلُونَ مَنْ فَوْقَكُمْ مِمَّ سَبَّحُوا، فَيَقُولُونَ مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى يَنْتَهُوا إِلَى حَمَلَةِ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مِمَّ

سَبَّحتُم؟ فَيَقُولُونَ. قَضَى اللهُ فِي خَلْقِهِ كَذَا وَكَذَا، لِلأَمْرِ الَّذِي
كَانَ يَهْبِطُ بِهِ الْخَبَرُ مِنْ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى السَّمَاءِ
الدُّنْيَا فَيَتَحَدَّثُوا بِهِ فَتَسْتَرِقَهُ الشَّيَاطِينُ بِالسَّمْعِ عَلَى
تَوَهُّمٍ وَاخْتِلَافٍ ثُمَّ يَأْتُوا بِهِ الْكُهَّانَ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ فَيُحَدِّ
ثُوهُمْ بِهِ فَيُخْطِئُونَ وَيُصِيبُونَ، فَيَتَحَدَّثُ بِهِ الْكُهَّانُ
فَيُصِيبُونَ بَعْضًا وَيُخْطِئُونَ بَعْضًا، ثُمَّ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَجَبَ
الشَّيَاطِينَ بِهَذِهِ النُّجُومِ الَّتِي يُقْذَفُونَ بِهَا، فَانْقَطَعَتِ
الْكَهَانَةُ الْيَوْمَ فَلَا كَهَانَةَ۔

وہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی
مخلوق کے متعلق جب کوئی فیصلہ فرماتا تو حاملانِ عرش
اس کو سن کر تسبیح کرتے تو ان کے نیچے والے بھی تسبیح کرتے۔
اور ان کی تسبیح کی وجہ سے ان کے تحت والے بھی تسبیح کرتے۔
اسی طرح تسبیح اترتی چلی آتی یہاں تک کہ دنیوی آسمان تک
پہنچ جاتی۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے تم
نے کیوں تسبیح کی وہ کہتے ہمارے اوپر والوں نے تسبیح کی تو ہم
نے بھی تسبیح کی۔ وہ کہتے کہ تم اپنے اوپر والوں سے کیوں نہیں
پوچھتے کہ انھوں نے کیوں تسبیح کی۔ پھر وہ بھی اسی طرح کہتے

یہاں تک کہ حاملان عرش تک پہنچ جاتے اور ان سے پوچھا جاتا کہ انھوں نے کیوں تسبیح کی تو وہ کہتے کہ اللہ نے اپنی مخلوق کے فلاں معاملے میں ایسا ایسا فیصلہ فرمایا ہے۔ تو وہ خبر ایک ایک آسمان سے ہوتی ہوئی اترتی یہاں تک کہ دنیوی آسمان تک پہنچتی اور وہ اس کو بیان کرتے۔ تو شیاطین اسے چوری سے وہم واختلاف کے ساتھ سنتے۔ پھر وہ زمین پر رہنے والے کاہنوں کے پاس لاتے اور ان سے بیان کرتے تو کبھی غلطی کر جاتے اور کبھی صحیح بتا دیتے پھر کاہن دوسروں سے بیان کرتے تو بعض (حصوں) صحیح بتاتے اور بعض میں غلطی کر جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تاروں کے ذریعے جو ان پر پھینکے جاتے تھے شیاطین کو روک دیا۔ اور کہانت ختم ہوگئی اور اب کہانت باقی نہ رہی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن ابو جعفر نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لبیبہ سے اور انھوں نے علی بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہ سے ابن شہاب کی حدیث ہی کی طرح انھیں (علی بن حسین) سے روایت کی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا کہ بنی سہم میں کی ایک عورت جس کو الغیطلہ کہا جاتا تھا جاہلیت میں کاہنہ تھی۔ ایک رات اس کے پاس اس کا ساتھی (جن) آیا اور دھڑام سے اس کے نیچے کی جانب گر پڑا۔ پھر کہا۔

أُدْرِ مَا أُدْرِ[1] يَوْمَ عَقْرٍ وَنَحْرٍ

میں ایک عظیم الشان واقعہ کو جانتا ہوں کہ وہ زخمی

---

[1] غالباً اس کے آخر سے یا تخفیف یا قافیہ کے لیے حذف کردی گئی ہے یعنی اصل میں أدری ما أدری تھا۔ ورنہ کوئی اور معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ (احمد محمودی)

کرنے اور گلے کاٹنے کا روز ہے۔
قریش کو جب اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے پھر وہ دوسری رات آیا اور دھڑام سے اس کے نیچے کی جانب گر گیا۔ اور کہا۔

شُعُوبٌ مَاشُعُوبٌ تَصْرَعُ بِيْهِ كَعْبٌ لِجُنُوب

درے درے کیا چیز ہیں وہ جن میں کعب اپنے پہلوؤں کے بل پچھڑ جائیں گے۔
اور جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو انھوں نے کہا اس سے اس کا کیا مقصد ہے یہ واقعہ تو ضرور ہونے والا ہے۔ پس غور کرو کہ آخر وہ ہے کیا لیکن انھوں نے اس کو نہ پہچانا۔ یہاں تک کہ جب واقعہ بدر واحد دروں میں واقع ہوئے تو انھوں نے جانا کہ یہی وہ بات تھی جس کی خبر اس (جن) نے اپنی ساتھ والی عورت کو دی تھی۔
ابن ہشام نے کہا کہ الغیطلة مدلج بن مرة کی برادری میں سے بنی مرة ابن عبد مناۃ بن کنانہ میں کی تھی۔ اور یہی ام العیاطل ہے جن کے متعلق ابوطالب نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے۔

لَقَدْ سَفِهَتْ أَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوا بَنِي خَلَفٍ قَيْضًا بِنَا وَالْغَيَاطِلِ

ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں جنھوں نے ہمارے اور بنی غیطلہ کے بجائے بنی خلف کو اختیار کر لیا ہے۔
اس عورت کی اولاد کو غیاطل کہا جاتا تھا اور یہ لوگ بنی سہم بن عمرو بن ہصیص میں سے ہیں۔ اور یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدے میں کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں عنقریب اس کے مقام پر ذکر کروں گا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے علی بن نافع الجرشی نے بیان کیا کہ

زمانہ جاہلیت میں جنب نامی یمن کے ایک قبیلہ کا ایک کاہن تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کا شہرہ ہوا اور تمام عرب میں پھیل گیا تو راوی نے کہا کہ قبیلہ جنب کے اس کاہن سے کہا کہ ہم پر مہربانی کر کے اس شخص کے متعلق دیکھو اور اس شخص کے پاس اس کے پہاڑ کے نیچے سب کے سب جمع ہوئے۔ جب سورج نکلا تو وہ ان کے پاس اتر آیا۔ ۲۲۷ اور اپنی ایک کمان پر سہارا دے کر ان کے لیے سوچتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ بہت دیر تک اپنا سر آسمان کی جانب اٹھائے رہا۔ پھر وہ کودنے لگا پھر کہا۔ لوگو اللہ نے محمد کو بزرگی عنایت فرمائی اور آپ کو انتخاب فرمالیا ہے آپ کے دل کو پاک صاف کر کے اسے (نور سے) بھر دیا ہے لوگو ان کا قیام تم میں چند روز کے لیے ہے پھر وہ اپنے پہاڑ میں جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا۔

ابن اسحق نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے جس کو میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا عثمان بن عفان کے غلام عبداللہ بن کعب سے روایت کی انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں عمر ابن الخطاب بیٹھے ہوئے تھے[1] کہ عرب کا ایک شخص مسجد میں عمر بن الخطاب کی تلاش میں آیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا تو فرمایا یہ شخص اپنے ۲۲۸ شرک ہی پر قائم ہے اس نے شرک کو ابھی تک نہیں چھوڑا۔ یا یہ فرمایا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا۔ اس شخص نے آپ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ کیا تو نے اسلام اختیار کر لیا ہے۔ ۲۲۹ اس نے کہا جی ہاں اے امیر المومنین فرمایا کیا تو زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا۔ اس شخص نے کہا سبحان اللہ اے امیر المومنین آپ نے میری نسبت ایسا خیال فرمایا۔ اور آپ نے مجھ سے ایسے معاملے کی نسبت گفتگو کا آغاز فرمایا ہے کہ جب سے آپ اس عظیم الشان خدمت پر والی ہوئے ہیں،

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنی رعایا میں سے کسی سے اس معاملے میں گفتگو نہیں فرمائی آپ نے فرمایا اللہ مغفرت فرمائے ہم زمانۂ جاہلیت میں اس سے بدتر حالت پر تھے بتوں کی پوجا کرتے اور مورتوں سے چمٹے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول اور اسلام کے ذریعے عزت بخشی۔ اس نے کہا جی ہاں اے امیر المومنین اللہ کی قسم میں زمانہ جاہلیت میں بے شک کاہن تھا۔ فرمایا اچھا تو مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھی (جن) نے تمہیں کیا خبر دی تھی۔ انھوں نے کہا اسلام سے ایک ماہ یا کچھ دنوں پہلے وہ میرے پاس آیا اور کہا

۲۳۰

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْجِنِّ وَإِبْلَاسِهَا وَإِيَاسِهَا مِنْ دِينِهَا وَلُحُوقِهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا۔

کیا تو نے جنوں اور ان کے حزن و ملال اور ان کی اپنے
دین سے ناامیدی اور ان کے اونٹوں اور ان کے پالانوں
کو لازم کر لینے (یعنی تیاری سفر) پر غور نہیں کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ کلام سجع ہے شعر نہیں ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عبداللہ بن کعب نے کہا کہ اس کے بعد عمر ابن الخطاب نے لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت کے پاس قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ تھا کہ عرب کے ایک شخص نے اس کے لیے ایک بچھڑا ذبح کیا اور ہم اس کی تقسیم کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ اس میں سے ہم پر تقسیم کرنے لگا۔ یکایک میں نے اس بچھڑے کے اندر سے ایک ایسی آواز سنی کہ اس سے زیادہ بلند آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی اور یہ واقعہ اسلام کے ظہور سے کچھ ہی دنوں پہلے کا ہے ایک مہینہ یا کچھ دنوں کا ہے۔ وہ آواز کہہ رہی تھی۔

يَا ذَرِيحُ، أَمْرٌ نَجِيحُ، رَجُلٌ يَصِيحُ، يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

اے (خون میں نہائے ہوئے) لال (بچھڑے)
ایک کامیابی کا معاملہ ہے ایک شخص بلند آواز سے پکار رہا ہے لا الہ الا اللہ۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض روایتوں میں۔

رَجُلٌ يَصِيحُ، بِلِسَانٍ فَصِيحٍ، يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

ایک شخص بزبان فصیح بآواز بلند لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے۔

بعض اہل علم نے مجھ سے ان شعروں کی بھی روایت کی ہے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَإِبْلَاسِهَا ۔۔۔ وَشَدِّهَا الْعِيسَ بِأَحْلَاسِهَا

میں نے جنوں کے حزن و ملال اور ان کے اونٹوں پر ریسیں کسنے پر تعجب کیا۔

تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى ۔۔۔ مَا مُؤْمِنُو الْجِنِّ كَأَنْجَاسِهَا

جو مکہ کی جانب ہدایت کی تلاش میں چلے جارہے تھے (کیوں نہ جاتے کہ) ایماندار جن نجس جنوں کے سے تو ہو نہیں سکتے۔

۲۳۱ ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ وہ خبریں تھیں جو عرب کے کاہنوں کے متعلق ہم تک پہنچی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہودیوں کا ڈرانا

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عاصم بن قتادہ نے اپنی قوم کے چند

لوگوں سے روایت کی انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی ہدایت کے ساتھ ساتھ جس چیز نے ہمیں اسلام کی جانب متوجہ کیا وہ باتیں تھیں جو ہم یہودیوں سے سنا کرتے تھے ہم تو مشرک اور بت پرست تھے۔ اور وہ اہل کتاب تھے۔ ان کے پاس ایک قسم کا علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا۔ ان میں ہم میں ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ جب ہم ان سے کوئی چیز لے لیتے جس کو وہ ناپسند کرتے تو وہ ہم سے کہتے۔ کہ ایک نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اور اب وہ مبعوث ہوں گے اور ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو اس طرح قتل کریں گے جیسے عاد و ارم کو قتل کیا گیا۔ اور یہ بات ہم ان سے اکثر سنا کرتے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی تو ہم نے اس کو قبول کیا۔ اور ہم نے اس چیز کو جان لیا جس سے وہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے اور اس کی جانب ہم نے ان سے سبقت کی ہم اس پر ایمان لائے اور انھوں نے اس کا انکار کیا تو ہمارے اور ان کے بارے میں (سورۂ) بقر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

۲۳۱ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ

اور جب ان کے پاس اللہ کے پاس سے ایسی کتاب آئی جو اس چیز کی تصدیق کرنے والی تھی جو ان کے ساتھ ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے امداد طلب کرتے تھے ان لوگوں پر جنھوں نے کفر کیا پھر جب ان کے پاس وہ چیز آگئی جس کو انھوں نے پہچان بھی لیا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور حق پوشی کی۔

فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔

پس انکار و حق پوشی کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ابن ہشام نے کہا یستفتحون کے معنی یستنصرون کے ہیں یعنی امداد طلب کرتے۔ اور یستفتحون کے معنی یتحاکمون کے بھی ہیں۔ یعنی حکم بناتے۔ یا دعویٰ دائر کرتے یا فیصلہ طلب کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان تو حق کے موافق فیصلہ فرما۔ اور تو تو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف[1] نے بنی عبدالاشہل والے محمود بن لبید سے اور انھوں نے سلمہ ابن سلامہ بن وقش سے روایت کی اور سلمہ اصحاب بدریین سے تھے۔ انھوں نے کہا کہ بنی عبدالاشہل میں کے یہودیوں میں سے ایک شخص ہمارا پڑوسی تھا انھوں نے کہا کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر ایک روز ہمارے پاس آیا۔ یہاں تک کہ وہ بنی اشہل کے (محلہ کے) پاس آکر کھڑا ہو گیا سلمہ نے کہا میں ان دنوں ان سب میں جو وہاں تھے کم عمر تھا۔ اپنے لوگوں کے صحن میں اپنی ایک چادر پر لیٹا ہوا تھا۔ قیامت بعث حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر ہوا۔ اوی نے کہا کہ اس نے یہ باتیں ان لوگوں سے کہیں جو مشرک بت پرست تھے۔ مرنے کے بعد زندہ کیے جانیکے وہ قائل نہ تھے تو انھوں نے اس سے کہا اے فلاں تجھ پر افسوس کیا تو سمجھتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ لوگ مرجانے کے بعد ایسے گھر جانے کیلیے

۲۳۲

[1] ۔ (الف) میں عوف بن محمود بن لبید ہے اور (ب ج د) میں عوف عن محمود بن لبید ہے۔ (احمد محمودی)

زندہ کیے جائیں گے جس میں جنت و دوزخ ہے اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے ایسا ہی ہوگا۔ اور وہ شخص (اس وقت) تمنا کرے گا کہ اس کے لیے اس آگ کے حصے کے بجائے گھر کا کوئی بڑے سے بڑا تنور ہوتا اور اس کو گرم کر دیا جاتا اور اس شخص کو اس میں ڈال کر اس کے اوپر سے گلا بہ کر دیا جاتا اور وہ اس آگ سے بچ جاتا جو کل (اس کو نصیب ہونے والی) ہے انھوں نے اس سے کہا اے فلاں شخص تجھ پر افسوس ہے اچھا یہ تو بتا کہ اس کی نشانی کیا ہے۔ اس نے کہا انھیں شہروں کی جانب سے ایک نبی اٹھایا جائیگا۔ اور اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ اور یمن کی جانب اشارہ کیا۔ تو انھوں نے کہا وہ کب، اور اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے راوی نے کہا کہ اس نے میری جانب دیکھا اور میں ان سب میں کمسن تھا تو اس نے کہا اگر اس لڑکے کی عمر نے اس کو باقی رکھ چھوڑا تو یہ اس نبی کو پالیگا۔ سلمہ نے کہا کہ زمانہ نہیں گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس حال میں وہ (لڑکا یعنی خود) زندہ اور ہمارے درمیان ہے۔ پس ہم تو آپ پر ایمان لائے اور وہ گھمنڈ اور حسد کے سبب سے آپ کا منکر ہی رہا۔ راوی نے کہا کہ ہم نے اس سے کہا اے فلاں تجھ پر افسوس ہے کیا تو وہی نہیں جس نے آپ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کہی تھیں اس نے کہا کیوں نہیں (میں تو وہی ہوں) لیکن وہ شخص وہ نہیں (جس کے متعلق میں نے کہا تھا)۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بنی قریظہ میں کے ایک بوڑھے شخص سے روایت کی اور کہا کہ اس نے مجھ سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ ثعلبہ بن سعید اور اسید بن سعید اور اسد بن عبید اور بنی قریظہ والے بنی ہدل میں کی ایک جماعت کے اسلام کا سبب کیا تھا جو

لہ ۔ (الف) میں نام مبارک نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

جاہلیت میں ان کے ساتھی تھے اور اسلام میں وہ ان کے سردار ہو گئے
راوی نے کہا کہ میں نے کہا واللہ نہیں انھوں نے کہا شام کے یہودیوں
میں کا ایک شخص جو ابن الہیبان کے نام سے پکارا جاتا تھا اسلام سے ۲۳۳
کچھ سال پہلے ہمارے پاس آیا اور ہمیں میں اترا۔ تھیں اللہ کی قسم ہم نے
پانچ وقت کی نماز نہ پڑھنے والوں (یعنی غیر مسلموں) میں اس سے بہتر کسی
کو کبھی نہیں دیکھا وہ ہمارے ہی پاس ٹھیرا تھا۔ جب مینھ نہ برستا تو ہم اس
سے کہتے اے ابن الہیبان باہر چلو اور ہمارے لیے بارش کی دعا کرو۔ وہ
کہتا اللہ کی قسم (اس وقت تک) ایسا نہ کروں گا جب تک کہ تم اپنے باہر
نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو ہم کہتے کتنا وہ کہتا ایک صاع کھجور یا دو مد جو۔
راوی نے کہا تو ہم صدقہ دیا کرتے اس کے بعد وہ ہمیں ساتھ لے کر ہمارے
کھیتوں سے باہر نکلتا اور ہمارے لیے بارش کی دعا کرتا۔ تو اللہ کی قسم وہ
اپنی جگہ سے نہ ہٹتا یہاں تک کہ ابر آتا اور ہمیں بارش نصیب ہوتی۔ اس
نے ایسا ایک دو تین بار نہیں بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ کیا۔ روای نے کہا
پھر ہمارے ہی پاس اس کی موت ہوئی۔ جب اسے اپنے مرنے کا علم ہوا
تو کہا اے گروہ یہود تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے شراب وخمیر والی سرزمین
سے تکلیف اور بھوک کی سرزمین کی طرف کونسی چیز نکال لائی ہے۔ راوی
نے کہا ہم نے کہا تم ہی خوب جانتے ہو اس نے کہا کہ میں اس شہر میں صرف
اس لیے آیا ہوں کہ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کروں جس کا زمانہ قریب
آچکا ہے۔ اور یہ شہر اس کی ہجرت گاہ ہے۔ اسی لیے مجھے امید تھی کہ وہ
مبعوث ہو اور اس کی پیروی کروں۔ اب تمھارے لیے اس کا زمانہ قریب
ہے۔ پس اے گروہ یہود ایسا نہو کہ اس کی طرف کوئی اور تم سے سبقت
کر جائے۔ وہ ذات مبارک خونریزی اور اپنے مخالفوں کی عورتوں اور
بچوں کو قید کرنے کے لیے بھیجی جائے گی تو اس کا یہ برتاو تم کو اس پر ایمان
لانے سے کہیں نہ روک دے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث
ہوئے اور بنی قریظہ کا محاصرہ فرما لیا تو ان نوجوانوں نے (جن کو ابن الہیبان نے

(نبی منتظر کی خبر دی تھی) جو شباب اور کم عمری کی حالت میں تھے کہا اے بنی قریظہ اللہ کی قسم یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق ابن الہیبان نے تم سے عہد لیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا یہ وہ نہیں ان نوجوانوں نے کہا کیوں نہیں اللہ کی قسم اس کے صفات کے لحاظ سے تو وہی ہے پھر وہ اتر آئے اور اسلام اختیار کیا اور اپنے مال اور اہل و عیال اور اپنے خونوں کی انھوں نے حفاظت کر لی ابن اسحٰق نے کہا یہ وہ باتیں تھیں جو یہود سے ہم تک پہنچیں۔

سلمان رضی اللہ عنہ کا اسلام

۲۳۴ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادۃ الانصاری نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ مجھ سے سلمان الفارسی نے بیان کیا اور میں نے خود ان کے منہ سے سنا انھوں نے کہا کہ میں فارسی اصبہان والا وہاں کے جیّ[1] نامی قریہ کا رہنے والا تھا۔ اور میرے والد اپنے قریہ کے ایک کسان تھے اور میں انھیں تمام مخلوق خدا سے زیادہ پیارا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کی محبت مجھ سے ہمیشہ رہی۔ یہاں تک کہ وہ مجھے اپنے گھر میں اس طرح مقید رکھتے جس طرح ایک لڑکی کو بند رکھا جاتا ہے۔ اور میں نے مجوسیت میں کوشش کی یہاں تک آگ کے ان خادموں میں سے ہو گیا جو اس کو ہمیشہ روشن رکھتے اور گھڑی بھر کے لیے بھی بجھنے نہیں دیتے تھے۔ اور میرے والد کے پاس بڑی زمین تھی اور وہ ایک روز اپنے ایک مکان بنانے میں لگ گئے تو مجھ سے کہا اے میرے پیارے بیٹے آج میں اپنے اس مکان کے بنانے کے سبب سے اپنی زمین کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا تم وہاں جاؤ اور اسے

[1] (ح د) میں جی با حائے حطی ہے۔ (احمد محمودی)

دیکھ آؤ اور انھوں نے کچھ ایسی باتوں کا بھی مجھے حکم دیا جو وہ وہاں چاہتے تھے۔ پھر انھوں نے مجھ سے کہا مجھے چھوڑ کر کہیں تم وہاں رہ نہ جانا کیوں کہ اگر مجھے چھوڑ کر تم وہاں رک گئے تو مجھے اپنی زمین سے بھی زیادہ تمھاری فکر ہو جائے گی اور مجھ سے میرے تمام کام چھڑا دے گی انھوں نے کہا کہ جب میں ان کی زمین کو جانے کے لیے نکلا جس کی جانب انھوں نے مجھے روانہ کیا تھا۔ تو میرا گزر نصاریٰ کے کلیساؤں میں سے ایک کلیسا پر سے ہوا۔ میں نے اس میں ان کی نماز پڑھنے کی آوازیں سنیں اور میں ان لوگوں کے حالات سے بالکل ناواقف تھا کیونکہ میرے والد مجھے اپنے گھر ہی میں بند رکھتے تھے جب میں نے ان کو دیکھا تو ان کی نماز مجھے بہت پسند آئی اور ان کے کاموں کی جانب مجھ میں رغبت پیدا ہو گئی میں نے کہا اللہ کی قسم اس دین[1] سے جس میں ہم ہیں یہ بہتر ہے۔ پھر تو خدا کی قسم میں ان کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور اپنے والد کی زمین کو نہ جا سکا پھر میں نے ان سے کہا اس دین میں ملنے کے لیے مجھے کہاں جانا ہو گا انھوں نے کہا شام کو۔ پھر میں اپنے والد کے پاس لوٹ آیا جبکہ وہ میری تلاش میں لوگوں کو ادھر ادھر بھیج چکے تھے۔ اور میں نے ان سے ان کے تمام کام چھڑا دیئے پھر جب میں ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا بیٹا کہاں تھے کیا میں نے تم سے پہلے ہی سب کچھ نہیں کہہ دیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے کہا ابا جان میں کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا جو اپنے کلیسا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے ان کی دین کی وہ باتیں جو میں نے دیکھیں بہت پسند آئیں۔ اللہ کی قسم سورج ڈوبنے تک انھیں کے پاس رہا ان کے والد نے کہا اے میرے پیارے بیٹے اس دین میں کوئی بہتری نہیں ہے تمھارا اور تمھارے بزرگوں کا دین اس سے بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے والد سے کہا ایسا نہیں ہے اللہ کی قسم بے شبہہ وہ ہمارے دین سے بہتر ہے کہا کہ پھر تو وہ مجھے دھمکانے لگے اور میرے پاؤں

۲۳۵

[1] (الف) میں دین کا لفظ نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

میں بیڑی ڈالدی اور گھر میں مجھے قید کردیا اور میں نے نصاریٰ کی طرف کہلا بھیجا
کہ جب تمہارے پاس شام سے کوئی قافلہ آئے تو اس کی مجھے اطلاع دینا
کہا کہ اس کے بعد ان کے پاس شام سے نصرانی تاجروں کا ایک قافلہ آیا
انھوں نے اس کی مجھے اطلاع دی میں نے ان سے کہا کہ جب وہ اپنی ضرورتیں
پوری کرلیں اور اپنے شہروں کو لوٹنا چاہیں تو مجھے اطلاع کرنا پھر جب ان
لوگوں نے اپنے شہروں کی جانب ہونے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں کے جانے کی
مجھے اطلاع دی تو میں نے اپنے پاؤوں کی بیڑیاں نکال پھینکیں اور ان کے ساتھ
نکل بھاگا یہاں تک کہ شام پہنچا اور جب میں وہاں گیا تو پوچھا کہ اس دین والوں
میں علم کے لحاظ سے کون بہترین ہے انھوں نے کہا کہ کلیسا کا اسقف کہا
کہ پھر تو میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا مجھے اس دین کی جانب رغبت
ہے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں اور تمہارے کلیسا میں تمہاری
خدمت کروں۔ اور تم سے کچھ سیکھوں۔ اور تمہارے ساتھ نماز پڑھوں۔
اس نے کہا اندر آؤ۔ میں اس کے ساتھ اندر گیا کہا کہ وہ شخص برا آدمی تھا
لوگوں کو صدقوں کا حکم دیتا اور انھیں اس کی رغبت دلاتا اور جب وہ لوگ
اپنے پاس سے کچھ جمع کرکے لاتے تو وہ اس کو اپنی ذات کے لیے
جمع کر رکھتا اور مسکینوں کو نہ دیتا یہاں تک کہ اس نے سات گھڑے سونا
چاندی جمع کر رکھا تھا کہ جب میں نے اس کو ایسا کرتے دیکھا تو اس سے
سخت نفرت کرنے لگا۔ پھر وہ مر گیا۔ اور نصاریٰ اس کے دفن کرنے
کے لیے اس کے پاس جمع ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو برا آدمی تھا۔
تمھیں صدقے کا حکم دیتا اور اس کی رغبت دلاتا تھا اور جب تم اس کے
پاس صدقے لاتے تو اس کو اپنے لیے خزانے میں رکھ لیتا اور مسکینوں کو اس
میں سے کچھ نہ دیتا تھا۔ کہا تب تو وہ لوگ مجھ سے کہنے لگے تجھ کو اس کی
کیا خبر کہا کہ میں نے ان سے کہا کہ میں تمھیں اس کا خزانہ بتاتا ہوں انھوں نے
کہا اچھا تو وہ خزانہ ہمیں بتاؤ۔ کہا کہ میں نے ان کو اس خزانے کی جگہ بتلادی
انھوں نے اس میں سے سات گھڑے سونے چاندی سے بھرے ہوئے

نکالے۔ کہا کہ جب ان لوگوں نے ان گھڑوں کو دیکھ لیا تو کہا کہ اللہ کی قسم
ہم اس کو ہرگز دفن نہ کریں گے۔ کہا کہ پھر تو انھوں نے اس کو سولی چڑھا دیا
اور اس پر پتھروں کی بارش کی۔ اور ایک دوسرے شخص کو لائے۔ اور اس ۲۳۶
کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ راوی نے کہا کہ سلمان کہا کرتے تھے کہ میں نے
کسی ایسے شخص کو جو پانچوں وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو (یعنی کسی غیر مسلم کو)
نہیں دیکھا جس کو میں نے اس سے بہتر اور اس سے۔ وہ دنیا سے روکش اور اس سے
زیادہ آخرت کی طرف راغب اور اس سے زیادہ رات دن کے اوقات کا پابند سمجھا ہو
کہا کہ میں اس سے اس قدر محبت کرنے لگا کہ اس سے پہلے اس کی سی محبت میں نے کسی
سے نہیں کی۔ کہا کہ میں اس کے پاس ایک زمانے تک رہا جب اس کی موت کا وقت آیا
تو میں نے اس سے کہا اے فلاں میں تیرے ساتھ رہا اور تجھ سے ایسی محبت کی کہ تجھ سے پہلے
اور کسی سے نہیں کی۔ اور اب تیرے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ حکم آپہنچا جس کو تو دیکھ رہا
ہے۔ اب تو مجھے کس کے پاس رہنے کی وصیت کرتا ہے اور کونسی بات کا
مجھے حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے اللہ کی قسم میں آج
کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اس (دین) پر ہو جس پر میں تھا۔ لوگ
تو چل بسے اور (اب جو رہ گئے ہیں) انھوں نے اس کو بدل دیا اور جس
حالات پر وہ تھے ان میں سے اکثر کو چھوڑ دیا۔ بجز ایک شخص کے جو موصل
میں رہتا ہے اور وہ فلاں ہے۔ اور وہ (دین کی) اسی حالت پر ہے
جس پر میں تھا۔ پس تم اسی کے پاس جاؤ۔

پھر جب وہ مر گیا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو میں موصل والے
کے پاس پہنچا۔ اور اس سے کہا اے فلاں فلاں شخص نے مرتے وقت
مجھے وصیت کی ہے کہ میں تیرے پاس جاؤں اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ
تو بھی اسی کا ہم خیال ہے۔ کہا کہ اس نے کہا کہ میرے پاس رہو۔ میں اس کے
پاس رہ گیا تو میں نے اس کو اس کے ساتھی کا بہترین ہم خیال پایا وہ بھی
کچھ زیادہ نہ رہا کہ مر گیا۔ جب اس کی موت قریب پہنچی تو میں نے اس سے
کہا اے فلاں فلاں نے مجھے تیری طرف جانے اور تیرے پاس رہنے کی

وصیت کی تھی۔ اور اب تیرے پاس اللہ تعالیٰ کا وہ حکم آپہنچا ہے۔ جس کو تو دیکھ رہا ہے تو مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے اور کس بات کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے اللہ کی قسم میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اس (دین) پر ہو جس پر ہم تھے بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں ہے۔ اور وہ فلاں ہے اسی سے جا کر ملو۔ پھر جب وہ مر گیا اور نظروں سے غائب ہو گیا تو میں نصیبین والے کے پاس پہنچا اور اپنے حالات اس سے بیان کیے اور اس کے دوست نے جو حکم مجھے دیا تھا اس کی بھی اطلاع دی۔ تو اس نے کہا میرے پاس رہو۔ میں اسی کے پاس رہ گیا۔ میں نے اسے بھی اس کے دونوں ساتھیوں کا ہم حال پایا پس بہترین شخص کے ساتھ رہنے لگا۔ اللہ کی قسم کچھ دن یہ رہا تھا کہ اسے بھی موت آگئی۔ جب اس کی موت قریب ہوئی تو میں نے کہا اے فلاں فلاں شخص نے فلاں کے پاس جانے کی مجھے وصیت کی تھی اور پھر فلاں نے تیرے پاس جانے کی وصیت کی۔ اب تو مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے اور کس چیز کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ کوئی ایسا شخص باقی رہا ہو جو ہمارا ہم خیال ہو کہ میں تجھے وہاں جانے کا حکم دوں بجز ایک شخص کے جو روم کی سرزمین عموریہ میں رہتا ہے کہ وہی اس (دین) پر ہے جس پر ہم تھے۔ پس اگر تم چاہو تو اس کے پاس جاؤ بے شک وہ ہمارا ہم خیال ہے۔ پھر جب وہ مر گیا اور نظروں سے چھپا دیا گیا تو میں عموریہ والے کے پاس پہنچا اور اپنے واقعات کی اطلاع دی تو اس نے کہا میرے پاس رہ جا۔ میں اس کے پاس رہ گیا جو اپنے ساتھیوں کی ہدایت پر بہترین شخص اور ان کا ہم خیال تھا۔ کہا کہ پھر میں کمانے دھمانے لگا یہاں تک کہ میرے پاس بہت سی گائیں اور بکریاں ہو گئیں پھر اس پر بھی حکم خداوندی آیا۔ اور جب وہ مرنے کے قریب ہوا تو میں نے اس سے کہا اے فلاں میں فلاں کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی۔ پھر فلاں نے فلاں کے پاس جانے کی

۲۳۷

وصیت کی پھر فلاں نے فلاں کے پاس اور پھر فلاں نے تیرے پاس جانے کی اب تو مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے اور کس بات کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے اللہ کی قسم میرے علم میں نہیں کہ آج کسی نے اس (دین) پر صبح کی ہو جو اس کا سا ہو جس پر ہم تھے کہ میں تجھ کو اس کے پاس جانے کا حکم دوں لیکن حالت یہ ہے کہ ایک نبی کا زمانہ قریب آپہنچا ہے اور وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر مبعوث ہونے کو ہے وہ سرزمین عرب سے ظاہر ہوگا۔ اس کی ہجرت گاہ دو کالے پتھروں والی زمینوں کے درمیان ہوگی ان دونوں زمینوں کے درمیان کھجور کے پیڑ ہوں گے۔ اس (نبی) میں ایسی علامتیں ہوں گی جو چھپ نہ سکیں گی وہ ہدیہ کھائے گا۔ اور صدقہ نہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر ان شہروں میں پہنچنے کی تجھ میں طاقت ہو تو وہاں جا۔ کہا کہ پھر وہ شخص بھی مرگیا اور دفن کر دیا گیا اور میں عموریہ میں اللہ تعالیٰ نے جس قدر چاہا رہا۔ پھر میرے پاس سے بنی کلب کے چند تاجر گزرے تو میں نے ان سے کہا مجھے سرزمین عرب کی طرف سوار کرا کے لے چلو اور میں تم کو یہ اپنی گائیں اور اپنی بکریاں دیدیتا ہوں انھوں نے کہا اچھا تو میں نے انھیں وہ سب چیزیں دے دیں اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا یہاں تک کہ جب وادی القری کو پہنچے تو انھوں نے مجھ پر ظلم کیا اور غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالا۔ پس میں اسی کے پاس رہتا تھا اور میں نے نخلستان بھی دیکھا تو مجھے امید ہوگئی کہ یہ وہی شہر ہوگا جس کا بیان میرے دوست نے مجھ سے کیا تھا لیکن اس بستی نے میرے دل میں اثر نہیں کیا۔ اور اسی حالت میں کہ میں اس کے پاس[1] تھا اس کا ایک چچا زاد بھائی جو بنی قریظہ میں کا تھا مدینہ سے اس کے پاس آیا۔ اس نے مجھے اس سے خرید لیا۔ اور مجھے مدینہ لایا پس اللہ کی قسم جیسے ہی میں نے اس کو دیکھا اپنے دوست کے بیان کئے ہوئے صفات سے فوراً پہچان لیا۔ اور وہیں رہنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ مدت تک مکہ میں رہے اور میں نے اپنی غلامی کے دھندوں

[1] (الف) میں انا عندہ ہے اور (ب، ج) انا عبدہ ہے یعنی اس حال میں کہ میں اس کا غلام تھا۔ (احمد محمودی)

کے سبب سے آپ کا کوئی ذکر نہیں سنا باوجود اس کے کہ میں وہیں (یعنی مدینہ میں) تھا۔ پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ کی قسم میں اپنے مالک کے خرما کے درخت پر اس کا کچھ کام کر رہا تھا۔ اور میرا مالک میرے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک اس کا ایک چچازاد بھائی آیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے فلاں بنی قیلہ کو اللہ برباد کرے اللہ کی قسم وہ اس وقت قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو ان کے پاس آج ہی مکہ سے آیا ہے ان لوگوں کا دعوی ہے کہ وہ نبی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ قیلہ کاہل بن عذرۃ بن سعد بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعۃ کی بیٹی اور اوس و خزرج کی ماں تھی۔ نعمان بن بشیر الانصاری نے اوس و خزرج کی مدح میں کہا ہے۔

بَہالیلُ مِن اَولادِ قَیلَةَ لَم یَجِد ‏ عَلَیہِم خَلِیطٌ فِی مُخَالَطَةٍ عَتَبَا

وہ لوگ صفات حسنہ کے جامع سردار ہیں قیلہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا شریک کار ان کے ساتھ شرکت میں کوئی ناراضی نہیں پاتا۔

مَسَامِیحُ أَبطَالٌ یُرَاحُونَ لِلنَّدَی ‏ یَرَونَ عَلَیہِم فِعلَ آبَائِہِم نَجبَا

سخی دل مشاہیر ہیں سخاوت سے انہیں راحت ملتی ہے۔ اپنے بزرگوں کی خوبیوں کو اپنے لیے بھی لازمی سمجھتے ہیں۔

یہ دونوں بیتیں اس کے ایک قصیدے کی ہیں۔

ابن اسحق نے کہا مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادۃ الانصاری[1] نے محمود بن لبید سے انھوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت بیان کی انھوں نے کہا کہ سلمان نے کہا پھر جب میں نے یہ سنا تو مجھ پر کپکپی طاری

[1] (الف) میں الانصاری نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ہونے لگی۔

(ابن ہشام نے کہا کہ العرواء کے معنی الرعدة من البرد والانتفاض[1] ہیں یعنی سردی کی کپکپی یا پھریری۔

وان کان مع ذلک عرق فهی الرحضاء وکلاهما ممدود

اگر اس کے ساتھ پسینہ بھی ہو تو وہ رحضاء ہے

[illegible] اور [illegible] لفظ بھی الف ممدودہ سے ہیں)

یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ میں اب اپنے مالک پر گر پڑوں گا۔ پھر میں کھجور کے درخت سے نیچے اترا اور میں اس کے چچا زاد بھائی سے کہنے لگا تم کیا کہتے ہو تو میرا مالک غصے ہوا اور مجھے زور سے ایک مکا مارا اور کہا تجھے کیا کام اسی لیے تو میں تیرے کام کی نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ انھوں نے کہا میں نے کہا کچھ بھی نہیں میں نے صرف اس بات کی تصدیق کرنی چاہی کہ وہ کیا کہتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ (سرمایہ) تھا جس کو میں نے اکٹھا کر رکھا تھا جب شام ہوئی تو وہ لے لیا اور اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور آپ قبا میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے پاس آ گیا اور آپ سے عرض کی مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک نیک شخص ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے غریب ساتھی بھی ہیں جو حاجتمند ہیں میرے پاس صدقے کی یہ ذرا سی چیز موجود تھی میں نے آپ لوگوں کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مستحق سمجھا۔ کہا کہ میں نے وہ چیز آپ کے روبرو پیش کر دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا[2] کھاؤ کھاؤ اور آپ نے اپنا ہاتھ روک رکھا۔ اور اسے نہ کھایا تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ ایک (علامت) ہے

۲۳۹

۱۔ (الف) میں الانتفاض [illegible] (احمد محمودی)

۲۔ (الف) میں [illegible]

۳۔ (الف) میں ماذا تقول [illegible] (احمد محمودی)

پھر میں آپ کے پاس سے چلا گیا۔ اور پھر کچھ جمع کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبدیل مکان فرما کر مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ پھر میں آپ کے پاس آیا اور آپ سے عرض کی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ صدقہ تناول نہیں فرماتے ہیں اس لیے یہ ہدیہ آپ کے شایان شان حاضر ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور اپنے صحابہ کو حکم دیا تو آپ کے ساتھ انہوں نے بھی کھایا تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ دو (علامتیں) ہوئیں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ بقیع الغرقد میں تھے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کے جنازے کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ مجھ پر میری دو چادریں تھیں۔ اور آپ اپنے صحابیوں کے درمیان تشریف فرما تھے میں نے آپ کو سلام کیا اور چکر لگا کر آپ کی پشت مبارک کو دیکھنے گیا کہ کیا میں اس خاتم کو جس کا وصف میرے دوست نے مجھ سے بیان کیا تھا دیکھ سکتا ہوں (یا نہیں) ۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں آپ کے گرد گھوم رہا ہوں تو آپ سمجھ گئے کہ میں کسی ایسی شئے کی تحقیق کر رہا ہوں جس کا وصف مجھ سے بیان کیا گیا ہے۔ تو آپ نے اپنی پشت مبارک سے چادر نیچے گرا دی میں نے مہر نبوت دیکھی اور اس کو پہچان بھی لیا اور روتے ہوئے اس کو بوسہ دینے کے لیے اس پر گرا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تحول" ہٹو تو میں ہٹ گیا۔ پھر آپ کے سامنے بیٹھا اور اے ابن عباس میں نے آپ سے اپنے واقعات اسی طرح بیان کیے جس طرح (ابھی ابھی) تم سے بیان کیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا کہ یہ واقعات آپ کے اصحاب بھی سنیں۔ پھر سلمان کو ان کی غلامی نے مصروف رکھا یہاں تک کہ بدر واحد (کی جنگیں) بھی ان سے چھوٹ گئیں۔ سلمان نے کہا کہ پھر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۲۴۰ "کاتب یا سلمان" اے سلمان مکاتبت کر لو (یعنی اپنے مالک کو کچھ دے کر آزادی حاصل کر لو) تو میں نے اپنے مالک سے

چالیس اوقیے[۱] (سونا) اور تین سو کھجور کے درخت اس کے لیے گڑھوں میں نصب کر کے سرسبز کر دینے کے معاوضے میں آزادی لکھوائی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی امداد کرو۔ تو انھوں نے کھجوراکے درختوں سے امداد کی۔ کسی شخص نے تیس کھجور کے پودوں سے کسی نے بیس سے کسی نے پندرہ سے کسی نے دس سے۔ ہر شخص جتنے اس کے پاس تھے اس سے امداد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میرے لیے تین سو کھجور کے پودے اکٹھے ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذْهَبْ يَا سَلْمَانُ فَفَقِّرْ لَهَا، فَإِذَا فَرَغْتَ فَأْتِنِي أَكُنْ أَنَا أَضَعُهَا بِيَدِي۔

سلمان جاؤ اور ان کے لیے گڑھے کھودو اور جب (گڑھے کھودنے سے) فارغ ہوجاؤ تو میرے پاس آؤ کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انھیں نصب کروں۔

کہا کہ پھر تو میں نے گڑھے کھودے اور میرے ساتھیوں نے بھی میری امداد کی یہاں تک کہ جب میں فارغ ہوا تو آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو اطلاع دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اس مقام کی طرف تشریف لے چلے ہم کھجور کے پودے آپ کے پاس لانے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اسے نصب فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ ہم فارغ ہوگئے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے اس میں سے ایک پودا بھی نہیں سوکھا۔ میں نے کھجور کے درخت تو اس کے حوالے کردئیے۔ اب صرف مجھ پر مال باقی رہ گیا۔

---

[۱] اوقیہ رطل کا بارھواں حصہ ہوتا ہے اور رطل تقریباً پونڈ کے مساوی۔ (احمد محمودی)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا پیش کیا گیا ۔ تو آپ نے فرمایا ۔

مَا فَعَلَ الْفَارِسِيُّ الْمُكَاتِبُ ۔

فارسی مکاتب نے کیا کیا (یعنی اس نے اپنی مکاتبت کا معاوضہ ادا کر دیا یا نہیں ،

کہا کہ ۔ پھر مجھے آپ کے پاس بلایا گیا آپ نے فرمایا ۔

خُذْ هٰذِهٖ فَأَدِّهَا مِمَّا عَلَيْكَ يَا سَلْمَانُ

اے سلمان یہ لو اور جو قرض تم پر ہے اس کے عوض میں یہ دے دو

کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ جو قرض مجھ پر ہے اس کے (لحاظ سے) یہ کس شمار میں ہوگا (یعنی میرا قرض تو بہت زیادہ ہے اور اسے تو اس سے کچھ نسبت (ہی) نہیں فرمایا ۔

خُذْهَا فَإِنَّ اللّٰهَ سَيُؤَدِّي بِهَا عَنْكَ

یہ لے تو لو ۔ اللہ اسی کے ذریعے تمہاری طرف سے ادا کر دیگا ۔

تو میں نے اس کو لے لیا ۔ اور اس کو انھیں تول دیا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے (وہ پورا) چالیس اوقیے (تھا) بس میں نے ان کا حق پورا پورا ادا کر دیا ۔ اور سلمان آزاد ہوگیا ۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خندق میں آزاد ہو کر حاضر ہوا اس کے بعد آپ کی ہمرکابی میں کوئی جنگ مجھ سے نہ چھوٹی ۔

۲۴۱

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے عبدالقیس میں کے ایک شخص سے اور اس نے سلمان سے روایت بیان کی کہ انھوں نے کہا جب میں نے کہا کہ یا رسول اللہ جو قرض مجھ پر ہے اس کے (لحاظ سے) یہ

کس شمار میں ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے لیا اور
اپنی زبان پر اس کو الٹا پلٹا پھر فرمایا۔

خُذْهَا فَأَوْفِهِمْ مِنْهَا

یہ لو اور اس سے ان کا پورا حق ادا کردو۔

تو میں نے اس کو لے لیا اور اس سے ان کا پورا حق ادا کر دیا جو
چالیس اوقیے تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا
انھوں نے کہا مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس کو میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔
اس نے عمر بن عبدالعزیز بن مروان سے روایت کی انھوں نے کہا کہ مجھ
کو سلمان فارسی سے روایت پہنچی کہ انھوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے حالات کی خبر سنائی تو یہ کہا کہ عموریہ والے شخص نے ان
سے کہا کہ تم سرزمین شام کے فلاں مقام پر جاؤ وہاں دو جھاڑیوں کے
درمیان ایک شخص ہے ہر سال اس جھاڑی سے نکلتا ہے اور گزرتا ہوا
اس جھاڑی کی طرف چلا جاتا ہے۔ بیماریوں والے اس کے راستے پر
آجاتے ہیں اور وہ جس کے لیے دعا کرتا ہے وہ شفا پاتا ہے۔ جس دین
کی تم کو تلاش ہے اس سے پوچھو وہ تمھیں اس کے متعلق اطلاع دیگا۔
سلمان نے کہا پس میں نکلا یہاں تک میں اس جگہ آیا جس جگہ کا مجھے پتا دیا گیا تھا
تو میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے بیماروں کو لے کر وہاں جمع ہو گئے ہیں۔
یہاں تک کہ وہ اس رات ایک جھاڑی سے نکل کر گزرتے ہوئے دوسری
جھاڑی کی طرف چلا۔ لوگ اپنے بیماروں کو لے کر اس پر چھا گئے۔ وہ جس
کے لیے دعا کرتا وہ شفا پاتا۔ لوگوں نے اس کے پاس پہنچنے میں مجھ سے
سبقت کی۔ اس لیے میں اس تک نہ پہنچ سکا۔ حتیٰ کہ وہ اس جھاڑی میں
چلا گیا۔ جس میں وہ جانا چاہتا تھا۔ صرف اس کا مونڈھا باہر تھا۔ کہا کہ
میں نے اس کو پکڑ لیا تو اس نے کہا یہ کون ہے اور میری جانب متوجہ

ہوا تو میں نے کہا اللہ آپ پر رحمت کرے مجھے طریقۂ حنیفیہ دین ابراہیمی سے آگاہ کیجئے۔ اس نے کہا کہ تم ایسی بات پوچھتے ہو جس کو آج کوئی نہیں پوچھتا۔ حرم والوں میں سے ایک نبی اس دین پر مبعوث ہو گا جس کا زمانہ تم سے قریب ہو گیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ وہ تمھیں اس پر چلائے گا۔ کہا کہ پھر وہ شخص اندر چلا گیا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر سلمان سے فرمایا ۲۴۲

لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَنِي يَا سَلْمَانُ لَقَدْ لَقِيتَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔

اے سلمان! اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو تم نے عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کی

ان چار شخصوں کا بیان جو بتوں کی پوجا چھوڑ کر تلاش ادیان میں ادھر اُدھر چلے گئے
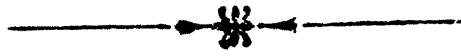
ابن اسحٰق نے کہا کہ قریش ایک روز اپنی ایک عید میں اپنے بتوں میں سے ایک بت کے پاس جمع ہوئے جس کی وہ تعظیم کرتے، اس کے لیے قربانیاں کرتے، اس کے پاس معتکف رہتے اور اس کے گرد گھومتے تھے۔ ان کی یہ عید ہر سال ایک روز ہوا کرتی تھی۔ ان لوگوں میں سے چار شخصوں نے تنہائی میں گفتگو کی۔ اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ سچائی (کا عہد) کرو اور اپنے آپس کے معاملہ کو دوسروں سے چھپاؤ۔ سبھوں نے کہا اچھا۔ یہ لوگ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی اور عبید اللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ جس کی

ماں امیہ بنت عبد المطلب تھی اور عثمان بن الحویرث بن اسد بن عبد العزی بن قصی اور زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن عبد اللہ بن قرط بن ریاح[1] بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ علم حاصل کرو۔ اللہ کی قسم تمہاری قوم کسی ٹھیک راستے پر نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ ابراہیم کے دین کو بھول چلے ہیں۔ پتھر کیا چیز ہے جس پر نجاست ڈالی جاتی ہے۔ نہ وہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ نقصان دیتا نہ نفع پہنچاتا ہے۔ لوگو اپنے لیے کوئی دین ڈھونڈو۔ کیونکہ اللہ کی قسم تم کسی صحیح طریقے پر نہیں ہو۔ ملکوں میں طریقہ حنیفیہ دین ابراہیم کی تلاش میں پھیل جاؤ۔ پس ورقہ بن نوفل نے تو نصرانیت میں استحکام اختیار کیا۔ اور علماء سے علوم کتبیہ حاصل کرنے میں لگ گیا۔ یہاں تک کہ اہل کتاب کے علوم کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ اور عبید اللہ بن جحش تک کی اسی حالت پر جس پر وہ تھا قائم رہا یہاں تک کہ اسلام اختیار کیا اور مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی جانب ایسی حالت میں ہجرت کی کہ اس کے ساتھ اس کی مسلمہ بیوی ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ بھی تھیں۔ پھر جب وہ وہاں پہنچا تو نصرانیت اختیار کر کے اسلام سے الگ ہو گیا۔ اور وہیں نصرانیت ہی کی حالت میں مرگیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر بن الزبیر نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ عبید اللہ بن جحش جب نصرانی ہو گیا تو اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس سے گزرتا جو وہیں سرزمین حبشہ میں تھے۔ تو وہ اس سے کہتے۔

فَقَّحْنَا وَصَأْصَأْتُمْ

ہم نے تو آنکھیں کھول دیں اور تم ابھی چوندھیائے ہوئے ہو۔

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (ب ج) میں ریاح یائے تحتانیہ سے ہے اور (د) میں رباح بائے موحدہ سے۔ (احمد محمودی)

جب حکومتیں تقسیم ہوگئیں تو میں ایک ہزار ارباب
کی پرستش کروں یا ایک پروردگار کی۔

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى جَمِيعاً كَذَلِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُورُ

میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا۔ قوت والا
اور مستقل مزاج شخص ایسا ہی کرتا ہے۔

فَلَا عُزَّى أَدِينُ وَلَا ابْنَتَيْهَا وَلَا صَنَمَيْ بَنِي عَمْرٍو أَزُورُ

پس میں نہ عزیٰ کی پوجا کرتا ہوں نہ اس کے دونوں
بیٹیوں کی اور نہ میں بنی عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت
کرتا ہوں۔

وَلَا غَنْماً أَدِينُ وَكَانَ رَبًّا لَنَا فِي الدَّهْرِ إِذْ حِلْمِي يَسِيرُ

اور نہ غنم (نامی بت) کی پوجا کرتا ہوں جو اس
زمانے میں ہمارا پروردگار (سمجھا جاتا) تھا جبکہ میری عقل
کم تھی۔

عَجِبْتُ وَفِي اللَّيَالِي مُعْجِبَاتٌ وَفِي الْأَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْبَصِيرُ

مجھے تعجب ہوا۔ اور دیکھو تو دن رات میں بہت سی
حیرت انگیز چیزیں ہیں جن کو آنکھ والا ہی پہچانتا ہے۔

بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَفْنَى رِجَالاً كَثِيراً كَانَ شَأْنَهُمُ الْفُجُورُ

کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے لوگوں کو فنا کر ڈالا
جن کی حالت سرتاپا نافرمانی تھی۔

وَأَبْقَى آخَرِينَ بِبِرِّ قَوْمٍ فَيَرْبِلُ مِنْهُمُ الطِّفْلُ الصَّغِيرُ

۲۲۸

اور دوسرے بہتوں کو بعضوں کی نیکی کے سبب سے
باقی رکھا کہ ان میں کے چھوٹے بچے نشو و نما پاتے
اور تعداد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

وَبَيْنَا الْمَرْءُ يَعْثُرُ تَابَ يَوْمًا ۔۔۔ كَمَا يَتَرَوَّحُ الْغُصْنُ الْمَطِيرُ

اور ایسے حال میں کہ آدمی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے
کسی دن اس کی حالت ایسی درست ہو جاتی ہے۔ جیسے
بارش سے سرسبز و شاداب ٹہنی۔

وَلَكِنْ أَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّي ۔۔۔ لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُورُ

لیکن میں تو اپنے پروردگار رحمن کی عبادت کرتا ہوں
تاکہ میرا ڈھانک لینے والا پروردگار میرے گناہ کو ڈھانک دے

فَتَقْوَى اللّٰهِ رَبِّكُمْ احْفَظُوهَا ۔۔۔ مَتَى مَا تَحْفَظُوهَا لَا تَبُورُ

پس اے لوگو تم اپنے پروردگار کے تقوے کی
حفاظت کرو جب تم اس کی حفاظت کرو گے تو وہ رائے گاں
نہ جائے گا۔

تَرَى الْأَبْرَارَ دَارُهُمْ جِنَانٌ ۔۔۔ وَلِلْكُفَّارِ حَامِيَةٌ سَعِيرُ

تو دیکھ لیگا کہ نیکوں کا گھر جنت ہے۔ اور کافروں
کے لیے گرم بھڑکتی ہوئی آگ۔

لہ۔ (الف) میں یعثر یعنی اس حال میں کہ آدمی سست و کاہل ہوتا ہے
پھر درست ہو جاتا ہے۔ اگر اس مصرع میں تاب کے بجائے ناب نائے مثناۃ فوقانیہ سے
ہوتا تو معنی زیادہ بہتر ہو جاتے۔ (احمد محمودی)

وَخِزْيٌ بِي الْحَيَاةِ وَإِنْ يَمُوتُوا ... بُلَاقُوا مَا تَضِيقُ بِهِ الصُّدُورُ

اور زندگی میں رسوائی۔ اور اگر وہ مر گئے تو ایسی حالت سے دوچار ہوں گے جس سے دل تنگ ہو جائیں گے۔

اور زید بن عمرو بن نفیل نے یہ بھی ابیات کہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ امیہ بن ابی الصلت کی یہ بیتیں اسی کے قصیدے کی ہیں۔ بجز پہلی دو بیتوں اور پانچویں بیت اور آخری بیت کے دوسرے مصرع کے۔ کیونکہ اس کی روایت ابن اسحٰق کے علاوہ دوسروں سے (کی گئی) ہے۔

إِلَى اللهِ أُهْدِي مِدْحَتِي وَثَنَائِيَا ... وَقَوْلًا رَصِينًا لَا يَنِي الدَّهْرَ بَاقِيَا

اللہ تعالیٰ کی جناب میں میں اپنی مدح و ثنا اور ایک ایسی محکم بات کا ہدیہ پیش کر رہا ہوں جو باقی زمانہ بھی ابد تک کمزور نہ ہو۔

إِلَى الْمَلِكِ الْأَعْلَى الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ ... إِلٰهٌ وَلَا رَبٌّ يَكُونُ مُدَانِيَا

اس شہنشاہ اعظم کی جناب میں جس کے اوپر کوئی معبود نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ایسا رب ہے جو اس کے قریب قریب یعنی اس کی سی صفتیں رکھنے والا ہو۔

أَلَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِيَّاكَ وَالرَّدَى ... فَإِنَّكَ لَا تُخْفِي مِنَ اللهِ خَافِيَا

خبردار اے انسان اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھید بھی چھپا نہیں سکتا۔

وَإِيَّاكَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللهِ غَيْرَهُ ... فَإِنَّ سَبِيلَ الرُّشْدِ أَصْبَحَ بَادِيَا

(اے انسان) اللہ تعالی کے ساتھ اس کے غیر کو شریک
کرنے سے اپنے کو بچا کہ سیدھی راہ تو نمایاں ہو چکی ہے

حنانيك إن الجن كانت رجاءهم　　وأنت إلهي ربنا ورجائيا

اے میرے معبود میں تیرے الطاف و کرم کا طالب
ہوں دوسرے لوگوں کے لیے تو جن امید و رجا کے مرجع بنے
ہوئے ہیں اور ہم سب کا پالنے والا اور میری امید و رجا کا
مرجع تو تو ہی ہے۔

رضيت بك اللهم ربا فلن أرى　　أدين إلها غيرك الله ثانيا

یا اللہ میں تیری ربوبیت سے راضی ہوں۔ تیرے
سوا کسی دوسرے معبود کو پرستش کے لائق کبھی نہ سمجھوں گا۔

وأنت الذي من فضل من ورحمة　　بعثت إلى موسى رسولا مناديا

تو ہی وہ ذات ہے جس نے (اپنے) انتہا احسان
و مہربانی سے موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب (رشد و ہدایت
کی) منادی کرنے والے سفیر (حامل وحی فرشتہ) کو بھیجا۔

فقلت له يا اذهب وهرون فادعوا　　إلى الله فرعون الذي كان طاغيا

اور تو نے اس سے کہا کہ اے موسیٰ تم ہارون کو ساتھ
لے کر جاؤ اور اس فرعون کو جو سرکش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ

وقولا له آأنت سويت هذه　　بلا وتد حتى اطمأنت كما هيا

اور تم دونوں اس سے دریافت کرو کہ کیا تو نے
اس (زمین) کو بغیر کسی میخ کے قائم رکھا کہ وہ اس حالت پر برقرار

ہو گئی جیسی کہ وہ (اب تمھیں نظر آرہی) ہے۔

وَقُولَا لَهُ آأَنْتَ رَفَعْتَ هٰذِهِ بِلَا عَمَدٍ أَرْفِقْ إِذًا بِكَ بَانِيَا

اور تم دونوں اس سے پوچھو کہ کیا تو نے اس (آسمان) کو بے کھمبوں کے اونچا کر دیا ہے۔ (اگر ایسا ہی ہے) تو تو بڑا مارک کاریگر ہے۔

وَقُولَا لَهُ آأَنْتَ سَوَّيْتَ وَسْطَهَا مُنِيرًا إِذَا مَا جَنَّهُ اللَّيْلُ هَادِيَا

اور اس سے سوال کرو کہ کیا تو نے اس (آسمان) کے بیچ میں روشن (چاند) بنایا ہے کہ جب اس پر رات چھا جاتی ہے تو وہ رہنمائی کرتا ہے۔

وَقُولَا لَهُ مَنْ يُرْسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَةً فَيُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْأَرْضِ ضَاحِيَا

اور اس سے کہو کہ صبح سویرے اس آفتاب کو کون بھیجتا ہے جس سے زمین کے جس حصے تک روشنی پہنچتی ہے وہ روشن ہو جاتا ہے۔

وَقُولَا لَهُ مَنْ يُنْبِتُ الْحَبَّ فِي الثَّرَىٰ فَيُصْبِحَ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيَا

اور اس سے کہو دانے کو گیلی مٹی میں کون اُگاتا ہے کہ اس سے ساگ پات لہلہاتی ہوئی اُبھر آتی ہے۔

وَيُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّهُ فِي رُؤُوسِهِ وَفِي ذَاكَ آيَاتٌ لِمَنْ كَانَ وَاعِيَا

اور ان ترکاریوں میں سے ان کے سروں پر اس کے بیج نکل آتے ہیں۔ غور کرنے والے کے لیے ان چیزوں میں (ہزاروں) نشانیاں ہیں۔

وَأَنْتَ بِفَضْلٍ مِنْكَ نَجَّيْتَ يُونُسًا ‎ ‎ ‎ وَقَدْ بَاتَ فِي أَضْعَافِ حُوتٍ لَيَالِيَا

اور تو نے ہی اپنی مہربانی سے یونس کو بچایا۔ حالانکہ انھوں نے مچھلی کے (پیٹ میں) بہت سے پردوں کے اندر کئی راتیں بسر کیں۔

وَإِنِّي لَوْ سَبَّحْتُ بِاسْمِكَ رَبَّنَا ‎ ‎ ‎ لَأُكْثِرُ إِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَائِيَا

اے ہمارے پروردگار اگرچہ میں نے تیرے نام کی تسبیح کی (تیری عبادت کرتا رہا)۔ مگر بہت ہی خطاکار ہوں۔ (مجھے اپنے اعمال کے لحاظ سے بخشش کی امید نہیں) مگر یہ کہ تو اپنے فضل وکرم سے بخش دے۔

فَرَبَّ الْعِبَادِ أَلْقِ سَيْبًا وَرَحْمَةً ‎ ‎ ‎ عَلَيَّ وَبَارِكْ فِي بَنِيَّ وَمَالِيَا ‎ ٢٤٧

اے بندوں کے پالنے والے مجھ پر رحمت کا مینھ برسا اور میری اولاد اور میرے مال میں برکت دے۔

اور زید بن عمرو نے اپنی عورت صَفِیّہ بنت الحضرمی پر غصہ ہوتے ہوئے کہا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ الحَضرمی کا نام عبد اللہ بن عَبّاد بن اکبر[1] تھا جو بنی صدف میں کا ایک شخص تھا اور الصَّدِف کا نام عمرو بن مالک تھا جو بنی السَّکون بن اَشرس بن کِندی میں کا ایک شخص تھا کہا جاتا ہے کہ کِندَہ بن ثور بن مُرتع بن عُفیر بن عدی بن الحارث بن المرۃ بن ادد بن زید بن مہسع بن عمرو بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا کا بیٹا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مرتع بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا۔

---

[1] (ب ح و) میں بن اکبر نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ابن اسحٰق نے کہا کہ زید بن عمرو نے مکہ سے نکل جانے کا (اس لیے) ارادہ کر لیا تھا۔ کہ طریقہ حنیفہ دین ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں مسافروں کی طرح گھومتا رہے۔ اور صفیہ بنت الحضرمیہ کی یہ حالت تھی کہ جب اس کو دیکھتی کہ سفر کرنے کا ارادہ کر چکا ہے اور نکلنے کے لیے تیار ہو گیا ہے تو الخطاب بن نفیل کو اس کی اطلاع کر دیتی۔ اور الخطاب بن نفیل اس کا چچا بھی تھا اور مادری بھائی بھی۔ اپنی قوم کے دین کو چھوڑنے پر وہ اسے ہمیشہ لتاڑا کرتا اور الخطاب نے صفیہ کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جب تو اسے اس کام کا ارادہ کرتے دیکھے تو مجھے اس کی اطلاع کر دیا کر۔ تو اس وقت زید بن عمرو نے یہ بیتیں کہیں۔

لَا تَحْبِسِنِي فِي الْهَوَا ... نِ صَفِيَّ مَا دَأْبِي وَدَأْبُهُ

اے صفیہ مجھے ذلت میں نہ روک رکھ میری حالت کو اس کی حالت سے کیا نسبت ہے۔

إِنِّي إِذَا خِفْتُ الْهَوَا ... نَ مُشَيَّعٌ ذُلُلٌ رِكَابُهُ

مجھے کسی ذلت کا خوف ہو تو میں (اس کا) پیچھا کرنیوالا ہوں اور اس کے لیے سواریاں (مجھے) آسانی سے ملجانے والی موجود ہیں۔

دُعْمُوصُ أَبْوَابِ الْمُلُو ... كِ وَجَائِبٌ لِلْخَرْقِ نَابُهُ

میں بادشاہوں کے دروازوں کا کیڑا ہوں اور وسیع میدانوں کی مسافت طے کرنے والی اونٹنیاں موجود ہیں۔

قَطَّاعُ أَسْبَابٍ تَذِلُّ ... بِغَيْرِ أَقْرَانٍ صِعَابُهُ

ب ۔ الف میں یہی ہے ۔ (احمد محمودی)

میں راستوں کا ایسا قطع کرنے والا ہوں کہ وسواکرا
راہیں بھی بغیر کسی ساتھی کے (میرے لیے) آسان ہو جاتی ہیں

وَإِنَّمَا أَخَذَ الْهَوَا نُ الْعَيْرَ إِذْ تُوهِيَ إِهَابُهُ

ذلت تو صرف گدھے کو اپنی گرفت میں رکھ سکتی
ہے جبکہ اس کی جلد بدن (اس کو) کمزور کر دیتی ہے۔

وَيَقُولُ إِنِّي لَا أَذِ لُّ بِصَكِّ جَنْبَيْهِ صِلَابُهُ

اور وہ کہتا ہے کہ میں سخت اوزاد سے کے خم
ٹھونکنے (اور مقابلہ پر آنے) پر بھی اطاعت قبول نہیں کرتا۔

وَأَخِي ابْنُ أُمِّي ثُمَّ عَمِّ ـتِي لَا يُوَاتِينِي خِطَابُهُ

اس کی بات مجھ سے موافقت نہیں کرتی حالانکہ
وہ میری ماں کا بیٹا (مادری بھائی) بھی ہے اور میرا
چچا بھی۔

وَإِذَا يُعَاتِبُنِي بِسُو ءٍ قُلْتُ أَعْيَانِي جَوَابُهُ

اور جب وہ بری طرح مجھ پر غصہ ہوتا ہے تو
میں کہتا ہوں کہ اس کے جواب نے مجھے عاجز کر دیا ہے
یعنی میں اس کا جواب نہیں دیتا۔

ولو اشاء لقلت ما عندی مفاتحه وبابه

اور اگر میں چاہوں مرا (اس کے جواب میں)
ایسی ایسی باتیں کہوں کہ جس کی کنجیاں اور دروازے
میرے (ہی) پاس ہیں یعنی ان باتوں تک کسی کی بھی رسائی نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ زید بن عمرو بن نفیل کے بعض گھر والوں سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ زید جب مسجد کے اندر کعبۃ کے سامنے جاتا تو کہتا۔

لَبَّیْکَ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَرِقًّا عُذْتُ بِمَا عَاذَ بِہِ اِبْرَاھِیْم مُسْتَقْبِلَ الْکَعْبَة

عجز وانکسار کے ساتھ حاضری علامانہ ذلت کے ساتھ
حاضری واقعی تیرے ہی دربار کی حاضری ہے بس اس ذات کی پناہ کا طالب ہوں جس کی پناہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ابراہیم نے طلب کی تھی
اور وہ کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔

أَنفِی لَکَ اللّٰھُمَّ عَانٍ رَاغِمُ مَھْمَا تُجَشِّمْنِی فَإِنِّی جَاشِمُ

یا اللہ میری ناک تیرے لیے ذلت کے ساتھ مٹی کو رگڑ رہی ہے۔ (میں تیرے سامنے سربسجدہ ہوں) جو جو تکلیفیں تو مجھ پر ڈالے میں ان کو برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔

اَلْبِرَّ أَبْغِی لَا الْخَالَ لَیْسَ مُھَجِّرٌ کَمَنْ قَالَ

میں نیکی کا طلبگار ہوں تکبر کا نہیں۔ وطن کا چھوڑنے والا دوپہر میں آرام سے سونے والے کا سا نہیں۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

اَلْبِرَّ أَبْقَی لَا الْخَالَ لَیْسَ مُھَجِّرٌ کَمَنْ قَالَ

میں نیکی کو باقی رکھنے والا ہوں تکبر کو نہیں الخ

کہا (ابن ہشام نے) کہ الفاظ "مستقبل الکعبہ" کعبہ کی جانب منہ کیا ہوا" کی روایت بعض اہل علم نے کی ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا ۔ زید بن عمرو بن نفیل نے (یہ بھی) کہا ہے ۔

وَأَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ ۔۔۔ لَهُ الْأَرْضُ تَحْمِلُ صَخْرًا ثِقَالًا

میں نے اپنی گردن اس ذات کے آگے جھکا دی جس کے آگے بھاری چٹانوں کو اٹھانے والی زمین نے سرخم کیا۔

دَحَاهَا فَلَمَّا رَآهَا اسْتَوَتْ ۔۔۔ عَلَى الْمَاءِ أَرْسَى عَلَيْهَا الْجِبَالَا

اس نے اس زمین کو بچھا دیا اور جب دیکھا کہ وہ پانی پر ٹھیک طور پر استوار ہوگئی تو اس نے اس پر پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ۔

وَأَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ ۔۔۔ لَهُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالَا

میں نے اس ذات کے آگے اپنا سر جھکا دیا جس کے آگے صاف میٹھا پانی اٹھانے والے بادلوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

إِذَا هِيَ سِيقَتْ إِلَى بَلْدَةٍ ۔۔۔ أَطَاعَتْ فَصَبَّتْ عَلَيْهَا سِجَالَا

جب وہ (بادل) کسی سرزمین کی طرف ہانکے گئے تو انھوں نے اطاعت کی اور اس پر (ان گنت) ڈول انڈیل دیے ۔
الخطاب نے زید کو بہت تکلیف دی یہاں تک کہ ان کو مکہ کی سطح مرتفع کی جانب شہر بدر کر دیا وہ مکہ کے مقابل حراء میں اتر پڑے اور خطاب نے ان کے پیچھے قریش کے نوجوانوں اور جاہلوں کو لگا دیا

اور ان سے کہہ دیا کہ اس کو مکہ میں داخل ہونے نہ دو پس وہ مکہ میں چوری چھپے کے سوا داخل نہ ہوئے اور جب ان میں سے کسی کو اس کی خبر ہوتی تو وہ الخطاب کو خبر کر دیتے اور وہ سب مل کر انھیں وہاں سے نکال دیتے اور انھیں تکلیفیں پہنچاتے کہ کہیں وہ ان کا دین نہ بگاڑ دیں اور کہیں ان میں سے کوئی الگ ہو کر اس کا پیرو نہ ہو جائے۔ کعبۃ اللہ کی عظمت و حرمت بیان کرتے ہوئے اپنی قوم کے ان لوگوں کے خلاف جنھوں نے اس کی حرمت کا پاس نہیں کیا تھا انھوں نے کہا۔

لَاهُمَّ إِنِّي مُحْرِمٌ لَا حِلَّهْ ۔ وَإِنَّ بَيْتِي أَوْسَطُ الْمَحِلَّهْ

عِنْدَ الصَّفَا لَيْسَ بِذِي مَضَلَّهْ

یا اللہ میں حرم کو حرم سمجھنے والا ہوں، اس کی حرمت توڑنے والا نہیں ہوں میرا گھر محلہ کے بیچ میں صفا کے پاس ہے۔ گمراہی کا مقام نہیں ہے۔

پھر وہ دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ رہبان احبار، علما اور نصاریٰ کے ناکحوں سے پوچھتے ہوئے موصل اور الجزیرہ تک پہنچ گئے پھر آکر شام کے تمام مقاموں میں دوڑ دھوپ کی یہاں تک کہ سرزمین بلقاء کے مقام میفعہ میں ایک راہب کے پاس پہنچے۔ جس کے پاس ان کے دعوے کے لحاظ سے نصرانیوں کا انتہائی علم تھا۔ اس سے انھوں نے ابراہیمی دین کے طریقۂ حنفیہ کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے کہا تم ایسے دین کی تلاش میں ہو جس پر چلانے والا تم کو آج کل کوئی نہیں ملے گا لیکن ایک نبی کا زمانہ قریب آچکا ہے جس کا ظہور تمھارے انھیں شہروں میں ہوگا جس سے تم نکل آئے ہو۔ وہ دین ابراہیم حنیفیہ پر مبعوث ہوگا۔ بس تم انھیں شہروں میں جا پہنچو۔ کیونکہ وہ اب مبعوث ہونے کو ہے۔ یہی اس کا زمانہ ہے۔

۲۵۰

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

اور وہ یہودیت اور نصرانیت کا اندازہ تو کر ہی چکے تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی انھیں پسند نہ آیا تھا۔ اس لیے وہ وہاں سے فوراً مکہ کے ارادے سے نکلے۔ جب اس راہب نے ان سے مذکورہ باتیں کیں۔ اور جب وہ بنی لخم کی بستیوں میں پہنچے تو ان لوگوں نے حملہ کر کے انھیں قتل کر ڈالا ورقہ بن نوفل بن اسد نے اس کا مرثیہ کہا۔

رَشِدْتَ وَأَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو وَإِنَّمَا ۔۔۔ تَجَنَّبْتَ تَنُّورًا مِنَ النَّارِ حَامِيَا

اے ابن عمرو تو نے سدھی راہ اختیار کی اور یہ راہ تو نے بڑے سوچ بچار کے بعد اختیار کی اور تو بھڑکتی ہوئی آگ کے تنور سے بچ گیا۔

بِدِينِكَ رَبًّا لَيْسَ رَبٌّ كَمِثْلِهِ ۔۔۔ وَتَرْكِكَ أَوْثَانَ الطَّوَاغِي كَمَا هِيَا

تیرے اس پروردگار کا دین اختیار کرنے کے سبب سے جس کا کوئی مثل نہیں، اور سرکشوں کی مورتوں کو ان کی اسی (ذلیل) حالت پر چھوڑ دینے کے سبب سے جس حالت میں کہ وہ تھیں، تو نے نجات پائی۔

وَإِدْرَاكِكَ الدِّينَ الَّذِي قَدْ طَلَبْتَهُ ۔۔۔ وَلَمْ تَكُ عَنْ تَوْحِيدِ رَبِّكَ سَاهِيَا

جس کی تو تلاش میں تھا اس دین کو پا لینے کے سبب سے اور اس سبب سے کہ تو اپنے رب کی توحید کو بھولنے والا نہ تھا۔

فَأَصْبَحْتَ فِي دَارٍ كَرِيمٍ مُقَامُهَا ۔۔۔ تُعَلَّلُ فِيهَا بِالْكَرَامَةِ لَاهِيَا

پس تو ایسے گھر میں جا پہنچا جہاں کا رہنا عزت ہے۔ جہاں اعزاز کے ساتھ تمام چیزوں سے بے فکر ہو کر

(اپنی کوششوں کا) پھل پاتا رہے گا۔

تلاقي خليل الله فيها ولم تكن　　من الناس جبارا إلى النار هاويا

تو وہاں خلیل اللہ سے ملاقات کرے گا تو سرکش
لوگوں اور آگ میں گرنے والوں میں سے نہ تھا۔

وقد تدرك الإنسان رحمة ربه　　ولو كان تحت الأرض سبعين واديا

اگرچہ انسان ستر وادیوں کی گہرائی میں زمین کے نیچے ہو
پھر بھی پروردگار کی رحمت اس تک پہنچ جاتی ہے۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) پہلی دو بیتیں امیہ بن ابی الصلت کے قصیدے میں بھی روایت کی گئی ہیں۔ آخر کی بیت بھی اسی کے قصیدے کی ہے اور اوثان الطواغی جس بیت میں ہے اس کی روایت ابن اسحٰق سے نہیں بلکہ دوسروں سے ہے۔

انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے[1] جو خبریں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے یہ خبر بھی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے انجیل میں اہل انجیل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ یہ صفت بیان فرمائی ہے، جس کو یحنس حواری نے ان کے لیے انجیل لکھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا اہل انجیل سے یہ عہد لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے پروردگار سے دشمنی کی۔ اور اگر میں ان کے سامنے ایسے کام نہ کرتا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کئے۔ تو ان کی کچھ خطا نہ ہوتی لیکن وہ آج سے اترانے لگے ہیں۔ اور انھوں نے

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر بھی غلبہ حاصل کریں گے۔ لیکن وہ بات جو ناموس (الٰہی) میں ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے کہ انھوں نے مجھ سے ناحق بغض کیا۔ پس کاش منحمنا آگئے ہوتے جن کو اللہ تمھاری طرف (اپنی) پاک روح (مرتبہ) ربوبیت سے بھیجےگا۔ یہ وہ ہوگا جو رب کے پاس سے نکلا اور میرا گواہ ہے۔ اور تم بھی (میرے گواہ ہو) کیونکہ تم قدیم سے میرے ساتھ رہے ہو۔ میں نے تم سے یہ بات کہدی ہے کہ تم شک۔ گویا (عدم تبلیغ کی) تمھیں شکایت نہ رہے۔

اور منحمنا سریانی زبان میں محمد (کا ہم معنی) ہے اور رومی زبان میں برقلیطس کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(اس عہد کا ذکر جو اللہ عزوجل نے اپنے رسول کے متعلق تمام انبیا صلی اللہ علیہم اجمعین سے لیا)۔

(زہری نے) کہا کہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے کہا کہ ہم سے زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحٰق مطلبی سے روایت بیان کی انھوں نے کہا کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالی نے آپکو عالم کیلئے رحمت اور تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا بناکر مبعوث فرمایا اور اللہ تبارک وتعالی نے ہر نبی سے جس کو آپ سے پہلے مبعوث فرمایا۔ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے اور آپ کے مخالفوں کے مقابل آپ کی امداد کرنے کا وعدہ لے لیا تھا۔ اور ان سے یہ بھی وعدہ لیا تھا کہ ان پر جو لوگ ایمان لائیں اور ان کی

۲۵۲

له۔ (ب ج و) میں روح القدس ہے اور الف میں روح القسط ہے یعنی انصاف کی روح۔
(احمد محمودی)

ٮ۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

تصدیق کریں ان تک بھی یہ بات پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ کے متعلق اس بارے میں ان پر جو حق تھا انھوں نے پہنچا دیا۔ اللہ تعالی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي (أي ثقل ما حملتم من عهدي) قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔

(اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے انبیا سے پکا وعدہ لیا (اور ان الفاظ میں حکم دیا کہ اے نبیو) میں نے تم کو جو کتاب وحکمت دی ہے (تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ) پھر تمھارے پاس کوئی رسول اس چیز کی تصدیق کرنے والا جو تمھارے ساتھ ہے آئے تو تم ضرور اس پر ایمان لاوگے۔ اور ضرور اس کی مدد کروگے۔ پھر فرمایا کیا تم نے اس کو تسلیم کیا اور میرا عہد (یا میرے عہد کا بار اٹھایا) قبول کرلیا۔ انھوں نے کہا ہم نے تسلیم کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

غرض اللہ تعالی نے تمام نبیوں سے آپ کی تصدیق اور آپ کے مخالفوں کے مقابلے میں آپ کی امداد کا عہد لیا اور انھوں نے

اس عہد کو ان لوگوں تک پہنچا دیا جو ان دونوں کتاب والوں (یعنی اہل انجیل اور اہل توریت) میں سے ان انبیا پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی تھی

ان سچے خوابوں کا بیان جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتدا ہوئی

ابن اسحق نے کہا کہ زہری نے عروۃ بن زبیر کی روایت کا ذکر کیا ہے جس کو انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ام المومنین نے ان سے بیان کیا کہ پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (رسالت کی) ابتدا کی گئی وہ سچے خواب تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بزرگی (کا اظہار) اور آپ کے ذریعے بندوں پر رحمت نازل کرنی چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں جو خواب دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح ظاہر ہوتے۔ ام المومنین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تنہائی آپ کے لیئے محبوب بنا دی تھی اور کوئی چیز آپ کو تنہائی میں رہنے سے زیادہ پسندیدہ نہ رہی تھی۔

پتھروں اور درختوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا

ابن اسحق نے کہا کہ مجھ سے عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سفیان

ے۔ (الف) میں نہیں ہے۔

ابن العلاء بن جاریۃ الثقفی نے جو خوب یاد رکھنے والے تھے، بعض اہل علم سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو دور چلے جاتے۔ یہاں تک کہ بستی سے آپ دور ہو جاتے اور مکہ کی گھاٹیوں اور وادیوں کے اندر پہنچ جاتے اور جس پتھر اور درخت کے پاس سے آپ گذرتے وہ السلام علیک یارسول اللہ کہتا۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دہنے بائیں اور پیچھے توجہ فرماتے۔ درختوں اور پتھروں کے سوا کسی کو نہ دیکھتے (غرض اس حالت پر آپ) اتنی مدت تک رہے جس مدت تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر رمضان کے مہینے میں بمقام حراء جبرئیل آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آپ کے اعزاز واکرام کی وہ عظمت وہ شان والی چیز لائے جس کو سب جانتے ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام کے آنے کی ابتدا

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے آل زبیر کے غلام وہب بن کیسان نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن الزبیر کو کہتے سنا وہ عبید بن عمر بن قتادۃ اللیثی سے کہتے تھے کہ اے عبید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو نبوت کی ابتدا کا ظہور کس طرح ہوا۔ راوی نے کہا کہ میں موجود تھا۔ تو عبید نے عبداللہ بن زبیر اور ان لوگوں سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک مہینہ حراء

لہ ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

میں اعتکاف[1] کیا کرتے تھے۔ اور یہ (بات) ان (عادتوں) میں سے تھی جس کو جاہلیت میں بھی قریش عبادت کے طور پر (تحنث) کیا کرتے تھے۔ اور تحنث کے معنی تبرّر (نیکی) کے ہیں۔

ابن اسحق نے کہا کہ ابو طالب کہتے ہیں۔

وَثَوْرٍ وَمَنْ أَرْسَى ثَبِيرًا مَكَانَهُ ۝ وَرَاقٍ لِيَرْقَى فِي حِرَاءٍ وَنَازِلِ [۲۵۴]

اور جبل ثور کی (پناہ لیتا ہوں) اور اس ذات کی (پناہ لیتا ہوں) جس نے کوہ ثبیر کو اس کی جگہ لنگر انداز کر دیا اور چڑھنے والے اور اترنے والے کی (پناہ لیتا ہوں) جو کوہ ثبیر سے اس لیے اتر رہا ہے تاکہ کوہ حرا پر چڑھ جائے[2]۔

ابن ہشام نے کہا کہ عرب تحنث و تحنف دونوں لفظ استعمال کرتے ہیں اور ان دونوں لفظوں سے ان کی مراد حنیفیہ اختیار کرنا (ہی) ہوتی ہے۔ وہ ف کو ث سے بدل دیتے ہیں جس طرح جدف اور جدث دونوں لفظوں

[1] اصل میں اعتکاف کا لفظ نہیں ہے، بلکہ "یجاور" ہے جس کے معنی تقریباً اعتکاف ہی کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی دنیا کے مشغلے چھوڑ کر مسجد میں بیٹھے تو اس کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اور مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ بیٹھے تو اسے مجاورۃ کہتے ہیں یعنی اعتکاف کے لیے مسجد کی شرط ہے اور مجاورۃ کے لیے مسجد کی شرط نہیں۔ چونکہ اردو میں مجاورہ کا لفظ مستعمل نہیں ہے اس لیے میں نے اعتکاف کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ عام فہم ہو۔ (مترجم از سہیلی)

[2] مذکورہ بالا شعر کے سمجھانے کے لیے سہیلی نے ابن عبد البر کا یہ بیان لکھا ہے کہ کوہ حراء حرم کے ان پہاڑوں میں ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تھا کہ یا رسول اللہ آپ میری جانب تشریف لائیے جبکہ آپ کوہ ثبیر پر تھے۔ اور کوہ ثبیر نے آپ سے کہا تھا کہ آپ مجھ پر سے اتر جائیے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ مجھ پر قتل نہ کر دیئے جائیں کہ مجھ پر بھی عذاب ہوگا۔ (مترجم از سہیلی)

سے مراد قبر ہوتی ہے ۔ رؤبۃ العجاج نے کہا ہے ۔

لوکان احجاری مع الاجداف[1]

اگر میرے پتھر قبروں کے ساتھ ہوتے

اجداف سے مراد اجداث ہے جس کے معنی قبریں ہیں ۔ یہ بیت اس کے بحر رجز کے قصیدے میں کی ہے ۔ اور ابوطالب کی بیت بھی ان کے ایک قصیدے میں کی ہے جس کا ذکر انشاء اللہ اس کے موقع پر کروں گا ۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا کہ عرب ثمّ کے بجائے فمّ کہتے ہیں اور ثے کو فے سے بدل دیتے ہیں ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے وہب بن کیسان نے بیان کیا کہ عبید نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مہینے ہر سال اعتکاف فرماتے اور جو مسکین آتا اسے کھانا کھلاتے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مہینے کا اعتکاف پورا فرما لیتے اور لوٹتے تو اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کعبۃ اللہ کا سات بار یا اللہ جس قدر چاہتا طواف فرماتے اس کے بعد اپنے گھر لوٹتے ۔ یہاں تک کہ اس سال جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ۔ جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا اور وہ مہینہ رمضان کا تھا تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعتکاف کے لیے نکلا کرتے تھے حرا کی جانب نکلے اور آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ بھی تھیں ۔ یہاں تک کہ جب وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے سرفراز فرمایا اور اس کے ذریعے بندوں پر رحم فرمایا ۔ جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم

---

[1] اس مصرع کا قبل اور مابعد کہا ہے نہیں ملا ۔ اس لیے اس کا مطلب بھی سمجھ میں نہ آیا ۔ [2] الف میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

لیے ہوئے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

فجاءني جبريل وأنا نائم بنمط من ديباج فيه كتاب

میرے پاس جبرئیل اس وقت جب میں سو رہا تھا۔ اور ایک ریشمی کپڑا لائے جس پر کچھ لکھا تھا۔

۲۵۵

فقال اقرأ، قال، قلت ما أقرأ، قال فغتني به حتى ظننت أنه الموت

ثم أرسلني فقال اقرأ، قال، قلت ما أقرأ، قال فغتني به حتى ظننت أنه الموت

ثم أرسلني فقال اقرأ، قال قلت ماذا[1] أقرأ، قال فغتني به حتى ظننت أنه الموت

ثم أرسلني فقال اقرأ، قال فقلت ماذا أقرأ، ما أقول ذلك إلا افتداء منه

أن يعود لي بمثل ما صنع بي فقال اقرأ باسم ربك الذي خلق خلق الإنسان

من علق اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم علم الإنسان ما لم

يعلم۔

پھر کہا پڑھئے۔ فرمایا میں نے کہا میں پڑھا نہیں کرتا (یعنی مجھے پڑھنا نہیں آتا) تو انھوں نے مجھے اس (کے پڑھنے) پر مجبور کیا یا تنگ کیا (یا مجھے اس کے لیے پکڑ کر کھینچا) یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے۔ پھر انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے پھر میں نے کہا میں پڑھا نہیں کرتا۔ فرمایا پھر انھوں نے مجھے اس (کے پڑھنے) پر تنگ کیا (یا مجھے

لہ۔ لفظ ذا (الف) میں اس جگہ نہیں ہے۔

بھیجا) یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے ۔ پھر
مجھے چھوڑ دیا ۔ پھر کہا پڑھئے ۔ فرمایا ۔ میں نے کہا۔
کیا پڑھوں فرمایا ۔ پھر انھوں نے مجھے تنگ کیا (یا بھینچا)
حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے پھر انھوں نے مجھے
چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے فرمایا میں نے کہا کیا پڑھوں میں یہ
بات صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ ان سے چھوٹ جاؤں
کہ کہیں پھر ویسا ہی نہ کریں جیسا انھوں نے (پہلے)
میرے ساتھ کیا تھا ۔ پھر انھوں نے کہا ۔ اپنے پروردگار
کے نام سے پڑھئے جس نے تخلیق کی یا اندازہ کیا (اور)
انسان کو ذرا سی چیز سے یا ایک تعلق کی وجہ سے یا سینہ جل
سے یا جونک کی سی شکل سے پیدا کیا ۔ پڑھئے آپ کا پروردگار
تو بڑی شان والا ہے ۔ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔
انسان کو وہ باتیں سکھلائیں جن سے وہ ناواقف تھا۔

فَقَرَأْتُهَا ثُمَّ انْتَهَى وَانْصَرَفَ عَنِّي وَهَبَبْتُ مِنْ نَوْمِي فَكَأَنَّمَا
كُتِبَتْ فِي قَلْبِي كِتَابًا قَالَ فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي
وَسَطٍ مِنَ الْجَبَلِ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ يَقُولُ يَا مُحَمَّدُ
أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَأَنَا جِبْرِيلُ قَالَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ
أَنْظُرُ فَإِذَا جِبْرِيلُ فِي صُورَةِ رَجُلٍ صَافٍّ قَدَمَيْهِ فِي
أُفُقِ السَّمَاءِ يَقُولُ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَأَنَا جِبْرِيلُ

قَالَ فَوَقَفْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَمَا أَتَقَدَّمُ وَمَا أَتَأَخَّرُ وَجَعَلْتُ
أُصْرِفُ وَجْهِي عَنْهُ فِي آفَاقِ السَّمَاءِ قَالَ فَلَا أَنْظُرُ فِي
نَاحِيَةٍ مِنْهَا إِلَّا رَأَيْتُهُ كَذَلِكَ فَمَا زِلْتُ وَاقِفًا مَا
أَتَقَدَّمُ أَمَامِي وَمَا أَرْجِعُ وَرَائِي حَتَّى بَعَثَتْ خَدِيجَةُ
رُسُلَهَا فِي طَلَبِي فَبَلَغُوا أَعْلَى مَكَّةَ وَرَجَعُوا إِلَيْهَا وَ ۲۵۲
أَنَا وَاقِفٌ فِي مَكَانِي ذَلِكَ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنِّي وَانْصَرَفْتُ
رَاجِعًا إِلَى أَهْلِي حَتَّى أَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَجَلَسْتُ إِلَى فَخِذِهَا
مُضِيفًا إِلَيْهَا فَقَالَتْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ أَيْنَ كُنْتَ فَوَاللَّهِ
لَقَدْ بَعَثْتُ رُسُلِي فِي طَلَبِكَ حَتَّى بَلَغُوا أَعْلَى مَكَّةَ وَرَجَعُوا إِلَيَّ
ثُمَّ حَدَّثْتُهَا بِالَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَتْ أَبْشِرْ يَا ابْنَ عَمِّ وَاثْبُتْ
فَوَالَّذِي نَفْسُ خَدِيجَةَ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ
نَبِيَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ ۔

پھر میں نے انھیں پڑھا اور پھر یہ بات ختم ہو گئی

تو وہ میرے پاس سے چلے گئے ۔ اور میں اپنی نیند سے
بیدار ہو گیا اور گویا وہ میرے دل میں اچھی طرح لکھا تھا
فرمایا ۔ پھر میں نکلا یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کے وسط
میں تھا تو ایک آواز سنی وہ آواز کہہ رہی تھی اے محمد آپ
اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں ۔ فرمایا ۔ تو
میں نے دیکھنے کے لیے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا
تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے کنارے پر ایک آدمی کی شکل
میں جبرئیل ہیں جن کے پاؤں صاف ہیں وہ کہہ رہے
ہیں اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل
ہوں فرمایا میں ان کی طرف دیکھتا کھڑا رہ گیا نہ آگے
بڑھتا ہوں نہ پیچھے ہٹتا ہوں اور میں اپنی توجہ ان کی
جانب سے پھیر کر آسمان کے کنارے ڈال رہا ہوں
فرمایا تو آسمان کے جس کونے میں نظر ڈالتا ہوں تو انہیں کو
اسی حالت میں دیکھتا ہوں بس میں اسی حالت میں کھڑا
ہو گیا نہ اپنے سامنے کی جانب بڑھتا ہوں اور نہ اپنے
پیچھے کی طرف لوٹتا ہوں یہاں تک کہ میری تلاش میں خدیجہ
نے اپنے آدمی بھیجے تو وہ مکہ کے بلند مقام تک پہنچے اور پھر واپس
ہو گئے اور میں اپنی اسی جگہ تھا پھر وہ (جبرئیل) میرے پاس سے چلے گئے اور
میں بھی اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ آیا ۔ یہاں تک کہ
خدیجہ کے پاس پہنچا ۔ تو ان کے زانو کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی
طرف جھک پڑا تو انھوں نے کہا اے ابو القاسم آپ کہاں
تھے ۔ اللہ کی قسم میں نے آپ کی تلاش میں اپنے آدمی
بھیجے یہاں تک کہ وہ مکہ کے بلند حصہ تک پہنچ کر میری طرف
واپس بھی آ گئے ۔ تو میں نے ان سے اس خبر کا
بیان کیا جو میں نے دیکھا تھا تو انھوں نے کہا اے

میرے چچا کے فرزند خوش ہو جائیے اور ثابت قدمی اختیار
فرمائیے ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خدیجہ
کی جان ہے ۔ بے شک میں اس بات کی امید رکھتی ہوں
کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے ۔

پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے کپڑے پہن لیے اور ورقہ[1]
ابن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کی جانب چلی گئیں جو ان کے
چچا زاد بھائی تھے ۔ اور ورقہ نے دین نصرانی اختیار کر رکھا
تھا اور کتابیں پڑھی تھیں اور توریت و انجیل والوں کی باتیں سنتے
رہے تھے پھر جناب خدیجہ نے ان سے وہ سب باتیں بیان کیں
جن کے دیکھنے اور سننے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی ۔
تو ورقہ بن نوفل نے کہا ۔ قدوس قدوس پاک ہے پاک ہے قسم ہے اس
ذات کی جس کے ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے ۔ اے خدیجہ اگر
تو نے مجھ سے سچ کہا ہے تو ناموس اکبر جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا
تھا وہ ان کے پاس آپہنچا ۔ اور بے شک وہ اس امت کے نبی
ہیں تم ان سے کہہ دو کہ ثابت قدمی اختیار کریں ۔ تو خدیجہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب لوٹ آئیں ۔ اور آپ سے
ورقہ بن نوفل کی باتیں بیان کیں ۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنا اعتکاف پورا فرما لیا تو لوٹے اور ویسا ہی کیا جیسا
آپ کیا کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ سے ابتدا کی ۔ اس کا طواف فرمایا ۔
تو ورقہ بن نوفل آپ سے اسی حالت میں ملے کہ آپ کعبۃ اللہ کا
طواف فرما رہے تھے تو کہا اے میرے بھائی کے بیٹے جو کچھ تم نے
دیکھا اور سنا وہ مجھ سے تو بیان کرو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان سے بیان فرمایا تو ورقہ نے کہا اس ذات کی قسم

---

[1] خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں ۔ (احمد محمودی)

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں ۔ بے شک آپ کے پاس وہ ناموس اکبر آیا جو موسیٰ کے پاس آتا تھا ۔ اور اب آپ کو جھٹلایا جائے گا ۔ اور آپ کو تکلیف پہنچائی جائے گی ۔ اور آپ کو خارج البلد کیا جائے گا ۔ اور آپ سے جنگ کی جائے گی ۔ اور اگر مجھے وہ دن نصیب ہو تو میں ضرور اللہ کی مدد کروں گا ۔ پھر انھوں نے اپنا سر جھکایا اور آپ کے تالو کو بوسہ دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے ۔ (یہاں سے روایت کا تھوڑا حصہ مصالح خاص حذف کیا گیا ہے) ۔

٢٥٧

قرآن کے اترنے کی ابتدا

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے کی ابتدا ماہ رمضان میں ہوئی ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن لوگوں کے لیے رہنما بنا کر اور حق کو باطل سے ممتاز کرنے والی اور راستہ بتانے والی روشن دلیلوں کے ساتھ اتارا گیا ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ

مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ہم نے اسے شب قدر میں اتارا ہے۔ تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار راتوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے حکم سے ہر (ایسے) حکم کے ساتھ اترتے ہیں کہ وہ سلامتی ہے طلوع صبح تک۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ

حم روشن کتاب کی قسم ہم نے اسے مبارک رات میں اتارا ہے۔ بے شبہ ہم (برے انجام سے) ڈرانے والے رہے ہیں۔ اس (رات) میں حکمت والی ہر ایک ایسی بات جو ہمارے پاس کی ہوئی ہے واضح اور ممتاز کر دی جاتی ہے۔ ہم ہمیشہ ایسے پیام بھیجنے والے ہی رہے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ

اگر تم اللہ اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر امتیاز کے روز یعنی جس روز دو جماعتیں مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا (تو جان لو کہ غنیمت کے احکام مذکورۂ بالا ہیں اور اس کی تعمیل کرو)

اور ان (دونوں جماعتوں) سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کا بدر کے روز کا مقابلہ ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کا مقابلہ مقام بدر میں جمعہ کے روز سترہ رمضان کی صبح میں ہوا۔ ۲۵۹

ابن اسحٰق نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی آتی رہی، اور آپ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور جو کچھ اس کی جانب سے آپ پر آیا۔ اس کو سچا جاننے والے تھے۔ آپ نے اس کو اپنی پوری توجہ سے قبول فرمایا۔ اور جو بار اس کی جانب سے آپ پر ڈالا گیا اس کو باوجود بعض لوگوں کی رضامندی اور بعض لوگوں کی ناراضی کے برداشت فرمایا۔ قوم کے اس مخالفانہ سلوک اور اس طرز عمل کے سبب سے، جو انبیاء کے پیام کے ردعمل کے طور پر اس سے ظاہر ہوتا ہے، نبوت کے بوجھ اور ذمہ داری کے اٹھانے کی استطاعت اور برداشت کی قوت بجز اولو العزم اور صاحبِ قوت رسولوں کے دوسروں میں نہیں ہوا کرتی۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی امداد اور توفیق سے۔ راوی نے کہا کہ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائی احکام پر باوجود اپنی قوم کی مخالفت اور ایذا رسانی کے چل پڑے۔

خدیجہ بنت خویلد رحمہا اللہ کا اسلام اختیار کرنا

خدیجہ بنت خویلد آپ پر ایمان لائیں اور ان چیزوں کی تصدیق کی جو آپ کے پاس اللہ عزوجل کے پاس سے آئی تھیں اور آپ کے معاملے میں انھوں نے آپ کی امداد کی۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہوئی چیزوں پر تصدیق کرنے والوں میں سب سے پہلی وہی تھیں۔ انھیں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کام میں آسانی پیدا کر دی مخالفوں کی تکذیب

اور ناپسندیدہ باتوں کے سننے سے آپ کو صدمہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس حزن و ملال کو انہیں کے ذریعے دور فرماتا۔ جب آپ جناب خدیجہ کی طرف تشریف لاتے تو وہ آپ کو ثابت قدمی کی جانب متوجہ کرتیں۔ اور آپ کے بار کو ہلکا کرتیں۔ وہ آپ کی تصدیق کرتیں تو لوگوں کا مذکورہ برتاؤ آپ پر آسان ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے اور انھوں نے اپنے والد عروہ سے انھوں نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو ایک قصب (کھوکھلے موتی کے گھر) کی خوش خبری دوں جس میں نہ شور ہے نہ تکلیف۔ (ابن ہشام نے کہا کہ) مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس پر میں بھروسہ رکھتا ہوں۔ کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ خدیجہ کو ان کے رب کی طرف کا سلام پہنچا دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ یہ جبرئیل ہیں۔ تمھارے پروردگار کا سلام تمھیں پہنچا رہے ہیں تو جناب خدیجہ نے کہا کہ اللہ تو خود سلام ہی ہے اور (سب کو سلامتی اسی کی جانب سے ملتی ہے۔ جبرئیل پر بھی سلام ہو۔ ٢٦٠

وحی کا چند دن کے لیے رک جانا اور سورۂ ضحٰی کا نزول

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مدت کے لیے وحی رک گئی یہاں تک کہ آپ کو یہ بات بہت شاق گزری اور آپ کو اس سے صدمہ ہوا۔ پھر آپ کے پاس جبرئیل سورہ ضحٰی لے کر آئے جس میں آپ کا پروردگار آپ سے قسم کھا کر خطاب فرماتا ہے۔ حالانکہ اس نے اس شاندار چیز کے ذریعے آپ کو اعزاز و اکرام کے مراتب عنایت فرمائے۔

کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا نہ آپ سے ناراض ہوا۔
پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی

آفتاب کی بلندی کے وقت کی قسم اور رات کی قسم
جب کہ وہ سنسان ہو گئی۔ تجھ سے پروردگار نے علیحدگی
اختیار کی نہ ناراض ہوا فرماتا ہے کہ نہ اس نے تجھ سے تعلق
ترک کیا کہ تجھ کو چھوڑ دے نہ وہ تجھ سے ناراض ہوا۔ جب
سے کہ تجھ سے محبت کی۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

اور بے شک تیرے لیے بعد کی حالت بہتر ہے
پہلی حالت سے یعنی تیری جو حالت میرے پاس لوٹ کر آنے کے
بعد کی ہوگی وہ تیرے لیے بہتر ہوگی بہ نسبت اس اعزاز
و اکرام کے جو میں نے دنیا میں تجھے عنایت فرمایا ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

اور بے شک عنقریب تیرا پروردگار تجھ کو (ایسا ایسا)
دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ یعنی دنیا کی وسعت،
خوشمندی اور آخرت کا ثواب

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی

وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی

کیا اس نے تجھ کو یتیم پایا تو پناہ نہیں دی اور

تجھ کو سرگرداں پایا تو رہنمائی نہیں کی اور تجھ کو نادار پایا تو
بے نیاز نہیں بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ابتدائی حالت کا اظہار فرماتا ہے کہ سرد ست بھی اس نے آپ کو کیسا اعزاز عنایت فرمایا ہے آپ کی یتیمی ناداری اور سرگردانی میں اس کا کیا احسان رہا اور مذکورہ تمام حالات سے اس نے اپنی رحمت کے ذریعے کیسے نجات دلائی۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) سجی کے معنی سکن کے ہیں (خاموش بے حرکت سنسان ہوا)۔

امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہے۔

إِذْ أَتَى مَوْهِنًا وَقَدْ نَامَ صَحْبِي ۞ وَسَجَى اللَّيْلُ بِالظَّلَامِ الْبَهِيمِ

اس وقت کو یاد کرو جب کہ وہ آدھی رات کے
بعد آیا اور میرے ساتھی سو گئے تھے۔ اور رات اندھیر گپ
ہو جانے سے سنسان ہو گئی تھی۔

یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے اور آنکھ کی جب ٹکٹکی بندھ جاتی ہے اس کو ساجیہ اور سجی طرفہا کہتے ہیں۔ جریر نے کہا ہے۔

وَلَقَدْ رَمَيْنَكَ حِينَ رُحْنَ بِأَعْيُنٍ ۞ يَقْتُلْنَ مِنْ خَلَلِ السُّتُورِ سَوَاجِي

جب وہ عورتیں جانے لگیں تو (انھوں نے) پردے
کی درزوں میں سے ٹکٹکی بندھی ہوئی آنکھوں سے ایسے
تیر مارے جو مار ہی ڈالتے ہیں۔

۳۶۱

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ اور عائل کے معنی فقیر کے ہیں۔ ابو خراش ہذلی نے کہا ہے۔

إِلَى بَيْتِهِ يَأْوِي الضَّرِيكُ إِذَا شَتَا ۞ وَمُسْتَنْبِحٌ بَالِي الدَّرِيسَيْنِ عَائِلُ[1]

[1] عائل کی جمع عالۃ اور عیل ہے۔

جب قحط ہوتا ہے تو بدحال فقیر مسافر سب کیلیے
پھٹے پرانے کپڑوں والے نادار اسی کے گھر میں پناہ لیتے
ہیں

اور یہ بیت اس کے قصیدے میں کی ہے جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ اس کے موقع پر کروں گا۔ اور عائل اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کنبے کی دیکھ بھال اور پرورش کرتا ہے۔ اور ڈرنے والے کو بھی عائل کہا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا

ان احکام کی فرماں برداری زیادہ نزدیک کرنیوالی
ہے اس حالت سے کہ تم عیال دار اور گرانبار نہ ہو جاؤ۔
اور ابو طالب نے کہا ہے۔

بِمِيزَانِ قِسْطٍ لَا يَخِسُّ شَعِيرَةً ... لَهُ شَاهِدٌ مِنْ نَفْسِهِ غَيْرُ عَائِلِ

انصاف کی ایسی ترازو میں تول کر جو جو بھر کی کمی بھی
نہیں کرتی جس کے متعلق جو اس کا ضمیر گواہی دے کہ وہ سزا
ظالمانہ نہیں۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اس کے موقع پر کروں گا[1] اور عائل کے معنی بار ڈالنے والے اور عاجز کر دینے والے کے بھی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں قد عالنی ھذا الامر۔ یعنی یہ کام مجھ پر بار ہو گیا۔ اس نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔ فرزدق کہتا ہے۔

تَرَى الْغُرَّ الْجَحَاجِحَ مِنْ قُرَيْشٍ ... إِذَا مَا الْأَمْرُ فِي الْحَدَثَانِ عَالَا

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ (۲۸۶) نسخہ (ب)

جب کوئی معاملہ کم عمروں نوجوانوں پر بار ہو جائے
تو تو قریش کے چمکتے چہرے والوں کو اس کی جانب جھپٹتے ہوئے
دیکھیگا۔
یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے۔

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

لیکن یتیم (وہ تو ایسی قابل رحم ہستی ہے کہ) تم اس
کو مجبور نہ کرو اور لیکن مانگنے والا' اس کو کبھی نہ جھڑکو۔
یعنی اپنی قوت اور بڑائی جتانے والے اول جلول بکنے والے
اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کمزوروں پر سخت دلی کرنے والے
نہ ہو جاو۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اور لیکن اپنے پروردگار کی نعمت (یعنی قرآن و
نبوت) وہ تو ایسی چیز ہے کہ تم (انھیں لوگوں سے خوب)
بیان کرو۔
یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نبوت کی جو نعمت اور عزت آپ
کو ملی ہے اس کو بیان کیجئے اور اس کی جانب لوگوں کو بلا یئے۔ پس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن باتوں کو جنھیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر
اور آپ کی نبوت کے ذریعے تمام بندوں پر انعامات فرمائے تھے۔
تنہائی میں ان لوگوں سے بیان فرمانے لگے۔ جو آپ کے پہچاننے والوں
میں سے آپ پر بھروسہ کرنے والے تھے۔

فرض نماز کی ابتدا

اور جب آپ پر نماز فرض ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

نماز پڑھی (اور ختم کر کے) سلام پھیرا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور سلام آپ پر بھی ہو اور ان سب پر بھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے عروہ بن الزبیر سے انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلے پہل نماز فرض ہوئی تو ہر نماز کی دو دو رکعتین فرض ہوئیں۔ ۲۶۳ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو پورا کر کے حضر میں چار مقرر فرمایا۔ اور سفر میں ان کی ابتدائی فرضیت دو رکعت برقرار رکھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ نماز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوئی تو جبرئیل آئے۔ ایسے وقت میں کہ آپ مکہ کے بلند حصے پر تھے پھر وادی کے ایک کنارے۔ اپنی ایڑی سے ٹھکرایا۔ تو وہاں ایک چشمہ بہ نکلا۔ جبرئیل علیہ السلام نے وضو فرمایا۔ اس حالت میں کہ[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ملاحظہ فرما رہے تھے تاکہ آپ کو بتلائیں کہ نماز کے لیے طہارت کس طرح کیجائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضو فرمایا۔ جس طرح جبرئیل کو وضو کرتے ملاحظہ فرمایا تھا۔ پھر آپ کو لیکر جبرئیل کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کو ساتھ لیکر نماز پڑھی اور رسول اللہ[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام لوٹ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کے پاس تشریف لائے۔ اور ان کے (سامنے) اسی طرح وضو فرمایا جیسا کہ آپ کو جبرئیل نے بتایا تھا تاکہ خدیجہ کو بتائیں کہ نماز کے لیے طہارت کیسے کی جاتی ہے۔ خدیجہ نے بھی اسی طرح وضو کیا جیسا آپ نے وضو فرمایا تھا۔ پھر خدیجہ کو لے کر آپ نے نماز پڑھی جس طرح آپ کو لیکر جبرئیل نے نماز پڑھی تھی۔ پس خدیجہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔

[2] (الف) میں نہیں ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عتبہ بن مسلم بنی تیم کے غلام نے نافع بن جبیر بن مطعم سے بیان کیا اور نافع ابن عباس سے بہت روایتیں کیا کرتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض کی گئی تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو ساتھ لیکر نماز ظہر پڑھی جب کہ آفتاب (سمت الراس سے) مائل ہوچکا تھا پھر آپ کو ساتھ لیکر نماز عصر پڑھی جبکہ آپ کا سایہ (طول میں) آپ کے مثل تھا۔ پھر آپ کو ساتھ لیکر مغرب کی نماز پڑھی جب کہ سورج ڈوب گیا پھر آپ کو ساتھ لیکر نماز عشا پڑھی جب کہ شفق نہ رہی۔ پھر آپ کو ساتھ لے کر صبح کی نماز پڑھی جب کہ فجر طلوع ہوئی۔ پھر وہ آپ پاس آئے اور آپ کو لے کر دوسرے روز نماز ظہر پڑھی جبکہ آپ کا سایہ (طول میں) آپ کے مثل تھا۔ پھر آپ کو ساتھ لیکر نماز عصر پڑھی جبکہ آپ کا سایہ (آپ کے طول کا) دونا تھا۔ پھر آپ کو ساتھ لیکر نماز مغرب پڑھی جب سورج ڈوب چکا تھا۔ اور گزشتہ کل ہی کا وقت تھا۔ پھر آپ کو ساتھ لیکر اس کے بعد والی عشا کی نماز (اس وقت) پڑھی جب رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر چکا تھا۔ پھر آپ کو ساتھ لیکر (اس وقت) صبح کی نماز پڑھی جب صبح خوب روشن ہوچکی تھی اور سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم وقت نماز) آپ کی آج کی نماز اور آپ کی کل کی نماز کے درمیان ہے۔

۲۶۴

مردوں میں سب سے پہلے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اسلام اختیار کرنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ پہلا مرد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اس چیز کی تصدیق کی جو آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی تھی۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام ابن عبد المطلب بن ہاشم تھے آپ پر اللہ کی رضامندی اور سلام ہو اور آپ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر جو انعامات اللہ تعالیٰ نے کیے ان میں سے یہ بھی ایک تھا کہ آپ اسلام کے پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبیر ابن ابی الحجاج سے یہ روایت بیان کی انھوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر احسان فرمایا اور ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ایک نعمت یہ تھی کہ جب قریش پر قحط کی آفت آئی اور ابو طالب بہت بال بچوں والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ خوش حال تھے فرمایا۔

یَا عَبَّاسُ إِنَّ أَخَاكَ أَبَا طَالِبٍ كَثِيرُ الْعِيَالِ وَقَدْ أَصَابَ النَّاسَ مَا تَرَى مِنْ هٰذِهِ الْأَزْمَةِ، فَانْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ فَلْنُخَفِّفْ عَنْهُ مِنْ عِيَالِهِ آخُذُ مِنْ بَنِيهِ رَجُلًا وَتَأْخُذُ أَنْتَ رَجُلًا فَنَكِلُهُمَا عَنْهُ

اے عباس تمہارا بھائی ابو طالب بہت بال بچوں والا ہے اور اس قحط کی وجہ سے لوگوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ تو تم دیکھ رہے ہو پس ہمارے ساتھ چلو کہ ان کے بوجھ کو کچھ ہلکا کریں۔ ان کے بچوں میں سے ایک کو میں لیے لیتا ہوں اور ایک کو تم لے لو کہ ہم اُن کی جانب سے اُن کی دیکھ بھال کریں تو عباس نے کہا۔

اچھا اور دونوں ابو طالب کے پاس آئے۔ دونوں نے ان سے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے بچوں کے بارہیں سے آپ بر سے کچھ ہلکا کریں۔ اس وقت تک کہ اس آفت سے لوگ نجات پائیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ انھوں نے ان سے کہا تم عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو (اور) جو چاہو کرو۔ (ابن ہشام نے کہا کہ) عقیل ہی کو طالب بھی کہا جاتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا۔ اور انھیں اپنے ساتھ رکھا۔ اور عباس نے جعفر کو لیا اور اپنے ساتھ رکھا۔ بس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ رہے۔ یہانتک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے پاس نبوت کا پیام بھیجا تو علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی اور آپ پر ایمان لائے۔ اور آپ کی تصدیق کی اور جعفر عباس ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اسلام اختیار کیا اور ان سے بے نیاز ہو گئے۔

۲۶۵

ابن اسحٰق نے کہا۔ کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں کی جانب نکل جاتے اور اپنے والد ابو طالب اور اپنے تمام چچاؤں اور اپنی قوم سے چھپکر علی ابن ابی طالب بھی آپ کے ساتھ ہو جاتے اور وہیں آپ دونوں نماز پڑھا کرتے پھر جب شام ہوتی تو دونوں لوٹ آتے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے دنوں تک چاہا یہ دونوں اسی حالت میں رہے۔ ایک روز جب یہ دونوں نماز پڑھ رہے تھے ابو طالب نے دیکھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے یہ کونسا دین ہے۔ جس کو تم نے اختیار کیا ہے فرمایا۔

أَيْ عَمِّ هٰذَا دِينُ اللهِ وَدِينُ مَلَائِكَتِهِ وَدِينُ رُسُلِهِ وَدِينُ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي اللهُ بِهِ رَسُولًا

له۔ (الف) میں ہیں ہے۔

إِلَى الْعِبَادِ وَأَنْتَ أَيْ عَمِّ أَحَقُّ مَنْ بَذَلْتُ لَهُ النَّصِيحَةَ وَدَعَوْتُهُ إِلَى الْهُدَى وَأَحَقُّ مَنْ أَجَابَنِي إِلَيْهِ وَأَعَانَنِي عَلَيْهِ۔

چچا جان یہ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ یا جن الفاظ[عہ] میں آپ نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے مجھے اس دین کا رسول بنا کر لوگوں کی جانب بھیجا ہے۔ چچا جان جن جن لوگوں کی میں نے خیر خواہی کی ہے اور جن کو سیدھی راہ کی جانب دعوت دی ہے ان سب میں آپ زیادہ حقدار ہیں اور اس دعوت پر مجھے قبول کرنے اور اس پر میری امداد کرنے کے آپ زیادہ سزاوار ہیں۔

یا آپ نے جن الفاظ میں فرمایا راوی کہتا ہے کہ ابو طالب نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے آباو اجداد کے دین اور اس طریقے کو جس پر وہ تھے چھوڑ نہیں سکتا لیکن اللہ کی قسم جب تک میں رہوں تم پر کوئی بات نہ آئے گی جس کو تم ناپسند کرو۔ اور لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ انھوں نے علی سے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے یہ کونسا دین ہے جس پر تم ہو۔ تو انھوں نے کہا بابا جان میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور جو چیزیں آپ نے پیش کی ہیں میں نے ان میں آپ کو سچا جانا ہے اور میں نے اللہ کے لیے آپ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔ اور آپ کی پیروی کی ہے لوگوں کا دعوی ہے کہ انھوں نے ان (علی رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ انھوں نے تمھیں بھلائی ہی کی جانب دعوت دی ہے تم اس پر جمے رہو۔

عہ۔ راوی کو ٹھیک ٹھیک الفاظ یاد نہ ہونے کے سبب سے شک کا اظہار کیا گیا ہے (مترجم)

دوسرا زید بن حارثہ کا اسلام اختیار کرنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب ابن عبد العزی بن امری القیس الکلبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے اسلام اختیار کیا اور یہ پہلے مرد تھے جنھوں نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کے بعد اسلام اختیار کیا اور نماز پڑھی

(ابن ہشام نے کہا کہ) زید بن حارثہ بن شرحبیل بن عبد العزی بن امرئ القیس بن عامر بن النعمان بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانۃ بن بکر بن عوف بن عُذرۃ بن زید اللات بن رُفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرۃ کے بیٹے تھے۔ حکیم بن حزام بن خویلد شام سے چند غلام لائے تھے جن میں کم عمر زید بن حارثہ بھی تھے۔ ان کے پاس ان کی پھپی خدیجۃ بن خویلد گئیں ان دنوں میں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی تھیں۔ تو حکیم نے ان سے کہا پھپی جان آپ ان چھوکروں میں سے جسے چاہیں انتخاب فرمالیں وہ آپ کا ہوگا۔ تو جناب خدیجہ نے زید کو منتخب کیا اور لے لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خدیجہ کے پاس دیکھا تو زید کو ان سے مانگ لیا خدیجہ نے انھیں آپ کے حوالے کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا اور متبنی بنالیا۔ اور یہ واقعہ آپ پر وحی (نازل) ہونے سے پہلے کا تھا۔ ان کے والد حارثہ نے جب انھیں کھو دیا تو بہت بے چین ہوئے اور بہت آہ وزاری کی اور کہا۔

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ أَدْرِ مَا فَعَلْ ۔۔۔ أَحَيٌّ فَيُرْجَى أَمْ أَتَى دُونَهُ الْأَجَلْ

میں نے زید پر آہ وزاری کی خبر نہیں وہ کیا ہو گیا

آیا وہ زندہ ہے کہ امید کی جائے یا موت اس کے راستے میں حائل ہو گئی۔

فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَإِنِّي لَسَائِلٌ ۔۔۔ أَغَالَكَ بَعْدِي السَّهْلُ أَمْ غَالَكَ الْجَبَلْ

اللہ کی قسم میں واقف نہیں اور میں پوچھتا ہوں کہ
میرے بعد (میری نظروں سے غائب ہونے کے بعد) تجھے
میدان نے چرالیا یا پہاڑ نے۔

فَيَالَيْتَ شِعْرِي هَلْ لَكَ الدَّهْرَ أَوْبَةٌ　　فَحَسْبِي مِنَ الدُّنْيَا رُجُوعُكَ لِي بَجَلْ

کاش مجھے یہ بات معلوم ہوتی کہ کبھی تو لوٹ کر بھی
آئے گا تو تیرا لوٹنا دنیا میں میری خوشی کے لیے کافی ہوتا۔

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا　　وَتَعْرِضُ ذِكْرَاهُ إِذَا غَرْبُهَا أَفَلْ

سورج اپنے نکلنے کے وقت مجھے اس کی یاد دلاتا ہے
اور جب ڈوبنے کے وقت چھپنے کو ہوتا ہے تو اسی کی یاد
دلاتا ہے۔

۲۶۴ وَإِنْ هَبَّتِ الْأَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ　　فَيَا طُولَ مَا حُزْنِي عَلَيْهِ وَمَا وَجَلْ

اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو اسی کی یاد کو ابھارتی ہیں
اور اس پر خوف کھانے اور اس کے لیے غم کرنے کا زمانہ کس قدر
دراز ہوگیا ہے۔

سَأُعْمِلُ نَصَّ الْعِيسِ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا　　وَلَا أَسْأَمُ التَّطْوَافَ أَوْ تَسْأَمَ الْإِبِلْ

(اس کی تلاش میں) اونٹوں کو روئے زمین پر کوشش
کے ساتھ دوڑاتا رہوں گا اور گردش سے اکتاؤں گا نہیں۔
حتیٰ کہ اونٹ بیزار ہو جائیں۔

حَيَاتِيَ أَوْ تَأْتِي عَلَيَّ مَنِيَّتِي　　فَكُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَإِنْ غَرَّهُ الْأَمَلْ

زندگی بھر دوڑاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت

آجائے ہر شخص فنا ہونے والا تو ہے ہی اگرچہ آرزوئیں اس کو
دھوکے میں رکھیں۔

پھر حارثہ زید کے پاس آیا جبکہ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا تم چاہو تو میرے پاس رہو اور چاہو تو اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ تو زید نے کہا میں تو آپ کے پاس ہی رہوں گا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو انھوں نے آپ کی تصدیق کی اور اسلام اختیار کیا۔ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب اللہ تعالیٰ نے "ادعوھم لآبائھم" انھیں ان کے باپ کے نام سے پکارو" فرمایا تو انھوں نے کہا کہ میں زید بن حارثہ ہوں (نہ کہ زید بن محمد)

حضرت ابو بکر صدیق کا اسلام اور آپ کی شان

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد ابو بکر بن ابی قحافہ نے اسلام اختیار کیا۔ آپ کا نام عتیق تھا اور ابو قحافہ کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب ابن فہر تھا۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا اور عتیق لقب تھا۔ اور یہ لقب ان کی خوبصورتی اور شرافت کے سبب سے مشہور ہو گیا (عتیق کے معنی خوبصورت اور شریف کے ہیں۔)

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام اختیار کیا تو آپ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب لوگوں کو دعوت دینا بھی شروع فرما دیا اور ابو بکر اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے، اور ان میں محبوب، اور نرم اخلاق، قریش میں سب سے بہتر نسب والے، اور قریش کے انساب کا تمام قریش سے زیادہ علم رکھنے والے،

۲۶۸

اور ان کی بھلائی برائی کو ان سب سے زیادہ جاننے والے تھے، تاجر تھے۔ خوش مزاج تھے۔ ہر ایک کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ آپ کے علم، تجارت اور حسن معاملات کے سبب سے آپ کی قوم کے تمام افراد آپ کے پاس آتے۔ اور آپ سے تعلقات رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی قوم کے ایسے افراد کو جن پر آپ بھروسہ کرتے تھے۔ اور جو آپ کے پاس آتے جاتے اور آپ کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اسلام کی جانب بلانا شروع کر دیا۔ مجھے جو خبریں پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔

صحابہ میں سے ان لوگوں کا بیان جنھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے اسلام اختیار کیا

کہ جن لوگوں نے آپ کی تبلیغ کی وجہ سے اسلام اختیار کیا ان میں عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ابن عبد مناف بن قصی ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب اور زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی اور عبدؓ الرحمن ابن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی اور سعدؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔ ابو وقاص کا نام مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی تھا انھیں میں سے طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بھی تھے۔ جب ان لوگوں نے آپ کی دعوت کو

۱؎۔ (الف) میں نہیں ہے۔

قبول کیا تو آپ انھیں ساتھ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انھوں نے اسلام اختیار کیا اور نماز پڑھی مجھے جو چیزیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ

مَا دَعَوْتُ أَحَدًا إِلَى الْإِسْلَامِ إِلَّا كَانَتْ فِيهِ عِنْدَهُ كَبْوَةٌ وَنَظَرٌ وَتَرَدُّدٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ مَا عَكَمَ عَنْهُ حِينَ ذَكَرْتُهُ لَهُ وَمَا تَرَدَّدَ فِيهِ

میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس کے پاس اسلام کے قبول کرنے میں ایک طرح کی تاخیر اور سوچ بچار اور پس وپیش تھا۔ بجز ابو بکر بن ابی قحافہ کی حالت کے کہ جب میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو نہ انھوں نے اس میں تاخیر کی اور نہ پس وپیش کیا۔

لہ (ابن ہشام نے کہا کہ) عکم کے معنی تلبث یعنی توقف کیا کے ہیں۔ روبۃ بن العجاج نے کہا ہے۔

فَانْصَاعَ وَثَّابٌ بِهَا وَمَا عَكَمْ

وہاں کو دپھاند کرنے والا تیزی سے لوٹ آیا اور ٹھہرا نہیں۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) روایت میں " ملاعاہ " کا لفظ جو مذکور ہے ۲۶۹ وہ ابن اسحٰق کی روایت میں نہیں ہے بلکہ ان کے سوائے دوسروں کی روایت میں کا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ آٹھ آدمی تھے جنھوں نے اسلام لانے

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

میں سب لوگوں سے سبقت کی اور نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ آیا اس کی تصدیق کی۔

ان کے بعد سابقین الاوّلین رضی اللہ عنہم کا اسلام

اس کے بعد ابو عبیدہ نے اسلام قبول کیا جن کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اُہیب بن ضَبَّة بن الحارث بن فہر تھا۔ اور ابو سلمہ نے جن کا نام عبداللہ بن الاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظة بن مرة بن کعب بن لوئی تھا اور ارقم بن ابی الارقم نے ابو الارقم کا نام عبد مناف ابن اسد تھا اور اسد کی کنیت ابو جندب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظة ابن مرة بن کعب بن لوئی تھی اور عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافة ابن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی نے۔ اور ان کے دونوں بھائیوں قدامتہ اور عبداللہ نے جو مظعون بن حبیب کے بیٹے تھے اور عبیدہ بن الحارث ابن المطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی نے اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی نے۔ اور ان کی بیوی فاطمہ بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب ابن لوئی، عمر بن الخطاب کی بہن نے۔ اور اسماء بنت ابی بکر نے۔ اور عائشہ بنت ابی بکر نے جو اس وقت کمسن تھیں۔ اور خباب بن الارت بنی زہرہ کے حلیف نے۔

۲۷۰ (ابن ہشام نے کہا کہ خباب بن الارت بنی تمیم میں کے تھے اور بعض کہتے ہیں وہ بنی خزاعہ میں کے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عمیر بن ابی وقاص۔ سعد بن ابی وقاص کے بھائی نے (بھی اسی زمانے میں اسلام اختیار کیا) اور عبداللہ بن مسعود بن الحارث ابن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔ بنی زہرہ کے حلیف نے۔ اور مسعود بن القاری نے جو مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد ابن عبدالعزی بن حمالۃ بن غالب بن محلم بن عائذۃ بن سبیع بن الہون بن خزیمۃ جو القارۃ میں سے تھے اسلام قبول کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ) القارۃ ان لوگوں کا لقب تھا انھیں لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے۔

قَدْ أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا

جس نے گروہ قارہ سے تیر اندازی میں مقابلہ کیا
اس نے انصاف کیا (اس لیے کہ یہ لوگ تیر انداز تھے)۔

ابن اسحٰق نے کہا اور سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر اور ان کے بھائی حاطب بن عمرو نے (بھی اسی زمانے میں اسلام اختیار کیا)۔ اور عیاش بن ابی ربیعہ بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظۃ بن مرہ بن کعب بن لوئی اور ان کی عورت اسماء بنت سلامۃ بن مخربۃ التمیمیۃ نے اور خنیس بن حذافۃ بن قیس ابن عدی بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی نے۔ اور عامر بن ربیعۃ نے جو بنی عنز بن وائل میں سے تھے اور آل خطاب بن نفیل ابن عبدالعزی کے حلیف تھے۔ ۲۷۱

ابن ہشام نے کہا کہ) عنز بن وائل بکر بن وائل[1] کا بھائی تھا جو بنی ربیعہ ابن نزار میں سے تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا اور عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ

[1] (الف) میں نہیں ہے۔

ابن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمۃ اور ان کے بھائی ابو احمد بن جحش یہ دونوں (بھائی) بنی امیۃ بن عبد شمس کے حلیف تھے۔ اور جعفر بن ابی طالب نے۔ اور ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس بن النعمان بن کعب ابن مالک بن قحافۃ بنی خثعم میں کی۔ اور حاطب بن الحارث بن المعمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی نے اور ان کی بیوی فاطمۃ بنت المجلل بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر نے۔ اور ان کے بھائی خطاب بن الحارث نے۔ اور ان کی زوجہ فکیہہ بنت یسار نے۔ اور معمر بن الحارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافۃ بن جمح بن عمرو ابن ہصیص بن کعب بن لوئی نے اور السائب بن عثمان بن مظعون بن حبیب ابن وہب نے۔ اور المطلب بن ازہر بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی نے۔ اور ان کی بیوی رملۃ بنت ابی عوف بن ضبیرۃ بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی نے اور النحام نے۔ جس کا نام نعیم بن عبد اللہ بن اسید تھا، یہ بنی عدی والوں میں کا وہ عدی ہے جو کعب بن لوئی کا بیٹا تھا۔

۲۴۲

ابن ہشام نے کہا کہ) وہ نعیم بن عبد اللہ بن اسید بن عبد اللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی کعب بن لوئی[1] ہے۔ ان کا نام نحام اس لیے مشہور ہو گیا کہ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقَدْ سَمِعْتُ نَحْمَهُ فِي الْجَنَّةِ۔

میں نے جنت میں ان کے کھنکارنے کی آواز سنی

ابن ہشام نے کہا کہ) نحمۃ کے معنی "صوت نحمہ" کے ہیں یعنی ان کی آواز اور ان کی آہٹ۔

ابن اسحٰق نے کہا اور عامر بن فہیرۃ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ[1] کے غلام نے

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) عامر بن فہیرہ (بنی) اسد کے مولدین[ع] میں سے ایک مولد تھے سیہ فام تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان لوگوں (بنی اسد) سے خرید لیا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا، اور خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی نے۔ اور ان کی بیوی اُمینہ بنت خلف بن اسد بن عامر بن بیاضہ بن سُبیع بن خثعمہ بن سعد بن ملیح بن عمرو نے جو بنی خزاعۃ میں سے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے ہُمینہ بنت خلف بتایا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا اور حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر نے۔ اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے ان کا نام ابن ہشام نے مہشم بتلایا ہے۔ ابن عتبہ بن ربیعۃ ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ اور واقد بن عبد اللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ ابن مالک بن زید مناۃ بن تمیم بن حلیف بن عدی بن کعب نے۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) ان کو باہلہ نے لا کر الخطاب بن نفیل کے لوگوں کے ہاتھوں بیچا تھا۔ تو انھوں نے ان کو متبنیٰ بنا لیا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے۔ اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ نازل فرمایا۔ یعنی ان (متبناؤں) کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو تو ابو عمرو المدنی کے قول کے لحاظ سے انھوں نے کہا کہ میں واقد بن عبد اللہ ہوں۔

٢٠٢ ابن اسحٰق نے کہا اور خالد و عامر و عاقل و ایاس بنو البکیر بن عبد یالیل ابن ناشب بن غیرۃ کے بچوں نے۔ جو بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ اور عمار بن یاسر۔ بنی مخزوم بن

ع۔ ہر نئی شئی کو مولد کہا جاتا ہے جیسے شاعر مولد کلام مولد لفظ مولد

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

یقظہ کے حلیف نے۔
(ابن ہشام نے کہا کہ) عمار بن یاسر عنسی (بنی) مذحج میں سے تھے۔
ابن اسحٰق نے کہا۔ اور صہیب بن سنان نے۔ جو (بنی) النمر بن قاسط میں کے تھے اور بنی تیم بن مرۃ کے حلیف تھے۔
(ابن ہشام نے کہا کہ) النمر قاسط بن ہنب بن أفصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار کا بیٹا تھا۔ بعضوں نے افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بتلایا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صہیب۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے غلام تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ رومی تھے اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ بنی النمر بن قاسط میں سے تھے۔ سرزمین روم میں قیدی بن گئے۔ تو ان لوگوں سے خرید لیا گیا تھا۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت آئی ہے "صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ" صہیب رومیوں میں سے سب سے سابق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ اسلام کی ابتدا۔ اور مشرکوں کی جانب سے اس کا جواب

ابن اسحٰق نے کہا۔ اس کے بعد مرد اور عورتیں تمام لوگ بے روک ٹوک اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مکہ میں اسلام پھیل گیا۔ اور ہر طرف اسی کا چرچا ہونے لگا۔ اور اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اسلام کی جو تعلیمات آپ کے پاس پہنچی ہیں ان کو کھلم کھلا بیان کیا جائے۔ اور کسی کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اس کے حکم کا اظہار کیا جائے۔ اور اس کی طرف دعوت دی جائے۔ مجھے جو خبریں پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور خفیہ تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کے

آپ کو اعلانِ دین کا حکم دینے کے درمیان کی مدت تین سال کی تھی (یعنی آپ نے بعثت سے تین سال تک خفیہ تبلیغ فرمائی اور اس کے بعد علانیہ) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ

(اے نبی) جو حکم تمھیں دیا جاتا ہے اسے علانیہ اور تفصیل کے ساتھ بیان کرو اور مشرکین کی جانب سے اپنی توجہ پھیر لو۔
اور فرمایا۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ

اور اپنے خاندان کے قریب کے لوگوں کو (مال بد سے) ڈراؤ اور ایمانداروں میں سے جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی ہے ان کے لیے اپنا بازو نرم کردو۔ (ان کے ساتھ نرمی سے پیش آو) اور کہو کہ میں (تو برے نتیجوں سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) فاصدع کے معنی "افرق بین الحق والباطل ۔حق وباطل کو ممتاز کردو کے ہیں ۔ابو ذوئیب الہذلی نے ۲۷۵ جس کا نام خویلد بن خالد تھا جنگلی گدھیوں اور ان کے نر کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وَكَأَنَّهُنَّ رِبَابَةٌ وَكَأَنَّهُ يَسَرٌ يُفِيضُ عَلَى الْقِدَاحِ وَيَصْدَعُ

گویا وہ جنگلی گدھیاں جوے کے تیروں کی تھیلی ہیں

اور گویا وہ نرجواری ہے جو تیروں پر چھا جاتا۔ اور انھیں الگ الگ کرتا ہے۔ یعنی وہ تیروں کو الگ الگ کرتا ہے اور ان کے حصوں کی تفصیل کر دیتا ہے۔
اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور رؤبۃ بن العجاج نے کہا ہے۔

أَنْتَ الْحَلِيمُ وَالْأَمِيرُ الْمُنْتَقِمْ   تَصْدَعُ بِالْحَقِّ وَتَنْفِي مَنْ ظَلَمْ

تو ایسا امیر ہے کہ جلد غصہ ہونے والا نہیں (لیکن جب غضبناک ہوتا ہے تو) انتقام لینے والا ہے حق کو ممتاز کرکے بیان کرتا ہے اور ظالم کے ظلم کو دور کر دیتا ہے۔
یہ دونوں بیتیں اس کے بحر رجز کے قصیدے کی ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی حالت یہ تھی کہ جب نماز پڑھا ہوتا تو گھاٹیوں میں چلے جاتے اور اپنی قوم سے چھپکر نماز پڑھتے ایک وقت سعد بن ابی وقاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ مشرکوں کی ایک جماعت ان کے پاس آپہنچی۔ اور انھوں نے ان سے نفرت ظاہر کی اور ان کے اس کام پر عیب لگایا یہاں تک کہ آخر وہ ان سے لڑنے لگے۔ تو سعد بن ابی وقاص نے اس روز ان کے ایک شخص کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے مارا اور سر کو زخمی کر دیا اور یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم پر اسلام کا اظہار کیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا اس کا اظہار مفصل اور علانیہ فرمایا تو مجھے جہاں تک معلوم ہے آپ کی قوم نے آپ سے نہ دوری اختیار کی نہ آپ کا رد کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کے بتوں کی حالت بیان فرمائی اور ان کی برائیاں بتائیں۔ جب آپ نے ایسا کیا تو انھوں نے اس معاملے کو اہمیت دی اور آپ سے اجنبیت برتنے لگے۔ اور آپ کی مخالفت اور دشمنی میں ایک دل ہو گئے۔ بجز ان لوگوں کے

جن کو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اسلام کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ اور ایسے لوگ تھوڑے اور چھپے ہوئے تھے اور آپ کے چچا ابو طالب نے آپ پر مہربانی کا اظہار کیا اور آپ کی حفاظت کی (آپ کی امداد کے لیے) سینہ سپر ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس کے احکام کا اعلان کرتے۔ اس طرح نکلے کہ آپ کو اس کام سے کوئی چیز لوٹا نہ سکتی تھی۔ جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور آپ کی جو بات انھیں ناپسند تھی اس سے معذرت خواہ نہیں ہوتے اور انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کے چچا ابو طالب آپ پر مہربان اور آپ کے لیے سینہ سپر ہیں اور آپ کو ان کے حوالے نہیں کرتے تو قریش کے بڑے بڑے سردار ابو طالب کے پاس گئے جن میں یہ لوگ بھی تھے۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب کے دونوں بیٹے اور ابو سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب[1] بن فہر۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) ابو سفیان کا نام صخر تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ اور ابو البختری کا نام العاص بن ہشام بن الحارث ابن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی تھا۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) ابو البختری کا نام العاص بن الہاشم تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ اور الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی اور ابو جہل بن ہشام جس کا نام عمرو اور کنیت ابو الحکم بن ہشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ ابن کعب بن لوئی اور الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ ابن کعب بن لوئی اور نُبَیہ اور مُنَبِّہ الحجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم بن عمرو

٢٦٧

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

ابن ہُصَیص بن کعب بن لوئی کے دونوں بیٹے۔ اور العاص بن وائل۔

(ابن ہشام نے کہا کہ) العاص وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہُصَیص بن کعب بن لوئی کا بیٹا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اور بھی ان میں کے جو جو لوگ ہوں (گئے) اور ان سے کہا۔ اے ابوطالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں اور ہمارے دین میں عیب نکالے اور ہم میں کے عقلمندوں کو بے وقوف بنایا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا۔ لہذا اب یا تو اس کو ہم سے روک دیجئے یا ہمارے اور اس کے درمیان دخل نہ دیجئے کیونکہ آپ بھی اس کے خلاف اسی (دین) پر ہیں جس پر ہم ہیں۔ ہم آپ کی جانب سے بھی اس کا بندوبست کریں گے تو ابوطالب نے ان سے نرمی سے باتیں کیں اور انھیں حسنِ تدبیر سے واپس کر دیا تو وہ ان کے پاس سے لوٹ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اسی حالت پر قائم اور اللہ کے دین کی اشاعت اور اس کی جانب دعوت دیتے رہے۔ اس کے بعد بعض معاملوں کے سبب سے آپ کے اور کافروں کے درمیانی تعلقات اور زیادہ سخت ہو گئے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے الگ رہنے لگا اور ایک دوسرے سے کینہ رکھنے لگا۔ اور قریش کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ عام طور سے رہنے لگا وہ آپ کے متعلق ایک دوسرے پر ملامت کرتے اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کو ابھارتے۔ پھر وہ سب ملکر ابوطالب کے پاس دوبارہ گئے اور ان سے کہا اے ابوطالب! آپ ہم میں بلحاظ عمر و نسب و رتبہ ایک خاص درجہ رکھتے ہیں اور ہم نے آپ سے استدعا کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے رکھیں لیکن آپ نے انھیں ہم سے نہیں روکا اور واللہ ہم اس حالت پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور ہم میں کے عقلمندوں کو بے وقوف بنایا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب نکالے جائیں۔ یا تو ہم اسے اپنے متعلق ایسی باتیں

کرنے سے روک دیں گے یا پھر اس سے مقابلے کی ٹھہرائیں گے۔ اور پھر آپ اس میں دخل نہ دینا۔ یہاں تک کہ دونوں گروہ میں سے کوئی ایک برباد ہو جائے۔ یا ان لوگوں نے جن[1] الفاظ میں ان سے کہا ہو اس کے بعد وہ تو لوٹ گیے لیکن ابو طالب پر اپنی قوم کی جدائی اور ان کی دشمنی بہت شاق گزری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کرنے اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے کو بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس نے بیان کیا کہ ان سے کسی نے کہا کہ قریش نے جب ابو طالب سے یہ بات کہی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپ سے کہا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے تمھاری قوم میرے پاس آئی تھی اور انھوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کیں اور وہ باتیں بیان کیں جو انھوں نے ان سے کہی تھیں۔ پس مجھ پر بھی رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کرو اور مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جس کو میں برداشت نہ کرسکوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ آپ کے چچا کی کچھ ایسی رائے ہوگئی ہے کہ وہ آپ کی امداد ترک کردیں گے اور آپ کو ان کے حوالے کردیں گے اور اب وہ آپ کی امداد اور حمایت سے عاجز ہو چکے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَا عَمِّ وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَى

أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ

”چچا جان واللہ اگر میری دائیں جانب سورج اور بائیں جانب چاند رکھ دیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں۔ یہاں تک کہ

---

[1] راوی کی جانب سے شک کے اظہار کے لیے یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔ (احمد محمودی)

اللہ تعالیٰ خود اس کو غلبہ دے یا میں مرجاؤں تو بھی اسے نہ چھوڑونگا ‘‘
راوی نے کہا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ آبدیدہ ہوئے۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور جب آپ وہاں سے واپس ہوگئے تو ابو طالب نے آپ کو پکارا اور کہا۔ بابا[1] ادھر آؤ۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انھوں نے کہا بابا جاؤ اور جو چاہو کہو۔ اللہ کی قسم کسی معاوضے پر بھی میں تمھیں ان کے حوالے ہرگز نہ کروں گا۔

قریش کا ابو طالب کے پاس تیسری بار عمارۃ ابن الولید المخزومی کے ساتھ جانا

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر جب قریش نے یہ سمجھ لیا کہ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد نہ دینے سے بھی انکار کردیا اور آپ کو ان کے حوالہ کرنے سے بھی اور اس معاملے میں ان سب سے الگ ہوجانے اور ان سب کی مخالفت پر ان کا عزم مصمم دیکھا تو عمارۃ بن الولید بن المغیرہ کو لیکر ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ابو طالب یہ عمارۃ بن الولید ہے جو قریش میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ خوبصورت ہے اس کو لے لیجئے کہ اس کا نفع و نقصان سارا آپ سے متعلق رہے گا۔ اس کو اپنا بیٹا بنا لیجئے یہ آپ ہی کا ہے اور آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کردیجئے کہ ہم اسے قتل کر ڈالیں جس نے آپ کے اور آپ کے بزرگوں کے دین کی مخالفت کی ہے اور آپ کی قوم کی جماعت میں پھوٹ ڈالدی ہے۔

[1] اصل میں ابن اخی کے الفاظ ہیں۔ (احمد محمودی)

اور ان میں کے عقلمندوں کو بیوقوف بنایا ہے۔ غرض آپ کو ایک شخص[1] کے عوض ایک شخص دیا جا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ واللہ تم کتنا برا معاملہ میرے ساتھ کر رہے ہو کیا تم مجھے اپنا لڑکا اس لیے دے رہے ہو کہ میں اسے تمھاری خاطر کھلاؤں پلاؤں اور تمھیں اپنا لڑکا دے دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ واللہ یہ تو ایسی بات ہے کہ کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔ راوی کہتا ہے کہ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے کہا۔ واللہ اے ابو طالب تمھاری قوم نے تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے اور جس بات کو تم ناپسند کرتے ہو اس سے بچنے کی انھوں نے پوری کوشش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ تم ان کی کوئی بات بھی ماننا نہیں چاہتے۔ تو ابو طالب نے مطعم سے کہا واللہ انھوں نے تو میرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا لیکن تو نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ میرے خلاف اپنی قوم کی حمایت کرے اور میری طرف کی کوئی بات نہ کرے۔ اچھا تیرے جو جی میں آئے کر یا جیسا کچھ[2] انھوں نے کہا ہو۔

راوی نے کہا کہ اس کے بعد معاملے نے شدت اختیار کر لی اور گرما گرم جنگ ہو گئی اور آپ کے عہد توڑ دیئے گئے اور ایک دوسرے کے کھلے دشمن بن گئے تو مطعم بن عدی کے متعلق خاص طور پر اور بنی عبد مناف میں سے جن لوگوں نے ابو طالب کی حمایت سے دست برداری کی اور قریش کے قبیلوں میں سے جن لوگوں نے ان سے دشمنی کی۔ ان کے متعلق عام طور پر تعریض کرتے ہوئے اور ان سوالوں کا ذکر کرتے ہوئے جو انھوں نے کیے اور جو دور از کار باتیں انھوں نے کیں ان سب کا بیان کرتے ہوئے ابو طالب نے کہا۔

---

[1] ۔ (ب ح د) میں انما ھو رجل برجل ہے جس کے معنی میں نے ترجمے میں لکھے ہیں۔ لیکن (الف) میں انما ھو رجل کرجل ہے یعنی وہ بھی دوسرے آدمی کے جیسا ایک آدمی ہے۔ (احمد محمودی) [2] ۔ راوی کی جانب سے اظہار شک ہے کہ یہی الفاظ کہے یا اور کچھ۔ (احمد محمودی)

أَلَا قُلْ لِعَمْرٍو وَالْوَلِيدِ وَمُطْعِمٍ[1] أَلَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ حِيَاطَتِكُمْ بَكْرُ

ہاں سن لو اور عمرو و ولید و مطعم سے کہدو کہ کاش
تمھاری نگرانی میں کا ایک جوان اونٹ مجھے مل جاتا۔

۲۸

مِنَ الْخُورِ حَبْحَابٌ كَثِيرٌ رُغَاؤُهُ يُرَشُّ عَلَى السَّاقَيْنِ مِنْ بَوْلِهِ قَطْرُ

جو کمزوری کے سبب سے (جھک کر) پست قد ہو گیا
ہو اور جس کا بلبلانا بہت ہو اور اس کے پیشاب کے قطرے
اس کی پنڈلی پر ٹپکے پڑتے ہوں۔

يُخَلَّفُ خَلْفَ الْوِرْدِ لَيْسَ بِلَاحِقٍ إِذَا مَا عَلَا الْفَيْفَاءَ قِيلَ لَهُ وَبْرُ[2]

پانی پینے کو جانے والے اونٹوں سے پیچھے رہ گیا ہو
اور انھیں ملا نہ سکتا ہو جب کسی وسیع میدان میں چلا جائے
تو لوگ اوسے بلی سمجھیں۔

أَرَى أَخَوَيْنَا مِنْ أَبِينَا وَأُمِّنَا إِذَا سُئِلَا قَالَا إِلَى غَيْرِنَا الْأَمْرُ

میں اپنے حقیقی بھائیوں کی حالت یہ دیکھتا ہوں کہ جب
ان سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں (کہ
اس معاملے میں ہمیں کوئی اختیار نہیں) یہ دوسروں کے
اختیار کی چیز ہے۔

بَلَى لَهُمَا أَمْرٌ وَلَكِنْ تَجَرْجَمَا كَمَا جُرْجِمَتْ مِنْ رَأْسِ ذِي عَلَقٍ صَخْرُ

کیوں نہیں اختیار تو ان دونوں کو ہے لیکن وہ دونوں

---

[1] (الف) میں معطم لکھدیا ہے جو غلط ہے۔ [2] وبر ایک جانور کا نام ہے جو بلی سے چھوٹا اور بلی ہی کے جیسا ہوتا ہے۔ منتہی الادب میں لکھا ہے کہ فارسی میں اسے دنک کہتے ہیں۔ (احمد محمودی)

(اپنے اختیارات کی چوٹی سے اس طرح) گر پڑے ہیں جس طرح
کوہ ذی علق کی چوٹی سے کوئی بڑا پتھر لڑھکا یا گیا ہو۔

أَخُصُّ خُصُوصًا عَبْدَ شَمْسٍ وَنَوْفَلًا هُمَا نَبَذَانَا مِثْلَ مَا يُنْبَذُ الْجَمْرُ

میری شکایت خاص طور پر (بنی) عبد شمس اور
(بنی) نوفل سے ہے کہ انھیں دونوں نے ہمیں ایسا الگ
کر ڈالا جیسے کنکریاں علیحدہ کر ڈالی جاتی ہیں۔

هُمَا أَغْمَزَا لِلْقَوْمِ فِي أَخَوَيْهِمَا فَقَدْ أَصْبَحَا مِنْهُمْ أَكُفُّهُمَا صِفْرُ

انھیں دونوں نے برسر مجلس اپنے بھائیوں کی بے عزتی
کی اور اب یہ حالت ہوگئی کہ ان دونوں کے ہاتھ ان کے
بھائیوں سے خالی ہیں۔ یعنی خود ان کے بھائیوں سے ان کے
تعلقات نہیں رہے۔

هُمَا أَشْرَكَا فِي الْمَجْدِ مَنْ لَا أَبَا لَهُ مِنَ النَّاسِ إِلَّا أَنْ يُرَمَّ لَهُ ذِكْرُ

۲۸۱

انھیں دونوں نے ایسے شخص کو اعزاز و مفاخر میں
شریک بنالیا جس کا باپ مشہور لوگوں میں سے نہیں ہاں
اس کی شہرت کچھ تھوڑی ہو تو ہو۔

وَتَيْمٌ وَمَخْزُومٌ وَزُهْرَةُ مِنْهُمُ وَكَانُوا لَنَا مَوْلًى إِذَا ابْتُغِيَ النَّصْرُ

بنی تیم بنی مخزوم اور بنی زہرہ بھی انھیں میں کے
ہوگئے حالانکہ امداد کی طلب کے وقت تو ہمارے دوست تھے۔

لہ ۔ (الف) نبذ ہے۔ ۲ہ ۔ (الف) میں اغمرا ہے۔ جس کے معنی
انھوں نے قوم کو جری بنادیا۔" ہوں گے۔ (احمد محمودی)

فواللہ لا تنفک منا عداوۃ ولا منہم ما کان من نسلنا شفر

پس اللہ کی قسم جب تک کہ ہماری نسل میں کا ایک بھی رہے ہماری اور ان کی دشمنی نہ جائے گی۔

وقد سفہت أحلامہم وعقولہم وکانوا کجفر بئس ما صنعت جفر

کیونکہ ان میں متانت رہی نہیں ہے اور ان کی عقلیں ماری گئی ہیں اور یہ لوگ جفر[1] کے سے ہو گئے اور جفر نے جو کچھ کیا وہ بہت برا کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس قصیدے میں کی دو بیتیں ہم نے چھوڑ دی ہیں جن میں فحش گوئی کی گئی ہے۔

قریش کا ایمانداروں کو تکلیفیں دینا اور ایمان سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں کے ان افراد کے خلاف جنھوں نے آپ کے ساتھ اسلام اختیار کر لیا تھا اور قریش کے قبیلوں میں رہا کرتے تھے قریش نے ایک دوسرے کو ابھارا تو ہر ایک قبیلہ اپنے میں کے مسلمانوں پر پل پڑا اور وہ انھیں ایذائیں دینے لگے۔ اور ان کو ان کے دین سے

---

[1] (الف) میں یہ شعر نہیں ہے۔ اور یہ جفر کون تھی اور اس کا واقعہ کیا ہے ہمیں اس کے متعلق کوئی مواد نہیں ملا۔ (احمد محمودی)

برگشتہ کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچا ابو طالب کے سبب سے محفوظ رکھا۔ جب ابو طالب نے قریش کی مذکورہ کارروائیاں بنی ہاشم اور بنی المطلب کے متعلق دیکھیں تو اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور آپ کے واسطے سینہ سپر ہونے کے لیے ان سب (یعنی بنی ہاشم) کو فراہم کیا جس پر وہ خود بھی جمے ہوئے تھے تو بجز اللہ کے دشمن ملعون ابو لہب کے وہ سب کے سب ان کے پاس جمع ہو گئے۔ اور جس بات کے لیے انھوں نے دعوت دی تھی اس کو قبول کیا اور ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور جب ابو طالب نے اپنی قوم کی اس حالت کو دیکھا جو ان کے لیے مسرت کا سبب تھی کہ وہ ان کے ساتھ کوشش کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ تو ان کی مدح و ستائش کی اور انھیں ان کے پرانے واقعات یاد دلائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور آپ کا ان میں جو مرتبہ تھا اسے یاد دلایا تاکہ ان کو ان کی رائے میں مستقل بنائیں اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے میں ان کے ساتھ ہوں چنانچہ انھوں نے کہا۔

۲۸۲

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ ... فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِيمُهَا

جب کبھی قریش کسی قابل فخر کام کے لیے مستعد ہوئے تو ان میں (بنی) عبد مناف ان کی جان اور ان کی روح رواں رہے۔

فَإِنْ حُصِّلَتْ أَشْرَافُ عَبْدِ مَنَافِهَا ... فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَقَدِيمُهَا

پھر جب ان میں سے (بنی) عبد مناف کے شریفوں کا شمار کیا گیا تو ان میں کے بڑے مرتبے والے اور آگے بڑھائے جانے کے قابل بنی ہاشم ہی میں کے لوگ نکلے۔

وَإِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا ... هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرِّهَا وَكَرِيمِهَا

اور جب کبھی بنی ہاشم نے فخر کیا تو ان میں سے محمد ہی
منتخب اور اس قبیلے کی جان اور ان میں بڑے مرتبے والے نکلے۔

تَدَاعَتْ قُرَيْشٌ غَثُّهَا وَسَمِينُهَا ... عَلَيْنَا فَلَمْ تَظْفَرْ وَطَاشَتْ حُلُومُهَا

قریش کے اچھے اور برے تمام لوگوں نے ایک دوسرے
کو ہماری مخالفت میں ابھارا تاہم انھیں کوئی کامیابی نصیب
نہ ہوئی بلکہ ان کی متانت اور عقلیں جاتی رہیں۔

وَكُنَّا قَدِيمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً ... إِذَا مَا ثَنَوْا صُعْرَ الْخُدُودِ نُقِيمُهَا

ہمیشہ سے ہماری حالت یہ رہی ہے کہ ہم کسی ظلم کو
قائم رہنے نہیں دیتے جب کبھی لوگوں نے تکبر سے گالوں کے
جھکاؤ کو ٹیڑھا کیا تو ہم انھیں سیدھا کرتے رہے۔

وَنَحْمِي حِمَاهَا كُلَّ يَوْمِ كَرِيهَةٍ ... وَنَضْرِبُ عَنْ أَحْجَارِهَا مَنْ يَرُومُهَا

ہر خوفناک موقع، یا ہر جنگ کے وقت، اس قوم کے
رمنوں کی نگرانی ہم ہی کرتے رہے ہیں، اور اس کے حدود کی
جانب جو کوئی ارادہ کرتا ہے، اس سے ان حدود کی مدافعت
ہم ہی کرتے رہتے ہیں۔

بِنَا انْتَعَشَ الْعُودُ الذَّوَاءُ وَإِنَّمَا ... بِأَكْنَافِنَا تَنْدَى وَتَنْمِي أُرُومُهَا

سوکھی لکڑیاں ہمارے طفیل میں سرسبز ہو گئیں ہمارے اضلاع
میں سوکھی لکڑیوں کی جڑیں تر و تازہ ہوتی اور نشو و نما پاتی ہیں۔

قرآن کی توصیف میں ولید بن مغیرہ کی حیرانی

اس کے بعد ولید بن المغیرۃ کے پاس قریش کے چند لوگ جمع ہوئے

کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ عمر والا تھا۔ اور حج کا زمانہ قریب آچکا تھا تو ولید نے ان سے کہا اے گروہ قریش یہ لو زمانہ حج تو قریب آچکا ہے اور عنقریب عرب کے مہمان تمھارے پاس آئیں گے۔ اور انھوں نے تمھارے اس دوست (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال تو سن ہی لیا ہے۔ پس تمھیں چاہیئے کہ تم اس کے متعلق ایک متحدہ رائے قرار دے لو کہ تم میں آپس میں اختلاف نہ ہو کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے اور ایک دوسرے کی بات کا رد کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ اے ابو عبد شمس تم ہی کچھ کہو اور ہمارے لیے ایک ایسی رائے دو کہ ہم وہی کہیں۔ اس نے کہا: نہیں تم ہی کچھ کہو، میں سنتا ہوں۔ انھوں نے کہا ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے۔ اس نے کہا نہیں واللہ وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے وہ کاہنوں کا گنگنانا یا کاہنوں کی قافیہ پیمائی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا۔ تو ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔ اس نے کہا نہیں وہ دیوانہ بھی نہیں ہے۔ ہم نے جنونیوں کو دیکھا ہے اور اس کو جانتے ہیں اس کی حالت اختناق کی نہیں اور نہ اختلاج کی سی کیفیت ہے اور نہ وہ شیطانی وسوسے کی سی کیفیت ہے۔ انھوں نے کہا۔ تو ہم اسے شاعر کہیں گے۔ اس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کے تمام اقسام رجز و ہزج و قریض و مقبوض و مبسوط کو جانتے ہیں۔ وہ شعر بھی نہیں۔ انھوں نے کہا تو جادوگر کہیں گے۔ اس نے کہا وہ جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے بڑے بڑے جادوگروں اور ان کے جادو کو دیکھا ہے اس میں نہ ان کا سا پھونکنا ہے نہ ان کی سی گرہیں ہیں۔ انھوں نے کہا۔ اے ابو عبد شمس پھر کیا کہیں۔ اس نے کہا واللہ اس کی بات میں ایک قسم کی شیرینی ہے اور اس کی جڑیں[1] بہت شاخوں والی

۲۸۴

[1] ۔ (الف ب) میں عذق ہے اور (ج) میں غدق ہے۔ (د) میں عزق ہے۔ عذق کے معنی کثیر الشعب یعنی زیادہ شاخوں والی۔ اور غدق کے معنی کثیر الما یعنی زیادہ پانی والی۔ عزق کے معنی لصق یعنی چمٹی ہوئی۔ (احمد محمودی)

یا زیادہ پانی والی ہیں ۔ یا زمین سے جمٹی ہوئی مستحکم ہیں اور اس کی شاخیں پھلوں والی ہیں ۔ ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں کی روایت لغدق سے تم ان تمام باتوں میں سے جو کہو گے اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہو جائے گا ہاں اس کے متعلق صحت سے قریب تر بات یہ ہے کہ تم اس کے متعلق کہو کہ وہ جادوگر ہے وہ اپنا ایک جادو بھرا کلام لے کر آیا ہے ۔ جس کے ذریعے باپ بیٹے بھائی بھائی میاں بیوی اور فرد خاندان اور خاندان کے درمیان جدائی ڈالتا ہے ۔ غرض سب کے سب اسی بات پر متفق ہو کر ادھر ادھر چلے گئے ۔ اس کے بعد جب حج کے زمانے میں لوگ آنے لگے تو یہ لوگ ان لوگوں کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور جو شخص ان کے پاس سے گزرتا اس کو آپ سے ڈراتے اور آپ کا حال اس سے کہتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے الولید ابن المغیرہ اور ان حالات کے متعلق یہ آیتیں نازل فرمائیں ۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا وَبَنِينَ شُهُودًا وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا (ای خصیما)

جس کو میں نے پیدا کیا ہے اس کو اور مجھے تنہا چھوڑ دے میں نے اس کے لیے بہت سا مال فراہم کر دیا اور (اس کو) بیٹے (دیے جو اس کے احکام کی تعمیل کے لیے) حاضر (ہیں) اس کے لیے میں نے بڑی بڑی تیاریاں کیں ۔ اس کے بعد بھی وہ خواہش رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ۔ ایسا نہیں (ہو سکتا کیونکہ) وہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے ۔

ابن ہشام نے کہا ۔ عنید کے معنی معاند اور مخالف کے ہیں ۔ رؤبۃ العجاج نے کہا ہے

وَنَحْنُ ضَرَّابُونَ رَأْسَ[1] الْعَنَّدِ

ہم مخالفوں کے سر پر ضرب لگانے والے ہیں۔

یہ بیت (یا مصرع) اس کے بحر رجز کے قصیدے کی ہے۔

سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ

قریب میں میں اس پر سخت محنت کا بار ڈالوں گا۔ صعود نامی پہاڑ کی (جو دوزخ میں ہے) چڑھائی پر مجبور کروں گا۔ بے شبہ اس نے فکر کی اور اندازہ لگایا جس کے نتیجے میں وہ ہلاک ہوگیا۔ اس نے کیسا اندازہ لگایا۔ پھر (سن لوکہ) وہ برباد ہوگیا۔ اس نے کیسا اندازہ لگایا۔ پھر اس نے غور کی۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور مکروہ صورت بنائی۔

ابن ہشام نے کہا۔ کہ بسر کے معنی کرہ وجہہ یعنی مکروہ صورت بنائی العجاج نے کہا ہے۔

مُضَبَّرُ اللَّحْيَيْنِ بَسْرًا مِنْهَسَا

وہ موٹے جبڑوں والا مکروہ صورت۔ چہرے پر زخموں کے نشانات والا ہے۔

شاعر چہرے کی مکروہ حالت کا بیان کر رہا ہے۔ اور یہ بیت (مصرع) اس کے بحر رجز کے قصیدے کی ہے۔

ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ إِنْ هَٰذَا

[1] (الف) میں راس کے بجائے ھام ہے یعنی ھام کے بھی سر ہی کے ہیں (احمد محمودی)

إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ

پھر پیٹھ پھیری اور تکبر ظاہر کیا۔ پھر کہا یہ تو بس پرانے جادو کے آثار باقیہ ہیں۔ یہ آدمی کے کلام کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور اس چیز کے متعلق جس کو اللہ کے پاس سے لائے تھے اور ان لوگوں کے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور انھوں نے آپ کے متعلق اور اس چیز کے متعلق جس کو آپ اللہ کے پاس سے لائے تھے باتیں بنایا کرتے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے (یہ آیتیں) نازل فرمائیں

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(اے محمد) جن لوگوں نے قرآن کو قسم قسم کا بنا دیا قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ان تمام لوگوں سے۔ ان کے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے باز پرس کریں گے

ابن ہشام نے کہا۔ کہ عضین کا واحد عضۃ ہے۔ عضوہ محاورہ ہے جس کے معنی "فرقوہ" کے ہیں (یعنی الگ الگ کر ڈالا) رؤبۃ بن العجاج نے کہا ہے۔

وَلَيْسَ دِيْنُ اللّٰهِ بِالْمُعَضَّى

دین الٰہی قسم قسم کا نہیں ہے۔

اور یہ بیت (مصرع) اس کے بحر رجز کے ایک قصیدے میں کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر تو وہ لوگ وہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان تمام لوگوں سے جن سے وہ ملتے کہنے لگے۔ اس حج کے زمانے کے بعد جب لوگ اپنے شہروں کو واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہی خبر لے کر واپس ہوئے اور اس کی شہرت عرب کے تمام شہروں میں ہوگئی۔

۲۸۶

ابو طالب کے شعر جو انھوں نے قریش کی دلجوئی کیلیے کہے اور ابو قیس بن الاسلت کے شعر اور قریش کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں دینا

اور جب ابو طالب کو عرب کے عام لوگوں کا خوف ہوا کہ کہیں وہ آپ کے اور آپ کی قوم کے پیچھے نہ پڑ جائیں تو انھوں نے وہ قصیدہ کہا جس میں انھوں نے حرم مکہ کی پناہ لی اور اپنے اس رتبے کی پناہ کی جو ان کو اس کی سکونت کے سبب حاصل تھا۔ اور اپنی قوم کے بلند مرتبہ لوگوں پر اپنی محبت جتائی اس کے علاوہ اپنے اشعار میں انھیں اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کرنے والے یا آپ کو کسی بڑی سے بڑی چیز کے معاوضے میں کبھی بھی چھوڑنے والے نہیں ہیں کہ وہ آپ کی حفاظت میں خود بھی ہلاک ہو جائیں۔ پس ابو طالب نے کہا۔

وَلَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيهِمُ ‏ وَقَدْ قَطَعُوا كُلَّ الْعُرَى وَالْوَسَائِلِ

جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت نہیں رہی اور انھوں نے تمام تعلقات اور رشتوں کو توڑ دیا ہے۔

وَقَدْ صَارَحُونَا بِالْعَدَاوَةِ وَالْأَذَى ‏ وَقَدْ طَاوَعُوا أَمْرَ الْعَدُوِّ الْمُزَايِلِ

انھوں نے ہمارے ساتھ کھلی دشمنی اور ایذا رسانی شروع کی انھوں نے ہم سے الگ ہو جانے والے دشمن کی بات مانی۔

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

وَقَدْ حَالَفُوا قَوْمًا عَلَيْنَا أَظِنَّةً ... يَعَضُّونَ غَيْظًا خَلْفَنَا بِالْأَنَامِلِ

انھوں نے ہمارے خلاف تہمت زدہ لوگوں سے معاہدے کیے جو ہماری پیٹھ پیچھے غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔

صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ ... وَأَبْيَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

تو میں بذات خود ایک لچکدار نیزہ اور شاہان سلف کی وراثت میں ملی ہوئی ایک چمکدار تلوار لے کر ان کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔

وَأَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَيْتِ رَهْطِي وَإِخْوَتِي ... وَأَمْسَكْتُ مِنْ أَثْوَابِهِ بِالْوَصَائِلِ

اور میں نے اپنی جماعت اور اپنے بھائیوں کو بیت اللہ کے پاس بلوایا اور اس (بیت اللہ) کی سرخ دھاری دار چادروں کو پکڑ لیا

۲۸۷ قِيَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِينَ رِتَاجَهُ ... لَدَى حَيْثُ يَقْضِي حَلْفَهُ كُلُّ نَافِلِ

اس کے عظیم الشان دروازے کے مقابل اس مقام پر جہاں برأت ثابت کرنے والا حلف اٹھاتا ہے سب کے ساتھ مل کر کھڑے ہو کر (اس کی چادروں کو پکڑ لیا)۔

وَحَيْثُ يُنِيخُ الْأَشْعَرُونَ رِكَابَهُمْ ... بِمُفْضَى السُّيُولِ مِنْ إِسَافٍ وَنَائِلِ

جہاں اشعری لوگ اپنے اونٹ بٹھاتے ہیں۔ اساف ونائلہ نامی بتوں کے پاس سے سیلابوں کے پہنچنے کی جگہ۔

مُوَسَّمَةَ الْأَعْضَادِ أَوْ قَصَرَاتِهَا ... مُخَيَّسَةً بَيْنَ السَّدِيسِ وَبَازِلِ

وہ اونٹ جن کے بازوؤں یا گردنوں کے جوڑوں کے پاس

(قربانی کی) علامتیں ہیں یا جو قربانی کے لیے بندھے
ہوئے ہوں اور آٹھ نو سال کی عمر کے درمیان ہیں۔

تَرَى الْوَدْعَ فِيهَا وَالرَّخَامَ وَزِينَةً ۔۔۔ بِأَعْنَاقِهَا مَعْقُودَةً كَالْعَثَاكِلِ

تو ان کی گردنوں میں منکے اور سنگ رخام اور زینت کی دوسری
چیزیں بندھی ہوئی کھجور کے خوشوں کے مانند دیکھیگا۔

أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ ۔۔۔ عَلَيْنَا بِسُوءٍ أَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں۔ ہر اس
شخص سے جو ہم پر برائی کے الزامات لگانے والا اور ناحق پر
اصرار کرنے والا ہے۔

وَمِنْ كَاشِحٍ يَسْعَى لَنَا بِمَعِيبَةٍ ۔۔۔ وَمِنْ مُلْحِقٍ فِي الدِّينِ مَا لَمْ نُحَاوِلِ

اور ایسے کینہ ور شخص سے جو ہم پر عیب لگانے کی
کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور ہمیں ایسے دین میں ملا دیتا ہے
جس کی جانب ہم نے کبھی قصد نہیں کیا۔

وَثَوْرٍ وَمَنْ أَرْسَى ثَبِيرًا مَكَانَهُ ۔۔۔ وَرَاقٍ لِيَرْقَى فِي حِرَاءٍ وَنَازِلِ

اور جبل ثور اور اس ذات کی پناہ جس نے کوہ ثبیر
کو اس کی جگہ پر گاڑ دیا اور چڑھنے والے اور اترنے والے کی پناہ
(جو کوہ ثبیر سے اس لیے اترتا ہے) تاکہ کوہ حرا پر چڑھ جائے
(مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں[عہ]۔ (دیکھو باب بعثت)

عہ۔ سہیلی نے لکھا ہے کہ "وراق لیرقی فی حراء ونازل" کے متعلق ہم نے پہلے تشریح کر دی
ہے لیکن یہاں ایک دوسری روایت بھی ہے جو اس سے زیادہ صحیح ہے اور وہ "وراق لبرّ فی

۲۰۰ وَبِالْبَیْتِ حَقِّ الْبَیْتِ مِنْ بَطْنِ مَکَّۃٍ وَبِاللّٰہِ إِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِغَافِلِ

اور بیت اللہ کی پناہ اور حق بیت اللہ کی پناہ جو مکہ کی وادی میں واقع ہے۔ اور اللہ کی پناہ لیتا ہوں ۔ بے شبہ اللہ غافل نہیں ہے ۔

وَبِالْحَجَرِ الْمُسْوَدِّ[1] إِذْ یَمْسَحُوْنَہٗ إِذَا اکْتَنَفُوْہُ بِالضُّحٰی وَالْأَصَائِلِ

اور حجر اسود کی پناہ کہ لوگ اس کو صبح و شام گھیرے رہتے اور (برکت حاصل کرنے کے لیے) اس پر ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں ۔

وَمَوْطِئِ إِبْرَاهِیْمَ فِی الصَّخْرِ رَطْبَۃً[2] عَلٰی قَدَمَیْہِ حَافِیًا غَیْرَ نَاعِلِ

اور ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کی جو پتھر پر ہیں پناہ جو ان کے بے نعلین ننگے پاؤں کے لیے نرم تھا ۔

وَأَشْوَاطٍ بَیْنَ الْمَرْوَتَیْنِ إِلَی الصَّفَا وَمَا فِیْہِمَا مِنْ صُوْرَۃٍ وَتَمَاثِلِ

اور کوہ صفا اور کوہ مروہ کی درمیانی دوڑ دھوپ کی اور ان دونوں کے درمیان جو تصویریں اور بت رہتے ہیں ان کی پناہ ۔ ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ حراء ما ول ہے ۔ یعنی اس ذات کی پناہ جو نیکی حاصل کرنے کے لیے کوہ حرا پر چڑھنے والا اور پھر وہاں سے احکام الٰہی لیکر اترنے والا ہے ۔ البرقی نے کہا ہے کہ ابن اسحق اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی یہی روایت کی ہے اور یہی ٹھیک ہے ۔ سہیلی کہتے ہیں کہ پھر تو ابن ہشام کو ہوگئی ہے یا بکائی کو ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ (مترجم از سہیلی)

[1] (الف) میں الاسود ہے ۔ [2] (الف) میں وطئۃ ہے (احمد محمودی)

وَمَن حَجَّ بَیتَ اللہِ مِن کُلِّ رَاکِبٍ وَمِن کُلِّ ذِی نَذرٍ وَمِن کُلِّ رَاجِلِ

اور ہر ایک سوار اور پیادہ یا بیت اللہ کا حج کرنے والے
اور نذر یں گزار نے والے کی پناہ

وَبِالمَشعَرِ الأَقصَی إِذَا عَمَدُوا لَہُ إِلَالٍ إِلَی مُفضَی الشِّرَاجِ القَوَابِلِ

اور میدان عرفات کی پناہ جبکہ لوگ اس کا قصد کریں
اور کوہ الال[ع] کے اس مقام تک کی پناہ جہاں نالے ایک دوسرے
کے مقابل سے آکر پھیل جاتے ہیں ۔

وَتَوقَافِہِم فَوقَ الجِبَالِ عَشِیَّۃً یُقِیمُونَ بِالأَیدِی صُدُورَ الرَّوَاحِلِ ۲۸۹

اور شام کے وقت کے پہاڑوں پر ان کے کھڑے ہونے
کی پناہ جہاں سواریوں کے اگلے حصے کو ہاتھوں سے سیدھا کرتے
یا تھامتے ہیں ۔

وَلَیلَۃِ جَمعٍ وَالمَنَازِلِ مِن مِنًی وَہَل فَوقَہَا مِن حُرمَۃٍ وَمَنَازِلِ

اور اس رات کی پناہ جس میں لوگ منیٰ میں جمع ہوتے
ہیں اور منیٰ کے ان مقامات کی پناہ جہاں لوگ اترتے ہیں کیا
ان سے بڑھ کر بھی کوئی عظمت والی چیزیں اور مقامات ہیں ۔

وَجَمعٍ إِذَا مَا المُقرَبَاتُ أَجَزنَہُ سِرَاعاً کَمَا یَخرُجنَ مِن وَقعِ وَابِلِ

اور عرفات کی پناہ جہاں شریف گھوڑے موقف
میں جگہ حاصل کرنے کے لیے ایسی تیزی سے گزرتے ہیں جیسے

ع ۔ کوہ الال جبل عرفات کے پاس ہے ۔ (احمد محمودی)

موسلا دھار بارش ہوتے وقت اس سے بچنے کے لیے بھاگتے ہیں

وَبِالْجَمْرَةِ الْكُبْرَىٰ[1] إِذَا صَمَدُوا لَهَا ۔۔۔ يَؤُمُّونَ قَذْفًا رَأْسَهَا بِالْجَنَادِلِ

اور بڑے جمرہ کی پناہ جبکہ لوگ اس کی جانب ارادہ کرتے اور اس کے سر کو پتھروں سے مارنا چاہتے ہیں ۔

وَكِنْدَةَ إِذْ هُمْ بِالْحِصَابِ عَشِيَّةً ۔۔۔ تُجِيزُ بِهِمْ حُجَّاجُ بَكْرِ بْنِ وَائِلِ

اور بنی کندۃ کی پناہ جبکہ وہ شام کے وقت سنگباری کے مقام پر ہوتے ہیں اور ان کے پاس سے بکر بن وائل کے حج کرنے والے لوگ گزرتے ہیں ۔

حَلِيفَانِ شَدَّا عَقْدَ مَا احْتَلَفَا لَهُ ۔۔۔ وَرَدَّا عَلَيْهِ عَاطِفَاتِ الْوَسَائِلِ

وہ دونوں ایسے حلیف ہیں کہ انھوں نے جس بات پر حلف کی اس کو مستحکم کیا اور تعلقات کی مہربانیوں کو اس کی جانب پھیر دیا ۔

وَحَطْمِهِمُ سُمْرَ الرِّمَاحِ وَسَرْحَهُ ۔۔۔ وَشِبْرِقَهُ وَخْدَ النَّعَامِ الْجَوَافِلِ

دامن کوہ کے موز کے درختوں اور درخت سرح اور نبات شبرق کو تیز بھاگنے والے شتر مرغ کی سی تیز چال سے ان کے توڑ دینے کی پناہ ۔

۲۹۰ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا مِنْ مَعَاذٍ لِعَائِذٍ ۔۔۔ وَهَلْ مِنْ مُعِيذٍ يَتَّقِي اللهَ عَادِلِ[2]

---

[1] ۔ اس کی جمع جمرات ہے اور یہ مناسک حج میں کے تین مقامات ہیں جہاں ستونوں کی جانب کنکریاں پھینکی جاتی ہیں انھیں میں سے ایک جمرۃ الکبریٰ ہے (احمد محمودی)

[2] ۔ (ب ج د) میں عاذل ہے جس کے معنی کیا کوئی ملامت کرنے والا اللہ سے ڈر کر پناہ دینے والا بھی ہے ۔ (احمد محمودی)

کیا پناہ لینے والے کے لیے ان پناہ ہوں کے علاوہ اور بھی
کوئی پناہ گاہ ہے اور کیا کوئی عدل و انصاف کرنے والا اللہ سے
ڈر کر پناہ دینے والا بھی ہے۔

يُطَاعُ بِنَا الْعِدَىٰ وَوَدُّوا لَوْ أَنَّنَا ... تُسَدُّ بِنَا أَبْوَابُ تُرْكٍ وَكَابُلِ

ہمارے متعلق ظالموں کی بات سنی جاتی ہے حالانکہ
وہ تو چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے ترک و کابل کے دروازے بند ہوں

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نَتْرُكُ مَكَّةً ... وَنَظْعَنُ إِلَّا أَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

بیت اللہ کی قسم۔ تم نے جھوٹ کہا یعنی یہ خیال غلط
ہے کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں سے سفر کر جائیں گے
یہ صرف تمھارے خیالی وسوسے ہیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نُبْزَىٰ مُحَمَّدًا ... وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُونَهُ وَنُنَاضِلِ

بیت اللہ کی قسم تم نے غلط خیال کیا کہ ہم محمد کے
متعلق مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ ابھی تک ہم نے ان
کے بچاؤ کے لیے نہ نیزہ زنی کی ہے نہ تیراندازی۔

وَنُسْلِمُهُ حَتَّىٰ نُصَرَّعَ حَوْلَهُ ... وَنَذْهَلَ عَنْ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

تم نے غلط خیال کیا کہ ہم انھیں تمھارے حوالے
کر دیں گے ہرگز نہیں حتیٰ کہ ہم ان کے اطراف پچھڑ جائیں گے
اور ہم اپنے بیوی بچوں کو بھول جائیں گے

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ بِالْحَدِيدِ إِلَيْكُمُ ... نُهُوضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

لہ۔ الف کے سوا دوسرے نسخوں میں پہلا مصرع اس طرح ہے۔
یطاع بنا امر العدا اودانا۔ ہمارے متعلق دشمنوں کی بات سنی جاتی ہے۔ الخ

تمہارے مقابلے کے لیے ہتھیار بند لوگ ایسے اٹھیں گے
جیسے پانی ملانے والی اونٹنیاں ... کرنے والی پکھالوں کے
پیچھے سے ... اٹھتی ہیں۔

۲۹۱ وَحَتّٰى نَرَىٰ ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهُ ... مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْأَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

حتی کہ ہم دیکھ لیں کہ کینہ ور برچھی کا زخم کھا کر ایک جانب
جھوک دے کر ... سے چلنے والے کی طرح حال میں نہا کر منہ کے بل
گر رہا ہے۔

وَإِنَّا لَعَمْرُ اللّٰهِ إِنْ جَدَّ مَا أَرَىٰ ... لَتَلْتَبِسَا أَسْيَافُنَا بِالْأَمَاثِلِ

اللہ تعالیٰ کی بقا کی قسم میں واقعات کا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سچ مچ
وہی واقع ہوئے تو ہماری تلواریں بڑے بڑے لوگوں کو پہن لیں گی (یعنی
ان کے سینوں میں ماری جائیں گی) یا بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گی۔

بِكَفَّيْ فَتًى مِثْلِ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ ... أَخِي ثِقَةٍ حَامِي الْحَقِيقَةِ بَاسِلِ

ایسے جوان کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کا سا
(روشن چہرے والا) بے دھڑک گھس پڑنے والا سردار بھروسے
کے قابل صداقت کی حمایت کرنے والا بہادر ہو۔

شُهُورًا وَأَيَّامًا وَحَوْلًا مُجَرَّمًا[1] ... عَلَيْنَا وَتَأْتِي حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ

... حالات میں ہم پر کتنے ... اور کتنے مہینے اور کتنے پورے

لہ۔ (الف ج د) میں محرما حائے حطی سے ہے اور (ب) میں مجرما جیم سے ہے۔ دوسرا نسخہ ہی بہتر معلوم ہوتا ہے جس کو ہم نے ترجمے میں اختیار کیا ہے کیونکہ شہور و ایام تو محرم ہو سکتے ہیں لیکن پورا سال کس طرح محرم ہو جائے گا۔ مجرم کے معنی کامل کے ہیں اور نسخہ (الف) میں

قنفذ نے بلکہ انھوں نے ان ہی قبیلوں کے احکام کی اطاعت کی۔

أَطَاعَا أُبَيًّا وَابْنَ عَبْدِ يَغُوثِهِمْ ... وَلَمْ يَرْقُبَا فِينَا مَقَالَةَ قَائِلِ

انھوں نے ابی کی اور اپنے ابن عبد یغوث کی بات
مانی اور ہمارے متعلق کسی کہنے والے کی بات کی جانب توجہ بھی نہ کی

كَمَا قَدْ لَقِينَا مِنْ سُبَيْعٍ وَنَوْفَلٍ ... وَكُلٌّ تَوَلَّى مُعْرِضًا لَمْ يُجَامِلِ

سبیع اور نوفل کا بھی ہم نے یہی برتاو پایا ہر ایک
منہ پھیر کر پلٹ گیا کسی نے حسن سلوک نہیں کیا۔

فَإِنْ يُلْقَيَا أَوْ يُمْكِنِ اللّٰهُ مِنْهُمَا ... نَكِلْ لَهُمَا صَاعًا بِصَاعِ الْمُكَايِلِ

پھر اگر وہ کہیں پائے جائیں یا اللہ تعالیٰ ان سے
بدلہ لینے کی قدرت دے تو ہم بھی انھیں ماررار کے بھاؤ سے
سیر کو سیر ماپ دیں گے

وَذَاكَ أَبُو عَمْرٍو أَبَى غَيْرَ بُغْضِنَا ... لِيُظْعِنَنَا فِي أَهْلِ شَاءٍ وَجَامِلِ

اس ابو عمرو کی تو یہ حالت ہے کہ ہماری دشمنی کے
سوا ہر چیز کا منکر ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہمیں بکریاں والوں اور
اونٹوں والوں میں جا بسنے پر مجبور کرے۔

يُنَاجِي بِنَا فِي كُلِّ مُمْسًى وَمُصْبَحٍ ... فَنَاجِ أَبَا عَمْرٍو بِنَا ثُمَّ خَاتِلِ

صبح شام ہمارے متعلق کانا پھوسی کرتا رہتا ہے

لہ۔یہاں "یلقیا" کے عوض (الف) میں "تلقیا" لیعنی بھی بجائے ف کے قاف ہے اگرچہ اس کے بھی معنی بن سکتے ہیں۔لیکن بہ تکلف۔(احمد محمودی)

اے ابو عمرو ہمارے متعلق خوب کانا پھوسی کر لے اور پھر
دھوکہ بازی کر۔

وَيُؤْلِي لَنَا بِاللهِ مَا إِنْ يَغُشُّنَا بَلَى قَدْ تَرَاهُ جَهْرَةً غَيْرَ حَائِلِ

ہم سے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ دغا بازی نہیں
کریگا کیوں نہیں ہم تو بے پردہ علانیہ یہی دیکھ رہے ہیں۔

أَضَاقَ عَلَيْهِ بُغْضُنَا كُلَّ تَلْعَةٍ مِنَ الْأَرْضِ بَيْنَ أَخْشَبٍ فَمُجَادِلِ

کوہ اخشب و کوہ مجادل کی درمیانی زمین کی ہر وادی
ہماری دشمنی میں اس کے لیے تنگ ہو گئی ہے۔

۲۹۳

وَسَائِلْ أَبَا الْوَلِيدِ مَاذَا حَبَوْتَنَا بِسَعْيِكَ فِينَا مُعْرِضًا كَالْمُخَاتِلِ

ابو الولید سے دریافت کرو کہ دھوکہ بازوں کی طرح
منہ پھیر کر ہمارے خلاف کوشش کر کے تو نے ہمیں کیا
نقصان پہنچایا۔

وَكُنْتَ امْرَأً مِمَّنْ يُعَاشُ بِرَأْيِهِ وَرَحْمَتِهِ فِينَا وَلَسْتَ بِجَاهِلِ

تو اس بات سے ناواقف نہیں ہم سے متعلقہ معاملات میں
تیری حالت اس شخص کی سی ہو گئی ہے جو خود رائی اور جذبات
کے تحت زندگی گزارتا ہے۔

فَعُتْبَةُ لَا تَسْمَعْ بِنَا قَوْلَ كَاشِحٍ حَسُودٍ كَذُوبٍ مُبْغِضٍ ذِي دَغَاوِلِ

اے عتبہ ہمارے متعلق ایسے کپٹ رکھنے والوں
کی بات کی جانب توجہ نکر جو حاسد جھوٹے دشمنی رکھنے والے
اور فسادی ہیں۔

اے مطعم لوگوں نے تیرے ساتھ سخت برتاؤ کیا
لیکن میں جب ہمہ تن تیرا پیچھا کروں گا تو تو چھوٹ نہ سکیگا۔

جَزَى اللهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَنَوْفَلاً ... عُقُوبَةَ شَرٍّ عَاجِلاً غَيْرَ آجِلِ

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بنی عبد شمس اور بنی نوفل
کو ایسا بدلہ دے کہ اس سزا کی برائی پوری ہو آئندہ کے لئے
باقی نہ چھوڑی جائے۔

بِمِيزَانِ قِسْطٍ لَا يَخِسُّ شَعِيرَةً ... لَهُ شَاهِدٌ مِنْ نَفْسِهِ غَيْرُ عَائِلِ

انصاف کی ترازو سے تول کر جو جو بھر کمی بھی نہیں
کرتی جس کے متعلق خود اس کا ضمیر گواہی دے کہ وہ سزا ظالمانہ نہیں۔

لَقَدْ سَفِهَتْ أَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوا ... بَنِي خَلَفٍ قَيْضاً بِنَا وَالْغَيَاطِلِ

ان لوگوں کی عقلیں ماری گئیں جنھوں نے ہمارے
بجائے بنی خلف اور بنی غیاطل کو اختیار کیا۔

وَنَحْنُ الصَّمِيمُ مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ ... وَآلِ قُصَيٍّ فِي الْخُطُوبِ الْأَوَائِلِ

ہم اہم معاملوں میں قدیم ہی سے بنی ہاشم
اور بنی قصی کے اعلیٰ افراد اور ان کی جان رہے ہیں۔

وَسَهْمٌ وَمَخْزُومٌ تَمَالَوْا وَأَلَّبُوا ... عَلَيْنَا الْعِدَا مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَخَامِلِ

بنی سہم و بنی مخزوم نے ہم پر ذلیل اور گمنام
لوگوں کو اکسا کر فتنہ و فساد کیا۔

فَعَبْدَ مَنَافٍ أَنْتُمْ خَيْرُ قَوْمِكُمْ ... فَلَا تُشْرِكُوا فِي أَمْرِكُمْ كُلَّ وَاغِلِ

اے بنی عبد مناف تم تو قوم میں کے بہترین افراد ہو
اپنے معاملوں میں تم دو غلوں کو نہ شریک کرو۔

۲۹۵ لَعَمْرِي لَقَدْ وَهَنْتُمْ وَعَجَزْتُمُ ... وَجِئْتُمْ بِأَمْرٍ مُخْطِئٍ لِلْمَفَاصِلِ

میری عمر کی قسم تم کمزور اور عاجز ہو گئے ہو اور تم نے
ایسا رویہ اختیار کیا ہے جو جوڑ بند پر پڑنے والی ضرب نہیں۔
(یعنی صحیح رویہ نہیں)

وَكُنْتُمْ حَدِيثاً حَطَبَ قِدْرٍ وَأَنْتُمُ ... أَلَانَ حِطَابُ أَقْدُرٍ وَمَرَاجِلِ

ابھی کچھ دن پہلے تم ایک دیگ کا ایندھن تھے اور
اب تو تم بہت سی دیگوں کا ایندھن بن گئے ہو۔

لِيَهْنِ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ عُقُوقُنَا ... وَخِذْلَانُنَا وَتَرْكُنَا فِي الْمَعَاقِلِ

ہماری مخالفت ہماری امداد سے علیحدگی اور ہمیں
ڈنڈ بھرنے کے لیے تنہا چھوڑ دینا بنی عبد مناف کو مبارک ہو۔

فَإِنْ نَكُ قَوْماً نَتَّئِرْ مَا صَنَعْتُمُ ... وَتَحْتَلِبُوهَا لِقْحَةً غَيْرَ بَاهِلِ

اگر ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو
(اس کا بدلہ لے کر ہم) دل میں رکھتے ہیں تو تم لوٹنی موقوفہ اونٹنی
کے دودھ کی طرح دودھ لیتے جاتے ہو۔

وَسَائِطُ كَانَتْ فِي لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ[1] ... نَفَاهُمْ إِلَيْنَا كُلُّ صَقْرٍ حُلَاحِلِ

جو تعلقات بنی لوئی بن غالب میں تھے سمجھ والوں

---

[1] یہ دونوں شعر (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

اور بامروت لوگوں نے ان کا انکار کر دیا۔

وَرَهْطُ نُفَيْلٍ شَرُّ مَنْ وَطِئَ الْحَصَى ۔۔۔ وَأَلْأَمُ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلِ

بنی نفیل کی جماعت روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بدترین ہے اور بنی معد میں کے جوتے پہنے والوں اور ننگے پیر پھرنے والوں میں سب سے زیادہ کمینے ہیں۔

فَأَبْلِغْ[1] قُصَيًّا أَنْ سَيُنْشَرُ أَمْرُنَا ۔۔۔ وَبَشِّرْ قُصَيًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلِ

بنی قصی کو یہ پیام پہنچا دو اور انھیں خوشخبری سنا دو کہ عنقریب ہمارے یہ تعلقات منتشر ہوں گے اور پھر ہماری جانب سے کوئی مدد نہیں دی جائے گی۔

وَلَوْ طَرَقَتْ لَيْلًا قُصَيًّا عَظِيمَةٌ ۔۔۔ إِذًا مَا لَجَأْنَا دُونَهُمْ فِي الْمَدَاخِلِ

اگر راتوں رات بنی قصی پر کوئی بڑی آفت آگئی تو ان کے بچاو کے لیے دخل دینے پر ہم مجبور نہ ہوں گے۔

وَلَوْ صَدَقُوا ضَرْبًا خِلَالَ بُيُوتِهِمْ ۔۔۔ لَكُنَّا أُسًى عِنْدَ النِّسَاءِ الْمَطَافِلِ

اور اگر لوگوں نے سخت حملہ کیا اور ان کے گھر میں گھس گئے تو ہم بچوں والی عورتوں کے پاس رہنے میں ایک دوسرے کے لیے نمونہ ہوں گے۔

فَكُلُّ صَدِيقٍ وَابْنِ أُخْتٍ نَعُدُّهُ ۔۔۔ لَعَمْرِي وَجَدْنَا غِبَّهُ غَيْرَ طَائِلِ ۲۹۶

اپنی عمر کی قسم وہ شخص جس کو ہم بھانجا یا دوست

---

[1] (الف) میں بلغ ہے۔ (احمد محمودی)

سمجھتے ہیں اس کے ایک روز غائب ہو کر دوسرے روز آنے کو ہم بے فائدہ پایا۔

سِوَى أَنَّ رَهْطاً مِنْ كِلَابِ بْنِ مُرَّةٍ ۔۔۔ بَرَاءٌ إِلَيْنَا مِنْ مَعَقَّةِ خَاذِلِ

لہ سوائے بنی کلاب بن مرہ کی ایک جماعت کے وہ تو ہمارے پاس دوستی ترک کرنے کے الزام سے بری ہیں

وَهَالَهُمْ حَتَّى تَبَدَّدَ جَمْعُهُمْ ۔۔۔ وَيَحْسُرُ عَنَّا كُلُّ بَاغٍ وَجَاهِلِ

ہم نے انھیں ایسا کمزور کیا کہ ان کی جماعت منتشر ہوگئی۔ ہر طرح کا باغی اور جاہل ہمارے مقابلے سے کمزور ہو کر ہٹ جاتا ہے۔

وَكَانَ لَنَا حَوْضُ السِّقَايَةِ فِيهِمُ ۔۔۔ وَنَحْنُ الْكُدَى مِنْ غَالِبٍ وَالْكَوَاهِلِ

پانی پلانے کا ہمارا ایک حوض انھیں کی بستیوں میں تھا ہم تو بنی غالب میں بڑے پتھر کی چٹان (یعنی عزت والے) اور مرجع خاندان ہیں۔

شَبَابٌ مِنَ الْمُطَيَّبِينَ وَهَاشِمٍ ۔۔۔ كَبِيضِ السُّيُوفِ بَيْنَ أَيْدِي الصَّيَاقِلِ

ہم میں کے وہ نوجوان جنھوں نے عطر میں ہاتھ ڈال کر معاہدہ کیا اور بنی ہاشم میں کے جوان ایسے ہیں گو یا صیقل گروں کے ہاتھ میں چمکتی تلواریں۔

فَمَا أَدْرَكُوا ذَحْلاً وَلَا سَفَكُوا دَماً ۔۔۔ وَلَا حَالَفُوا إِلَّا شِرَارَ الْقَبَائِلِ

نہ انھوں نے انتقام لیا نہ خون بہایا نہ انھوں نے قبیلے کے بدترین افراد کے سوا کسی سے مخالفت کی۔

بِضَرْبٍ تَرَى الْفِتْيَانَ فِيهِ كَأَنَّهُمْ ۔۔۔ ضَوَارِي أُسُودٍ فَوْقَ لَحْمٍ خَرَادِلِ

لہ یہاں سے سات شعر (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

ایک ایسی صورت سے جس میں جوان مردوں کو تو اس
حال میں دیکھے گا گویا گوشت کے ٹکڑوں پر شیر درندہ ہیں

بَنِي أَمَةٍ مَحْبُوبَةٍ هِنْدِ كَيْئَةٍ ... بَنِي جُمَحٍ عُبَيْدَ قَيْسِ بْنِ عَاقِلِ

اے ہندی محبوبہ چھوکری کے بچو اے بنی
جمح عبید قیس بن عاقل۔

وَلَكِنَّا نَسْلٌ كِرَامٌ لِسَادَةٍ ... بِهِمْ نُعِيَ الْأَقْوَامُ عِنْدَ الْبَوَاطِلِ

لیکن ہم تو شریف سرداروں کی اولاد میں سے
ہیں جن کے ذریعے غلط کاری کے وقت لوگوں کو موت
کا پیام دیا جاتا ہے۔

وَنِعْمَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ غَيْرَ مُكَذَّبٍ ... زُهَيْرٌ حُسَامًا مُفْرَدًا مِنْ حَمَائِلِ

زہیر قوم کا بہترین بھانجا ہے سچا ہے جھٹلایا ہوا
نہیں ہے گویا وہ حمائل سے الگ کی ہوئی تلوار ہے۔

أَشَمُّ مِنَ الشُّمِّ الْبَهَالِيلِ يَنْتَمِي ... إِلَى حَسَبٍ فِي حَوْمَةِ الْمَجْدِ فَاضِلِ

سربلند سرداروں میں کا ایک سربلند ہے۔ وہ ایسی
شرافت کی جانب نسبت رکھتا ہے جو عزت کی لڑائی میں بڑھا
ہوا ہے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ كُلِّفْتُ وَجْدًا بِأَحْمَدٍ ... وَإِخْوَتِهِ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

اپنی عمر کی قسم جس طرح دائمی محبت کرنے والوں کی
حالت ہوتی ہے میں بھی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے بھائیوں[1] کے

[1] ۔ آپ کے بھائیوں سے مراد آپ کے چچازاد بھائی ہوں گے مثلاً حضرت علی وغیرہ (احمد محمود)

عشق میں مبتلا کیا گیا ہوں۔

فَلَا زَالَ فِی الدُّنْیَا جَمَالًا لِأَهْلِهَا ‏ ‏ وَزَیْنًا لِمَنْ وَالَاهُ رَبُّ الْمَشَاکِلِ[1]

ایک دوسرے سے مشابہ شکلیں بنانے والا پروردگار احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے بھائیوں سے تعلقات رکھنے والوں کے لیے جمالِ دنیوی ہمیشہ رکھے۔ اور جن لوگوں کی اس نے سرپرستی کی ہے ان کی زینت کو دوام عطا فرمائے۔

فَمَنْ مِثْلُهُ فِی النَّاسِ أَیُّ مُؤَمَّلٍ ‏ ‏ إِذَا قَاسَهُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سا لوگوں میں ہے کون فیصلہ کرنے والوں نے جب فضائل کا مقابلہ کرنے کے لیے اس (کے مرتبے) کا اندازہ کیا تو اس کے لیے ان لوگوں میں جن سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں عجیب قسم کی برتری پائی۔

حَلِیمٌ رَشِیدٌ عَادِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ ‏ ‏ یُوَالِی إِلَهًا لَیْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

وہ بردبار سیدھی راہ پر چلنے والا منصف ہے جلد باز نہیں اپنے معبود سے تعلقات رکھنے والا ہے جو اس سے غافل نہیں۔

فَوَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ أَجِیءَ بِسُبَّةٍ ‏ ‏ تُجَرُّ عَلَی أَشْیَاخِنَا فِی الْمَحَافِلِ

واللہ اگر میری وجہ سے ہمارے بزرگوں پر مجمعوں میں (یعنی میرے اسلام اختیار کرنے کی وجہ سے) گالیاں پڑنے کا خوف نہیں ہوتا (یعنی گمراہی کا الزام)

---

[1] یہ شعر بھی (الف) میں نہیں ہے۔

لَكُنَّا اتَّبَعْنَاهُ عَلَى كُلِّ حَالَةٍ مِنَ الدَّهْرِ جِدًّا غَيْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ

تو ہم اس کی پیروی ضرور کرتے۔ خواہ زمانے کی کچھ ہی حالت کیوں نہ ہوا ور یہ بات میں نے حقیقت کے لحاظ سے کہی ہے دل لگی یا مذاق کے طور پر نہیں کہی ہے۔

لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ لَدَيْنَا وَلَا يُعْنَى[1] بِقَوْلِ الْأَبَاطِلِ

سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارے لڑکے پر جھوٹ کا الزام لگانے والا ہم میں کوئی نہیں اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں کی جا سکتی۔

فَأَصْبَحَ فِينَا أَحْمَدُ فِي أَرُومَةٍ تُقَصِّرُ عَنْهُ سَوْرَةُ[2] الْمُتَطَاوِلِ

ہم میں احمد نے (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی جڑوں سے ظہور کیا ہے (یعنی ایسے ماں باپ سے پیدا ہوا ہے) کہ دست درازی کرنے والوں کی سختیاں اس کو ضرر پہنچانے سے قاصر ہیں یا اس کا رتبہ اور منزلت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

حَدِبْتُ بِنَفْسِي دُونَهُ وَحَمَيْتُهُ وَدَافَعْتُ عَنْهُ بِالذُّرَا وَالْكَلَاكِلِ

اس کی مدافعت کی خاطر میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی اپنی پیٹھ کی انتہائی بلندی اور سینے کے بڑے حصے سے اس کی حفاظت کی (یعنی اپنے تمام اعضا و جوارح سے)۔

---

[1] (الف) میں لا یَعنی ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جھوٹے الزامات لگانے والوں کی باتوں سے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

[2] یہاں دو شکلیں ہیں فتح سین و ضم سین بصورت اول معنی شدت اور بصورت ثانی معنی منزلت۔ (احمد محمودی)

فَأَيَّدَهُ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهِ ۔۔۔ وَأَظْهَرَ دِيناً حَقُّهُ غَيْرُ بَاطِلِ[1]

بس بندوں کی پالنے والی ذات نے اس کی امداد کی اور اپنے سچے دین کو جو جھوٹا نہیں غلبہ دیا۔

رِجَالٌ كِرَامٌ غَيْرُ مِيلٍ نَمَاهُمُ ۔۔۔ إِلَى الْخَيْرِ آبَاءٌ كِرَامُ الْمَحَاصِلِ

۲۹۰ یہ لوگ شریف ہیں بزدل نہیں ہیں ان کے آبا و اجداد نے جن کے مقاصد اعلیٰ تھے انھیں نیکی کی طرف متوجہ رہنے کی تربیت دی۔

فَإِنْ تَكُ كَعْبٌ مِنْ لُؤَيٍّ صُقَيْبَةً ۔۔۔ فَلَا بُدَّ يَوْماً مَرَّةً مِنْ تَزَايُلِ

اگر بنی کعب کو بنی لؤی سے قریب کا رشتہ ہے تو اس رشتے کا ٹوٹنا بھی ممکن ہے اور کسی نہ کسی دن اور کبھی نہ کبھی ان کے جتھے کا منتشر ہونا بھی ضروری ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ وہ اشعار ہیں جو اس قصیدے میں سے میرے پاس صحیح ثابت ہوئے لیکن اکثر اہل علم ان میں سے بہت سے اشعار سے انکار کرتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس پر میں بھروسہ رکھتا ہوں کہ مدینے والوں پر قحط کی بلا نازل ہوئی تو وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جا کر بارش کے لیے دعا فرمائی پھر تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایسی بارش ہوئی کہ آس پاس کے لوگ ڈوبنے کے ڈر کی شکایت لے کر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[1] یہ اور اس کے بعد کے دونوں شعر بھی (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

اللّٰہُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا۔

یا اللہ ہمارے اطراف پانی برسا ہم پر نہ برسا ۔ عہ

پھر تو مدینہ پر سے ابر پھٹ گیا اور اس کے اطراف دائرے کی شکل میں ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْ أَدْرَكَ أَبُوطَالِبٍ هٰذَا الْيَوْمَ لَسَرَّهُ اگر آج ابو طالب ہوتے تو انھیں اس سے خوشی ہوتی تو آپ سے بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ گویا آپ ان کے اس شعر کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں ۔

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالَ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَرَامِلِ

آپ نے فرمایا ۔ اجل ۔ ہاں

ابن ہشام نے کہا دشبرقہ جس شعر میں ہے وہ ابن اسحٰق کے سوا دوسروں سے مروی ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا الغیاطل بنی سہم بن عمرو بن ہصیص میں کے لوگ ہیں اور ابو سفیان کا باپ حرب بن امیہ ہے اور مطعم کا باپ عدی بن نوفل بن عبد مناف اور زہیر کا باپ ابی امیہ بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ۔ اور مطعم کی ماں عاتکہ بنت عبد المطلب ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اسید اور اس کا حوالی لڑکا جس کا شعر میں ذکر ہے اس سے مراد عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ہے اور عثمان کا باپ عبید اللہ تھا جو طلحہ بن عبید اللہ التیمی کا بھائی تھا اور قنفذ کا باپ عمیر بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ اور ابو الولید عتبہ ربیعہ کا بیٹا تھا ۔ اور ابی الاخنس بن شریق الثقفی وہ ہے جو بنی زہرہ بن کلاب کا حلیف تھا ۔

عہ ۔ یہاں لفظ اکلیل ہے اور اکلیل کے معنی سرپیچ یا اس گوشت کے ہیں جو ناخن کو اطراف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے ۔ لہ ۔ (الف) میں یہی ہے ۔ (احمد محمودی)

ابن ہشام نے کہا کہ ابی کا نام اخنس اس لیے ہوگیا کہ وہ جنگ بدر کے روز لوگوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا تھا (خنس کے معنی پیچھے ہٹنا ہیں) اور یہ بنی علاج میں سے تھا اور علاج کے باپ کا نام ابوسلمہ بن عوف بن عقبہ تھا۔ اور الاسود کے باپ کا نام عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف ابن زہرہ بن کلاب تھا اور سُبیع خالد کا بیٹا اور بلحارث بن فہر والوں میں کا تھا اور نوفل کے باپ کا نام خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔ اور اس کی ماں کا نام عدویہ تھا۔ اور یہ قریش کے شیاطین میں سے تھا۔ اسی نے ابوبکر الصدیق اور طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو ایک رسی میں باندھ دیا تھا جبکہ ان دونوں نے اسلام اختیار کیا تھا۔ اور اسی لیے ان دونوں کو قرینین کا لقب ملا تھا۔ اور اس نوفل کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے روز قتل کیا اور ابو عمرو قُرظہ کے باپ کا نام عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھا۔ اور "قوم علینا اظلہ" ۔ ہمارے خلاف تہمت زدہ لوگوں" سے مراد ابوبکر بن عبد مناہ بن کنانہ ہیں یہ تمام ان لوگوں کے نام ہیں جن کا ذکر ابو طالب نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دعوے کی شہرت تمام عرب میں پھیل گئی اور تمام شہروں میں پہنچ گئی تو مدینہ میں بھی آپ کے چرچے ہونے لگے اور قبیلہ اوس وخزرج سے بڑھ کر کوئی قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق زیادہ جاننے والا نہ تھا۔ نہ اس شہرت کے وقت اور نہ اس سے پہلے۔ اس لیے کہ وہ یہود کے عالموں سے، جو ان کے حلیف تھے، اور انھیں کے ساتھ انھیں کے بستیوں میں رہنے والے تھے، ۳۰ آپ کے حالات سنا کرتے تھے۔ جب آپ کی شہرت مدینہ میں ہوئی اور قریش کی آپ سے مخالفت کا ذکر بھی ان سے بیان کیا گیا تو ابو قیس بن الاسلت بنی واقف کے قبیلے والے نے (ذیل کا قصیدہ) کہا۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابن اسحٰق نے یہاں تو ابو قیس کو بنی واقف کے نسب میں بتایا ہے اور حدیث فیل میں۔ اس کا نسب خطمہ سے بتایا ہے

اس کا سبب یہ ہے کہ عرب بعض وقت دادا کے بھائی سے نسب بتا دیتے ہیں جبکہ دادا کا بھائی دادا سے زیادہ مشہور ہو۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے عبیدہ نے بیان کیا کہ حکم بن عمرو الغفاری نُعَیلہ کی اولاد میں سے ہے۔ جو غفار نامی کا شخص تھا اور اس غفار سے مراد غفار ملیل ہے۔ اور نُعَیلہ کا باپ ملیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ تھا اسی لیے انھوں نے عتبہ کو غزوان السلمی کا بیٹا بتایا ہے حالانکہ وہ مازن ابن منصور کی اولاد میں تھا اور سلیم بھی منصور کا بیٹا تھا

ابن ہشام نے کہا ابو قیس بن الاسلت بنی وائل میں سے ہے۔ اور وائل اور واقف اور خطمہ ایک ۔۔۔ کے بھائی ہیں اور قبیلہ اوس میں کے ہیں

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو قیس بن الاسلت نے یہ (قصیدہ) کہا ہے حالانکہ وہ قریش سے محبت رکھتا تھا اور ان لوگوں کا داماد بھی تھا اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کی بیٹی ارنب اس کی بیوی تھی اور وہ اپنی زوجہ کو لے کر ان کے پاس برسوں رہتا تھا وہ اس قصیدے میں حرم کعبہ کی عظمت جتاتا ہے۔ اور قریش کو اس میں جنگ کرنے سے روکتا ہے۔ اور انھیں ایک دوسرے سے ہاتھ روکنے کا حکم دیتا ہے۔ انھیں ان کی فضیلتوں اور عقلمندیوں کی یاد دلاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو آفتیں ان پر آئیں اور جو آزمائشیں ان کی ہوئیں ہاتھی والوں کو جو اس نے ان سے دور کیا اور اس کی تدبیر (جو اس نے ان کے خلاف کی) تمام باتوں کی وہ انھیں یاد دلاتا ہے وہ کہتا ہے۔

یَا رَاکِبًا اِمَّا عَرَضْتَ[2] فَبَلِّغَنْ   مُغَلْغَلَةً عَنِّی لُؤَیَّ بْنَ غَالِبٍ

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ [2] (الف) میں اس مقام پر عرضت تائے شدد لکھا ہے جو غلط ہے۔ (احمد محمودی)

اے سوار اگر حرم کی جانب تیرا جانا ہو تو بنی لوی
ابن غالب کو میرا (یہ) پیام پہنچا دینا۔

۳۰۱ رَسُولَ امْرِئٍ قَدْ رَاعَهُ ذَاتُ بَيْنِكُمْ عَلَى النَّأْيِ مَحْزُونٍ بِذَلِكَ نَاصِبِ

اس شخص کا پیام جس کو تمہارے آپس کے تعلقات
نے خوف زدہ کر دیا ہے جو پھر بھی غم زدہ ہے اس کی وجہ سے
تکلیف اٹھا رہا ہے۔

وَقَدْ كَانَ عِنْدِي لِلْهُمُومِ مُعَرَّسٌ فَلَمْ أَقْضِ مِنْهَا حَاجَتِي وَمَآرِبِي

میں فکروں میں گھرا رہا۔ لیکن نہ ان سے میری کوئی
حاجت برآری ہوئی نہ مقصد حاصل ہوا۔

نُبِّئْتُكُمْ شَرْجَيْنِ كُلُّ قَبِيلَةٍ لَهَا أَزْمَلٌ مِنْ بَيْنِ مُذْكٍ وَحَاطِبِ

مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ دو جماعتیں ہو گئے ہو۔ اور
ہر جماعت میں ایک شور ہے کہ کوئی ایندھن جمع کر رہا ہے اور
کوئی آگ بھڑکا رہا ہے۔

أُعِيذُكُمْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ صُنْعِكُمْ وَشَرِّ تَبَاغِيكُمْ وَدَسِّ الْعَقَارِبِ

تمہارے اعمال کی برائی تمہاری آپس کی بغاوت اور
بچھوؤں کی سی چھپی عداوت سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں
دیتا ہوں۔

وَإِظْهَارِ أَخْلَاقٍ وَنَجْوَى سَقِيمَةٍ كَوَخْزِ[1] الْأَشَافِي وَقْعُهَا حَقُّ صَائِبِ

---

[1] (الف) میں وخز جیم سے لکھا ہے جس کے کوئی معنی یہاں کے مناسب نہیں (احمد محمودی)

اخلاق کے ظاہر کرنے اور ایسے جھگڑوں کی کا مایوسی
کرنے سے جس کی جیسی آریوں کی طرح سیدھی پڑتی ہے۔

فَذَكِّرْهُمْ بِاللهِ أَوَّلَ وَهْلَةٍ   وَإِحْلَالِ إِحْرَامِ الظِّبَاءِ الشَّوَازِبِ

(اے سوار) پہلے انھیں اللہ کا نام لیکر نصیحت کر
اور انھیں حرم کی سرحد میں رہنے والی پتلی کمر والی ہرنوں کے
شکار حلال سمجھنے سے ڈرا۔

وَقُلْ لَهُمْ وَاللهُ يَحْكُمُ حُكْمَهُ   ذَرُوا الْحَرْبَ تَذْهَبْ عَنْكُمُ فِي الْمَرَاحِبِ

اور ان سے کہہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام دیتا ہے۔ تم
اپنی جنگ و سلیح میدانوں کے لیے اٹھا رکھو (یعنی حرم کے
حدود کے باہر جنگ کیا کرو حرم میں جنگ نہ ہونے دو)

مَتَى تَبْعَثُوهَا تَبْعَثُوهَا ذَمِيمَةً   هِيَ الْغُولُ لِلْأَقْصَيْنَ أَوْ لِلْأَقَارِبِ

جب کبھی تم جنگ کرو گے وہ بری ہی ہوگی اپنوں
سے ہو یا بیگانوں سے جنگ تو ایک چڑیل ہے۔

تُقَطِّعُ أَرْحَامًا وَتُهْلِكُ أُمَّةً   وَتَبْرِي السَّدِيفَ مِنْ سَنَامٍ وَغَارِبِ   ۳۰۲

وہ تو رشتوں کو قطع کر دیتی اور قوموں کو ہلاک کر
دیتی ہے اور پیٹھ کے اوپر کے حصے اور کوہان کے گوشت
کو کاٹ دیتی ہے۔

وَتَسْتَبْدِلُوا بِالْأَتْحَمِيَّةِ بَعْدَهَا   شَلِيلًا وَأَصْدَاءَ ثِيَابِ الْمُحَارِبِ

جنگ چھڑ جانے کے بعد بجائے اعلیٰ درجے کے یمنی
کپڑوں کے پہننے کے تمھیں زنگ لگی زرہیں اور زرہوں کے

نیچے پہننے کے قابل جنگی کپڑے پہننا ہوں گے۔

وَبِالْمِسْكِ وَالْكَافُورِ غُبْرًا سَوَابِغًا ۔۔۔ كَأَنَّ قَتِيرَيْهَا عُيُونُ الْجَنَادِبِ

اور مشک و کافور کے بجائے سر سے پاؤں تک گرد و غبار کی لمبی لمبی زرہیں پہنا ہوں گی جن کے گیلے ٹڈوں کی آنکھوں کے سے ہوں گے۔

فَإِيَّاكُمْ وَالْحَرْبَ لَا تَعْلَقَنَّكُمْ ۔۔۔ وَحَوْضًا وَخِيمَ الْمَاءِ مُرَّ الْمَشَارِبِ

پس جنگ سے خود کو بچاؤ کہ کہیں وہ تمھیں چمٹ نہ جائے۔ جنگ ایک ایسا حوض ہے جس کا پانی پینے میں کڑوا اور خاصیت میں بدہضمی پیدا کرنے والا ہے۔

تَزَيَّنُ لِلْأَقْوَامِ ثُمَّ يَرَوْنَهَا ۔۔۔ بِعَاقِبَةٍ إِذْ بَيَّنَتْ أُمَّ صَاحِبِ

جنگ لوگوں کے سامنے بن ٹھن کر آتی ہے۔ (تو وہ اس پر لٹو ہو جاتے ہیں) پھر جب وہ بے پردہ ہو جاتی ہے اور اس پر انجام کار کے لحاظ سے نظر ڈالتے ہیں تو کسی دوست کی ماں کی طرح بڑھیا دکھائی دیتی ہے۔

۳۰ تُحَرِّقُ لَا تُشْوِي ضَعِيفًا وَتَنْتَحِي ۔۔۔ ذَوِي الْعِزِّ مِنْكُمْ بِالْحُتُوفِ الصَّوَائِبِ

جلاتی ہے، اور کمزور کو جلانے میں تو غلطی ہی نہیں کرتی اور عزت و جاہ والوں کی جانب تو نشانہ موت بن کر پہنچتی ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ ۔۔۔ فَتَعْتَبِرُوا أَوْ كَانَ فِي حَرْبِ حَاطِبِ

جنگ داحس اور جنگ حاطب میں کیا کیا ہوا کیا

تمھیں اس کا علم نہیں کہ تم اس سے سبق لو۔

وَكَمْ قَدْ أَصَابَتْ مِنْ شَرِيفٍ مُسَوَّدٍ ... طَوِيلِ الْعِمَادِ ضَيْفُهُ غَيْرُ خَائِبِ

اونچی اونچی ڈیوڑھیوں والے لوگوں پر جن کا مہمان کبھی محروم رہ جاتا تھا جنگ نے آفت ڈھائی۔

عَظِيمِ رَمَادِ النَّارِ يُحْمَدُ أَمْرُهُ ... وَذِي سَنَمَةٍ مَحْضٍ كَرِيمِ الْمَضَارِبِ

جس کی آگ کی راکھ ڈھیروں ہوتی (یعنی روزانہ اس کے پاس ڈھیروں کھانا پکتا اور کھلایا جاتا تھا) جس کے کاموں کی (ہر جگہ) تعریف ہوتی تھی جو بڑے خلق والا تلوار کا دھنی تھا۔

وَمَاءٍ هُرِيقَ فِي الضَّلَالِ كَأَنَّمَا ... أَذَاعَتْ بِهِ رِيحُ الصَّبَا وَالْجَنَائِبِ[1]

اور جس کے پاس (یکوان میں) ایسا زیادہ پانی بہایا جاتا تھا گویا باد شرقی اور جنوبی ہواؤں نے اوجھل دبا ہے

يُخَبِّرُكُمْ عَنْهَا امْرُؤٌ حَقُّ عَالِمٍ ... بِأَيَّامِهَا وَالْعِلْمُ عِلْمُ التَّجَارِبِ

ان جنگوں کی حالت کے متعلق تمھیں وہ شخص خبر دیتا ہے جو ان کے متعلق پورے طور پر علم رکھتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ تجربوں ہی کا نام علم ہے۔

فَبِيعُوا الْحِرَابَ مِلْمُحَارِبِ وَاذْكُرُوا ... حِسَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَيْرُ مُحَاسِبِ ۳۰۴

اس لیے جنگی آلات کو عبادت گاہوں کے لیے میں

---

[1] ـ (الف) میں اهريق ہمزہ زائد ہے جس سے وزن شعر باقی نہیں رہتا (احمد محمودی)

تمہارے حافظوں میں موجود ہیں اس روز کے واقعات
جس روز الو یکسوم یعنی ابرہہ لشکروں کی قیادت کر رہا تھا۔

كَتِيبَتُهُ بِالسَّهْلِ تَمْشِي وَرَجْلُهُ عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِي رُؤُسِ الْمَنَاقِبِ

جس روز اس کا ایک دستہ ہموار زمین پر چلا آرہا تھا
اور اس کی پیادہ فوج پہاڑوں کی چوٹیوں پر راستوں کے
دہانوں پر (ڈٹی ہوئی تھی)۔

فَلَمَّا أَتَاكُمْ نَصْرُ ذِي الْعَرْشِ رَدَّهُمْ جُنُودُ الْمَلِيكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

پھر جب تمہارے پاس عرش والے کی مدد آپہنچی تو
اس بادشاہ کی فوج نے دھول اڑانے والی اور پتھر
برسانے والی ہی انھیں لوٹا دیا۔

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِينَ وَلَمْ يَؤُبْ إِلَى أَهْلِهِ مِلْحِبْسِ غَيْرُ عَصَائِبِ

بس وہ تیزی سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حبشیوں میں
سے کوئی شخص اپنے گھر والوں کی جانب بجز تتر بتر ہوئے
واپس نہیں ہوا۔

فَإِنْ تَهْلِكُوا نَهْلِكْ وَتَهْلِكْ مَوَاسِمٌ يُعَاشُ بِهَا قَوْلُ امْرِئٍ غَيْرِ كَاذِبِ

پھر اگر تم برباد ہو جاؤ گے تو ہم بھی برباد ہو جائیں گے
اور حج کے زمانوں پر بھی بربادی آئے گی۔ جن کے ذریعے
سچے آدمی کی بات پر ورش پاتی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابو زید انصاری وغیرہ نے مجھے اس کے وہ

۳۰۲

لہ (الف) میں ملجیش ہے جس کے معنی لشکر میں سے ہوں گے۔ (ابو ذر)

اشعار سنائے جن میں "ماء هريق" "فبيعوا الجواب" "ولی امری فاختار" اور "علی الفادفات فی رؤس المناقب" کے الفاظ ہیں۔

ابن ہشام نے کہا اس کا قول "الم تعلموا ما کان فی حرب داحس" کے متعلق ابو عبیدۃ النحوی نے مجھ سے بیان کیا کہ قیس بن زہیر جذیمہ ابن رواحۃ بن ربیعہ بن الحرث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بغیض بن ریث ابن غطفان کا ایک گھوڑا "داحس" نامی تھا جس کو اس نے الغبراء نامی ایک گھوڑے کے ساتھ دوڑایا جو حذیفہ بن بدر بن عمرو بن زید[1] بن جویۃ بن لوذان بن ثعلبۃ بن عدی بن فزارۃ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کا تھا۔ حذیفہ نے چند لوگوں کو گھات میں بٹھا دیا تھا اور انھیں حکم دے رکھا تھا کہ اگر وہ داحس کو دوڑ میں آگے دیکھیں تو اس کے منہ پر ماریں چنانچہ داحس دوڑ میں آگے نکل آیا تو ان لوگوں نے اس کے منہ پر مارا اور الغبراء نامی گھوڑا اول آگیا۔ پھر جب داحس کا سوار آیا تو اس نے اس واقعے کی خبر قیس کو دی تو قیس کے بھائی مالک بن زہیر نے الغبراء پر حملہ کیا اور اس کے منہ پر مارا تو حمل بن بدر اٹھا اور مالک کے منہ پر تھپڑ لگایا۔ پھر ابو الجنیدب بن العبسی عوف بن حذیفہ سے ملا تو اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر بنی فزارۃ میں کا ایک[2] شخص مالک سے ملا تو اس کو قتل کر ڈالا۔ تو حمل بن بدر حذیفہ بن بدر کے بھائی نے کہا۔

فَقَتَلْنَا بِعَوْفٍ مَالِكًا وَهُوَ ثَأْرُنَا ۔۔۔ فَإِنْ تَطْلُبُوا مِنَّا سِوَى الْحَقِّ تَنْدَمُوا

ہم نے عوف کے بدلے میں مالک کو قتل کر ڈالا اور یہ ہمارا بدلہ تھا اب اگر تم حق کے سوا کسی اور چیز کے طالب

---

[1] اس مقام پر بھی الف میں اهريق ہے۔ (احمد محمودی) [2] (الف ح) میں بن زید نہیں ہے۔ بلکہ عمرو بن جویۃ ہے (ب د) میں بن بدر زیادہ ہے۔ [3] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ہو تو پچھتاؤ گے۔
یہ شعر اسی کے اشعار میں کا ہے۔
الربیع بن زیاد العبسی نے کہا۔

أَفَبَعْدَ مَقْتَلِ مَالِكِ بْنِ زُهَيْرٍ ... تَرْجُو النِّسَاءُ عَوَاقِبَ الْأَطْهَارِ

کیا مالک بن زہیر کے قتل ہو جانے کے بعد بھی عورتیں
طہروں کے نتیجوں یعنی اولاد کی بقا کی امید رکھ سکتی ہیں۔
یہ شعر اسی کے اشعار میں کا ہے۔

۳۰۷

اس کے بعد بنی عبس اور بنی فزارہ میں جنگ چھڑ گئی اور حذیفہ بن بدر اور اس کے بھائی نے حمل بن بدر کو قتل کر ڈالا تو قیس بن زہیر بن جذیمہ[1] نے حذیفہ کے لیے بے قرار ہو کر مرثیہ لکھا۔

كَمْ فَارِسٍ يُدْعَى وَلَيْسَ بِفَارِسٍ ... وَعَلَى الْهَبَاءَةِ فَارِسٌ ذُو مَصْدَقِ

کتنے لوگ ایسے ہیں جنھیں شہسوار کہا جاتا ہے حالانکہ
وہ شہسوار نہیں۔ ہاں مقام الہباءۃ میں ایک بڑا شہسوار ہے

فَابْكُوا حُذَيْفَةَ لَنْ تُرَثُّوا مِثْلَهُ ... حَتَّى تَبِيدَ قَبَائِلٌ لَمْ تُخْلَقِ

پس حذیفہ پر رو کر مرثیہ کہنے کے لیے اس کا سا کوئی
نہ ملیگا یہانتک کہ وہ لوگ بھی مر جائیں جو ابھی پیدا بھی نہیں
ہوئے ہیں۔
یہ دونوں شعر اسی کے اشعار میں کے ہیں۔

عَلَى أَنَّ الْفَتَى حَمَلَ بْنَ بَدْرٍ ... بَغَى[2] وَالظُّلْمُ مَرْتَعُهُ وَخِيمُ

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔
[2] ۔ (الف) میں والبغی ہے ۔(احمد محمودی)

باوجود اس کے کہ جوانمرد حمل بن بدر نے زیادتی کی
اور ظلم تو بدہضمی پیدا کرنے والی چراگاہ ہے۔
یہ شعر انہی کے اشعار میں کا ہے۔
قیس بن زہیر کے بھائی حرث بن زہیر نے کہا۔

۳۰۸ تَرَكْتُ عَلَى الْهَبَاءَةِ غَيْرَ فَخْرٍ ۔۔۔ حُذَيْفَةَ عِنْدَهُ قِصَدُ الْعَوَالِي

میں نے حذیفۃ کو مقام الہباءہ میں (مردہ کر) چھوڑا
اس کے پاس ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے بھی پڑے
ہوئے ہیں۔ اور (یہ واقعہ ہے) کوئی فخر کی بات نہیں۔
یہ شعر اسی کے اشعار میں کا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں کا خیال یہ ہے کہ قیس نے داحس اور
الغبراء نامی گھوڑے بھیجے تھے اور حذیفۃ نے الخطار اور الحنفاء نامی
گھوڑے۔ ان دونوں باتوں میں پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ اور اس
کا قصہ بہت دراز ہے۔ حدیث سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
انقطاع[1] مجھے اس کے پورے طور پر بیان کرنے سے روکتا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ ابوقیس بن الاسلت نے جو حرب حاطب
کا ذکر کیا ہے اس سے اس کی مراد حاطب بن الحارث بن قیس بن ہیشہ
ابن الحارث بن امیۃ بن معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن
مالک بن الاوس ہے۔ اس نے خزرج کے ایک یہودی پڑوسی کو قتل
کر دیا تھا۔ تو یزید بن الحارث بن قیس بن مالک بن احمر بن حارثۃ بن ثعلبۃ
ابن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج جو ابن فسحم کے نام سے مشہور
تھا۔ فسحم اس کی ماں کا نام تھا اور وہ القین بن جسر میں کی ایک عورت تھی۔
رات کے وقت بنی حارث بن الخزرج میں کے چند لوگوں کو لیکر

[1] (الف) میں نہیں ہے۔

نکلا اور انھوں نے اس کو (حاطب کو) قتل کر دیا۔ اس لیے اوس اور خزرج کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اور ان میں بڑی سخت جنگ ہوئی۔ اور اوس پر خزرج کو فتح ہوئی۔ اس روز سوید بن صامت بن خالد بن عطیہ بن حوط بن حبیب ابن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس قتل ہوا۔ اس کو المجذر بن زیاد البلوی نے قتل کیا اور المجذر کا نام عبداللہ بن ذیاد البلوی تھا۔ جو بنی عوف بن الخزرج کا حلیف تھا۔ جنگ احد کے روز جب المجذر بن زیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور الحارث بن سوید بن صامت بھی نکلا۔ تو الحارث بن سوید نے المجذر کو غفلت میں پاکر اس کو اس کے باپ کے عوض قتل کر ڈالا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس امر کا ذکر اس کے مقام پر کروں گا۔ اس کے بعد ان میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ ان کا ذکر کرنے اور ان امور کو پوری طرح بیان کرنے سے مجھے وہی بات روکتی ہے جس کا ذکر میں نے جنگ داحس کے بیان میں کر دیا ہے ۳۰۹

ابن اسحٰق نے کہا کہ حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص السلمی نے جو بنی امیہ کا حلیف تھا اور جس نے اسلام اختیار کر لیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے جس کا اس کی قوم نے ارادہ کر لیا تھا روکتے ہوئے کہا ہے۔

هَلْ قَائِلٌ قَوْلًا مِنَ[1] الْحَقِّ قَاعِدٌ[2] عَلَيْهِ وَهَلْ غَضْبَانُ لِلرُّشْدِ سَامِعٌ[3]

کیا کسی حق بات کا کہنے والا اس کو چھوڑ کر بیٹھا بھی

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ [2] ۔ (الف) میں من کے بجائے ھو ہے (احمد محمودی) [3] مرعلی بمعنی عن سمجھا گیا ہے۔ (ب) کے حاشیے پر ایک نسخہ عاقد بھی ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کیا کسی حق بات کا کہنے والا اس پر مضبوطی سے جما رہنے والا بھی ہے۔ پہلی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف ہوگی کہ آپ حق بات فرما رہے ہیں اس لیے اس کو چھوڑ کر بیٹھ نہیں سکتے دوسری صورت میں عام خطاب ہوگا کہ کوئی حق بات کو قبول کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا اس طرف متوجہ ہو۔ (احمد محمودی) [4] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

رہ سکتا ہے، اور کیا کوئی غصلا سیدھی بات سن بھی سکتا ہے۔

وَهَلْ سَيِّدٌ تَرْجُو الْعَشِيرَةُ نَفْعَهُ لِأَقْصَى الْمَوَالِي وَالْأَقَارِبِ جَامِعُ

اور کیا کوئی ایسا سردار ہے جس سے خاندان نفع رسانی کی امید کر سکے اور وہ دور والے دوستوں اور نزدیک کے رشتہ داروں کو ایک جگہ جمع کر دے۔

بَرِئْتُ إِلَى الْإِلَهِ مِنْ كُلِّ صَاحِبٍ وَأَهْجُرُكُمْ مَا دَامَ مُدْلٍ وَنَازِعُ

بجز اس شخص کی رضا جوئی کے جو جد بات پر قابو رکھتا ہے میں نے ہر شخص سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور جب تک تم میں کشمکش اور کھینچا تانی رہے گی میں تم سے الگ رہوں گا۔

وَأُسْلِمُ وَجْهِي لِلْإِلَهِ وَمَنْطِقِي وَلَوْ رَاعَنِي مِنَ الصَّدِيقِ رَوَائِعُ

اور میں اپنی ذات کو اور اپنی بول چال کو معبود حقیقی کے حوالے کرتا ہوں اگرچہ دوست کی جانب سے مجھے دھمکیاں دی جاتی رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی قوم کا سلوک

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد تو قریش کی بدنصیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان لوگوں کی دشمنی میں جنھوں نے آپ کے ساتھ اسلام اختیار کر لیا تھا اور سخت ہو گئی۔ انھوں نے اپنے یہاں کے کمینوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکسایا تو انھوں نے آپ کو جھٹلایا اور تکلیفیں دیں اور آپ پر شاعری اور جادوگری اور کہانت وجنون کی تہمتیں لگائیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر احکام خداوندی کا اظہار فرماتے رہے۔ اور کسی حکم کو آپ نے نہیں چھپایا۔ ان کے دین کی برائیاں کھلم کھلا ظاہر فرماتے رہے جس کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ ان کے بتوں سے علٰحدگی اور ان کے کفر کے حالات سے بیزاری کا اظہار فرماتے رہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یحیٰی بن عروۃ بن الزبیر نے اپنے والد عروۃ بن الزبیر سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ عروۃ نے کہا کہ میں نے عبداللہ سے کہا کہ قریش جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کا اظہار کیا کرتے تھے زیادہ سے زیادہ کس قدر تم نے انھیں آپ کو تکلیف پہنچاتے دیکھا عبداللہ نے کہا میں ان لوگوں کے پاس ایک روز ایسے وقت گیا کہ قریش کے بلند مرتبہ لوگ مقام حجر میں جمع تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھیڑا[1] تو انھوں نے کہا کہ ہم نے تو اس شخص کے متعلق اتنا صبر کیا کہ کسی دوسرے معاملے میں ہم نے کبھی اتنا صبر نہیں کیا۔ اس نے ہمارے عقلمندوں کو احمق بنایا ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیں ہمارے دین میں عیب نکالے۔ ہماری جماعت کو منتشر کر دیا اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا۔ ہم نے اس کی بڑی بڑی باتوں پر صبر کیا (یہی الفاظ) یا اسی طرح کے الفاظ کہے۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور ٹہلتے ہوئے تشریف لائے۔ اور حجر اسود کا بوسہ لیا اور پھر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے اور جب آپ ان کے پاس سے گزر رہے تھے تو انھوں نے کچھ باتیں طعن کے طور پر کہیں۔ راوی نے کہا کہ میں نے اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر محسوس کیا۔ انھوں نے کہا کہ پھر آپ چلے گئے۔ اور جب آپ دوسری مرتبہ ان کے پاس سے گذرے تو انھوں نے اس طرح طعنہ زنی کی تو میں نے اس کا اثر رسول اللہ

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا پھر آپ ان کے پاس سے تیسری بار گزرے تو
انھوں نے اسی طرح طعنہ زنی کی تو آپ ٹھہر گئے۔ اور فرمایا۔

أَتَسْمَعُونَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي[1] بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِالذَّبْحِ[2]

اے گروہ قریش۔ کیا تم سن رہے ہو۔ سن لو۔ اس
ذات کی قسم۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تمھارے
پاس ایک پاک صاف چیز لایا ہوں۔

پھر تو آپ کے ان الفاظ نے ان لوگوں کو قابو میں لے لیا۔
یہاں تک کہ ان میں کے ہر ایک شخص کی یہ حالت تھی کہ گویا اس کے سر پر
کوئی پرندہ آ بیٹھا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں کے وہ سخت افراد جو آپ
کے متعلق لوگوں کو ابھارا کرتے تھے۔ وہ بھی بہتر سے بہتر الفاظ میں جو ٣١١
انھیں ملے آپ کی مدارات و دلجوئی کرنے لگے۔ حتیٰ کہ وہ کہنے لگے۔ اے
ابو القاسم جائیے۔ واللہ آپ نے کبھی بھی نادانی کی باتیں نہیں کیں۔ راوی
نے کہا۔ کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے۔ پھر جب
دوسرا روز ہوا تو وہ مقام حجر میں جمع ہوئے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ ہی
تھا۔ اور ان میں کے بعضوں نے بعض سے کہا۔ کچھ یاد ہے کہ تمھاری جانب
سے کیا سامنے دیا گیا اور اس کی جانب سے تمھیں کیا جواب ملا۔ حتیٰ کہ جب
اس نے ڈنکے کی چوٹ وہ باتیں کہیں۔ جس کو تم ناپسند کرتے ہو تو تم نے
اس کو چھوڑ دیا۔ وہ انھیں باتوں میں (مصروف) تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] (الف) میں نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ [2] (الف ب) میں بالذبح ہے اور (ج د)
میں بالذبیح ہے۔ ہم نے ذبیح کے معنی مذبوح یا پاک صاف چیز سمجھے ہیں مگر اس مقام کے قرینے
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھلی، ور ظاہر چیز کے ہونا چاہئے۔ لیکن لغت میں ذبح کے یہ معنی نہیں آئے ہیں۔ اللہ
ورسولہ اعلم بمرادہ۔ (احمد محمودی)

علیہ وسلم برآمد ہوئے اور ایک دم ان سبھوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے انھوں نے آپ کو گھیر لیا کہ کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے ایسا ایسا کہا ہے۔ ان عیوب کے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دین اور ان کے معبودوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نَعَمْ أَنَا الَّذِي أَقُولُ ذَلِكَ

ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جو ایسی باتیں کہا کرتا ہوں

راوی نے کہا کہ میں نے ان میں کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کے (دو پلو) ملنے کی جگہ کو پکڑ لیا راوی نے کہا پھر تو ابو بکر رضی اللہ عنہ[الف] آپ کی مدافعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور وہ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ارے لوگو۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے ہو جو اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔ پھر وہ سب لوٹ گئے۔ بس یہی وہ حالت تھی جو میں نے قریش کو آپ پر سخت سے سخت غلبہ کبھی حاصل ہوتے ہوئے دیکھا۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے ام کلثوم بنت ابی بکر کے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ ام کلثوم نے کہا کہ اس روز ابو بکر ایسی حالت سے لوٹے ہیں کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال جو انھوں نے کھینچے اس کے سبب سے آپ دردسر میں مبتلا تھے اور آپ زیادہ بال والے بھی تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ سخت ترین اذیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے پائی وہ یہ تھی کہ ایک روز آپ نکلے تو جو بھی آزاد یا غلام آپ سے ملا اس نے آپ کو جھٹلایا اور ایذا دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس ہوئے۔ اور جو سختی آپ پر پڑی اس کے سبب سے آپ نے کمبل اوڑھ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

(یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ) اے کملی اوڑھے ہوئے شخص اٹھ۔ اور لوگوں کو برے نتیجوں سے) ڈرا۔ آپ پر (یہ سورہ) نازل فرمایا۔

٣١٢

حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا اسلام اختیار کرنا

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے بنی اسلم کے ایک شخص نے جو بڑا یاد رکھنے والا تھا بیان کیا کہ کوہ صفا کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ابوجہل گزرا تو اس نے آپ کو تکلیف دی اور سخت سست کہا اور آپ کے دین کی عیب جوئی اور آپ کے معاملے کو کمزور بتانے کا کچھ موقع پا لیا جس کو آپ ناپسند فرماتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ کی ایک لونڈی جو اپنے گھر میں تھی اس کی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس کے بعد آپ اس کے پاس سے لوٹے تو آپ نے قریش کی مجلس کا قصد فرمایا جو کعبۃ اللہ کے پاس تھی اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ[2] کمان گلے میں ڈالے شکار سے واپس ہوتے ہوئے وہاں آ گئے۔ وہ شکاری تھے تیر سے شکار کیا کرتے۔ اور اکثر شکار کے لیے نکل جایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی وہ شکار سے واپس ہوتے تو اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاتے جب تک کہ کعبۃ اللہ کا طواف نہ کر لیتے اور جب طواف کر چکتے تو قریش کی مجلس میں ٹھہرتے اور سلام کرتے۔ اور

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ [2] (الف) میں رحمہ اللہ ہے اور باقی خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔

ان سے بات چیت کئے بغیر نہ جاتے۔ اور وہ قریش میں اعزاز رکھنے والے جوانمرد اور سخت طبیعت تھے۔ جب وہ اس لونڈی کے پاس سے گزرے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس ہو چکے تھے۔ تو اس لونڈی نے حمزۃ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابو عمارۃ کاش آپ اس آفت کو دیکھتے۔ جو آپ کے بھتیجے محمد پر ابو الحکم بن ہشام کی جانب سے آئی۔ اس نے انھیں یہاں بیٹھا ہوا پایا تو انھیں ایذا پہنچائی اور گالیاں دیں۔ اور جو[1] باتیں انھیں ناپسند تھیں ان کی انتہا کر دی اور پھر چلتا بنا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بات بھی نہ کی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو باعزاز رکھنا چاہتا تھا۔ حمزہ کو غصے نے برانگیختہ کر دیا اور وہ وہاں سے تیزی سے نکلے اور کسی کے پاس نہ رکے کہ ابو جہل کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور جب اس سے مقابلہ ہو تو اس سے جمٹ جائیں۔ پھر جب مسجد میں داخل ہوئے تو اس کو دیکھا کہ لوگوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو یہ اسی کی طرف چلے۔ اور جب اس کے سر پر پہنچ گئے تو کمان اٹھائی اور رسید کی۔ اور اس کا سر سخت زخمی کر دیا اور کہا کیا تو انھیں گالیاں دیتا ہے۔ لے میں بھی انھیں کے دین پر ہوں۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو وہی برتاؤ مجھ سے بھی کر۔ بس بنی مخزوم کے لوگ حمزۃ کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابو جہل کی امداد کریں۔ ابو جہل نے کہا۔ ابو عمارۃ کو جانے دو، کیونکہ واللہ میں نے بھی ان کے بھتیجے کو بری بری گالیاں دی ہیں۔ آخر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو مکمل کر لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی زبان سے بھی کی۔

۳۱۳

جب حمزہ نے اسلام اختیار کر لیا تو قریش کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب قوی اور محفوظ ہو گئے۔ اور اب حمزہ ان کی جانب سے مدافعت کریں گے۔ تو آپ پر موقع پانے کے باوجود بھی وہ آپ کی

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ایذا رسانی سے دست کش رہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عتبہ بن ربیعہ کا قول

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القرظیؒ کی روایت سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ جو ایک سردار تھا ایک روز قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں تنہا تشریف رکھتے تھے اس نے کہا اے گروہ قریش میں اٹھ کر محمد سے کچھ گفتگو کیوں نہ کروں۔ اور اس کے سامنے بعض ایسی باتیں پیش کیوں نہ کروں جن میں سے کچھ۔ کچھ وہ قبول کرلے اور وہ ان میں سے جو رعایتیں چاہے ہم اسے دیدیں اور وہ ہم سے باز رہے۔ اور یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب حمزہ نے اسلام اختیار کرلیا تھا اور انھوں نے دیکھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی زیادہ ہورہے ہیں اور بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ اے ابوالولید اٹھ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر گفتگو کر۔ تو عتبہ اٹھا اور آپ کی طرف چلا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا اور کہا۔ بابا[2]۔ تمھیں معلوم ہے۔ کہ تم ہماری نظروں میں باعتبار خاندان بڑے رتبے والے ہو اور نسب کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہو تم اپنی قوم کے پاس بڑی اہمیت رکھنے والا مسئلہ لائے ہو جس کے ذریعے تم نے اس کی جماعت کو تتر بتر کر دیا ہے۔ ان میں کے عقلمندوں کو

---

[1] ۔ (الف) میں والنبی صلی علیہ وسلم ہے۔ [2]۔ اصل میں یا ابن اخی ہے۔ (احمد محمودی)

بیوقوف بنا دیا ہے۔ ان کے معبودوں اور ان کے دین کو عیب دار کر دیا ہے۔ اور ان کے اگلے بزرگوں کو کافر بنا دیا۔ میری گفتگو سنو۔ میں چند باتیں تمہارے غور کرنے کے لیے تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ شاید کہ تم اس میں سے کچھ نہ کچھ قبول کر لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قل یا ابا الولید۔ اسمع۔ اے ابوالولید کہو میں سنتا ہوں۔ اس نے کہا۔ بابا۔ اگر تم اس مسئلے کے ذریعے جسے تم لائے ہو۔ صرف مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لیے اس قدر مال جمع کر دیں گے کہ تم ہم سب میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اور اگر تم اس کے ذریعے اعلیٰ مرتبہ چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنا لیں گے۔ کہ کوئی بات تمہارے بغیر قطعی ہو۔ اگر تم اس کے ذریعے حکومت چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر یہ تمھارے پاس جو آتا ہے کوئی رئی[1] ہے جس کو تم دیکھتے ہو اور اس کو تم اپنے پاس سے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو تو ہم تمہارے لیے جھاڑ پھونک کا انتظام کریں گے۔ اور اس کے لیے ہم اپنا مال خرچ کریں گے کہ اس سے تمھیں نجات دلائیں کیونکہ بعض وقت تابع (موکل یا جن) آدمی پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کا علاج معالجہ کئے بغیر نہیں جاتا۔ (یہی الفاظ کہے) یا اسی قسم کے الفاظ اس نے آپ سے کہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی باتیں سنتے رہے۔ اور جب عتبہ اپنی گفتگو ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا۔

۳۱۴

أَقَدْ فَرَغْتَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاسْتَمِعْ[2] مِنِّي۔ قَالَ أَفْعَلُ

فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، حٰمٓ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ كِتَابٌ

فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ

أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ

[1] کسی شخص کے تابع جن یا موکل کو عرب رئی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ رأی سے فعیل کا وزن ہے بمعنی مفعول کے یعنی مرئی چیز، دیکھنے والی چیز۔ (احمد محمودی) [2] (الف) میں فاسمع ہے۔ ۳ خط کشیدہ

اے ابو الولید کیا تم نے اپنی گفتگو ختم کرلی۔ اس نے
کہا ہاں آپ نے فرمایا۔ میری بھی سن لو۔ اس نے کہا اچھا سناؤ
آپ نے فرمایا۔ رحم کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے
شروع کرتا ہوں۔
حٰم۔ (یہ) رحم کرنے والے مہرباں کی جانب سے اتاری ہوئی
کتاب ہے۔ اس کی آیتوں میں خوب تفصیل کی گئی ہے۔ جاننے والے لوگوں
کے لیے۔ صاف بیان مجموعہ ہے، خوش خبریاں سنانے والا۔ اور (انجام
سے) ڈرانے والا ہے۔ پھر بھی اکثر لوگوں نے روگردانی کی (اور اس کی طرف
توجہ نہیں کی) جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ انھوں نے کہدیا کہ ان
(خرافات سے) جن کی جانب تو ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل غلافوں میں (محفوظ) ہیں۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی صورت کو اس کے آگے پڑھتے
چلے گئے اور جب عتبہ نے آپ کی تلاوت سنی خاموش سنتا رہا اور اپنے ہاتھ
پیچھے رکھ لیے اور ان پر سہارا دیے ہوئے آپ سے سنتا رہا۔ اس کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تک پہنچے تو سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔

قَدْ سَمِعْتَ یَا أَبَا الْوَلِیدِ مَا سَمِعْتَ فَأَنْتَ وَذَاكَ

اے ابو الولید جو تم نے سنا وہ تو سن ہی لیا۔ اب
تم جانو اور وہ۔

اس کے بعد عتبہ اٹھا۔ اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا
تو ان میں کے بعضوں نے بعضوں سے کہا ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ابو الولید کا تمھارے
پاس آنا اس طرح کا نہیں ہے جس طرح کا جانا تھا۔ اور جب وہ ان کے پاس
جا کر بیٹھا تو انھوں نے کہا۔ اے ابو الولید وہاں کی کیا خبر ہے۔ اس نے
کہا کہ وہاں کی خبر یہ ہے کہ۔ میں نے ایسی بات سنی ہے کہ واللہ ایسی بات

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ کلام مجید کا حصہ (الف) میں نہیں ہے۔

میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی ۔ واللہ وہ نہ شعر ہے نہ جادو ہے ۔ اور نہ کہانت ۔
اے گروہ قریش ۔ میری بات سنو ۔ اور اس کام کو میری رائے کے موافق
کرو ۔ اور اس شخص کو اس کی حالت پر چھوڑ دو ۔ اور اس سے الگ رہو ۔ کیونکہ
واللہ اس کی جو بات میں نے سنی ہے اس کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہوگی ۔
پھر اگر عربوں نے اس کا خاتمہ کر دیا تو اغیار نے تم کو اس سے بے پروا کر دیا ۔
اور اگر اس نے عربوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس کی حکومت تمھاری حکومت
ہوگی ، اور اس کی عزت تمھاری عزت ہوگی ۔ اور تم اس کے طفیل سے تمام
لوگوں میں سب سے زیادہ خوش حال ہو جاؤ گے ۔ ان لوگوں نے کہا ۔ اے
ابو الولید ۔ واللہ اس نے تجھ پر اپنی زبان کا جادو کر دیا ۔ اس نے کہا میری
رائے تو اس کے متعلق یہی ہے ۔ تمھیں جو مناسب معلوم ہو تم کرو ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے رئیسوں کے درمیان بات چیت اور سورۂ کہف کی تفسیر

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر تو اسلام مکہ میں قریش کے قبیلوں میں پھیلنے لگا
مردوں میں بھی اور عورتوں میں بھی ۔ اور قریش کی یہ حالت ہوگئی کہ مسلمانوں میں سے
جس پر ان کا بس چلتا اس کو قید کر لیتے ۔ اور جس کو تکلیفیں دے سکتے اس کو تکلیفیں دیتے
مجھ سے بعض اہل علم نے سعید بن جبیر سے اور ابن عباس کے غلام عکرمہ سے
اور انھوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا کہ قریش
کے ہر قبیلے کے بڑے بڑے سردار عتبہ بن ربیعہ ۔ شیبہ بن ربیعہ ۔ ابو سفیان
ابن حرب ۔ النضر بن الحارث بن کلدہ بنی عبدالدار والا ۔ ابو البختری بن ہشام ۔ الاسود
ابن المطلب بن اسد ۔ زمعہ بن الاسود ۔ الولید بن المغیرہ ۔ ابو جہل ابن ہشام
مردو وحدا ۔ عبداللہ بن ابی امیۃ ۔ العاص بن وائل نُبَیۃ و مُنَبِّہ حجاج کے دونوں

۲۱۵

لہ ۔ (الف) میں سیں ہے (احمد محمودی)

بیٹے ۔السمیان اور امیۃ بن خلف اور ان میں کے جو جو تھے جمع ہوئے راوی نے کہا کہ یہ سب لوگ غروب آفتاب کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے پھر ان میں کے بعض نے بعض سے کہا کہ محمد کو ملوا بھیجو ۔اور اس سے گفتگو کرو۔اور اس کو قائل کرو۔تاکہ تم لوگ اس کے متعلق معذور سمجھے جاؤ ۔پھر انھوں نے آپ کے پاس کہلا بھیجا ۔کہ تمھاری قوم کے بڑے بڑے لوگ تمھارے لیے جمع ہوئے ہیں کہ تم سے گفتگو کریں ۔اس لیے تم ان کے پاس آؤ ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً تشریف لائے ۔اور آپ خیال فرما رہے تھے کہ جس معاملے میں آپ نے ان سے گفتگو فرمائی تھی اس میں ان کی کوئی نئی رائے ہوئی ہوگی۔اور آپ ان کے متعلق بہت حریص اور ان کے راہ راست پر آنے کے بڑے مشتاق تھے۔ اور ان لوگوں کا آفت میں مبتلا ہونا آپ کو بہت ناگوار تھا (آپ آئے) یہاں تک کہ ان کے پاس تشریف فرما ہوئے تو انھوں نے آپ سے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔ ہم نے تمھیں اس لیے بلوایا ہے کہ تم سے گفتگو کریں ۔اور واللہ ۔ہم نے عرب میں کا کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس نے اپنی قوم پر وہ آفت ڈھائی ہو جو تم نے اپنی قوم پر ڈھائی ہے ۔ تم نے (ہمارے) باپ دادا کو گالیاں دیں ۔تم نے دین پر عیب لگایا ۔تم نے معبودوں کو گالیاں دیں ۔ تم نے عقلمندوں کو احمق بنایا ۔اور جماعت میں پھوٹ ڈالدی ۔ تم نے اپنے اور ہمارے تعلقات میں کوئی (ایسی) برائی نہ چھوڑی ۔ جیسے تم نہ کر گزرے ہو ۔ (یہی الفاظ کہے) یا اسی طرح کی باتیں انھوں نے آپ سے کہیں اگر یہ بات اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے کچھ مال چاہتے ہو تو ہم اپنے مال میں سے تمھارے لیے (بہت کچھ) جمع کر دیتے ہیں ۔کہ تم ہم سب میں زیادہ مالدار ہو جاؤ ۔ اور اگر تم اس کے ذریعے ہم میں اعلیٰ مرتبہ چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں ۔ اور اگر تم اس کے ذریعے حکومت چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں ۔ اگر یہ جو تمھارے پاس آتا ہے کوئی (دکھنے والا)

(موکل یا جن) ہے جس کو تم دیکھتے ہو وہ تم پر غالب آگیا ہے۔ عرب والے اس جن کو جو کسی کا تابع ہوتا تھا رئی کہتے تھے۔ اور بعض وقت ایسا بھی ہوا کرتا ہے۔ تو ہم اپنے مال خرچ کریں گے۔ اور تمہارے لیے جھاڑ پھونک کی تدبیر کریں گے کہ تم کو اس سے نجات دلائیں یہی کہ ہم تمہارے متعلق مجبور ہو جائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۲۱۶

مَابِی مَا تَقُولُونَ مَاجِئْتُ بِمَا جِئْتُكُمْ بِهِ أَطْلُبُ أَمْوَالَكُمْ وَلَا الشَّرَفَ فِيكُمْ وَلَا الْمُلْكَ عَلَيْكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ رَسُولًا وَأَنْزَلَ عَلَيَّ كِتَابًا وَأَمَرَنِي أَنْ أَكُونَ لَكُمْ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَبَلَّغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَإِنْ تَقْبَلُوا مِنِّي مَاجِئْتُكُمْ بِهِ فَهُوَ حَظُّكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَإِنْ تَرُدُّوهُ عَلَيَّ أَصْبِرْ لِأَمْرِ اللهِ حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

مجھے ان چیزوں میں سے کچھ نہیں چاہیئے جو تم کہتے ہو۔ جو کچھ بھی میں لایا ہوں وہ اس لیے نہیں کہ اس کے معاوضے میں تمہارے مال حاصل کروں۔ نہ میں تم میں اعلیٰ مرتبہ چاہتا ہوں نہ تم پر حکومت۔ لیکن (بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب پیامبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے۔ اس نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے لیے خوش خبری سنانے والا اور برے انجاموں سے) ڈرانے والا ہو جاؤں۔ میں نے تو اپنے (متعلقہ) پیام پہنچا دئے۔ اور تم سے خیر خواہانہ بات کہدی۔ اگر تم نے میری وہ باتیں جو میں تمہارے پاس لایا ہوں مان لیں تو یہ دنیا اور

آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہے۔ اور اگر تم نے انھیں مجھی پر لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی تک صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

(یہی الفاظ فرمائے) یا جیسا کچھ آپ نے فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

انھوں نے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے جو چیزیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی چیز کو بھی اگر تم قبول نہیں کرتے تو تم اس بات کو تو جانتے ہی ہو کہ لوگوں میں کوئی بھی ہم سے زیادہ تنگ شہر والا نہیں۔ اور نہ پانی کی قلت میں ہم سے بڑھ کر کوئی ہے۔ اور نہ کوئی ہم سے زیادہ سخت زندگی بسر کرنے والا ہے لہذا اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا کرو جس نے تمھیں بھیجا ہے۔ خواہ اس نے جو کچھ احکام دے کر بھیجا ہو کہ یہ پہاڑ جنھوں نے ہم پر تنگی کر دی۔ وہ انھیں ہٹا کر ہم سے دور کر دے۔ اور ہمارے شہر کشادہ بنا دے۔ اور ہمارے لیے اس میں شام و عراق کی سی نہریں جاری کر دے۔ اور ہمارے بزرگوں میں سے جو گزر چکے ہیں انھیں ہماری خاطر زندہ کر دے۔ اور جن لوگوں کو ہماری خاطر زندہ کیا جائے ان میں قصی بن کلاب بھی ہوں۔ کیونکہ وہ بڑے سچے بزرگ تھے۔ کہ تم جو کچھ کہتے ہو ہم ان سے پوچھ لیں۔ کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ پس اگر انھوں نے تمہاری تصدیق کی اور تم نے وہ چیزیں کر دیں جن کا ہم نے تم سے سوال کیا ہے تو پھر ہم تمھیں سچا جانیں گے۔ اور اس کے سبب سے تمہاری قدر و منزلت جو اللہ کے پاس ہے اس کو جان لیں گے۔ اور یہ بھی مان لیں گے کہ اس نے تمھیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو آپ نے

۲۱۷

اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں اور اس کا سلام ہو۔ فرمایا۔

مَا بِهٰذَا بُعِثْتُ إِلَيْكُمْ إِنَّمَا جِئْتُكُمْ مِنَ اللّٰهِ بِمَا بَعَثَنِي بِهِ وَقَدْ بَلَّغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ فَإِنْ تَقْبَلُوهُ فَهُوَ حَظُّكُمْ فِي الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةِ وَإِنْ تَرُدُّوهُ عَلَيَّ أَصْبِرْ لِأَمْرِ اللهِ تَعَالَى حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔

میں تمھارے پاس ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں اللہ کے پاس سے صرف وہی چیز لایا ہوں جو چیز دے کر اس نے مجھے بھیجا۔ اور میں نے وہ چیز تمھیں پہنچادی جس کے ساتھ مجھے تمھاری ذمت بھیجا گیا۔ پس اگر تم نے اس کو قبول کرلیا تو وہ دنیا و آخرت میں تمھاری خوش نصیبی ہے اور اگر تم نے اسے مجھی پر لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی تک صبر کروں گا۔ جبتک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ فرمادے۔

انھوں نے کہا کہ جب تم یہ بات ہمارے لئے نہیں کرتے تو اپنی ذات کے لیے کچھ مانگ لو۔ اپنے پروردگار سے اسد عا کرو کہ وہ تمھارے ساتھ ایک فرشتہ بھیجے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اور ہماری جانب سے وہ دوبارہ ہم سے کہدے اور اگر تم رسول ہو جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تو اس سے اسد عا کرو کہ وہ تمھارے لیے باغات محلات اور سونے چاندی کے خزانے مہیا کردے کہ ان خزانوں کے ذریعہ تم کو ان مشغلوں سے بے نیاز کردے۔ جن کا ہم تمھیں محتاج دیکھتے ہیں۔ کہ تم بازاروں میں اسی طرح کھڑے رہتے ہو جس طرح ہم کھڑے رہتے ہیں۔ اور تم بھی معاش کی تلاش اسی طرح کرتے ہو جس طرح ہم کرتے ہیں۔ تاکہ ہم جان لیں کہ تمھارے رب کے پاس تمھاری قدر و منزلت ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

مَا أَنَا بِفَاعِلٍ مَا أَنَا بِالَّذِي يَسْأَلُ رَبَّهُ هٰذَا وَمَا بُعِثْتُ إِلَيْكُمْ بِهٰذَا وَلٰكِنَّ اللهَ بَعَثَنِي بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔

میں تو ایسا نہ کرونگا۔ اور نہ میں ایسا شخص ہوں۔

جو اپنے پروردگار سے ان باتوں کی استدعا کرے۔ بیشک اللہ نے مجھے خوش خبری دینے والا اور (برے انجام) سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (یہی الفاظ فرمائے یا جو الفاظ بھی آپ نے فرمائے ہوں۔)

فَإِن تَقْبَلُوا مَا جِئْتُكُم بِهِ فَهُوَ حَظُّكُم فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَإِن تَرُدُّوهُ عَلَيَّ أَصْبِرْ لِأَمْرِ اللهِ حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

پس اگر تم نے اس کو قبول کیا جس کو لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں تو وہ دنیا و آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہے اور اگر تم نے اسے مجھ پر لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی تک صبر کروں گا جب تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

انھوں نے کہا (یہ بھی نہ ہو سکتا ہو) تو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دو جیسا کہ تم نے دعویٰ کیا ہے۔ تمہارا پروردگار اگر چاہتا ہے تو (یہ بھی) کر دے گا۔ ہم بجز اس کے تم پر ایمان نہ لائیں گے کہ تم ایسا کرو۔

راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ذَالِكَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ أَنْ يَفْعَلَهُ بِكُمْ فَعَلَ

یہ اللہ کی مرضی پر ہے اگر اس نے تمہارے ساتھ یہی کرنا چاہا تو (یقین کر لو کہ) اس نے کر دیا۔

انھوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمہارے پروردگار کو اس بات کا علم نہ ہوا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ بیٹھیں گے۔ اور تم سے وہ سوالات کریں گے جو ہم نے تم سے کیے۔ اور تم سے ہم ایسے مطالبے کریں گے جو ہم کر رہے ہیں کہ پہلے سے وہ تمہارے پاس آ جاتا اور تم سے [illegible]

کچھ سوال و جواب کیے اس کی تمھیں تعلیم دے دیتا اور تمھیں خبر دیتا کہ وہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ کیا کرنے والا ہے جبکہ ہم وہ بات نہ قبول کریں جو تم لائے ہو۔ ہمیں تو یہ خبر ملی ہے کہ تمھیں ان باتوں کی تعلیم یمامہ کا ایک شخص دیا کرتا ہے جس کا نام رحمان ہے اور ہم تو واللہ رحمان پر کبھی بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تو اپنے عذر تم سے بیان کر دیئے واللہ ہم تو تمھیں چھوڑیں گے نہیں! خواہ کچھ اثر بھی ہم پر ڈالو۔ یہاں تک کہ ہم تمھیں مٹا ڈالیں گے۔ یا تم ہمیں نیست و نابود کر دو۔ اور ان میں سے بعضوں نے کہا کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ تو اللہ اور فرشتوں کو آمنے سامنے نہ لے آئے۔ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تو آپ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ جو آپ کی پھوپی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ پھر اس نے آپ سے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم نے آپ پر بہت سی چیزیں پیش کیں آپ نے ان کی کسی چیز کو قبول نہیں کیا۔ پھر انھوں نے آپ سے اپنے فائدہ کی بہت سی چیزیں طلب کیں تاکہ ان کے ذریعہ وہ آپ کی اس قدر و منزلت کو جانیں جو اللہ کے پاس ہے۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ تاکہ وہ آپ کو سچا جانیں اور آپ کی پیروی کریں آپ نے وہ بھی نہیں کیا۔ پھر انھوں نے آپ سے استدعا کی کہ آپ خود اپنے فائدہ کے لیے ایسی چیزیں حاصل کریں جن سے وہ جانیں کہ آپ کو ان پر کیا برتری ہے اور آپ کی قدر اللہ کے پاس کیا ہے؟ آپ نے وہ بھی نہیں کیا۔ پھر انھوں نے خواہش کی کہ وہ عذاب جس سے آپ انھیں ڈراتے ہیں۔ اس میں سے کچھ تھوڑا ان پر فوراً لایا جائے آپ نے یہ بھی نہ کیا (یہی الفاظ کہے) یا جیسا کچھ اس نے آپ سے کہا۔ واللہ میں تو آپ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا۔ یہاں تک کہ آپ کوئی ایسی سیڑھی حاصل نہ کر لیں جو آسمان کی جانب بچھائی ہو اور آپ اس پر اس طرح چڑھیں کہ میں دیکھتا رہوں۔ حتیٰ کہ آپ آسمان پر پہنچ جائیں۔ اور پھر آپ اپنے ساتھ

۲۱۸

ایک نوشتہ لائیں اور آپ کے ساتھ فرشتوں میں سے چار ایسے ہوں جو آپ کے موافق گواہی دیں کہ آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ اور اللہ کی قسم کہ اگر آپ نے ایسا کیا بھی تو میرا خیال ہے کہ میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹ گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کی جانب غمگین اور اس امید کے فوت ہو جانے پر افسوس کرتے ہوئے لوٹے۔ جو آپ کو اپنی قوم پر حریص ہونے کے سبب سے اس وقت پیدا ہو گئی تھی۔ جب انھوں نے آپ کو بلوایا اور جب آپ نے اپنے سے ان کے دور ہونے کو ملاحظہ فرمالیا (تو وہ امید افسوس سے بدل گئی)

ابوجہل کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ اور اللہ تعالیٰ کا اس کی پابازیوں کو اس کے گلے کا ہار بنانا۔ اور اُسے گرفتار کرنا

پھر جب ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے تو ابوجہل نے کہا۔ اے گروہ قریش۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو سوائے اس کے انکار کر دیا۔ بجز ہمارے دین پر عیب لگانے اور ہمارے باپ دادا کو گالیاں دینے اور ہمارے عقلمندوں کو احمق بنانے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے کے جو تم دیکھ رہے ہو اور میں تو اب عہد کر لیتا ہوں کہ کل کوئی ایسا بڑا پتھر جس کو میں اٹھا سکوں ایک اس کے لیے بیٹھوں گا (یہی الفاظ کہے) یا اس کے مثل اور الفاظ کہے۔ پھر جب وہ اپنی نماز کے سجدے میں ہو تو اس سے اس کا سر پھوڑ دوں گا اس کے بعد خواہ تم میری امداد سے دست برداری کر دو یا میری حمایت کرو اور بنی عبد مناف میرے ساتھ اس کے بعد جو چاہیں سلوک کر لیں۔ انھوں نے کہا۔ واللہ ہم تیری امداد سے کبھی بھی کسی قیمت

پر بھی دست برداری نہ کریں گے تو جو چاہے کرے۔ پھر جب صبح ہوئی ابوجہل نے ایک پتھر ویسا ہی لیا۔ جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھات میں بیٹھا رہا اور صبح سویرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلا کرتے تھے نکلے اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ کا قبلہ شام کی جانب تھا۔ پس جب آپ نماز پڑھتے تو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے اور کعبۃ اللہ اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے اور قریش بھی صبح سویرے اپنی مجلسوں میں انتظار کرتے بیٹھے کہ ابوجہل کیا کرنے والا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو ابوجہل نے وہ پتھر اٹھایا اور آپ کی جانب چلا یہاں تک کہ جب آپ سے قریب ہوا تو اس حالت سے لوٹا کہ اچھا یا اس کا پھرے کا رنگ سیاہ ہیبت زدہ اس کے دونوں ہاتھ اس کے پتھر ہی پر شل تھے حتیٰ کہ اس نے پتھر اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور قریش کے لوگ اس کے پاس آکھڑے ہوئے اور اس سے کہا۔ اے ابوالحکم تجھے کیا ہوگیا اس نے کہا کہ میں اس کے پاس جاکھڑا ہوا کہ اس کے ساتھ میں وہ سلوک کروں جو میں نے کل رات کہہ چکا تھا اور جب میں اس کے نزدیک ہوا تو ایک اونٹ اس کے اور میرے درمیان حائل ہوگیا واللہ میں نے اس کے ڈیل ڈول کا سا کوئی ڈیل ڈول دیکھا اور نہ اس کی گردن کی سی کوئی گردن اور نہ اس کے سے کسی اونٹ کے کبھی دانت دیکھے اس نے مجھے کھانے کا ارادہ کیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بعضوں نے ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے اگر وہ پاس آتا تو وہ اس کو پکڑ لیتے۔

ف۔ رالف اپ۔ یہاں ہے۔

قرآن پر افترا پردازی میں نضر بن الحارث کی حالت

پھر جب ابوجہل نے یہ بات ان سے کہی تو نضر بن الحارث بن کلدہ ابن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی اٹھ کھڑا ہوا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بعضوں نے اُسے النضر بن الحرث بن علقمہ بن کلدہ ابن عبد مناف کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر اس نے کہا اے گروہ قریش واللہ تمہارے آگے ایک بڑا اہم معاملہ پیش ہے۔ تمہارے پاس اس کے مقابلے کے لیے اب کوئی تدبیر نہیں ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تم میں یہ حالت تھی کہ وہ ایک نوعمر لڑکا تھا تم سب میں زیادہ پسندیدہ اور گفتگو کے لحاظ سے تم سب میں زیادہ سچا تم سب میں زیادہ امانت دار یہاں تک کہ تم نے اس کی زلفوں میں بڑھاپے کے آثار دیکھے اور وہ تمہارے پاس ایک چیز لایا تو تم نے اس کو جادوگر بنا دیا۔ نہیں واللہ وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگروں کی جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے دیکھے ہیں۔ تم نے کہدیا کہ وہ کاہن ہے۔ نہیں واللہ وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہنوں کی حرکتیں دیکھی ہیں اور ان کی قافیہ پیمائی سنی ہے۔ تم نے کہدیا کہ وہ شاعر ہے۔ نہیں واللہ۔ وہ شاعر نہیں۔ ہم نے شعر دیکھے ہیں۔ اور اس کی تمام قسمیں ہزج و رجز، سنی ہیں۔ تم نے کہدیا کہ وہ دیوانہ ہے۔ نہیں واللہ وہ دیوانہ نہیں ہم نے دیوانگی بھی دیکھی ہے نہ وہ اختناقی حالت ہے اور نہ دیوانگی کی بے ربط گفتگو ہے نہ جنونی ہذیان۔ اے گروہ قریش تم اپنی حالت پر غور کر لو۔ واللہ تمہارے سامنے ایک مہتم بالشان معاملہ پیش ہے۔ اور النضر بن الحارث شیاطین قریش میں سے تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا اور آپ کی دشمنی پر جما ہوا تھا۔ (یا آپ کے لئے دشمنی

۳۰

کے بیچ ہو یا کرتا) اور وہ مقام حیرہ کو بھی گیا تھا اور وہاں ایرانی بادشاہوں کے واقعات اور رستم واسفندیار کے حالات کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور اس میں اپنی قوم کو اللہ کی یاد دلاتے اور ان کو ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کی اُن آفتوں سے ڈراتے جو ان پر عذاب الٰہی کی وجہ سے نازل ہوئیں تو آپ کے اُٹھ کر چلے جانے کے بعد آپ کی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ اور کہتا اے گروہ قریش واللہ میں اس سے بہتر باتیں بیان کرنے والا ہوں۔ پس میرے پاس آؤ میں تم سے اس کی باتوں سے بہتر باتیں بیان کرتا ہوں۔ اور ایرانی بادشاہوں اور رستم واسفندیار کے قصے ان سے بیان کرتا اور پھر کہتا (بتاؤ تو) کون سی بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے بہتر بیان کی۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں ان میں یہ بات بھی ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے کہا تھا "ساُنزل مثل ما انزل اللہ" میں بھی قریب میں ویسا ہی کلام اتاروں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں ان میں یہ بات بھی ہے کہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ اس کے متعلق قرآن کی آٹھ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ عز وجل کا یہ ارشاد۔

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے زمانے کے قصے ہیں اور جہاں جہاں قرآن میں اساطیر کا لفظ ہے وہ سب اسی کے متعلق ہیں۔

قریش کا نضر و عقبہ کو یہود کے عالموں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کیلیے روانہ کرنا

پھر جب النضر بن الحارث نے ان سے ایسا کہا تو ان لوگوں نے اس کو

اور اس کے ساتھ عقبہ بن ابی معیط کو یہود کے علما کے پاس مدینہ روانہ کیا اور ان دونوں سے کہہ دیا کہ یہود کے عالموں سے تم دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق پوچھو اور اس کے حالات ان سے بیان کرو۔ اور اس کی باتیں ان کو سناؤ کیونکہ وہ لوگ اگلی کتاب والے ہیں۔ اور ان کے پاس انبیا کا ایسا علم ہے جو ہمارے پاس نہیں۔ پس وہ دونوں نکلے اور مدینہ پہنچے۔ اور یہود کے عالموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ انھیں آپ کے حالات اور آپ کی بعض باتیں سنائیں اور ان سے کہا کہ تم لوگ اہل توراۃ ہو ہم تمھارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے اس ساتھی کے متعلق کچھ باتیں بتاؤ تو ان سے یہود کے عالموں نے کہا کہ اس شخص سے تین چیزوں کے متعلق دریافت کرو جو ہم تمھیں بتا دیتے ہیں۔ پس اگر ان تینوں چیزوں کی اس نے خبر دی تو وہ (خدا کی جانب سے) بھیجا ہوا نبی ہے۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) وہ باتیں بنانے والا شخص ہے۔ اور اس کے متعلق تم جو چاہو رائے قائم کر لو۔ اس سے چند نوجوانوں کے متعلق دریافت کرو جو پہلے زمانہ میں چلے گئے تھے۔ یا (غائب ہو گئے تھے) کہ ان کا کیا واقعہ تھا کیونکہ ان کا ایک عجیب واقعہ ہے اور اس سے اس شخص کے متعلق دریافت کرو جو بڑا گھومنے والا یا بڑا سیاح تھا جس کی زمین کے مشرقی حصوں اور مغربی حصوں تک رسائی ہو چکی تھی۔ کہ اس کا کیا واقعہ تھا۔ اور اس سے روح کے متعلق پوچھو کہ اس کی ماہیت کیا ہے۔ پھر اگر اس نے تمھیں ان چیزوں کے متعلق خبر دی تو اس کے پیرو ہو جاؤ کیونکہ بے شک وہ نبی ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ بڑا باتونی ہے۔ اس کے متعلق تمھیں جو مناسب معلوم ہو کرو۔ پھر النضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط بن عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی دونوں مکے کی جانب چلے اور قریش کے پاس مکہ پہنچ گئے۔ پھر ان دونوں نے کہا۔ اے گروہ قریش! ہم تمھارے پاس تمھارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی تعلقات کے متعلق ایک قطعی فیصلہ لائے ہیں۔ ہمیں یہود کے عالموں نے

بتایا ہے کہ ہم اس سے چند چیزوں کے متعلق پوچھیں جن کا انھوں نے ہمیں حکم دیا ہے پھر اگر اس نے ان کے متعلق خبر دی تو وہ نبی ہے۔ اور اگر اس نے ان کی خبر نہ دی تو وہ بڑا باتونی ہے۔ پس اس کے متعلق جو چاہو رائے قائم کرلو۔ پس وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ان جوانوں کے متعلق بتاؤ جو اگلے زمانہ میں چلے گئے تھے (یا غائب ہو گئے تھے) جن کا ایک عجیب واقعہ تھا اور اس شخص کا حال بتاؤ جو بڑا گھومنے والا (یا بڑا سیاح تھا) اور زمین کے مشرقی حصوں اور مغربی حصوں تک پہنچ چکا تھا اور ہمیں روح کے متعلق خبر دو کہ اس کی ماہیت کیا ہے۔ راوی نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

أُخبِرُكُم بِمَا سَأَلتُم عَنهُ غَدًا

تم نے جن چیزوں کے متعلق دریافت کیا ہے ان کے متعلق میں تمھیں کل خبر دوں گا۔

اور آپ نے استثناء نہیں کیا یعنی ان شاء اللہ نہیں فرمایا۔ لہذا وہ لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے۔ لوگوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد پندرہ روز تک ایسی حالت میں رہے کہ اس کے متعلق آپ کی جانب اللہ کی طرف سے نہ کوئی وحی آئی نہ آپ کے پاس جبرئیل آئے، یہاں تک کہ مکہ والے فتنے پھیلانے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا اور اس روز سے آج صبح تک پندرہ روز ہو گئے کہ ہم نے جس چیز کا اس سے سوال کیا تھا اس کے متعلق وہ کچھ نہیں بتاتا۔ یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی موقوفی نے آپ کو غمزدہ کر دیا اور آپ پر (یہ ایسا) گراں ہوگیا کہ مکہ والوں سے وحی کی (نسبت) کوئی گفتگو نہ فرماتے تھے اس کے بعد اللہ عزوجل کے پاس سے جبرئیل آپ کے پاس سورہ اصحاب کہف لے کر آئے جس میں ان پر آپ کے غمزدہ ہونے کے متعلق اللہ کی جانب سے

تنبیہ بھی تھی۔ اور جن نوجوانوں اور سیاح اور روح کے متعلق انھوں نے آپ سے پوچھا تھا ان کی خبریں بھی تھیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بعضوں نے بیان کیا ہے کہ جبرئیل آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے جبرئیل آپ اتنے دن میرے پاس آنے سے رکے رہے کہ مجھے بدگمانی ہونے لگی تو آپ سے جبرئیل نے کہا۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا

ہم (دیر سے) نہیں اترتے مگر آپ کے پروردگار کے حکم سے جو کچھ ہمارے سامنے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ (سب) اسی کی ملک ہے۔

(سب اس کے اختیار میں ہے اس کے حکم کے بغیر ہم کوئی کام کیسے کر سکتے ہیں) اور آپ کا پروردگار بھول جانے والا تو نہیں (پھر آپ کو ایسی بدگمانی کیوں ہوئی)

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ کی ابتدا اپنی تعریف سے فرمائی اور اپنے رسول کی نبوت کا ذکر فرمایا کیونکہ انھوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ پس فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ

تمام تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی۔

عبد سے اللہ تعالیٰ کی مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تو میری جانب سے بھیجا ہوا ہے یعنی یہ ثبوت ہے اس کا جو انھوں نے تیری نبوت کے متعلق بعض باتوں کے متعلق سوال کیا تھا۔

وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا، قَيِّمًا

اس کو ٹیڑھا نہیں بنایا (بلکہ) سیدھا اور معتدل بنایا یعنی ایسا معتدل کہ جس میں اختلاف نہیں۔

لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِنْ لَدُنْهُ

تاکہ وہ (بندہ) ڈرائے بہت بڑی سختی سے (جو) اس کی جانب سے (آنے والا ہے) یعنی اس کی فوری سزا سے دنیا میں اور دردناک عذاب سے جو آخرت میں ہونے والا ہے۔ جس نے تجھے رسول بنا کر بھیجا۔

وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا۔

اور تاکہ وہ (بندہ) خوشخبری سنائے ان ایمانداروں کو جو اچھے کام کر رہے ہیں کہ ان کے لیے ایک بڑا اچھا بدلہ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی وہ (ایسے) دائمی مکان (ہیں) جس میں وہ مریں گے نہیں جن لوگوں نے ان چیزوں کو سچا جانا جن کو تو ان کے پاس لایا اور وہ چیزیں بھی انھیں میں کی ہیں جن کو ان کے غیروں نے جھٹلایا اور جن اعمال کا تو نے انھیں حکم دیا انھوں نے اس پر عمل کیا۔

وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا عـه

اور تاکہ وہ (بندہ) ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے

عـه ۔ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کا ڈرانا ہے جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام

کہہ دیا کہ اللہ نے ایک لڑکا بنا لیا ہے۔

یعنی قریش کو ان کے اس قول کے متعلق کہ ہم تو فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ

نہ انھیں اس کے متعلق کوئی علم ہے نہ ان کے باپ دادا کو جن سے علیحدگی اور ان کے دین کو عیب لگانا یہ لوگ بہت بڑی بات سمجھ رہے ہیں۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ

جو بات ان کی زبانوں سے نکل رہی وہ بڑی (خطرناک) ہے۔

یعنی ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

جھوٹ کے سوا یہ لوگ کچھ نہیں کہتے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ یا عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا رکھا تھا لیکن صاحب کتاب اس سے فرشتے مراد لے رہے ہیں۔ اگرچہ ولد کے لفظ سے اولاد ذکور و اناث دونوں مراد ہو سکتے ہیں لیکن ولداً کی تنوین جو تنکیر کے لیے ہے اور جس سے وحدت غیر معینہ مراد ہوتی ہے اس کو کیا کہا جائے گا۔ شاید صاحب کتاب نے اس سے عیسیٰ علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام کا مراد ہونا اس لیے نہیں خیال کیا کہ یہ سورہ مکی ہے اور اس کے مخاطب مکہ کے مشرکین ہی ہو سکتے ہیں۔ میں کہوں گا کہ کیوں اس سے اس قوم کے افراد مراد نہیں ہو سکتے جن تک قرآن مجید کی تبلیغ ہو چکی تھی۔ جن میں وہ علماء یہود بھی شامل ہو سکتے ہیں جنھوں نے قریش مکہ کو مذکورہ بالا سوالات سکھائے تھے وغیرہ۔ اور خود مکہ معظمہ میں بھی اگرچہ زیادہ

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ (یا محمد) عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو شاید تو ان کے پیچھے کڑھ کڑھ کے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔
یعنی آپ کی ان پر غمخواری کے سبب سے کہ وہ موقع چلا گیا جس کی آپ ان سے امید رکھتے تھے۔ یعنی ایسا نہ کیجیے۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابو عبیدہ نے جو باتیں مجھ سے بیان کیں ان میں یہ بھی بیان کیا کہ "باخع" کے معنی "مہلک" کے ہیں۔ ذوالرمہ نے کہا ہے۔ ۳۲۳

أَلَا أَيُّهَذَا الْبَاخِعُ الْوَجْدُ نَفْسَهُ لِشَيْءٍ نَحَتْهُ عَنْ يَدَيْهِ الْمَقَادِرُ

اے وہ شخص جس کی جان کو ایسی چیز کی محبت نے ہلاک کر دیا ہے جس کو قسمتوں نے اس کے ہاتھوں سے دور کر دیا ہے۔

اور یہ شعر اس کے قصیدے کا ہے اور باخع کی جمع باخعون اور بخعة دونوں آتی ہیں۔ اور عرب کہتے ہیں قد بخعت له نصحی ونفسی ای جهدت له "میں نے اس کے لیے اپنی نصیحت اور اپنی جان برباد کر دی یعنی اس کے لیے بہت کوشش کی۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

بقیہ حاشیہ ... تعداد میں نہ ہوں لیکن کچھ نہ کچھ افراد یہود و نصاری موجود تھے۔ (احمد محمودی)

جو چیزیں زمین پر ہیں ہم نے ان کو اس کے لیے
زینت بنائی ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے
لحاظ سے کون بہتر ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا یعنی ان میں کون میرے حکم کو زیادہ بجا لانے والا ہے
اور فرمانبرداری کے کام کون زیادہ کرنے والا ہے۔

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا

بے شک جو کچھ اس پر ہے ہم اس کو ضرور گرد اور
پارہ پارہ کر دیں گے۔

"اس پر" سے مراد زمین پر ہے اور جو کچھ اس پر ہے فنا ہو جانے والا
اور باقی نہ رہنے والا ہے۔ اور یہ کہ سب کے پلٹ کر آنے کا مقام
میری ہی جانب ہے۔ پس میں ہر شخص کو اس کے کام کی جزا دوں گا لہٰذا
آپ غمخواری نہ کریں اور آپ جو کچھ اس میں دیکھتے اور سنتے ہیں وہ آپ کے
غم کا سبب ہو۔

۳۲۴ ابن ہشام نے کہا کہ الصعید کے معنی الارض کے ہیں۔ اور اس کی
جمع صعد ہے۔ ذوالرمہ نے ایک ہرن کے بچے کی حالت بیان کرتے
ہوئے کہا ہے۔

كَأَنَّهُ بِالضُّحَى تَرْمِي الصَّعِيدَ بِهِ ‌‌ ‌‌ دَبَّابَةٌ فِي عِظَامِ الرَّأْسِ خُرْطُومُ

گویا سر کی ہڈیوں میں سرایت کر جانے والی شراب
اس کو دن چڑھے زمین پر ڈال دیتی ہے۔

اور یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔ اور صعد کے معنی راستے
کے بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

إِيَّاكُمْ وَالْقُعُودَ عَلَى الصُّعُدَاتِ

اپنے آپ کو راستوں پر بیٹھنے سے بچاؤ۔
جس میں صعدات سے مراد راستے ہیں اور "الحرز" کے معنی اس زمین کے ہیں جو کسی دانے کو نہیں اگاتی اس کی جمع اجراز ہے سنۃ حرز اور سنوں اجراز۔ وہ سال جن میں بارش نہ ہو اور قحط خشکی اور شدت ہو ذوالرمۃ نے ایک اونٹ کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

طَوَى النَّحْرُ وَالْأَجْرَازُ مَا فِي بُطُونِهَا ۔۔۔ فَمَا بَقِيَتْ إِلَّا الضُّلُوعُ الْجَرَاشِعُ

(مہنر کی) جھس اور سحر زمینوں نے (یعنی بے آب وگیاہ میدانوں کے سفروں نے) اس کے پیٹ میں کی تمام چیزوں کو لپیٹ دیا ہے۔ پس بجز ابھرے ہوئے سینہ کی ہڈیوں کے کچھ باقی نہیں رہا ہے۔
یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان قصوں کی خبر دینے کی طرف توجہ فرمائی جس کو انھوں نے چند نوجوانوں کی حالت کے متعلق دریافت کیا تھا لہذا فرمایا۔ ۳۲۵

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا

(اے مخاطب) کیا تو نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری آیتوں میں سے تعجب کے قابل تھے۔
یعنی میری آیتیں جن کو میں نے اپنے بندوں پر اپنی حجتیں بنا رکھی ہیں۔ ان میں ان سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔

عہ۔ صعید کے معنی صاحب کتاب نے زمین کے بتائے ہیں اور جرز کے معنی بنجر زمین کے بے شبہ ان معنی میں بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے ان معنی میں بھی یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جنھیں میں نے آیت شریف کے ترجمہ میں اختیار کیا ہے صعید

ابن ہشام نے کہا کہ رقیم وہ نوشتہ ہے جس میں ان کے حالات لکھے گئے تھے۔ اس کی جمع رقم ہے۔ العجاج نے کہا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔۔ کے معنی گرد غبار کے بھی ہیں۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں، وقال بعضہم الصعید یقال للغبار الذی یصعد من الصعود و لہذا لابد للمتیمم ان یعلق بیدہ غبار و قولہ کانما یصعد فی السماء ای یتصعد۔ وقال و اصلہ من الصعود وھو الذھاب الی الامکنۃ المرتفعۃ کالخروج من البصرۃ الی نجد والی الحجاز بعض لوگوں نے کہا ہے کہ صعید غبار کو کہا جاتا ہے۔ جو اوپر چڑھتا ہے۔ اور صعید صعود ہی سے مشتق ہے۔ اور اسی لیے تیمم کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ہاتھوں کو کچھ غبار لگ جائے (کیونکہ اللہ تعالی نے فتیمموا صعیدا طیباً۔ فرمایا ہے (یعنی پاک غبار کا قصد کرو) اور کانما یصعد فی السماء کے معنی بھی یتصعد کے ہیں۔ گویا کہ وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔ اور راغب اصفہانی ہی نے لکھا ہے کہ اس کی اصل صعود ہی سے ہے۔ اور صعود کے معنی بلند مقاموں کی طرف جانے کے ہیں۔ جیسے بصرے سے نکل کر نجد و حجاز کی طرف جانا۔ انتہی ملخصاً وقال اللہ تعالیٰ اذ تصعدون ولا تلوٗن علی احد۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم بلندیوں کی جانب چڑھے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ وقال اللہ تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب۔ اچھی باتیں اسی کی جانب چڑھتی ہیں اور صعدات جو حدیث میں آیا ہے جس کے معنی راستے کے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ میں بھی شاید گرد و غبار کا اڑنا مد نظر ہو۔

جرز کے معنی بنجر زمین کے بھی ہیں۔ لیکن اصل میں جرز کے معنی قطع کے ہیں چنانچہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے۔ قال عز و جل صعیدا جرزا ای منقطع النبات من اصلہ۔ یعنی اس لفظ کے معنی بنجر زمین کے لینے میں بھی اصلیت منقطع ہونے کی موجود ہے۔ اور صاحب تفسیر روح المعانی نے آیہ مابہ البحث کو اگلی آیتوں سے متصل کرنے کے لیے بعضوں کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس کیلئے زینت اس لیے بنایا ہے کہ انھیں آزمائیں اور کافر لوگ ہماری آیتوں کو چھوڑ کر اسی جانب

وَمُسْتَقَرُّ الْمُصْحَفِ الْمَرْقُوْمِ

اور لکھے ہوئے مصحف کی قرارگاہ کو (اس نے دیکھا)

یہ بیت اس کے بحر رجز کے قصیدے کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا (ثم قال اللّٰہ تعالی) نَّحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ۔

(اس وقت کو یاد کرو) جب چند نوجوانوں نے ایک غار کی جانب پناہ لی۔ پھر کہا۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے معاملے میں ہمارے لیے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مشغول ہوگئے۔ اور ہمارا تشکر کر ماہی کھلا بیٹھے اور بجائے ایمان کے کفر اختیار کیا تو ہم نے بھی ان کی پرواہ کی۔ وانا لجاعلون اذا نهم جرزا لاسیافکم کما انا لجاعلون ما علیہا صعیداً جرزا۔ یعنی ہم ان کے جسموں کو تمہاری تلواروں کے لیے قیمہ بنا دیں گے جس طرح ہم سب ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں غبار اور پارہ پارہ کر دینے والے ہیں۔

غرض یہاں نے صعید اور جرز کے اصلی معنی کی رعایت رکھی ہے۔ اگرچہ صاحب کتاب نے جو معنی بتلائے ہیں وہ بھی ایک لحاظ سے قابل تسلیم ہیں۔ لیکن اصلیت اصلیت ہے۔ اگرچہ دوسرے معانی محاورے وغیرہ میں استعمال ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (احمد محمودی)

سیدھی راہ پر ثابت قدمی مہیا فرما۔ تو ہم نے اس درے میں چند گنتی کے سالوں تک ان کے کانوں پر تھپکیاں دیں۔ (یا ان کے کانوں پر پردہ ڈالدیا یعنی ہم نے انھیں بے خبر کر دیا) پھر ہم نے ان کو اٹھا کر کھڑا کیا تاکہ جانیں کہ اس مدت کو جس میں وہ رہے ان دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ گھیر لینے والا ہے۔ (یعنی کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تجھ سے ان کا اہم واقعہ صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔ یعنی صحیح حالات۔

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور راست روی میں ہم نے انھیں اور بڑھا دیا تھا۔

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَٰهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط بنا دیا جب وہ (مستعد ہو کر) کھڑے ہو گئے۔ تو انھوں نے کہا ہمارا پالنے والا تو وہ ہے جو زمین اور آسمانوں کا پروردگار ہے۔ اس کو چھوڑ کر ہم کسی اور معبود سے ہرگز استدعا نہ کریں گے۔ اگر ایسا کیا تو بے شبہہ ہم نے (حق سے) دور کی بات کہی۔ یعنی انھوں نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ جس طرح تم لوگوں نے میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنا رکھا ہے۔ جس کے متعلق تمھیں کوئی علم نہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ شطط کے معنی غلو اور حق سے تجاوز کرنے کے

ہیں۔ بنی قیس بن ثعلبہ میں کے اعشی نے کہا ہے۔

لَا يَنتَهُونَ وَلَا يَنهَى ذَوِي شَطَطٍ ۔۔۔ كَالطَّعنِ يَذهَبُ فِيهِ الزَّيتُ وَالفُتُلُ[1]

حق سے تجاوز کرنے والے (اپنی شرارتوں سے کبھی) باز نہیں رہتے اور انھیں برچھیوں کا ایسا زخم بھی باز نہیں رکھتا جس میں تیل اور فتیلہ دونوں غائب ہوجائیں۔

یہ شعر اس کے قصیدے کا ہے۔

هَؤُلَاءِ قَومُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَولَا يَأتُونَ عَلَيهِم بِسُلطَانٍ بَيِّنٍ)

ہماری قوم کی حالت یہ ہے کہ انھوں نے اس (خدا) کو چھوڑ کر بہت سے معبود بنا رکھے ہیں۔ وہ ان کے متعلق کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ "سلطان بین" کے معنی "حجۃ بالغۃ" کے ہیں یعنی دل میں اثر کرنے والی دلیل۔

فَمَن أَظلَمُ مِمَّنِ افتَرَى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَإِذِ اعتَزَلتُمُوهُم وَمَا يَعبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ فَأوُوا إِلَى الكَهفِ يَنشُر لَكُم رَبُّكُم مِن رَحمَتِهِ وَيُهَيِّئ لَكُم مِن أَمرِكُم مِرفَقًا وَتَرَى الشَّمسَ إِذَا طَلَعَت تَزَاوَرُ عَن كَهفِهِم ذَاتَ اليَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَقرِضُهُم ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُم فِي فَجوَةٍ مِنهُ

[1] (الف) میں یذہب کے بجائے یہلک ہے۔ اور معنی اسی کے قریب ہیں (احمد محمودی)

پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے
اللہ پر جھوٹے الزام لگائے اور جب تم نے ان سے اور
ان چیزوں سے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہیں
کنارہ کشی کر لی ہے ۔ تو کسی درے میں سر چھپا لو تمھارا
پروردگار اپنی رحمت تمھارے لیے پھیلا دے گا ۔ اور
تمھارے لیے تمھارے کام میں آسانی مہیا کر دے گا ۔ اور
(اے مخاطب) تو دیکھے گا کہ جب سورج نکلتا ہے تو
ان کے درے کو سیدھی جانب چھوڑ کر جھکتا ہوا چلا جاتا ہے۔
اور جب ڈوبتا ہوتا ہے تو انھیں بائیں جانب چھوڑ کر کتراتا
جاتا ہے ۔ اور وہ ہیں کہ اس درے کے وسیع حصے میں ہیں۔
ابن ہشام نے کہا کہ تزاور کے معنی تمیل کے ہیں۔ جو زور سے متعلق
ہے یعنی کتراتا ہے۔ انحراف کرتا ہے ۔ امرؤ القیس بن حجر نے کہا ہے۔

وَإِنِّی زَعِیمٌ إِنْ رَجَعْتُ مُمَلَّکاً ۔۔۔ بِسَیْرٍ تَرَی مِنْهُ الْفُرَانِقَ أَزْوَرَا

میں سردار قوم ہوں مختار ہوں ۔ اگر چاہوں تو ایسی
رفتار سے لوٹوں کہ خطوط رساں بھی اس رفتار سے کترائے
(اور) اس رفتار کے اختیار کرنے سے حیلے حوالے کرے۔
یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے (ابو الزحف الکلیبی ایک
شہر کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

جَأْبُ الْمُنْدَّى عَنْ هَوَانَا أَزْوَرُ ۔۔۔ یُنْضِی الْمَطَایَا خِمْسُهُ الْعَشَنْزَرُ ۳۲۷

اس شہر کے اونٹوں کے چرنے کی زمین سخت ہے۔
ہماری خواہشوں سے کتراتی ہے ۔ (یعنی ہمارے فطری
مطالبوں کو پورا نہیں کر سکتی) پانچ روز میں ایک وقت
پانی پلانے کی سخت حالت اونٹوں کو دبلا کر دیتی ہے ۔

یہ دونوں بیتیں[عہ] اس کے ایک بحر رجز کے قصیدے کی ہیں۔
تقرضھم ذات الشمال کے معنی تجاوزھم وتترکھم عن شمالھا۔
یعنی انھیں اپنی بائیں جانب چھوڑ کر ان سے آگے بڑھ جانا ہے۔ ذوالرمۃ نے کہا ہے:۔

إِلَى ظُعُنٍ يَقْرِضْنَ أَقْوَازَ مُشْرِفٍ   شِمَالاً وَعَنْ أَيْمَانِهِنَّ الْفَوَارِسُ

(میرا میلان ہے) ان ہودہ کسے ہوئے اونٹوں کی جانب جو ریت کے بڑے بڑے اور بلند ٹیلے اپنے بائیں بازو چھوڑ کر کتراتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کے سیدھے بازو بھی ریت کے ٹیلے ہوتے ہیں۔
اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔
الفجوۃ کے معنی السعۃ یعنی کشادگی کے ہیں۔ اس کی جمع الفجاء ہے۔ شاعر نے کہا ہے۔

أَلْبَسْتَ قَوْمَكَ مَخْزَاةً وَمَنْقَصَةً   حَتَّى أُبِيحُوا وَخَلَّوْا فَجْوَةَ الدَّارِ

تو نے اپنی قوم کو رسوائی اور عیب کا لباس پہنا دیا (یعنی تو نے انھیں رسوا کر دیا) یہاں تک کہ ہر شخص انھیں اپنے تصرف کے لیے جائز سمجھنے لگا۔ اور انھوں نے اپنے گھروں کے وسیع صحنوں کو چھوڑ دیا۔

ذلك من آيات الله

وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔
یعنی ان لوگوں پر حجت ثابت کرنے کے لیے جو اہل کتاب میں سے

عہ۔ مصنف نے شعر کے ہر ایک مصرع کو ایک ایک بیت شمار کیا ہے (احمد محمودی)

ہیں اور ان کے یہ حالات جانتے ہیں اور جنھوں نے آپ کی نبوت کی سچائی کے دریافت کرنے اور کفار نے جو خبر دی تھی اس کی تحقیق، کے لیے ان کافروں کو ان اصحاب کہف کے متعلق آپ سے ان سوالات کا حکم دیا تھا۔

مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ

جس کو اللہ راہ پر لگا دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے۔ تو تو اس کے لیے کوئی سرپرست اور کوئی راہنما نہ پائے گا۔ تم لوگ انھیں جاگتا سمجھتے ہو حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ اور ہم انھیں سیدھی اور بائیں (طرف) پلٹا لے رہتے ہیں۔ اور ان کا کتا اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے صحن میں یا چوکھٹ پر یا دروازے میں ہے۔

ابن ہشام نے کہا۔ الوصید کے معنی الباب یعنی دروازے کے ہیں عبسی نے جس کا نام عبید بن وہب تھا کہا ہے۔

بِأَرْضٍ فَلَاةٍ لَا يُسَدُّ وَصِيدُهَا عَلَيَّ وَمَعْرُوفِي بِهَا غَيْرُ مُنْكَرِ ۳۲۸

(یہ واقعہ) ایک بے آب و گیاہ جنگل کا ہے جس کا دروازہ مجھ پر بند نہیں کیا جاتا (یعنی وہاں جانے سے مجھے کوئی نہیں روکتا) اور جہاں میری نیکی مشہور ہے۔

اور یہ بیت اس کے ابیات میں کی ہے

اور وصید کے معنی فناء یعنی صحن کے بھی ہیں اس کی جمع وصائد

اور وُصُد اور وُصْدان اور أُصُد اور اُصْدان ہے۔

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا[1]

(الی قوله) قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ (اهل السلطان والملك منهم) لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ۔ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ (لا علم لهم) وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا

اگر تو انھیں اوپر سے دیکھ لے تو ان کے پاس سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا اور ان سے رعب زدہ ہو جائے گا (اس کے درمیان) جن لوگوں نے ان کے معاملوں پر غلبہ پا لیا تھا انھوں نے کہا" (تک) ۔ (اس سے مراد ان میں کے وہ لوگ ہیں جنھیں سلطنت و حکومت حاصل تھی) ہم ان پر مسجد بنالیں گے ۔ عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں اور ان میں چوتھا ان کا کتا ہے ۔ اور (بعض) کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور ان کا چھٹا ان کا کتا ہے ۔ بے دیکھے سنگ باری (یعنی انھیں اس کے متعلق کچھ علم نہیں) اور کہیں گے کہ وہ سات ہیں ۔ اور ان کا آٹھواں ان کا کتا ہے (اے نبی)

---

[1] ۔ (الف) میں یہیں ہے۔

کہدے میرا پروردگار ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے۔ انھیں چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس تو ان سے بجز ظاہری بات چیت کے کوئی بحث نہ کر۔ یعنی اپنی برتری جتانے کی کوشش نہ کر۔

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا

اور نہ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے کچھ دریافت کر کیونکہ انھیں ان کے متعلق کوئی علم نہیں۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَاذْكُر رَّبَّكَ

إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا

اوران شاء اللہ (کہے) بغیر ہرگز کسی چیز کے متعلق (کچھ) یہ کہنا کہ میں اسے کل ضرور کرونگا۔ اور جب کبھی تو (انشاء اللہ کہنا) بھول جائے تو (جب یاد آجائے) اپنے پروردگار کو یاد کرلے (یعنی ان شاء اللہ کہہ لے) اور کہہ امید ہے کہ میرا پروردگار اس سے زیادہ حق سے قریب راستے کی جانب میری رہنمائی فرمائے گا۔

یعنی ایسی چیز کی نسبت جس کے متعلق یہ لوگ تجھ سے پوچھیں ایسا نہ کہنا جس طرح تو نے (بغیر انشاء اللہ کہے کے) کہدیا تھا کہ میں تمھیں اس کے متعلق کل خبر دوں گا۔ اور جب کبھی تو بھول جائے تو اپنے پروردگار کو یاد کرلیا کر۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارادے کی صورتوں کو اس سے علیحدہ کردیا کر۔ اور یہ کہدیا کر امید ہے کہ جس چیز کے متعلق تم نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ اس سے بہتر راہ ہدایت مجھے میرا پروردگار بتا دے گا۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ اس معاملے میں میں کیا کرنے والا ہوں۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَمِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعاً

(وہ کہیں گے کہ) وہ اپنے درے میں تین سو سال رہے اور انھوں نے اس پر نو کی زیادتی کی۔ یعنی قریب میں وہ لوگ ایسا کہیں گے۔

قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ

وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا

کہہ دے۔ کہ اللہ اس (حالت یا مدت) کو زیادہ جاننے والا ہے جس میں وہ لوگ رہے۔ آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں اسی کی ملک ہیں وہ انھیں خوب دیکھتا سنتا ہے۔ اس کے سوائے ان کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ اور نہ اس کے حکم میں کوئی دخل دیتا ہے۔

یعنی جن چیزوں کے متعلق ان لوگوں نے تجھ سے پوچھا ہے ان میں ۳۲۹ سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

اور اُس سیاح شخص کی نسبت جن کے متعلق انھوں نے آپ سے پوچھا تھا فرمایا۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا إِنَّا

مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَأَتْبَعَ سَبَبًا

اور لوگ تجھ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو کہہ دے ابھی میں تمھیں اس کا حال پڑھ کر سناتا ہوں ہم نے اُسے زمین میں اقتدار دیا تھا اور ہر چیز کے

ذریعے اس کو دے دئے تھے پس وہ ایک ذریعے کے پیچھے ہولیا۔

یہاں تک کہ ان کے حالات کو آخر تک بیان فرما دیا اور ذوالقرنین کے حالات یہ تھے کہ ان کو ایسی چیزیں دی گئی تھیں جو ان کے سوا کسی کو نہیں دی گئیں اور انھیں وسیع اسباب دئے گئے تھے یہاں تک کہ وہ زمین کے مشرقی اور مغربی شہروں تک پہنچ گئے۔ کسی ایسی سرزمین پر انھوں نے قدم نہیں رکھا جس کے رہنے والوں پر ان کا تسلط نہ ہوگیا ہو۔ جس سرزمین پر انھوں نے قدم رکھا اس کے رہنے والوں پر تسلط حاصل کر لیا یہاں تک کہ مشرق و مغرب کے ان مقاموں تک وہ پہنچ گئے جس کے پیچھے مخلوق خدا میں سے کوئی چیز نہ تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے حالات بیان کرنے والے ایک شخص نے عجمیوں سے ان علوم کی روایت بیان کی جن کو انھوں نے ورثے میں پایا تھا کہ ذوالقرنین مصر والوں میں کے ایک صاحب تھے جن کا نام مرزبان[1] ابن مرزبہ الیونانی تھا جو یونان بن یافث بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے خالد بن معدان الکلاعی سے روایت بیان کی ہے اور وہ ایسے شخص تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

ملك مسح الارض من تحتها بالاسباب وہ ایک بادشاہ (یا فرشتہ تھا) جس نے اسباب کے ذریعے زمین کے نیچے سے اس کی پیمائش کی تھی یا زمین کو نیچے سے چھوا تھا۔

---

[1] ۔سہیلی نے ان کا نام مرزبی زائے معجمہ سے اور ان کے والد کا مردبہ ذال مفتوحہ سے لکھا ہے اور بہت کچھ اختلافات اس میں بتائے ہیں جو جا ہے تفصیل وہاں دیکھے۔

(احمد محمودی)

اور خالد نے یہ بھی کہا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو" اے ذوالقرنین" پکارتے سنا تو فرمایا۔ یا اللہ عیب پوشی! انبیاء کے نام رکھنے سے تم لوگوں کی تسلی نہ ہوئی کہ تم نے زبردستی فرشتوں کے بھی نام رکھ لئے۔

۳۳۰ ابن اسحٰق نے کہا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ حقیقت میں ان میں سے کونسی بات تھی نہ معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا یا نہیں۔ غرض کہ اگر آپ نے یہ بات فرمائی ہے تو جو کچھ آپ نے فرمایا وہ حق ہے۔

ان لوگوں نے آپ سے روح کے متعلق جو پوچھا تھا اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

یہ لوگ تجھ سے روح کی نسبت پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے (اس سے زیادہ تم اور کیا سمجھ سکتے ہو کیونکہ) حالت یہ ہے کہ بجز تھوڑے سے علم کے تمھیں دیا ہی کیا گیا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابن عباس کی روایت مجھ سے بیان کی گئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کے عالموں نے کہا۔ اے محمد کیا تم نے اپنے کلام" بجز تھوڑے سے علم کے دیا ہی کیا گیا ہے" پر غور بھی کیا ہے۔ اس سے تمھارا روئے سخن ہماری جانب ہے یا اپنی قوم کی جانب۔ فرمایا کلاّ ایسا نہیں ہے۔ (یعنی میرا روئے سخن نہ خاص تمھاری جانب ہے نہ خاص اپنی قوم کی جانب بلکہ عام ہے) انھوں نے کہا۔ تم اس کتاب میں جو تمھارے پاس آئی ہے

له (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

پڑھتے ہو کہ "ہمیں تورات دی گئی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّهَا فِي عِلْمِ اللّٰهِ قَلِيلٌ وَعِنْدَكُمْ فِي ذٰلِكَ مَا يَكْفِيكُمْ لَوْ أَقَمْتُمُوهُ

اللہ کے علم (کے مقابلے) میں تو وہ بھی تھوڑی ہی ہے اور تمھارے پاس اس میں سے صرف اسی قدر ہے جو تمھارے لیے کافی ہو اگر تم نے اس کو سیدھا رکھا یا اس پر ہمیشگی کی۔

(ابن اسحٰق نے) کہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق جو انھوں نے آپ سے دریافت کیا تھا آپ پر نازل فرمایا۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

درخت کی قسم میں سے جو جو چیز زمین میں ہے اگر وہ (سب چیزیں) قلم بن جائیں اور سمندر اس کے لیے روشنائی ہو اور اس کے بعد اور سات سمندر (اس مداد کی امداد کے لیے) ہوں تو (بھی) اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ بے شک اللہ بڑے غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

یعنی تورات بھی اس خدائی (وسیع) علم میں کا ایک حصہ ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ سے جو اپنے فائدے کے لیے مطالبے کئے تھے کہ پہاڑوں کو چلایا جائے یا زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا ان کے باپ دادا میں سے جو لوگ مر چکے اور گزر چکے ہیں انھیں زندہ کیا جائے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ پر (یہ آیت) نازل فرمائی۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ

كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا

اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑوں کو چلایا گیا ہوتا یا اس کے ذریعے سے زمین کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گیے ہوتے یا اس کے ذریعے مردوں سے بات کرائی گئی ہوتی (تو اس قرآن سے بھی ایسے تمام کام لے جانے لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے) بلکہ حکومت سب کی سب اللہ (ہی) کی ہے۔

یعنی ان میں سے کوئی بات (بھی) نہیں ہوسکتی جبتک میں نہ چاہوں۔ ان لوگوں نے آپ کی ذات کے لیے بعض چیزوں کے حاصل کرلینے کا مطالبہ کیا تھا کہ آپ اپنے لیے باغات۔ محلات اور خزانے حاصل کرلیں اور اپنے ساتھ ایک فرشتے کو لائیں کہ آپ جو کچھ کہیں وہ آپ کی تصدیق کرے اور آپ کی مدافعت کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اقوال آپ پر نازل فرمائے:۔

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا تَبَارَكَ الَّذِي إِن شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ۔

اور انھوں نے کہا کہ اس رسول کو کیا ہوگیا ہے کہ

۳۳۱

کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کی
جانب کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ
(لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا یا اس کی جانب کوئی خزانہ
ڈالدیا جاتا یا اس کے لیے کوئی باغ ہوتا کہ وہ اس میں سے
کھاتا اور ظالموں نے تو کہدیا کہ (لوگو!) تم تو ایک سحر زدہ
شخص کی پیروی کرتے ہو۔ دیکھ تو انھوں نے تیرے
لیے کیسی کیسی مثالیں دیں۔ پھر وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ کسی
راہ (پر چلنے) کی وہ سکت نہیں رکھتے۔ برکت والی ہے
وہ ذات جو اگر چاہے تو اس سے بہت اچھی چیزیں تیرے
لیے مہیا کر دے۔

یعنی ایسے بہترین حالات مہیا کر دے، جو بازاروں میں چلنے اور
معاش تلاش کرنے اور ان باغوں سے جن کے نیچے سے نہریں بہتی
ہوں اور تیرے لیے محلات بنا دیئے سے بہتر ہوں اور آپ پر اسی بارے
میں ان کا یہ قول نازل فرمایا: —

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا۔

ہم نے تجھ سے پہلے رسولوں کو نہیں بھیجا مگر وہ
بھی کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلا پھرا کرتے تھے۔
اور ہم نے تم میں کے بعضوں کو بعضوں کے لیے بلا بنا دیا
ہے کیا تم (ہماری بنائی ہوئی اس بلا پر) صبر کروگے تمھارا
پروردگار تو دیکھنے والا ہے ہی۔

یعنی میں نے تم میں کے بعض کو بعضوں کے لیے بلا اس لیے بنایا ہے کہ تم صبر کرو اور اگر میں چاہتا کہ تمام دنیا کو اپنے رسولوں کے ساتھ ایسا کر دوں کہ وہ مخالفت نہ کریں تو کر دیتا۔

اور عبداللہ بن ابی امیہ نے جو کہا تھا۔ اس کے متعلق آپ پر (یہ) نازل فرمایا:۔

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

اور انھوں نے کہا کہ ہم تو تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین میں سے چشمے جاری کر دے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور پھر تو اس میں بہت سے چشمے بہا دے یا جس طرح تو نے دعویٰ کیا ہے۔ آسمان کو ٹکڑے کر کے (بطور عذاب کے) ہم پر گرا دے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لیے کوئی سنہری مکان بن جائے یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے

یہاں تک کہ تو ہم پر ایک کتاب اتار لائے کہ ہم اسے پڑھیں۔
تو کہدے کہ میرا پروردگار تو (ہر قسم کی مجبوری سے) پاک
ہے (وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر) کیا میں بشر اور رسول کے
سوا (کچھ اور) ہوں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ینبوع اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین وغیرہ سے
ابلے اور اس کی جمع ینابیع ہے۔ ابن ہرمۃ نے جس کا نام ابراہیم بن
عبداللہ الفہری ہے کہا ہے:—

وَإِذَا هَرَقْتَ بِكُلِّ دَارٍ عَبْرَةً[1] نُزِفَ الشُّؤُونُ وَدَمْعُكَ الْيُنْبُوعُ

اور جب تو ہر گھر میں ایک ایک آنسو بہائے تو
(تیری) آنکھوں کے گوشے تو سوکھ جائیں گے، لیکن تیرے
آنسو تو ابلے جارہے ہوں گے۔

۳۳۲ یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے اور کِسَف کے معنی
عذاب کے ٹکڑوں کے ہیں۔ اس کا واحد کِسْفَۃ ہے۔ سِدرۃ اور
سِدر کی طرح اور وہ کِسْف کا واحد بھی ہے اور قبیل کے وہی
معنی ہیں جو مقابلہ کے ہیں۔ مقابلۃً و معائنۃً ایک ہی معنی میں کہا جاتا ہے
اس کے معنی وہی ہیں جو "یَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا" کے ہیں۔ یعنی عیاناً
آنکھوں کے سامنے۔ روبرو۔ ابو عبیدہ نے اعشی بن قیس بن ثعلبہ
کا یہ شعر مجھے سنایا:—

أُصَالِحُكُمْ حَتَّى تَبُوءُوا بِمِثْلِهَا كَصَرْخَةِ حُبْلَى يَسَّرَتْهَا قَبِيلُهَا

میں تم سے صلح کرنے میں پیشقدمی کرتا ہوں تاکہ
تم بھی اسی کے سے (سلوک) کے اہل بن جاؤ۔

---

[1] (الف ب) میں دار اور (ج د) میں واد ہے۔ (احمد محمودی)

یعنی صلح کے لیے تیار ہو جاؤ جس طرح حاملہ کی چیخ پکار کے وقت اس کی قابلہ اس کے لیے آسانی پیدا کر دیتی ہے ۔ قابلہ کو اسی لیے قابلہ کہا جاتا ہے کہ وہ حاملہ کے روبرو ہوتی ہے یا اس لیے کہ وہ اس کے بچے کی نسل اور ضامن ہوتی ہے اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے ۔ اور قبیل کے معنی جماعت کے بھی ہیں جس کی جمع قبل ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے ۔ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا ہر چیز کو جماعت جماعت بنا کر ہم نے ان کے پاس پیش کر دیا ۔ پس قبل قبیل کی جمع ہے ۔ جیسے سبل سبیل کی اور سرر سریر کی اور قمص قمیص کی اور قبیل کا لفظ کہاوت میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ وہ کہتے ہیں مَا يَعْرِفُ قَبِيلًا مِنْ دَبِيرٍ وہ شخص آنے والے اور جانے والے میں تمیز نہیں کرتا ۔ کمیت بن زید نے کہا ہے :۔

تَفَرَّقَتِ الْأُمُورُ بِوَجْهَتَيْهِمْ فَمَا عَرَفُوا الدَّبِيرَ مِنَ الْقَبِيلِ

معاملے (ادھر ادھر) ان کی دونوں جانب ایسے پھیل گئے کہ وہ آنے والے اور جانے والے کو نہ پہچان سکے

اور یہ بیت اس کے قصیدے کی ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ شاعر کی مراد اس دبیر و قبیل سے رسی کا بٹنا ہے جو رسی ہاتھ کی جانب (یعنی اوپر کی طرف) بٹی جائے اس کو قبیل اور جو انگلیوں کی جانب بٹی جائے اس کو دبیر کہتے ہیں اور یہ اسی اقبال و ادبار سے مشتق ہے جس کا ذکر میں نے کر دیا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد تکلے کی بات ہے ۔ جب رانو کی جانب بٹی جائے تو وہ قبیل اور جب گھٹنے کی جانب بٹی جائے تو وہ دبیر کہلاتی ہے اور قبیل کے معنی آدمی کے قبیلے کے بھی ہیں اور زخرف کے معنی ذہب کے ہیں ۔ یعنی سونا اور مزخرف کے معنی مزین بالذہب یعنی طلائی ۔ عجاج نے کہا ہے :۔

مِنْ طَلَلٍ أَمْسَى تَخَالُ الْمُصْحَفَا رُسُومَهُ وَالْمُذْهَبَ الْمُزَخْرَفَا

اس کھنڈر کے سنہری اور طلا کار نقش و نگار شام کے وقت مصحف کے سے معلوم ہوتے ہیں۔

اور یہ دونوں بیتیں[۱] اس کے بحر رجز کے ایک قصیدے کی ہیں اور ہر زینت والی چیز کو بھی مزخرف کہا جاتا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہیں یمامہ کا رہنے والا کوئی شخص تعلیم دیتا ہے جس کا نام رحمن ہے۔ ہم تو اس پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے متعلق اس نے آپ پر وحی نازل فرمائی:۔

كَذٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ۔

اسی طرح ہم نے تجھے ایسی قوم میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں۔ تاکہ تو ان کو وہ چیزیں پڑھ کر سنائے جن کی وحی ہم نے تیری جانب کی ہے حالانکہ وہ رحمن کا انکار کرتے ہیں (اے نبی) کہدے کہ وہ تو میرا پروردگار ہے۔ اس کے سوا تو کوئی معبود ہی نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسا کیا ہے اور اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔

اور مرد ودِ خدا ابو جہل بن ہشام کی باتوں اور جو اس نے آپ کے ساتھ

---

[۱] طحطاوی نے لکھا ہے کہ اس کو مشطور الرجز سے لیا جائے تو دو بیتیں ہو سکتی ہیں ورنہ دونوں مصرع مل کر بیت ایک ہی ہے (احمد محمودی)

ارادہ کیا تھا اس کے متعلق آپ پر اتارا :-

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

کیا تو نے اس شخص کے متعلق غور کیا ہے۔ جو روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا تو نے غور کیا ہے کہ اگر وہ سیدھی راہ پر ہوتا یا (اس نے) پرہیزگاری کا حکم دیا ہوتا (تو کس قدر بہتر ہوتا۔ اے مخاطب (ذرا) تو یہ تو بتا کہ اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی تو کیا وہ (یہ بات بھی) نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ یوں نہیں باز آتا تو ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر سختی سے کھینچیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطا کار ہے۔ تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی مجلس (والوں) کو پکار لے اور ہم (بھی) زبانیہ (دوزخ کے منتظمین) کو بلائیں گے۔ (پھر وہ دیکھے کہ غالب کون رہتا ہے)۔ خبردار (اے میرے بندے) اس کی بات نہ مان اور سجدہ کر اور (مجھ سے) نزدیک ہوتا چلا جا۔

ابن ہشام نے کہا۔ لَنَسْفَعًا کے معنی لَنَجْذِبَنَّ اور لَنَأْخُذَنَّ کے ہیں۔ یعنی ہم ضرور پکڑیں گے اور کھینچیں گے۔ شاعر نے کہا ہے :-

قَوْمٌ إِذَا سَمِعُوا الصُّرَاخَ رَأَيْتَهُمْ مِنْ بَيْنِ مُلْجِمٍ مُهْرِهِ أَوْ سَافِعِ

وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انھوں نے کسی فریاد کی
آواز سنی تو دیکھے گا وہ دو حالتوں کے درمیان ہوں گے۔
اپنے بچھڑے کو لگام دے رہے ہوں گے یا اس کی
ایاں پکڑے ہوئے گا۔
یعنی فوری امداد کے لیے یا تو ایال کے بال پکڑ کر سوار ہو جائیں گے
یا لگام چڑھا کر بغیر زین کے فوراً نکل جائیں گے۔
اور نادی کے معنی اس مجلس کے ہیں جس میں لوگ جمع ہونے اور
اپنے معاملوں کا فیصلہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے:۔

وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ

تم اپنی مجلسوں میں برے کاموں کے مرتکب
ہوئے ہو اور ندی کے بھی یہی معنی ہیں
عبید الابرص نے کہا ہے:۔

إِذْهَبْ إِلَيْكَ فَإِنِّي مِنْ بَنِي أَسَدٍ أَهْلِ النَّدِيِّ وَأَهْلِ الْجُرْدِ وَالنَّادِي

اسے جا اپنا راستہ لے میں بنی اسد میں کا ہوں جو
سخی اور مجلسوں والے اور مجلسوں میں جمع ہو کر مشوروں
سے کام کرنے والے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے:۔

۳۳۴

وَأَحْسَنُ نَدِيًّا وہ مجلس کے لحاظ سے بہترین ہے اور اس کی جمع
اندیہ ہے فرماتا ہے۔
فَلْيَدْعُ (أَهْلَ) نَادِيَه پس چاہیے کہ وہ اپنی مجلس (والوں)
کو پکارے۔ جس طرح فرمایا:۔
وَاسْئَلِ الْقَرْيَة بستی (والوں) سے پوچھ۔ مراد اہل قریہ
یعنی بستی والے ہیں۔ بنی سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے

۳۱۱ شاعر[1] سلامۃ بن جندل نے کہا ہے:۔

يَوْمَانِ يَوْمُ مَقَامَاتٍ وَأَنْدِيَةٍ ۔۔۔ وَيَوْمُ سَيْرٍ إِلَى الْأَعْدَاءِ تَأْوِيبِ

دن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک دن تو مقام کرنے اور مجلسوں میں بیٹھنے کا ہوتا ہے اور ایک دن دشمنوں کی جانب (حملہ کرنے کے لیے) چلنے اور سارا دن چلتے رہنے کا ہوتا ہے۔
یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔
کمیت بن زید نے کہا ہے:۔

لَا مَهَاذِيرَ فِي النَّدِيِّ مَكَاثِيرُ ۔۔۔ وَلَا مُصْمِتِينَ بِالْإِفْحَامِ

وہ لوگ نہ مجلس میں بکواس کرنے والے اور بڑے باتونی ہیں اور نہ گفتگو سے عاجز ہونے کے سبب سے یا کسی کے غلبے کی وجہ سے خاموش رہنے والے ہیں۔
یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور نادی ہم نشینوں کو بھی کہا جاتا ہے۔
اور زبانیہ کے معنی درشت خو جھلّا اور سخت کے ہیں اور یہاں اس سے مراد دوزخ کے منتظمین ہیں۔ اور دنیا میں زبانیہ کے معنی معین اور مددگار کے ہیں جو کسی شخص کی خدمت بجالاتے اور امداد کرتے ہیں۔ اس کا واحد زِبْنِيَةٌ ہے۔ ابن الزبعری نے کہا ہے:۔

مَطَاعِيمُ فِي الْمَقْرَى مَطَاعِينُ فِي الْوَغَى ۔۔۔ زَبَانِيَةٌ غُلْبٌ عِظَامٌ حُلُومُهَا

ضیافتوں میں کھانا کھلانے والے جنگوں میں نیزہ باز خدمت گذار۔ جھلّے۔ بڑی عقلوں والے۔

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کہتا ہے کہ وہ لوگ بدمزاج ہیں ۔ یہ بیت اس کی ابیات میں
کی ہے اور صخر بن عبداللہ الہذلی نے جو صخر الغی کہلاتا تھا کہا ہے ۔ ۳۳۵

وَمِن کَبِیرٍ نَفَرٌ زَبَانِیَہ[1]

ہی کبیر میں سے بھی چند لوگ ہیں جو حد سے مگرا رہیں
یہ بیت اس کی ابیات میں کی ہے ۔
ابن اسحق نے کہا کہ جب مشرکوں نے اپنے مال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر پیش کیے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۔

اے نبی کہہ دے کہ جو کچھ اجر میں نے تم سے طلب کیا
وہ تمہارے ہی لیے ہے ۔ میرا اجر تو اللہ کے سوا اور کسی پر نہیں
وہ ہر چیز کے پاس حاضر ہے ۔
اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ سچی خبر آئی جس کو
انھوں نے پہچان لیا اور آپ کے بیان کی سچائی کو بھی جان لیا اور جب انھوں
نے مختلف سوالات آپ سے کیے اور آپ نے جو غیبی باتیں ان کے سامنے
بیان کیں ۔ ان اہم خبروں کی سچائی کو بھی جان لیا تو ان کے حسد نے آپ کی
پیروی اور تصدیق سے انھیں روک دیا ۔ اس کے بعد انھوں نے اللہ کے
مقابلے میں سرکشی کی اور اس کے احکام کو کھلم کھلا ترک کیا اور جس کفر میں وہ
مبتلا تھے اس پر اڑے رہے ۔ اور ان میں سے بعضوں نے تو کہا ۔

لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ

[1] (الف) میں کثیر ہے (احمد محمودی)

تم اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور اس (کی تلاوت کے
وقت) میں چیخ پکار کیا کرو کہ شاید تم غالب آجاؤ۔
یعنی اس کو بھی بے معنی اور غلط چیزوں کی طرح سمجھو اور اسے ہنسی میں اڑا دو
تو شاید تم اس مدبیر سے اس پر غالب آؤ گے۔ اور اگر تم نے اس سے مناظرہ کیا
یا اس سے دلیل حجۃ کی تو وہ تم پر غالب آجائے گا ایک روز ابو جہل نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس سچی بات کو جس کو آپ لائے تھے ہنسی ۴۴۶
میں اڑانے کے لیے کہا کہ اے گروہِ قریش! محمد کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ
ولشکر جو تم کو آگ میں عذاب دے گا اور تم کو اس میں گرفتار رکھے گا اس کی
تعداد فقط انیس ہے اور تم لوگ تو گنتی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے ہو۔
پس تم میں کے ایک ایک سو آدمی تو ان میں کے ایک ایک شخص کو عاجز[1]
کر ہی دیں گے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا یہ قول نازل فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا
فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا

دوزخ کے منتظمین فرشتوں کے سوا کسی اور کو ہم نے
نہیں بنایا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے ان
(فرشتوں) کی تعداد کو بھی بجز فتنہ و امتحان کے اور کچھ نہیں بنایا
آخر قصہ تک۔
جب ان میں سے بعضوں نے بعض سے یہ باتیں کہیں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نماز میں جب بلند آواز سے قرآن کی تلاوت فرماتے، وہ لوگ
آپ کے پاس سے ادھر ادھر ہو جاتے اور اس کے سننے سے انکار کرتے

[1] ۔ (الف) میں اسی طرح ہے۔ یعنی کیا تم میں کے ایک ایک سو آدمی ان میں کے ایک ایک
کو عاجز کر دیں گے؟ (احمد محمودی)

اور ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے وقت آپ کی تلاوت قرآن میں سے کچھ سننا چاہتا تو وہ ان لوگوں سے ڈر کر ان سے چھپ کر آتا اور ان سے الگ ہو کر سنتا تھا اور جب کبھی دیکھ لیتا کہ ان لوگوں کو اس کے سننے کی اطلاع ہے تو وہ ان کی ایذا رسانی کے ڈر سے فوراً چلا جاتا اور آپ کی تلاوت کو سن نہ سکتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آواز کو پست رکھتے اور سننے والا یہ سمجھتا کہ دوسرے لوگ آپ کی قرأت میں سے کچھ نہیں سن رہے ہیں اور اس کے سوے بغیر یہ کچھ نہ کچھ سن سکتا ہے تو وہ آپ کی تلاوت کی جانب کان لگا دیتا تا کہ آپ کی کوئی نہ کوئی بات سن لے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن عثمان کے غلام داؤد بن الحصین نے بیان کیا کہ ابن عباس کے غلام عکرمہ نے ان سے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ یہ آیت:۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا

تو اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھ اور نہ اس کو پست آواز سے ادا کر (بلکہ) ان دونوں کی درمیانی ایک راہ اختیار کر۔

انھیں لوگوں کے سبب سے اتری' فرماتا ہے کہ اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھ کہ سننے والے لوگ تیرے پاس سے ادھر ادھر ہو جائیں اور نہ ایسی پست آواز سے کہ جو شخص دوسروں سے الگ ہو کر ان کی آنکھ بچا کر سنتا ہے وہ بھی نہ سن سکے تا کہ وہ تائب ہو اور جو کچھ سنے اس سے مستفید ہو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہری قرأت کے بعد پہلا شخص جس نے مکے میں قریش کے درمیان بلند آواز سے تلاوت کی)

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن عروۃ بن الزبیر نے اپنے والد سے

ے۔ (الف) میں سین ہے۔ (احمد محمودی)

روایت بیان کی ۔ انھوں نے کہا پہلا شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1] کے بعد مکہ میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ۔ انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ قریش نے اس قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز سے پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا ۔ پس ایسا کون شخص ہے جو انھیں قرآن سنائے تو عبد اللہ ابن مسعود نے کہا میں (یہ کام انجام دیتا ہوں) سب نے کہا ۔ ہمیں ان سے تم پر خوف ہے ۔ ہم تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو خاندان والا ہو کہ اگر ان لوگوں نے اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرنا چاہی تو اس کا خاندان اس کی ان سے حفاظت کر سکے ۔ ابن مسعود نے کہا مجھے چھوڑ دو ۔ اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا ۔ راوی نے کہا کہ جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو ابن مسعود دن چڑھے مقام (ابراہیم) کے پاس ایسے وقت آئے جبکہ قریش اپنی مجلسوں میں تھے اور مقام (ابراہیم) کے پاس کھڑے ہوگئے ۔ پھر بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ پھر اس کو آگے (تک) پڑھتے چلے گئے ۔ راوی نے کہا کہ انھوں نے اس کو غور سے سنا سمجھنے لگے ۔ ابن ام عبد نے کیا کہا ۔ راوی نے کہا ۔ ان سبھوں نے کہا کہ وہ تو وہی پڑھتا ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لایا ہے ۔ پس وہ سب کے سب ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے منہ پر مارنے لگے اور وہ برابر پڑھتے چلے گئے یہاں کہ اس سورۃ کے اس حصے تک پہنچ گئے جس تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ۔ پھر اپنے ساتھیوں کی جانب اس حالت سے لوٹ آئے کہ ان کے چہرے پر انھوں نے نشانات ڈال دیے تھے ۔ ابن مسعود کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اسی چیز کا ہمیں تم پر ڈر تھا ۔ انھوں نے کہا کہ آج دشمنانِ خدا میری نظروں میں جتنے ذلیل ہیں اتنے ذلیل وہ کبھی نہ تھے اور اگر تم چاہو تو اسی طرح ان کے پاس کل سویرے بھی پہنچوں ۔ انھوں نے کہا۔

۳۳۷

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

ہمیں تمہارے لیے یہی کافی ہے۔ تم نے انھیں وہ باتیں سنادیں جن کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔

قریش کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سننے کا حال

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے بیان کیا کہ ان سے بیان کیا گیا ابو سفیان بن حرب اور ابوجہل بن ہشام اور الاخنس بن شریق بن عمرو اور ابن وہب الثقفی بنی زہرہ کا حلیف یہ سب کے سب ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (اس) تلاوت سننے کے لیے نکلے جو آپ اپنے گھر میں رات کو نماز میں کیا کرتے تھے اور ان میں کے ہر ایک شخص نے ایک ایک جگہ لی اور وہاں بیٹھا سنتا رہا اور ان میں کا ہر ایک شخص دوسرے سے بے خبر تھا۔ انھوں نے اسی سننے میں رات گزار دی یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو ہر ایک الگ الگ چلا لیکن راستے نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تو ان میں کا ہر ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگا اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے (یہ) کہا کہ دیکھو دوبارہ ایسا نہ کرنا کیونکہ اگر تمھارے بعض بے وقوف تمھیں دیکھ لیں تو تم ان کے دلوں میں بڑی اہمیت پیدا کر دوگے۔

پھر وہ سب کے سب لوٹ گئے اور جب دوسری رات ہوئی ان میں کا ہر شخص اپنی جگہ واپس آیا اور آپ کی تلاوت سننے میں رات گزار دی اور اور جب صبح ہوئی تو ہر ایک الگ الگ چلا گیا لیکن راستے نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تو ان میں کے ہر ایک نے دوسرے سے ویسا ہی کہا جیسا کہ پہلی مرتبہ کہا تھا اور وہ سب لوٹ گئے اور جب تیسری رات ہوئی تو ان میں کے ہر شخص نے اپنی جگہ لی اور آپ کی تلاوت سنتے ہوئے رات گزاری پھر جب صبح ہوئی تو ہر شخص الگ الگ چلا گیا اور راستے نے انھیں پھر (ایک جگہ) جمع کر دیا تو ان میں کے ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہماری یہ عادت

چھوٹتی ہی نہیں۔ یہاں تک کہ ہم عہد (نہ) کرلیں کہ دوبارہ ہم ایسا نہیں کریں گے
یہاں تک کہ انھوں نے اس بات پر آپس میں عہد کیا اور ادھر ادھر چلے گئے۔
پھر جب صبح ہوئی تو الاخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی لی اور ابوسفیان کے
پاس ان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ! محمد سے جو کچھ تم نے سنا ہے اس
کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرو۔ انھوں نے کہا اے ابوثعلبہ! واللہ میں نے
بہت سی باتیں سنیں جن کو میں جانتا ہوں اور ان سے مراد کیا ہے اس کو بھی
میں جانتا ہوں۔ اور بہت سی باتیں ایسی بھی سنیں جن کے نہ معنی جانتا ہوں
اور نہ اس کی مراد سے واقف ہوں۔ الاخنس نے کہا کہ میں بھی اسی ذات
کی قسم کھاتا ہوں جس کی قسم تم نے کھائی ہے کہ حالت یہی ہے۔ راوی نے
کہا کہ پھر وہ ان کے پاس سے اٹھا اور ابوجہل کے پاس آیا اور اس کے پاس
اس کے گھر میں پہنچا اور کہا۔ اے ابوالحکم! محمد سے تم نے جو کچھ سنا اس کے
متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا میں نے کیا سنا! ہم میں اور بنی
عبد مناف میں علو مرتبت میں کھینچا تانی ہوئی۔ انھوں نے کھانا کھلایا ہم نے
بھی کھانا کھلایا انھوں نے لوگوں کو سواریاں دیں ہم نے بھی دیں۔ انھوں نے
سخاوت کی ہم نے بھی کی یہاں تک کہ جب ہم گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے (یعنی
خوب کشمکش کی) اور دونوں کی حالت شرط کے دو گھوڑوں کی سی ہوگئی تو
انھوں نے کہا کہ ہم میں ایک نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے
پھر جب ہم ایسی حالت دیکھ رہے ہیں تو واللہ! ہم اس پر کبھی بھی ایمان نہیں
لائیں گے اور نہ اس کو سچا جانیں گے۔ راوی نے کہا کہ پھر الاخنس اس کے پاس
سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے
سامنے قرآن کی تلاوت فرماتے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دیتے تو
وہ اس پر ٹھٹھے لگاتے اور کہتے کہ تو جس جانب ہمیں بلاتا ہے اس کی جانب
داخل ہونے سے ہمارے دل محفوظ ہیں۔ تو جو کچھ کہتا ہے ہم اسے سمجھتے ہی
نہیں۔ اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے کہ جو کچھ تو کہتا ہے ہم اسے سنتے ہی نہیں

اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ ہے جو ہمارے اور تیرے درمیان حائل ہے۔ پس تو اس طریقے پر عمل کرتا رہ جس پر تو ہے اور ہم اس طریقے پر عمل کرتے رہیں گے جس پر ہم ہیں۔ ہم تیری کوئی بات نہیں سمجھتے۔ پس اسی بارے میں ان کا قول اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا (الی قوله) وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ

وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا

اور جب تو نے قرآن پڑھا تو ہم نے تیرے اور ان لوگوں کے درمیان، جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک مخفی پردے کی آڑ کر دی، اور جب تو نے قرآن میں صرف اپنے پروردگار یکتا کا ذکر کیا تو وہ نفرت سے اپنی پیٹھوں کی جانب لوٹ گئے۔

یعنی آپ نے جو اپنے پروردگار کی یکتائی بیان کی اس کو وہ کیسے سمجھ سکتے جبکہ میں نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور تیرے اور ان کے درمیان انھیں کے دعوی کے لحاظ سے پردہ ہے یعنی میں نے ایسا نہیں کیا ہے یعنی پردہ میں نے نہیں ڈالا۔

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ

نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا

۲۳۶

ہم اس طریقے کو خوب جانتے ہیں جس طریقے سے وہ سنتے ہیں جبکہ وہ تیری جانب اپنے کان لگاتے ہیں اور

اس حالت کو بھی ہم خوب جانتے ہیں جبکہ وہ (ایک دوسرے سے
گفتگو کرتے وقت سرتاپا) سرگوشی بن جاتے ہیں جبکہ یہ ظالم کہتے
ہیں کہ تم تو بس ایک سحر زدہ کی پیروی کرتے ہو۔
یعنی ہم نے تجھ کو جو چیز دیکر ان کی جانب بھیجا ہے اس کو ترک کرنے
کی یہ وہ نصیحت ہے جو وہ ایک دوسرے کو کرتے ہیں۔

انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا

دیکھ تو! تیرے لیے انھوں نے کیسی کیسی مثالیں کہیں
جس کے نتیجے میں وہ گمراہ ہو گئے اور راستے پر چلنے کی قدرت
بھی نہیں رکھتے۔
یعنی آپ کے متعلق انھوں نے غلط مثالیں دیں اس لیے وہ اس
(قرآن) کے ذریعے نہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بارے میں ان کی
کوئی بات ٹھیک ہے۔

وَقَالُوا أَئِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَئِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا

اور انھوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور (وہ بھی)
بوسیدہ اور چورا ہو جائیں گی تو کیا ہم نئی صورت خلقت میں اٹھائے جائینگے
یعنی تو ہمیں یہ خبر دینے آیا ہے کہ ہمارے مرنے اور ہڈیاں (ہو کر رہ جانے)
اور (ان کے) بوسیدہ اور چورا ہو جانے کے بعد ہم قبر میں اٹھائے جائیں گے
جو ہو ہی نہیں سکتا۔

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ

فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

تو کہدے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا ہو جاؤ یا ایسی مخلوق جو تمھارے

دلوں میں بہت بڑی معلوم ہو۔ پھر تو وہ فوراً ہی کہیں گے کہ ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا۔ تو کہدے کہ وہ جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

یعنی جس نے تم کو اس چیز سے پیدا کیا جس کو تم جانتے ہو۔ اس کے لئے تم کو مٹی سے پیدا کرنا کچھ اس سے زیادہ دشوار نہیں ہے۔

ابن اسحق نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن ابی نجیح نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے قول۔ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ کے متعلق دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا مراد لی ہے تو انھوں نے کہا اس سے مراد موت ہے۔

کمزور مسلمانوں پر مشرکوں کا ظلم اور ستم

ابن اسحق نے کہا کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابیوں پر جنھوں نے اسلام اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ظلم و ستم ڈھائے اور ہر قبیلے نے اپنے میں کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ انھیں بند رکھنے لگے اور انھیں بھوکے رکھنے اور پیاسے رکھنے اور تپتی ہوئی زمین (پر لٹا کر) انھیں تکلیفیں دینے لگے۔ ان میں سے بعض تو ان سخت آفتوں کے سبب سے اس فتنہ انگیزی میں پھنس جاتے اور ان میں کے بعض ان کے مقابلے میں سختیوں کو برداشت کر لیتے اور اللہ تعالیٰ انھیں ان سے بچا لیتا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بلال رضی اللہ عنہ

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ ۲ہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ ۳ہ (الف) میں نہیں ہے (احمد محمودی)

کی حالت یہ تھی کہ وہ بنی جمح میں کے ایک شخص کے پروردہ غلاموں میں سے تھے۔ ان کا نام بلال بن رباح تھا اور ان کی والدہ کا نام حمامتہ۔ آپ پاک دل اور اسلام کی صداقت سے پر تھے۔ جب دوپہر کی گرمی خوب تیز ہوتی تو امیۃ ابن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح آپ کو لیکر نکلتا اور مکہ کے پتھریلے مقام پر آپ کو چت لٹا دیتا اور کسی بڑی چٹان کے لانے کا حکم دیتا اور وہ آپ کے سینے پر رکھدی جاتی۔ پھر وہ آپ سے کہتا کہ تو اسی حالت میں رہے گا یہاں تک کہ مرجائے یا محمد سے انکار کرے اور لات وعزیٰ کی پوجا کرے آپ اس آفت میں (بھی) احد احد کہتے رہتے۔

۳۴۰

ابن اسحق نے کہا کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت بیان کی انھوں نے کہا کہ ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے اسی حالت میں گزرتے کہ وہ اس طرح کی تکلیف میں مبتلا تھے اور وہ احد احد کہے جاتے تھے تو ورقہ کہتے۔ واللہ اے بلال وہ ایک (ہی) ہے ایک (ہی) ہے۔ پھر امیۃ بن خلف اور بنی جمح کے ان لوگوں سے مخاطب ہوتے اور کہتے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اس کو اسی حالت میں مارڈالا تو میں اس کی قبر کو مقام رحمت بنالوں گا اور اس سے برکتیں حاصل کرتا رہوں گا ایک روز ان کے پاس سے ابو بکر رضی اللہ عنہ[1] گزرے اور وہ لوگ ان کے ساتھ وہی سلوک کر رہے تھے۔ اور ابو بکر کا گھر بنی جمح کے قبیلے ہی میں تھا تو آپ نے امیۃ بن خلف سے کہا کہ کیا تو اس بے چارے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا آخر یہ کبتک۔ اس نے کہا تمھیں نے تو اس کو بگاڑا ہے جو مصیبت تم دیکھ رہے ہو (تمھیں) اس سے اس کو چھڑالو نا تو ابو بکر نے کہا اچھا میں (ہی) انھیں چھڑائے لیتا ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ غلام ہے جو ان سے زیادہ مضبوط اور تیرے دین پر پوری قوت سے قایم ہے۔ میں اسے ان کے بدلے میں تجھے دیے دیتا ہوں۔ اس نے کہا۔ میں

[1] (الف) میں رضی اللہ عنہ کے بجائے بن ابی قحافہ ہے۔ (احمد محمودی)

نے قبول کر لیا آپ نے فرمایا۔ بس وہ تیرا ہو گیا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ غلام اس کو دید یا اور بلال کو لے لیا اور انھیں آزاد کر دیا۔ پھر آپ نے ان کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کرنے سے پہلے اسلام کے لیے اور چھے غلام آزاد کیے۔ بلال ان میں کے ساتویں تھے۔ عامر بن فہیرہ جو جنگ بدر واحد میں شریک رہے اور جنگ بیر معونہ میں شہید ہوئے اور ام عبیس[1] اور زنیرہ جب انھیں آپ نے آزاد کر دیا تو ان کی بینائی جاتی رہی (یہ دیکھ کر) قریش نے ۳۴۱ کہا کہ لات وعزیٰ ہی نے اس کو اندھا کر دیا ہے تو زنیرہ نے کہا بیت اللہ کی قسم! قریش جھوٹے ہیں۔ لات وعزیٰ نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ (اس کا نتیجہ یہ نکلا) اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی پھر انھیں مرحمت فرمائی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ[2] نے النہدیہ اور اس کی بیٹی کو بھی آزاد کیا۔ یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی ملک تھیں۔ ان کی مالکہ نے انھیں اپنا آٹا لانے کے لیے بھیجا تھا اور یہ کہہ رہی تھی۔ واللہ تم دونوں کو کبھی بھی آزاد نہ کروں گی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے فلاں شخص کی ماں! قسم کا کفارہ دیدے اور قسم توڑ دے۔ اس نے کہا۔ قسم کا کفارے میں دوں۔ تمھیں نے تو ان کو برباد کیا ہے تمھیں ان کو آزادی دلا دو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تو کتنے میں انھیں دیدوگی۔ اس نے کہا۔ اتنی رقم میں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں نے ان دونوں کو لے لیا اور وہ آزاد ہیں۔ اچھا اب تم دونوں اس کا آٹا اس کو واپس کر دو۔ ان دونوں نے کہا۔ اے ابوبکر! ابھی اس کو واپس کر دیں یا کام پورا کر کے اسے واپس دیدیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا (اچھا) اگر تم چاہو تو کام پورا کر دو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بنی عدی بن کعب کے قبیلے کی شاخ بنی مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے گزرے جو مسلمان تھی اور عمر بن

---

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی) [2] (الف ب) میں عمیس ہے اور (ح) میں (ر) میں عبیس ہے۔ [3] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام چھوڑنے کے لیے اس کو تکلیفیں دے رہے تھے جس زمانے میں کہ وہ مشرک تھے۔ وہ اسے پیٹ رہے تھے یہاں تک کہ جب تھک گئے تو کہا کہ میں تجھ پر افسوس کرتا ہوں۔ میں نے تجھ کو صرف بیزار ہو کر چھوڑا ہے وہ کہتی کہ اللہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے۔ ابوبکر نے اس کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن عبداللہ بن ابی عتیق نے عامر بن عبداللہ ابن زبیر سے اور انھوں نے اپنے گھر والوں میں سے کسی سے روایت کی کہا کہ ابو قحافہ نے ابوبکر سے کہا کہ اے بیٹے! میں تم کو دیکھتا ہوں کہ کمزور بردے آزاد کرتے ہو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اگر ایسا کرو کہ قوی افراد کو آزاد کرو تو وہ تم سے مدافعت کریں گے اور تمہارے لیے سینہ سپر ہوں گے۔ راوی نے کہا کہ ان کے جواب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ[1] نے کہا کہ بابا جان! میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اللہ عزوجل کے لیے کرنا چاہتا ہوں۔ راوی نے کہا کہ اسی لیے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ آیات آپ ہی کی شان میں اور آپ کے والد سے آپ کی جو گفتگو ہوئی اس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ

پس لیکن جس نے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) دیا اور برے کاموں سے بچا اور بہترین بات (کلمہ توحید) کی تصدیق کی (تو اس کے لیے فلاں جزا ہے)۔

۳۴۲ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۳۴۲

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں کہ اس کا بدلہ اس کو دیا
جا رہا ہو۔ صرف اپنے پروردگار برتر کی خوشنودی کی طلب ہے
اور بے شک وہ (اس سے) عنقریب راضی ہو جائے گا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنو مخزوم، عمار بن یاسر اور ان کے باپ اور ان کی ماں کو لیکر نکلتے تھے اور یہ سب کے سب اسلام کے گھرانے والے تھے۔ جب دوپہر کے وقت گرمی خوب بڑھ جاتی تو ان لوگوں کو مکہ کی گرم زمین پر تکلیفیں دیتے۔ مجھ کو خبر ملی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:۔

صَبْرًا آلَ یَاسِرٍ مَوْعِدُکُمُ الْجَنَّةُ

اے یاسر کے گھر والو! صبر کرو تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔

ان کی ماں کو تو ان لوگوں نے مار ہی ڈالا اور حالت یہ تھی کہ بجز اسلام کے وہ ہر بات سے منکر تھیں اور بدکار ابوجہل جو قریش کے افراد کو ان لوگوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا اس کی یہ حالت تھی کہ جب اس نے کسی شخص کے متعلق سن لیا کہ اس نے اسلام اختیار کیا ہے اور صاحب عزو جاہ اور حمایتیوں والا ہے تو اس پر دلیلوں اور گفتگو سے غلبہ پانے کی فکر کرتا اور اس کو رسوا اور بدنام کرنے کی تدبیر کرتا اور اس سے کہتا کہ تو نے اپنے باپ کے دین کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ تجھ سے بہتر تھا۔ ہم تو تیری عقل کی سبکی کا چرچا کریں گے اور تیری رائے کی غلطی کو مشہور کریں گے اور تیری وجاہت و برتری کو پست کر دیں گے اور اگر وہ کوئی تاجر ہوتا تو اس سے کہتا کہ واللہ! ہم تیرے بیوپار کو مندا کر دیں گے اور تیرے مال کو تباہ کر دیں گے۔ اور اگر وہ کوئی کمزور ہوتا تو اس کو مارتا اور اس پر لوگوں کو ابھارتا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے حکیم بن جبیر نے سعید ابن جبیر سے (یہ) روایت بیان کی۔ کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ کیا مشرکین اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچانے میں اس حد تک پہنچ گئے کہ اس کے سبب سے وہ اپنے دین کو ترک کرنے میں معذور سمجھے جا سکتے تھے انھوں نے کہا ہاں واللہ! وہ ان میں سے کسی کو تو مارتے تھے کسی کو بھوکا پیاسا رکھتے یہاں تک کہ اس آفت کی سختی کے سبب سے وہ سیدھا بیٹھ نہ سکتا تھا حتیٰ کہ وہ اس سے جو چاہتے کہلا لیتے تھے یہاں تک کہ وہ اس سے کہتے اللہ نہیں بلکہ لات و عزیٰ تیرے معبود ہیں۔ تو وہ ہاں کہدیتا۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ان کے پاس سے گوبر کا کیڑا (رینگتا ہوا) گزرتا تو وہ اس سے کہتے کہ تیرا معبود تو یہ گوبر کا کیڑا ہے اور اللہ تیرا معبود نہیں ہے۔ تو وہ ان کی ان تکلیفوں سے چھوٹنے کے لیے جن میں وہ مبالغہ کیا کرتے تھے ہاں کہدیتا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے زبیر بن عکاشہ بن عبداللہ بن ابی احمد نے بیان کیا کہ کسی نے یہ بات بتائی کہ بنی مخزوم کے چند لوگ ہشام بن الولید ابن المغیرہ کے پاس گئے اور انھوں نے اس بات کا عزم کر لیا تھا کہ ان میں کے چند نوجوانوں کو گرفتار کر لیں جنھوں نے اسلام اختیار کر لیا تھا۔ انھیں میں سے سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ بھی تھے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ ہشام کا بھائی ولید بن ولید بن المغیرہ نے اسلام اختیار کر لیا تھا۔ راوی نے کہا۔ پس ان لوگوں نے ہشام کی بدمعاشی سے ڈر کر اس سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں ان نوجوانوں کو سرزنش کریں جنھوں نے یہ نیا دین ایجاد کر رکھا ہے۔ ان کے سوا دوسروں پر بھی اس کے اثر پڑنے کا ہمیں خوف ہے۔ ہشام نے کہا کہ یہ بات تو تم پر لازم ہے ضرور اس کو سرزنش کرو۔ لیکن خبردار اس کی جان لینے سے اپنے کو بچاؤ پھر اس نے یہ شعر بھی کہا:۔

أَلَا لَا يُقْتَلَنَّ أَخِي عُيَيْشٌ[1] فَيَبْقَى بَيْنَنَا أَبَدًا تَلَاحِي

خبردار! میرے بھائی عیس کو قتل نہ کرنا ورنہ ہمارے

---

[1] (الف) میں عییس ہے اور (ب) میں عییس ہے اور (ج د) میں عیش ہے (احمد محمودی)

درمیان ہمیشہ دشمنی رہے گی۔

اس کی جان لینے سے بچو۔ پھر اس نے اللہ کی قسم بھی کھائی کہ اگر تم نے اس کو قتل کیا تو میں تم میں کے بہترین شخص کو قتل کر ڈالوں گا راوی نے کہا کہ پھر تو سبھوں نے کہا کہ اس پر اللہ کا غضب ہو۔ اس خبیث کے مقابلے کی کون جراءت کرے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا تو ضرور وہ ہمارے بہترین شخص کو قتل کرے گا پس انھوں نے ولید بن ولید کو چھوڑ دیا اور اس کے خیال سے باز رہے راوی نے کہا کہ ان اسباب میں سے یہ چند تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی حفاظت کی۔

حبشہ کی سرزمین کی جانب (مسلمانوں کی) پہلی ہجرت

۳۲۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ راوی نے کہا کہ ہم سے ابو محمد عبدالملک ابن ہشام نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے زیاد بن عبداللہ البکائی نے بیان کیا اور انھوں نے محمد بن اسحٰق المطلبی سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے اصحاب بلاؤں کا نشانہ بن رہے ہیں اور خود آپ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق کے سبب اور آپ کے چچا ابوطالب کے سبب سے ان آفتوں سے محفوظ ہیں اور یہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان بلاؤں سے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ آپ ان کی محافظت بھی نہیں فرما سکتے تو آپ نے ان سے فرمایا:۔

لَوْ خَرَجْتُمْ إِلَىٰ أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَإِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ

وَهِيَ أَرْضُ صِدْقٍ حَتَّىٰ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ فَرَجًا مِمَّا أَنْتُمْ فِيهِ

اگر تم لوگ سرزمین حبشہ کو چلے جاؤ (تو بہتر ہو) کہ

وہاں کے بادشاہ کے پاس کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ان آفتوں سے جن میں تم ہو کوئی کشایش پیدا کر دے۔

آپ کے اس فرمانے پر آپ کے صحابیوں میں سے بہت سے مسلمان فتنوں کے ڈر سے سرزمین حبشہ کی جانب نکل کھڑے ہوئے کہ اپنے دین کو لیکر اللہ تعالیٰ کی طرف چلے جائیں اور یہ پہلی ہجرت تھی جو اسلام میں ہوئی۔

۳۴۴ بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب ابن لوی بن غالب بن فہر میں کا پہلا شخص جو مسلمانوں میں سے ہجرت کے لیے نکلا وہ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی بی بی رقیہ۔

اور بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بھی تھے۔ جن کے ساتھ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں یہ بنی عامر بن لوی میں کی ایک فرد تھی سرزمین حبشہ میں سہلہ سے ان کے ایک لڑکا محمد بن ابی حذیفہ ہوا۔

اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی میں سے زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد تھے۔

اور بنی عبد الدار بن قصی میں سے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار۔

اور بنی زہرۃ بن کلاب میں سے عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد الحرث ابن زہرہ

اور بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ میں سے ابو سلمۃ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم اور ان کے ساتھ ان کی بی بی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

اور بنی جمح بن عمرو بن ہُصیص بن کعب میں سے عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

اور بنی عدی بن کعب میں سے عامر بن ربیعہ جو آل خطاب کے حلیف تھے جو عنز بن وائل کے قبیلے میں سے تھے۔ اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حشمہ بن غانم بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب کے ساتھ۔

۳۲۵ اور بنی عامر بن لؤی میں سے ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بعض کہتے ہیں (کہ ابو سبرہ نہیں) بلکہ ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ پہلے شخص تھے جو وہاں پہنچے اور بنی الحرث بن فہر میں سے سہیل بن بیضاء جن کا نام سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحرث تھا مجھے جو خبر پہنچی ہے اس کے لحاظ سے یہ دس آدمی تھے جو مسلمانوں میں سے سرزمین حبشہ کی جانب چلے گئے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ ان سب کے صدر عثمان بن مظعون تھے جس کا ذکر مجھ سے بعض اہل علم نے کیا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نکلے اور مسلمان یکے بعد دیگرے جاتے رہے یہاں تک کہ سرزمین حبشہ میں سب کے سب جمع ہو گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ان میں سے بعض تو ایسے تھے جو اپنے گھر والوں کو ساتھ لے گئے تھے اور بعض ایسے تھے جن کے ساتھ ان کے گھر والے نہیں تھے۔

اور بنی ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر میں سے جعفر بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے جن کے ساتھ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس بن النعمان بن کعب بن مالک بن قحافۃ بن خثعم جن سے سرزمین حبشہ میں ان کے ایک لڑکا عبداللہ بن جعفر پیدا ہوا۔

اور بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے عثمان بن عفان بن ابی العاص ابی امیہ بن عبد شمس جن کے ساتھ ان کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ جن کے ساتھ ان کی بیوی ۳۲۶ فاطمہ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن خمل بن شق بن رقبہ بن مخدج الکنانی

اور ان کے بھائی خالد بن سعید بن العاص بن امیہ جن کے ساتھ ان کی بیوی اُمَیْنَہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن خشعمہ بن سعد بن ملیح بن عمرو جو بنی خزاعہ میں سے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے ہُمَیْنَہ بنت خلف بھی کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ سرزمین حبشہ میں ان سے سعید بن خالد اور امۃ بنت خالد پیدا ہوئے۔ امۃ بعد میں زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں اور ان سے عمرو بن الزبیر اور خالد بن الزبیر پیدا ہوئے۔

اور ان کے حلیفوں بنی اسد بن خزیمہ میں سے عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یَعْمَر بن صَبِرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دُوُدان بن اسد اور ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش جن کے ساتھ ان کی بی بی ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ اور قیس بن عبداللہ جو بنی اسد بن خزیمۃ میں کے ایک شخص تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی برکہ بنت یسار ابوسفیان بن حرب بن امیہ کی لونڈی تھیں اور مُعَیقیب بن ابی فاطمہ اور یہ سب سعید بن العاص کے متعلقین سات آدمی تھے۔

ابن ہشام نے کہا۔ معیقیب قبیلہ دوس کے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے دو شخص ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ابوموسی اشعری جن کا نام عبداللہ بن قیس تھا جو عتبہ بن ربیعہ والوں کے حلیف تھے۔

اور بنی نوفل بن عبد مناف میں سے ایک شخص عتبہ بن غَزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن الحرث بن مازن بن منصور بن عکرِمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان جو ان کا حلیف تھا۔

۲۴۷ اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی میں سے چار شخص زبیر بن العوام بن خُوَیلد بن اسد اور الاسود بن نوفل بن خویلد بن اسد اور یزید بن زمعۃ بن الاسود ابن المطلب بن اسد اور عمرو بن امیۃ بن الحرث بن اسد۔

اور بنی عبد بن قصی میں سے ایک شخص طلیب بن عمیر بن وہب ابی کثیر

ابن عبد۔

اور بنی عبد دار بن قصی میں سے پانچ شخص مصعب بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبد الدار اور سویبط بن سعد بن حرملۃ بن مالک بن عمیلۃ بن السباق بن عبد الدار اور جہم بن قیس بن عبد شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام حرملہ بنت عبد الاسود بن خزیمہ بن اقیش بن عامر بن بیاضۃ بن سبیع بن خثعمۃ بن سعد بن ملیح بن عمرو۔ خزاعہ میں کا اور ان کے دو بیٹے عمرو بن جہم اور خزیمہ بنت جہم اور ابو الروم بن عمیر بن ہاشم ابن عبد مناف بن عبد الدار اور فراس بن النضر بن الحرث بن کلدۃ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبد الدار۔

اور بنی زہرہ بن کلاب میں سے چھے شخص عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحرث بن زہرہ اور عامر بن ابی وقاص اور ابو وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ اور مطلب بن ازہر بن عبد عوف بن عبد بن الحرث بن زہرہ ان کے ساتھ ان کی عورت رملۃ بنت ابی عوف بن صبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم جس سے سرزمین حبشہ میں عبد اللہ بن المطلب پیدا ہوئے۔ ۳۴۸

اور بنی ہذیل میں کے ان کے حلیفوں میں سے عبد اللہ بن مسعود بن الحرث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہلہ بن الحرث بن تمیم بن سعد بن ہذیل اور ان کے بھائی عتبہ بن مسعود۔

اور بنی بہراء میں سے المقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعۃ بن ثمامۃ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن ثور بن ثعلبۃ بن مالک بن الشرید بن ہزل بن فائش بن دریم بن القین بن اہود بن بہراء بن عمرو بن الحاف ابن قضاعۃ۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے ہزل بن فاس بن ذر و دہیر بن ثور کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ مقداد بن الاسود بن عبد یغوث بن عبد مناف ابن زہرہ کہلاتے تھے اور یہ اس لیے کہ اس نے انھیں جاہلیت میں متبنی بنالیا

تھا اور اس سے معاہدہ کیا تھا۔

اور بنی تیم بن مرہ میں سے دو شخص الحرث بن خالد بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ربطہ بنت الحرث بن جبلیہ بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم جس سے سرزمین حبشہ میں موسی بن الحرث اور ۳۴۹ زینب بنت الحرث اور فاطمہ بنت الحرث پیدا ہوئے اور عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔

اور بنی مخزوم بن یقظۃ بن مرہ میں سے آٹھ شخص ابو سلمۃ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم جس سے سرزمین حبشہ میں زینب بنت ابی سلمۃ پیدا ہوئی اور ابو سلمہ کا نام عبداللہ تھا اور ام سلمہ کا نام ہند تھا اور شماس بن عثمان بن عبدالشرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم۔

ابن ہشام نے کہا کہ شماس کا نام عثمان تھا اور ان کا نام شماس اس لیے مشہور ہو گیا تھا کہ شمامسہ[1] میں سے ایک شماس جاہلیت کے زمانے میں مکہ آیا تھا اور وہ بہت خوبصورت تھا۔ لوگ اس کی خوبصورتی (دیکھ کر) دنگ رہ گئے تو عتبہ بن ربیعہ نے جو شماس کا ماموں تھا کہا کہ میں اس سے (بھی) زیادہ خوبصورت شماس کو لاتا ہوں اور اپنے بھانجے عثمان بن عثمان کو لے آیا تو ان کا نام بھی شماس مشہور ہو گیا۔ اس کا ذکر ابن شہاب وغیرہ نے کیا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا اور ہبار بن سفیان بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ ابن عمرو بن مخزوم اور ان کے بھائی عبداللہ بن سفیان اور ہشام بن ابی حذیفہ ابن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور سلمہ بن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم اور عیاش بن ابی ربیعہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور ان کے حلیفوں میں سے معتب بن عوف بن عامر بن الفضل بن عفیف بن

---

[1] ۔ راہبوں کو شمامسہ کہتے تھے اس لیے کہ وہ اپنے جسم کو تکلیف دینے کے لیے دھوپ میں بیٹھا کرتے تھے۔ شمس آفتاب کو بھی اور دھوپ کو بھی کہتے ہیں۔ (احمد محمودی)

کلیب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعہ میں کا اور یہی وہ شخص ہے جس کو عبہامہ کہا جاتا تھا۔

۳۵۰ ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں کے خیال کے موافق حبشیہ بن سلول وہ شخص ہے جس کو معتب بن حمرا، کہا جاتا تھا۔

اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب میں سے گیارہ شخص عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح اور ان کا بیٹا السائب بن عثمان اور ان کے دونوں بھائی قدامہ بن مظعون اور عبد اللہ بن مظعون اور حاطب بن الحرث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافۃ بن جمح اور ان کے ساتھ ان کی بیوی فاطمہ بنت المجلل بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور ان کے دونوں بیٹے محمد بن حاطب اور الحرث بن حاطب یہ دونوں بھی المجلل کی بیٹی ہی سے تھے اور ان کا بھائی خطاب بن الحرث ان کے ساتھ ان کی بیوی فکیہہ بنت یسارہ اور سفیان بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح اور ان کے ساتھ ان کے دونوں بیٹے جابر بن سفیان اور جنادہ ابن سفیان اور ان کے ساتھ ان کی بیوی حسنہ جو ان دونوں کی ماں تھی اور ان دونوں کا مادری بھائی شرحبیل بن حسنہ جو بنی غوث میں کا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ شرحبیل بن عبد اللہ بنی غوث بن مر میں کا ایک شخص جو تیم بن مر کا بھائی تھا۔

ابن اسحق نے کہا اور عثمان بن ربیعہ بن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

۳۵۱ اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب میں کے چودہ شخص خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور عبد اللہ بن الحرث قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور ہشام بن العاص بن الوائل بن سعید بن سہم۔

ابن ہشام نے کہا العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم۔

ابن اسحق نے کہا۔ اور قیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور ابو قیس بن الحرث بن قیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعید بن

سہم اور عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور الحرث بن الحرث بن قیس
بن عدی بن سعید بن سہم اور معمر بن الحرث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور بشر بن الحرث
ابن قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور ان کا ایک مادری بھائی بنی تمیم میں کا جس کو سعید بن عمرو کہا جاتا تھا اور
سعید بن الحرث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم اور السائب بن الحرث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم
اور عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن مہشم بن سعید بن سہم اور محمیہ بن الجزء ان کا حلیف جو بنی زبید میں سے تھا۔

اور بنی عدی بن کعب میں سے پانچ آدمی معمر بن عبد اللہ بن نضلہ
بن عبد العزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی اور عروہ
ابن عبد العزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی اور عدی بن
نضلہ بن عبد العزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی اور ان کا
بیٹا نعمان بن عدی اور عامر بن ربیعہ الخطاب والوں کا حلیف جو عنز بن وائل
میں سے تھا اور ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن غانم۔

اور بنی عامر بن لوی میں سے آٹھ شخص ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ
ابن ابی قیس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور ان کے ساتھ
ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن
۳۵۲
مالک بن حسل بن عامر اور عبد اللہ بن مخرمہ بن عبد العزیٰ بن ابی قیس بن
عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور عبد اللہ بن سہیل بن عمرو بن
عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور سلیط بن عمرو بن
عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور ان کے بھائی السکران
ابن عمرو اور ان کے ساتھ ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس
بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور مالک بن ربیعہ بن قیس بن
عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور ان کے ساتھ ان
کی بیوی عمرہ بنت السعدی بن وقدان بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن
مالک بن حسل بن عامر اور ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن
نصر بن مالک بن حسل بن عامر اور سعد بن خولہ ان کا حلیف۔

ابن ہشام نے کہا۔ سعد بن خولہ یمن والوں میں سے تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی الحرث بن فہر میں سے آٹھ شخص ابو عبیدہ بن الجراح جن کا نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن الحرث تھا اور سہیل بن بیضاء جن کا نام سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ضبہ بن الحرث تھا لیکن ان کی ماں کا نام ان کے نسب پر غالب آگیا اور وہ ماں ہی کی جانب منسوب ہوتے ہیں اور ان کی ماں کا نام دعد بنت جحدم ابن امیہ ظرب بن الحرث بن فہر تھا اور بیضاء کے نام سے پکاری جاتی تھیں اور عمرو بن ابی سرح بن ربیعۃ بن ہلال بن اہیب بن ضبۃ بن الحرث اور عیاض ابن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبۃ بن الحرث بعض کہتے ہیں کہ ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ اور عمرو بن الحرث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ ابن ہلال بن مالک بن ضبہ بن الحرث اور عمرو بن عبد غنم بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال ۴۵۴ ابن مالک ابن ضبہ بن الحرث اور سعد بن عبد قیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن الحرث اور الحرث بن عبد قیس بن لقیط بن عامر بن امیہ بن ظرب بن الحرث بن فہر۔

پس وہ مسلمان جنھوں نے ہجرت کی اور سرزمین حبشہ میں پہنچ گئے ان بچوں کے سوا جن کو وہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اور کمسن تھے اور ان بچوں کے سوا جو وہیں پیدا ہوئے سب تراسی شخص تھے۔ اگر عمار بن یاسر کو بھی انھیں میں شمار کیا جائے حالانکہ ان کے متعلق شک ہے (کہ انھوں نے بھی ہجرت کی تھی یا نہیں)۔

حبشہ کی جانب ہجرت کے متعلق جو شعر کہے گئے

سرزمین حبشہ میں جو شعر کہے گئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے سرزمین حبشہ میں امن پایا اور نجاشی کے پڑوس کو قابل ستائش دیکھا اور کسی سے خوف کیے بغیر انھوں نے اللہ کی عبادت کی اور وہ وہاں پہنچے تو نجاشی نے ان کے ساتھ پڑوس کا اچھا حق ادا کیا تو عبد اللہ بن

الحرث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم نے یہ شعر کہے۔

یَا رَاکِبًا بَلِّغَا عَنِّیْ مُغَلْغَلَۃً مَنْ کَانَ یَرْجُوْ بَلَاغَ اللّٰہِ وَالدِّیْنِ

اے مسافر میری جانب سے ان لوگوں کو پیام پہنچا دے جو خدائی احکام اور دین کے مکمل ہونے کے آرزو مند ہیں۔

کُلُّ امْرِئٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ مُضْطَہِدٍ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مَقْہُوْرٍ وَّ مَفْتُوْنِ

اللہ کے بندوں میں سے ہر اس شخص کو میرا پیام پہنچا دے جو وادی مکہ میں مجبور، مغلوب اور بلاؤں میں گرفتار ہے۔

أَنَّا وَجَدْنَا بِلَادَ اللّٰہِ وَاسِعَۃً تُنْجِیْ مِنَ الذُّلِّ وَالْمَخْزَاۃِ وَالْہُوْنِ

کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے شہروں کو وسیع پایا ہے جو اہانت، ذلت اور رسوائی سے چھڑاتے ہیں۔

فَلَا تُقِیْمُوْا عَلٰی ذُلِّ الْحَیَاۃِ وَخِزْ یٍ فِی الْمَمَاتِ وَعَیْبٍ غَیْرِ مَأْمُوْنِ

پس زندگی اور موت کی ذلت، رسوائی اور بے امنی کے عیب میں نہ پڑے رہو۔

أَنَّا تَبِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاطَّرَحُوْا قَوْلَ النَّبِیِّ وَعَالُوْا فِی الْمَوَازِیْنِ

ہم نے تو اللہ کے رسول کی پیروی اختیار کی اور انھوں نے نبی کی بات کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور حقوق کی ادائی میں خیانت کی۔

فَاجْعَلْ عَذَابَکَ فِی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ بَغَوْا وَعَائِذًا بِکَ أَنْ یَعْلُوْا فَیُطْغُوْنِیْ

(یا اللہ) جن لوگوں نے سرکشی کی ہے ان پر اپنا
عذاب نازل فرما۔ ایک پناہ کا طالب تیری پناہ مانگتا ہے
اس بات سے کہ یہ لوگ سربلند ہوں اور مجھے بھی سرکش بنا دیں۔
قریش نے اپنی بستیوں سے جن مسلمانوں کو نکال دیا ان کا بیان اور
اپنی قوم کے بعض افراد سے ناراضی ظاہر کرتے ہوئے۔ عبداللہ بن الحرث
نے یہ بھی کہا ہے:۔

أَبَتْ كَبِدِي لَا أُكْذِبَنْكَ قِتَالَهُمْ ۔۔۔ عَلَيَّ وَتَأْبَاهُ عَلَيَّ أَنَامِلِي

میں تجھ سے جھوٹ نہیں کہوں گا۔ ان سے جنگ کرنے
سے میرا دل بھی انکار کرتا ہے۔ اور میری انگلیاں بھی انکار کرتی ہیں۔

۳۵۴

وَكَيْفَ قِتَالِي مَعْشَرًا أَدَّبُوكُمُ ۔۔۔ عَلَى الْحَقِّ أَنْ لَا تَأْشَبُوهُ بِبَاطِلِ

میری جنگ ایسے لوگوں سے کیسے ہوسکتی ہے جنھوں
نے تمھیں تعلیم دی کہ حق پر رہو اور اسکو باطل سے خلط ملط نہ کرو۔

نَفَتْهُمْ عِبَادُ الْجِنِّ مِنْ حُرِّ أَرْضِهِمْ ۔۔۔ فَأَصْبَحُوا عَلَى أَمْرٍ شَدِيدِ الْبَلَابِلِ

جنوں کی پوجا کرنے والوں نے انھیں ان کی قابل عظمت
سرزمین سے بے خانماں کردیا جس کے سبب سے وہ سخت
رنج و الم میں مبتلا ہوگئے۔

فَإِنْ تَكُ كَانَتْ فِي عَدِيٍّ أَمَانَةٌ ۔۔۔ عَدِيِّ بْنِ سَعْدٍ عَنْ تُقًى أَوْ تَوَاصُلِ

بنی عدی۔۔ وہ بنی عدی جو سعد کی اولاد ہیں۔۔
اگر ان میں خوف خدا کے سبب سے یا قرابت کے میل ملاپ
کی وجہ سے کوئی دیانت رہی ہوتی۔

فَقَدْ كُنْتُ أَرْجُو أَنَّ ذَلِكَ فِيكُمُ ۔۔۔ بِحَمْدِ الَّذِي لَا يُطَّبَى بِالْجَعَائِلِ

تو مجھے امید ہوتی کہ ضرور یہ صفت تم میں بھی ہوگی۔
اور اس ذات کا شکر ادا کرتا جس سے کسی مزدوری کے معاوضے
میں استدعا نہیں کی جاسکتی۔

وَبُدِّلْتُ شِبْلًا شِبْلَ كُلِّ خَبِيثَةٍ ... بِذِي فَجَرٍ مَأْوَى الضِّعَافِ الْأَرَامِلِ

خبیث عورتوں کے بچوں کے بجائے مجھے ایسے جواں مرد
دے گئے ہیں جو سخی اور کمزور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔
اور عبداللہ بن الحرث نے یہ بھی کہا ہے۔

تِلْكَ قُرَيْشٌ تَجْحَدُ اللهَ حَقَّهُ ... كَمَا جَحَدَتْ عَادٌ وَمَدْيَنُ وَالْحِجْرُ

قریش کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق سے
انکار کرتے ہیں جس طرح عاد و مدین و حجر والوں نے انکار کیا
(اور تباہ ہوئے)۔

فَإِنْ أَنَا لَمْ أُبْرِقْ فَلَا يَسَعَنَّنِي ... مِنَ الْأَرْضِ بَرٌّ ذُو فَضَاءٍ وَلَا بَحْرُ

پس اگر میں (انجاموں کی سزاؤں سے) نہ ڈروں تو
مجھے نہ زمین کے فضا والے میدانوں میں (رہنے کے لیے)
جگہ ملے گی اور نہ سمندر میں۔

بِأَرْضٍ بِهَا عَبْدُ الْإِلَٰهِ مُحَمَّدٌ ... أُبَيِّنُ مَا فِي النَّفْسِ إِذَا بَلَغَ النَّقْرُ

اس سرزمین جس میں خدا کا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم) موجود ہے۔ جب بحث کا موقع آگیا ہے تو جو کچھ میرے
دل میں ہے وہ صاف صاف بیان کر دیتا ہوں۔
عبداللہ بن الحرث پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ ان کے اس شعر کی وجہ
سے (جس میں ابرق کا لفظ انھوں نے استعمال کیا ہے) ان کا نام مبرق مشہور ہوگیا۔

امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح جو عثمان بن مظعون کا چچیرا بھائی تھا اور ان کے اسلام کی وجہہ سے انھیں تکلیف دیا کرتا تھا اور اس زمانے میں وہ اپنی قوم میں اعلیٰ رتبے والا تھا۔ اس پر غصے ہوتے ہوئے عثمان بن مظعون نے کہا ہے۔

أَتَیْمَ بْنَ عَمْرٍ لِلَّذِي جَاءَ بِغِضَةٍ وَمِنْ دُونِهِ الشَّرْمَانِ وَالْبَرْكُ أَكْتَعُ

اے بنی تیم بن عمرو! اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو
دشمنی رکھتا ہے حالانکہ اس کے (اور میرے) درمیان کھاری
پانی اور میٹھے پانی کے سمندر اور میٹھے ہوئے تمام اوٹ ہیں۔
(یعنی اس کے اور میرے درمیاں اتنی مسافت ہے کہ اس کے طے کرنے کے لیے اونٹوں پر خشکی کا سفر کرنا اور میٹھے پانی کے دریاؤں کو کشتی سے پار کرنا اور کھاری پانی کے سمندر کو جہازوں سے طے کرنا ہے) یا اس کے اور میرے درمیان شرمان اور برک (نامی دونوں مقام) ہیں۔

أَأَخْرَجْتَنِي مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ آمِنًا وَأَسْكَنْتَنِي فِي صَرْحٍ بَيْضَاءَ تُقْذَعُ

کیا تو نے امن حاصل کرنے کے لیے وادی مکہ سے
مجھے نکال باہر کیا اور بڑی بڑی سفید قابل نفرت عمارتوں میں
رہنے پر مجھے تو نے مجبور کیا۔

تَرِيشُ نِبَالًا لَا يُوَاتِيكَ رَيْشُهَا وَتَبْرِي نِبَالًا رِيشُهَا لَكَ أَجْمَعُ

تو ایسے تیروں کو درست کرتا ہے جن کا درست کرنا
تیرے لیے موافق نہیں اور تو ان تیروں کو کاٹ ڈالتا ہے
جن کی درستی تیرے لیے سراسر نفع بخش ہے۔

وَحَارَبْتَ أَقْوَامًا كِرَامًا أَعِزَّةً وَأَهْلَكْتَ أَقْوَامًا بِهِمْ كُنْتَ تَفْزَعُ

تو نے شریف اور عزت دار لوگوں سے جنگ چھیڑ
رکھی ہے اور ان لوگوں کو تو نے برباد کر دیا جن کی تو پناہ لیا
کرتا تھا۔

۳۵۶ سَتَعْلَمُ إِنْ نَابَتْكَ يَوْمًا مُلِمَّةٌ وَأَسْلَمَكَ الْأَوْبَاشُ مَا كُنْتَ تَصْنَعُ

جب تجھ پر کبھی کوئی آفت آجائے گی اور کمزور اعیار
تیری امداد سے دست کش ہو جائیں گے تو اس وقت تجھ کو
معلوم ہوگا کہ تو کیا کرتا تھا۔
(یعنی تیرے لیے یہ کام اچھے تھے یا برے)

تیم بن عمرو جس کو عثمان نے مخاطب کیا ہے وہ جمح ہے۔ اسی کا
نام تیم تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قریش نے دیکھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے صحابی سرزمین حبشہ میں مطمئن اور بے خوف ہو گئے اور انھوں نے
وہاں گھر بھی پالیا اور چین بھی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان لوگوں
کے متعلق خود اپنے میں سے قریش کے دو مستقل مزاج شخصوں کو نجاشی کے
پاس (اس لیے) روانہ کریں کہ وہ انھیں ان کے حوالے کر دے ان کے دینی معاملوں
میں یہ انھیں مصیبتوں میں مبتلا کریں اور انھیں ان کے گھروں سے نکال باہر کریں
جن میں انھیں اطمینان اور امن حاصل ہو گیا تھا۔ اس لیے انھوں نے عبداللہ
ابن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص بن وائل کو بھیجا نجاشی اور اس کے وزیروں کے
واسطے ان دونوں کے ساتھ روانہ کرنے کے لیے بہت سے ہدیے جمع کیے
اور ان لوگوں کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے ان دونوں کو اس کے پاس روانہ
کیا۔ ابو طالب نے جب ان کی اس رائے اور ان ہدیوں کے متعلق غور کیا جو ان
دونوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے تو نجاشی کو پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک
کرنے اور ان کی حفاظت پر آمادہ کرنے کے لیے یہ اشعار کہے:۔

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ فِي النَّأْيِ جَعْفَرٌ وَعَمْرٌو وَأَعْدَاءُ الْعَدُوِّ الْأَقَارِبُ

اے کاش مجھے کوئی خبر ملتی کہ جعفر اور عمرو اور دشمنوں
کے دشمن۔
یعنی قریب کے لوگ۔ دور پڑے ہوئے کس حالت میں ہیں۔

فَهَلْ نَالَ أَفْعَالُ النَّجَاشِيِّ جَعْفَراً وَأَصْحَابَهُ أَوْعَاقَ ذَلِكَ شَاغِبُ

کیا نجاشی کے حسن سلوک نے جعفر اور ان کے ساتھیوں
کو اپنا مطلوب سمجھ کر حاصل کر لیا یا کسی شر انگیز نے اس میں کوئی
رکاوٹ ڈال دی۔

تَعَلَّمْ أَبَيْتَ اللَّعْنَ أَنَّكَ مَاجِدٌ كَرِيمٌ فَلَا يَشْقَى لَدَيْكَ الْمُجَانِبُ

اللہ تعالیٰ آپ کو (برے کاموں اور اس کے سبب
سے) بدنامی سے بچائے۔ یہ بات یاد رہے کہ آپ کی ہستی
عظمت اور شرافت والی ہستی ہے، آپ کے پاس آپ کے
سایہ میں پناہ لینے والے کو محرومی نہ نصیب ہونا چاہئے۔

۳۵۷

تَعَلَّمْ بِأَنَّ اللهَ زَادَكَ بَسْطَةً وَأَسْبَابَ خَيْرٍ كُلُّهَا بِكَ لَازِبُ

آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو بڑی فضیلت دی ہے اور بھلائی کے تمام ذریعے
آپ کو حاصل ہیں۔

وَأَنَّكَ فَيْضٌ ذُو سِجَالٍ غَزِيرَةٍ يَنَالُ الْأَعَادِي نَفْعُهَا وَالْأَقَارِبُ

اور یہ بھی (آپ کو معلوم ہونا چاہئے) کہ آپ کی ذات
لبریز ڈولوں والا (سخاوت کا) ایک دریا ہے جس سے
دشمن اور دوست دونوں فیض پاتے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن مسلم زہری نے ابو بکر بن عبدالرحمن

ابن الحرب بن ہشام المخزومی سے روایت بیان کی اور انھوں نے محل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ بنت ابی امیۃ بن المغیرہ سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہم سرزمین حبشہ میں اترے تو وہاں ہمیں نجاشی کا بہترین پڑوس مل گیا اور ہمیں ہمارے دین میں امن نصیب ہوا اور ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے نہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچاتا تھا اور نہ ہم کوئی بری بات سنتے تھے۔ اور جب اس حالت کی اطلاع قریش کو ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورے کیے کہ ہمارے بارے میں نجاشی کے پاس اپنے دو مستقل مزاج آدمیوں کو روانہ کریں اور نجاشی کے پاس مکہ کے سامان میں سے نایاب سمجھی جانے والی چیزیں بطور ہدیہ کے روانہ کریں مکہ سے حبشہ کو جانے والی چیزوں میں سے بہترین دباغت کیے ہوئے چمڑے تھے۔ انھوں نے اس کے لیے بہت سے چمڑے اکھٹے کیے اور انھوں نے اس کے وزیروں میں سے کسی وزیر کو نہیں چھوڑا جس کے لیے ہدیہ نہ بھیجا ہو انھوں نے اس کو عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو ابن العاص کے ساتھ روانہ کیا اور ان دونوں کو احکام دئے اور ان سے کہدیا کہ نجاشی سے ان کے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے ہر ایک وزیر کو اس کا ہدیہ پہنچا دو اور اس کے بعد نجاشی کے پاس اس کے ہدیے پیش کرو۔ اور اس کے بعد اس سے استدعا کرو کہ ان لوگوں سے گفتگو کرنے سے پہلے ان کو تمھارے حوالے کر دے۔ لہذا وہ دونوں چلے اور نجاشی کے پاس پہنچے جب کہ ہم اس کے پاس بہترین جگہ اور بہترین ہمسایہ میں تھے۔ نجاشی سے گفتگو کرنے سے پہلے انھوں نے اس کے وزیروں میں سے ہر ایک وزیر کے پاس اس کا ہدیہ پہنچایا اور ان میں سے ہر ایک وزیر سے کہا کہ ہم میں کے چند کم عمر بے وقوف چھوکروں نے اپنی قوم کا دین بھی اختیار نہیں کیا ہے بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جس سے نہ ہم واقف ہیں نہ تم۔ انھوں نے (تمہارے) بادشاہ کے ملک میں پناہ لی ہے۔ ان کے متعلق ہم نے بادشاہ کے پاس اپنی قوم کے معززین بھیجے ہیں تاکہ وہ انھیں ان کے حوالے کر دے۔ اس لیے جب ہم بادشاہ سے ان کے متعلق گفتگو کریں تو تم بادشاہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ انھیں ہمارے حوالے

۲۵۸

کر دے اور ان سے گفتگو نہ کرے۔ کیونکہ شرافت کے لحاظ سے ان کی قوم ان پر برتری رکھتی ہے اور جو الزام انھوں نے ان پر لگایا ہے اس سے وہ خوب واقف ہیں۔ آخر انھوں نے ان سے کہا۔ بہت اچھا پھر ان دونوں نے اپنے ہدیے نجاشی کے پاس پیش کیے اور اس نے ان سے وہ ہدیے قبول کر لیے۔ پھر انھوں نے اس سے گفتگو کی اور اس سے کہا۔ اے بادشاہ! ہم میں کے چند کم سن بے وقوف چھوکروں نے اپنی قوم کے دین سے علیحدگی اختیار کی ہے اور وہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔ اور ہم نے آپ کے پاس ان کے متعلق ان کی قوم کے معززین کو بھیجا ہے جن میں ان کے باپ۔ چچا اور ان کے لوگ ہیں تاکہ آپ انھیں ان کے پاس واپس روانہ کر دیں۔ کیوں کہ وہ شرافت کے لحاظ سے ان پر برتری رکھتے ہیں اور جو الزام انھوں نے ان پر لگایا ہے اور جس چیز کے متعلق وہ ان سے خفا ہیں اس کو وہ خوب جانتے ہیں۔ ام سلمہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس بات سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہ تھی کہ نجاشی مسلمانوں کی گفتگو سنے۔ ام سلمہ نے فرمایا کہ اس کے بعد اس کے ان وزیروں نے جو اس کے گرد موجود تھے کہا کہ اے بادشاہ! ان دونوں نے سچ کہا کہ ان کی قوم شرافت کے لحاظ سے ان پر برتری رکھتی ہے اور جو الزام انھوں نے ان پر لگایا ہے اس سے وہ خوب واقف ہیں لہٰذا انھیں ان دونوں کے سپرد کر دیجئے کہ وہ انھیں ان کے وطن اور ان کی قوم کے پاس واپس پہنچا دیں۔ محترمہ نے فرمایا کہ اس بات پر نجاشی غصے ہوا اور کہا نہیں! خدا کی قسم!! (جب ایسی حالت ہے) تو میں انھیں ہرگز ان دونوں کے سپرد نہیں کروں گا اور نہ ایسا ارادہ ان لوگوں کے متعلق کیا جا سکتا ہے جنھوں نے میرا پڑوس اختیار کیا ہے اور میری سرزمین میں بطور مہمان کے آئے ہیں اور (چونکہ) میرے سوا دوسروں کو چھوڑ کر انھوں نے مجھے (ہی) منتخب کیا ہے اس لیے میں

انھیں بلاؤں گا اور ان دونوں نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کی نسبت ان سے دریافت کروں گا۔ پھر اگر ان کی حالت ویسی ہی ہو جیسا کہ یہ دونوں کہہ رہے ہیں تو میں انھیں ان کے حوالے کروں گا اور انھیں ان کی قوم کی طرف واپس کر دوں گا اور اگر ان کی حالت اس کے خلاف ہو تو میں ان لوگوں سے ان کی حفاظت کروں گا جب تک کہ وہ میرے پڑوس میں رہیں۔ میں ان کے پڑوس کا حق اچھی طرح ادا کروں گا۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ اس کے بعد اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ جب ان لوگوں کے پاس کا بھیجا ہوا آدمی پہنچا یہ سب ایک جگہ جمع ہوئے اور ان میں کے بعضوں نے بعضوں سے کہا کہ جب تم اس کے پاس پہنچو گے تو آخر اس سے کیا کہو گے۔ انھوں نے کہا۔ واللہ ہم وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہمیں تعلیم دی ہے اور جن باتوں کا آپ نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔ اس میں جا ہے جو ہونا ہو ہو جائے۔ پھر جب یہ وہاں پہنچے دیکھا کہ نجاشی نے اپنے علماء کو بھی بلا لیا ہے اور اس کے گرد انھوں نے اپنے صحیفے کھلے رکھے ہیں۔ اس نے ان سے سوالات شروع کیے۔ اس نے کہا اس دین کی حقیقت کیا ہے جس میں داخل ہو کر تم نے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور تم نہ تو میرے دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ان موجودہ دینوں میں سے کسی دین میں شامل ہو۔ محترمہ نے فرمایا کہ اب جس نے اس سے گفتگو شروع کی وہ جعفر بن ابی طالب تھے انھوں نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ! ہماری قوم کی یہ حالت تھی کہ ہم سب جاہل تھے، بتوں کی پوجا کرتے۔ مردار کھاتے۔ برے کاموں کے مرتکب ہوتے۔ رشتے ناتے توڑ دیتے۔ پڑوس سے برا سلوک کرتے اور ہم میں کا قوی کم زور کو کھا جاتا تھا۔ یہ ہماری حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جانب ہمیں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت اور پاکدامنی کو ہم سب جانتے ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی جانب (یہ) دعوت دی کہ ہم اسے

۲۵۹

یکتا مانیں اور اس کی عبادت کریں ہم اور ہمارے بزرگوں نے اس کو چھوڑ کر پتھروں اور بتوں کی جو پوجا اختیار کر رکھی تھی اس کو چھوڑ دیں۔ اس رسول نے ہمیں سچی بات، امانت کی ادائی، رشتہ داروں سے تعلقات کے قائم رکھنے، پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے، حرام باتوں اور قتل و خونریزی سے باز رہنے کا حکم فرمایا اور ہمیں بری باتوں، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزوں کا حکم دیا۔ محترمہ نے فرمایا غرض انھوں نے اس کے سامنے تمام اسلام کے احکام بیان کر دیے اور کہا پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے۔ وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لایا ہم نے اس کی پیروی کی۔ پس ہم نے خدائے یکتا کی عبادت کی۔ کسی کو اس کا شریک نہیں بنایا اور ان تمام چیزوں کو حرام جانا جو ہم پر حرام کی گئیں اور ان چیزوں کو حلال جانا جو ہم پر حلال کی گئیں تو ہماری قوم نے ہم پر ظلم و زیادتی کی اور انھوں نے ہمیں تکلیفیں پہنچائیں اور ہمیں دین کے متعلق مصیبتوں میں مبتلا کیا تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے پھیر کر بتوں کی پوجا کی جانب لوٹائیں اور تاکہ ہم ان تمام بری چیزوں کو حلال سمجھیں جن کو ہم حلال سمجھا کرتے تھے۔ جب ان لوگوں نے ہم کو مجبور کیا اور ظلم ڈھائے اور ہمارے لیے زندگی کا میدان تنگ کر دیا اور ہمارے دین کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے لگے تو ہم آپ کے ملکوں کی جانب نکل آئے اور ہم نے آپ کو آپ کے سوا دوسرے لوگوں پر ترجیح دی اور آپ کی ہمسائیگی کی جانب ہمیں رغبت ہوئی اور اے بادشاہ! ہمیں امید ہوئی کہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ ہوگا۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا۔ تو ان سے نجاشی نے کہا کہ کیا اس کلام میں سے کچھ تمہارے ساتھ ہے جس کو وہ اللہ کے پاس سے لایا ہے۔ محترمہ نے فرمایا کہ جعفر نے اس سے کہا ہاں! نجاشی نے ان سے کہا وہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ محترمہ نے فرمایا کہ انھوں نے اس کو کٓھٰیٰعٓصٓ کا ابتدائی حصہ پڑھ کر

سنایا۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ واللہ پھر تو نجاشی رو پڑا یہاں تک کہ اس کی ڈاڑھی تر بتر ہو گئی اور جب اس کے علماء نے ان کے آگے پڑھا ہوا کلام سنا تو وہ بھی (ایسا) روئے کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے پھر نجاشی نے کہا۔ بے شک یہ چیز اور وہ چیز جو عیسیٰ لائے تھے ایک ہی طاق سے نکلی ہوئی روشنی ہے۔ ۳۶۰
تم دونوں چلے جاؤ۔ نہیں واللہ انھیں تمھارے حوالے نہیں کروں گا اور نہ ان کے متعلق ایسا ارادہ کیا جائے گا۔ محترمہ نے فرمایا کہ جب وہ دونوں اس کے پاس سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ واللہ! کل میں اس کے پاس ان لوگوں کے متعلق ایسی چیز پیش کروں گا کہ اس کے ذریعے ان لوگوں کی جماعت کو جڑ سے اکھیڑ ڈالوں گا۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی ربیعہ نے جو ہمارے متعلق ان دونوں میں زیادہ خوف خدا رکھنے والا تھا کہا ایسا نہ کرنا کیونکہ ان لوگوں سے ہمارا رشتہ ہے اگرچہ انھوں نے ہماری مخالفت کی ہے۔ اس نے کہا واللہ میں اسے اس بات کی خبر دونگا کہ ان لوگوں کا عقیدہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ایک بندے تھے۔ محترمہ نے فرمایا کہ دوسرے روز سویرے وہ دونوں اس کے پاس پہنچے اور اس سے کہا اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں ایک بڑی بات کہتے ہیں۔ آپ انھیں بلوا بھیجئے اور ان سے دریافت کیجئے کہ وہ ان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ اس نے ان کو بلوا بھیجا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان سے دریافت کرے۔ محترمہ نے فرمایا کہ ایسی آفت ہم پر کبھی نہیں آئی تھی۔ سب کے سب جمع ہوئے اور بعضوں نے بعضوں سے کہا کہ آخر عیسیٰ بن مریم کے متعلق جب وہ تم سے سوال کرے گا تو تم ان کے متعلق کیا کہو گے۔ انھوں نے کہا واللہ ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے کہا ہے اور جو ہمارے نبی ہمارے پاس لائے ہیں۔ اس میں چاہے جو بھی ہو۔ فرمایا کہ جب یہ لوگ اس کے پاس گئے۔ اس نے ان سے کہا عیسیٰ بن مریم کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو۔ فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب نے کہا۔ ہم ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس لائے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے

اور اس کے رسول اور اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے کنواری
مریم کی جانب ڈال دیا ۔ فرمایا کہ پھر تو نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور
زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا واللہ ! جو کچھ تم نے کہا اس سے اس
تنکے کے برابر بھی عیسیٰ بن مریم زیادہ نہیں ۔ فرمایا ۔ جب نجاشی نے ایسے
اہم الفاظ کہہ دئیے تو جو علماء اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے وہ ناک سے
آوازیں نکالنے لگے (یعنی ناراضی ظاہر کی) تو نجاشی نے کہا خواہ تم ناک سے
آوازیں نکالو (ناخوشی کا اظہار کرو) یا کچھ اور واللہ ! تم چلے جاؤ ۔ فانتم
ستیوم بارضی ۔ تم میری سرزمین میں (" ستیوم لاہو" ستیوم کے
معنی آمنوں کے ہیں) بے خوف ہو جو تم کو برا بھلا کہے اس سے
بدلہ لیا جائے گا ۔ پھر اس نے کہا جو تم کو برا بھلا کہے اس سے بدلہ لیا جائیگا
پھر اس نے کہا جو تم کو برا بھلا کہے اس سے بدلہ لیا جائیگا ۔ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ دَبْرًا مِنْ
ذَھَبٍ ۔ مجھے اس کی خواہش نہیں کہ مجھے ایک سونے کا پہاڑ مل جائے ۔

ابن ہشام نے کہا ۔ بعضوں نے دَبْرًا مِّنْ ذَھَبٍ کہا اور بعضوں
نے "فَاَنْتُمْ سُیُوْمٌ وَاَنِّیْ آذَیْتُ رَجُلًا مِّنْکُمْ" کے الفاظ روایت کیے ۳۶۱
ہیں ۔ تم بے خوف ہو میں نے تم میں کے بعضوں کو تکلیف دی ۔ دبر کے
معنی زبانِ حبشہ میں جبل یعنی پہاڑ کے ہیں ۔ ان دونوں کے ہدیے انھیں
واپس کردو مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ۔ خدا کی قسم ! جب اللہ نے
میری حکومت مجھے واپس دی تو مجھ سے اس نے کوئی رشوت نہیں لی
کہ میں اس کے متعلق کوئی رشوت لوں اور اس نے لوگوں کو (بے عقلی کے
ساتھ) میرا مطیع نہیں بنایا کہ میں اللہ کے متعلق (بے سمجھے بوجھے) ان
لوگوں کی اطاعت کروں ۔ ام المومنین نے فرمایا کہ پھر تو وہ دونوں اس
کے پاس سے ملول یا ناراض ہو کر نکلے اور انھوں نے جو پیش کیا تھا وہ انھیں
واپس کر دیا گیا اور ہم اس کے پاس بہتر بن پڑوس میں رہنے لگے ۔ فرمایا
کہ واللہ ہم اسی حالت میں تھے کہ ایکا ایکی ایک حبشی نجاشی کی مخالفت پر اتر آیا
اور اس کی حکومت سے کشمکش کرنے لگا ۔ فرمایا واللہ میں نے اپنے

لوگوں کو اس وقت سے زیادہ رنجیدہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس ڈر سے
کہ کہیں اس شخص نے نجاشی پر غلبہ پا لیا تو ایسا شخص آئے گا جو ہمارے
وہ حقوق نہ سمجھے گا جو نجاشی سمجھتا تھا۔ فرمایا کہ پھر نجاشی اس کے مقابلے
کے لیے چلا اور ان دونوں کے درمیان دریائے نیل کا عرض تھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے کہا کون ایسا ہے
جو باہر نکلے اور ان لوگوں کے واقعات کا مشاہدہ کر کے ہمیں آ کر خبر دے
فرمایا کہ زبیر بن العوام نے کہا کہ میں (اس کام کو انجام دیتا ہوں)۔ ان
لوگوں نے کہا تم (یہ کام کرو گے)۔ اور وہ سب سے زیادہ کمسن تھے
فرمایا کہ سب نے ان کے لیے ایک مشک میں ہوا بھر دی۔ انھوں نے اس
کو اپنے سینے کے نیچے رکھا اور اس پر تیرتے چلے یہاں تک کہ نیل کے اس
کنارے پر پہنچے جہاں ان لوگوں کے ملنے کی جگہ تھی۔ پھر وہ ان کے پاس
پہنچے۔ فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے کہ نجاشی اپنے
دشمن پر غلبہ پائے اور اپنے ممالک میں اس کو پوری قدرت حاصل رہے
فرمایا واللہ ہم اسی حالت میں ہونے والی بات کے منتظر تھے کہ ایکا ایکی
زبیر نکلے اور وہ دوڑے چلے آ رہے تھے اور اپنی چادر سے اشارہ کر رہے
تھے کہ خوش ہو جاؤ کہ نجاشی نے فتح پائی اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو برباد
کر دیا اور اس کو اس کے ملکوں میں اقتدار حاصل ہو گیا۔ فرمایا واللہ!
میں نے ایسے لوگوں کی اس وقت کی سی خوشی کبھی نہیں دیکھی۔ فرمایا اس
کے بعد نجاشی ایسی حالت میں واپس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو
برباد کر ڈالا تھا اور اس کو اس کے ملکوں میں پورا اقتدار حاصل ہو گیا اور
حکومت حبشہ اس کے لیے مستحکم ہو گئی اور ہم اس کے پاس بڑی عزت
سے رہے۔ یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
جبکہ آپ مکہ میں تھے۔

۳۶۳ ابن اسحٰق کہتے ہیں۔ زہری نے کہا کہ میں نے عروۃ بن زبیر سے
ابوبکر بن عبدالرحمٰن کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی ام سلمہ کی

روایت سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ کیا تمھیں خبر ہے کہ نجاشی کے قول "جب اللہ نے میری حکومت مجھے واپس دی تو مجھ سے اس نے کوئی رشوت نہیں لی کہ میں اس کے متعلق کوئی رشوت لوں اور اس نے لوگوں کو" "(بے عقلی کے ساتھ) میرا مطیع" نہیں بنایا کہ میں اللہ کے متعلق" "(بے سمجھے بوجھے) ان لوگوں کی اطاعت کروں" کے کیا معنی ہیں۔ زہری نے کہا میں نے کہا۔ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ام المومنین عائشہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نجاشی کا باپ اپنی قوم کا بادشاہ تھا اور اس کو نجاشی کے سوا کوئی اولاد نہ تھی اور نجاشی کا ایک چچا تھا جس کے صلبی بارہ بیٹے تھے اور حبشیوں کی حکومت والے خاندان سے تھے تو حبشہ والوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم نجاشی کے باپ کو مار ڈالیں اور اس کے بھائی کو حکومت کا مالک بنائیں (تو بہتر ہوگا) کیونکہ اس کو بجز اس لڑکے کے اور کوئی اولاد نہیں اور اس کے بھائی کو اس کے صلبی بارہ لڑکے ہیں یہ اس کے بعد اس کی حکومت کے وارث ہوں گے تو حبشہ اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک رہے گا آخر انھوں نے نجاشی کے باپ پر دست درازی کی اور اسے قتل کر ڈالا اور حکومت اس کے بھائی کے حوالے کی۔ چند روز اس حالت میں گذرے اور نجاشی نے اپنے چچا کے ساتھ نشو و نما پائی اور وہ لوگوں میں بڑا ہوشیار اور بڑا عقلمند تھا اس نے اپنے چچا کے حالات پر غلبہ حاصل کر لیا اور ہر جگہ اپنے چچا کے ساتھ رہنے لگا اور حبشہ والوں نے اس کے اقتدار کو دیکھا تو آپس میں کہا واللہ! اس لڑکے نے تو اپنے چچا کے حالات پر قابو پا لیا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ اسے ہم پر حاکم نہ بنا دے اور اگر اس نے اس کو ہم پر حاکم بنا دیا تو وہ ہم سب کو قتل کر ڈالے گا اسے معلوم ہے کہ ہم نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے لہذا وہ سب مل کر اس کے چچا کے پاس گئے اور کہا یا تو اس چھوکرے کو قتل کر دو یا ہمارے درمیان سے نکال دو کیونکہ ہمیں اپنی جانوں کے بارے میں ڈر لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا کم بختو!

کل تم نے اس کے باپ کو قتل کیا اور آج میں اس کو قتل کر دوں۔ (اس کو قتل تو نہیں کر سکتا) بلکہ اس کو تمھارے ملکوں سے نکال دیتا ہوں۔ جناب عائشہ نے فرمایا کہ وہ اس کو لیکر بازار گئے اور تاجروں میں سے ایک تاجر کے ہاتھ چھے سو درہم میں بیچ ڈالا۔ وہ اس کو کشتی میں لے چلا یہاں تک کہ جب اس دن کی شام ہوئی تو خریف کے ابر میں سے ایک ابر کے ٹکڑے میں جوش پیدا ہوا اور اس کا چچا بارش کی طلب کے لیے اس کے نیچے گیا تو اس پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔ ام المومنین نے فرمایا کہ پھر تو حبشہ والے اس کے لڑکوں کے لیے بے چین ہوئے تو معلوم ہوا کہ اس کے سب لڑکے احمق تھے۔ اس کی اولاد میں کوئی بھی بھلا چنگا صحیح دماغ والا نہ تھا آخر حکومت حبشہ میں فساد ہو گیا اور جب وہ اس حالت سے تنگ ہو گئے تو ان میں کے بعضوں نے بعضوں سے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ واللہ تمھارا بادشاہ جس کے بغیر تمھارے معاملوں کی درستی نہیں ہو سکتی وہی ہے جس کو تم نے سویرے بیچ ڈالا۔ اگر حبشہ کی حکومت کے لیے تمھیں کسی کی ضرورت ہے تو اس کو ڈھونڈ نکالو۔ فرمایا کہ پھر وہ اس کی تلاش میں نکلے اور اس شخص کی تلاش کی گئی جس کے ہاتھ انھوں نے اس کو بیچا تھا یہاں تک کہ اسے ڈھونڈ نکالا اور اس سے لے لیا اور اس کو لا کر اس کے سر پر تاج رکھا اور تخت شاہی پر بٹھایا اور حکومت کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی۔ پھر ان کے پاس وہ تاجر آیا جس کے ہاتھ انھوں نے اس کو بیچا تھا۔ اس نے کہا یا تو میری رقم مجھے دیدو یا خود اسی سے اس معاملہ میں گفتگو کرنے دو۔ انھوں نے کہا کہ ہم تجھے کچھ رقم وغیرہ نہیں دیتے۔ اس نے کہا تب تو واللہ! میں خود اسی سے گفتگو کروں گا انھوں نے کہا جاؤ اسے پکڑو۔ فرمایا کہ وہ اس کے پاس آ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر کہا اے بادشاہ میں نے فلاں کو فلاں لوگوں سے بازار میں چھ سو درہم میں خریدا اور انھوں نے غلام کو میرے قبضے میں

۲۲۳

دیا۔ اور مجھ سے میرے درہم لیے۔ آخر جب میں نے اپنے غلام کو لے کر چلا، تو انھوں نے پھر مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے میرے غلام کو لے لیا اور میرے درہم انھوں نے روک رکھے (واپس نہیں کیے) فرمایا آخر نجاشی نے اس سے کہا کہ اس کے درہم انھیں دیدینا چاہئیں ورنہ اس کا غلام اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدے گا اور وہ جہاں چاہے گا اس کو لے جائے گا۔ انھوں نے کہا نہیں ہم اس تاجر کے درہم اس کو دیں گے۔ فرمایا۔ اس لیے نجاشی کہتا ہے کہ جب اللہ نے میری حکومت مجھے واپس دی تو مجھ سے اس نے کوئی رشوت نہیں لی کہ میں اس کے متعلق کوئی رشوت لوں اور اس نے لوگوں کو (بے عقلی کے ساتھ) میرا مطیع نہیں بنایا کہ میں اللہ کے متعلق (بے سمجھے بوجھے) ان لوگوں کی اطاعت کروں۔ فرمایا کہ یہی اس کی پہلی بات تھی جس نے اس کی اپنے دین میں سختی اور اپنے احکام میں عدل و انصاف کی خبر دی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن رومان نے عروۃ بن الزبیر سے اور انھوں نے عائشہ سے روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا جب نجاشی کا انتقال ہوا تو بیان کیا جاتا تھا کہ اس کی قبر پر نور نظر آیا کرتا تھا۔

حبشہ والوں کی نجاشی سے بغاوت

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت بیان کی۔ انھوں نے فرمایا کہ حبشہ کے لوگ جمع ہوئے اور نجاشی سے کہا کہ تو نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے (اس لیے ہم تیری اطاعت نہیں کریں گے چنانچہ) انھوں نے اس سے بغاوت کی۔ فرمایا کہ اس نے جعفر اور ان کے ساتھیوں کو بلوا بھیجا اور ان کے لیے کشتیاں تیار کر دیں اور کہا کہ آپ سب ان میں سوار ہو جائیں اور اسی حالت میں ٹھیرے رہیں۔ اگر میں نے شکست کھائی تو آپ جہاں جی چاہے چلے جائیں اور

۳۶۲

وہاں پہنچ جائیں جہاں آپ چاہیں اور اگر میں نے فتح پائی تو آپ سب یہیں رہیں۔ پھر اس نے ایک کاغذ منگوایا اور اس میں لکھا کہ وہ گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ عیسیٰ بن مریم اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی جانب ڈالا ہے۔ پھر اس نے اسے سیدھے بازو (کی طرف) قبا کے اندر رکھ لیا اور حبشہ کی جانب چلا اور وہ اس کے لیے صف بستہ ہو گئے۔ نجاشی نے کہا۔ اے گروہ حبشہ! کیا میں تم سب میں زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں۔ نجاشی نے کہا۔ پھر تم نے میری سیرت کیسی پائی۔ انھوں نے کہا بہترین۔ نجاشی نے کہا پھر تمھیں ہوا کیا ہے۔ انھوں نے کہا تو نے ہمارے دین سے علحدگی اختیار کی ہے اور تو نے اس بات کا ادعا کیا کہ عیسیٰ ایک بندہ ہے۔ نجاشی نے کہا۔ اچھا تم عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ تو نجاشی نے (اشارے سے) کہا اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر قبا کے اوپر رکھا یعنی وہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ عیسیٰ بن مریم اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نجاشی کی مراد تو وہی تھی جو اس نے لکھا تھا (اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس نے ہمارے عقیدے کو تسلیم کر لیا) لہذا وہ راضی ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی اور جب نجاشی کا انتقال ہوا تو آپ نے اس پر (غائبانہ) نماز پڑھی اور اس کی بخشش کی دعا فرمائی۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام اختیار کرنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق

جس بات کے لیے وہ گئے تھے وہ نہیں ہوئی اور نجاشی نے انھیں اس
طرح واپس کیا جسے وہ پسند نہ کرتے تھے اور عمر بن الخطاب نے بھی اسلام
اختیار کرلیا جو ایسے شخص تھے کہ کوئی کچھ مانتے نہ تھے اور ان کی پیٹھ
پیچھے بھی کوئی ان کا قصد نہ کرسکتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے صحابی ان کی وجہ سے اور حمزہ کی وجہ سے محفوظ ہوگئے یہاں تک
کہ قریش پر انھیں غلبہ ہونے لگا۔ عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ ہم
لوگ کعبۃ اللہ کے پاس نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اسلام
اختیار کیا اور جب عمر نے اسلام اختیار کیا تو قریش سے جنگ کی آخر انھوں ۳۶۵
نے کعبۃ اللہ کے پاس نماز پڑھی اور ان کے ساتھ ہم نے بھی نماز پڑھی اور عمر
کے اسلام اختیار کرنے (کا واقعہ) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حبشہ چلے جانے کے بعد کا ہے۔

ابن ہشام نے ہم سے بیان کیا انھوں نے کہا مجھ سے مسعر بن
کدام نے سعد بن ابراہیم سے روایت بیان کی انھوں نے کہا عبداللہ بن
مسعود نے بیان کیا کہ عمر کا اسلام ایک طرح کی فتح تھی اور ان کی ہجرت ایک
قسم کی امداد تھی اور ان کا امیر ہونا ایک بڑی رحمت تھا۔ ہم کعبۃ اللہ کے
پاس نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اسلام اختیار کیا اور جب
انھوں نے اسلام اختیار کیا تو قریش سے جنگ کی اور کعبۃ اللہ کے پاس نماز
پڑھی اور ان کے ساتھ ہم نے بھی نماز پڑھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن الحارث بن عبداللہ بن
عیاش بن ربیعہ نے۔ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی
اور انھوں نے اپنی والدہ ام عبداللہ بنت ابی حثمہ سے روایت کی۔ انھوں
نے کہا کہ واللہ! ہم سرزمین حبشہ کی جانب سفر کرنے کو تھے اور عامر ہماری
بعض ضرورتوں کے فراہم کرنے کے لئے گئے تھے کہ ایکا ایکی عمر بن الخطاب
آگئے اور میرے پاس کھڑے ہوگئے وہ حالت شرک ہی میں تھے۔ ام عبداللہ
نے کہا کہ ان کی طرف سے ہم پر ابتلائیں اور سختیاں آجاتیں اور ہم مصیبتوں

میں مبتلا ہوا کرتے تھے۔ ام عبد اللہ نے کہا کہ عمر نے کہا اے ام عبد اللہ! تو اب کوچ ہے۔ ام عبد اللہ نے کہا۔ میں نے کہا ہاں۔ تم نے ہمیں تکلیفیں دیں اور ہمیں مجبور کر دیا واللہ اب ہم اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے تا کہ اللہ ہمیں ان آفتوں سے بچا لے۔ ام عبد اللہ نے کہا کہ عمر نے کہا کہ اللہ تمھارا ساتھ دے اور میں نے ان میں ایک طرح کی رقت دیکھی جو میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی پھر وہ لوٹ گئے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے نکلنے سے ان پر کچھ غم کا اثر ہوا۔ کہا کہ پھر عامر اپنا وہ ضروری سامان لیکر آ گئے تو میں نے کہا اے ابو عبد اللہ! کاش تم عمر کو دیکھتے اور (ان کے) اس وقت کے رنج کو دیکھتے جو انھیں ہمارے متعلق تھا۔ انھوں نے کہا کیا تم ان کے اسلام اختیار کرنے کی امید کر رہی ہو۔ ام عبد اللہ نے کہا کہ میں نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا کہ جب تک خطاب کا گدھا اسلام اختیار نہ کرے جس کو تم نے دیکھا ہے وہ اسلام اختیار نہیں کرے گا۔ ام عبد اللہ نے کہا کہ یہ بات انھوں نے اس لیے کہی کہ وہ ان سے ناامید تھے کیونکہ وہ اسلام کے متعلق ان کی سختی اور سدت مدت سے دیکھتے (چلے) آ رہے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عمر کے اسلام کے متعلق جو واقعات مجھ کو معلوم ہوئے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان کی بہن فاطمہ بنت الخطاب جو سعد بن زید بن عمرو بن نفیل کے پاس (ان کے نکاح میں) تھیں انھوں نے اور ان کے شوہر سعد بن زید نے اسلام اختیار کر لیا تھا لیکن عمر سے وہ اپنے اسلام کو چھپاتے اور نعیم بن عبد اللہ النحام مکہ کا ایک شخص انھیں کی قوم یعنی بنی عدی بن کعب میں کا تھا۔ اس نے بھی اسلام اختیار کر لیا تھا اور اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے چھپاتا تھا اور خباب بن الارتّ، فاطمہ بنت الخطاب کے پاس آیا جایا کرتے اور انھیں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز عمر اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ایک جماعت کے پاس جانے کے ارادے سے نکلے۔ جن کے متعلق انھیں معلوم ہوا تھا کہ وہ صفا کے پاس ایک گھر میں جمع ہیں اور مردوں عورتوں کو ملا کر ان کی تعداد تقریباً چالیس ہے

۳۶۶

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب
اور ابوبکر صدیق بن قحافہ اور علی بن ابی طالب اور دوسرے وہ مسلمان
بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں رہ گئے تھے
اور سرزمین حبشہ کی جانب جو لوگ چلے گئے تھے ان کے ساتھ یہ لوگ
نہیں گئے تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ آخر نعیم بن عبداللہ عمر سے ملے
تو انھوں نے ان سے کہا اے عمر کہاں کا ارادہ ہے۔ عمر نے کہا۔ اس
بے دین شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب جس نے قریش میں
پھوٹ ڈال دی ہے اور ان میں کے عقلمندوں کو بیوقوف بنا رکھا
ہے اور ان کے دین میں عیب نکالے ہیں اور ان کے معبودوں کو گالیاں
دی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو قتل کر دوں۔ تو نعیم نے ان سے کہا اے
عمر! واللہ تمھارے نفس نے تم کو دھوکا دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ محمد
کو اگر تم نے قتل کر دیا تو بنی عبد مناف تم کو (کیا) چھوڑ دیں گے کہ تم زمین
پر چل بھی سکو تم اپنے گھر والوں کی جانب کیوں نہیں لوٹتے کہ ان کی پہلے
اصلاح کرو۔ انھوں نے کہا کہ میرے گھر والوں میں ایسا کون ہے۔ انھوں نے
کہا۔ تمھارا بہنوی۔ تمھارا چچا زاد بھائی سعید بن زید بن عمرو اور تمھاری بہن
فاطمہ بنت الخطاب، واللہ! ان دونوں نے اسلام اختیار کر لیا ہے اور
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو ہو گئے ہیں۔ تم پر ان کی دیکھ بھال لازمی
ہے۔ راوی نے کہا کہ پھر تو عمر اپنی بہن اور بہنوی کی طرف (جانے) کا
ارادہ کر کے لوٹے اور ان دونوں کے پاس خباب بن الارت موجود تھے
اور ان کے ساتھ ایک کتاب تھی جس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اور وہ
انھیں سورہ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے عمر کی آہٹ سنی
تو خباب گھر کے کسی حصے یا حجرے کے اندرونی حصے میں چھپ گئے اور فاطمہ
بنت الخطاب نے اس کتاب کو اپنی ران کے نیچے رکھ لیا حالانکہ عمر جب
گھر کے نزدیک آئے تھے تو انھوں نے خباب کی قراءت سن لی تھی جب
وہ اندر آئے تو کہا۔ یہ کس کے گنگنانے کی آواز تھی جو میں نے سنی۔ بہن

بہنوئی دونوں نے کہا ہمیں تم نے کچھ نہیں سنا۔ عمر نے کہا کیوں نہیں واللہ! (میں نے سنا ہے) اور مجھے یہ خبر بھی پہنچ چکی ہے کہ تم دونوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی پیروی اختیار کرلی ہے۔ اور اپنے بہنوئی سعید بن زید کو پکڑ لیا تو فاطمہ بنت الخطاب ان کی بہن اٹھیں کہ ان کو اپنے شوہر سے روکیں۔ عمر نے فاطمہ کو ایسا مارا کہ ان کا سر زخمی کر دیا۔ جب انھوں نے ایسا کیا تو ان کی بہن اور ان کے بہنوئی نے ان سے کہا۔ ہاں ہم نے اسلام اختیار کر لیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول پر ہم ایمان لا چکے ہیں تم جو چاہو کرو۔ جب عمر نے اپنی بہن کے (سر سے) خون (نکلتا ہوا) دیکھا تو اپنے کیے پر پچتائے اور مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا اچھا مجھے وہ کتاب لا دو جسے تم لوگ پڑھ رہے تھے اور میں نے ابھی ابھی تم کو پڑھتے سنا ہے میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کیا چیز ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لایا ہے اور عمر لکھے (پڑھے) شخص تھے۔ جب انھوں نے یہ کہا تو ان کی بہن نے ان سے کہا ہمیں اس کے متعلق تم سے ڈر لگتا ہے عمر نے کہا ڈرو نہیں اور ان کے آگے اپنے معبودوں کی قسمیں کھائیں کہ اسے پڑھکر وہ اھیں ضرور واپس کر دیں گے۔ جب انھوں نے یہ کہا تو انھیں ان کے اسلام کی امید ہوئی اور کہا بھائی جان! آپ تو اپنے شرک کی نجاست میں ہیں اور اس کتاب کو تو پاک شخص کے سوا (کوئی) دوسرا چھو نہیں سکتا۔ تو عمر اٹھ کھڑے ہوے اور غسل کیا جب ان کی بہن نے ان کو وہ کتاب دی اور اس میں سورہ طٰہٰ تھی انھوں نے اس کو پڑھا جب اس کا ابتدائی حصہ پڑھا تو کہا یہ کلام کس قدر اچھا اور کس قدر عظمت والا ہے جب خباب نے یہ بات سنی تو ان کے سامنے باہر نکل آئے اور ان سے کہا اے عمر! بخدا مجھے امید ہوگئی کہ اللہ نے اپنے نبی کی دعا سے تم کو (اسلام کے لیے) منتخب کر لیا کیونکہ میں نے کل (ہی) آپ کو یہ دعا کرتے سنا ہے۔

اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الْإِسْلَامَ بِأَبِي الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

یا اللہ ! ابو الحکم بن ہشام یا عمر بن الخطاب سے
اسلام کی تائید فرما۔

لہذا اے عمر ! اللہ سے ڈرو، تو عمر نے اس وقت ان سے کہا
اے خباب ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مجھے لے چلو کہ میں ان
کے پاس پہنچوں اور اسلام اختیار کر لوں۔ خباب نے ان سے کہا کہ آپ
کوہِ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں جس میں آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب
بھی ہیں۔ عمر نے اپنی تلوار لی اور اسے حمائل کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی طرف (جانے) کا قصد کیا۔ ان کے پاس
آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب انھوں نے ان کی آواز سنی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب کھڑے ہو گئے اور دروازے کی
دراڑوں میں سے انھیں دیکھا کہ تلوار حمائل کیے ہوئے ہیں تو وہ گھبرائے
ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے اور عرض کی عمر بن
الخطاب ہیں اور تلوار حمائل کیے ہوئے ہیں۔ حمزہ بن عبد المطلب نے
کہا انھیں آنے کی اجازت دیجئے۔ اگر وہ کسی بھلائی کے ارادے سے ۳۶۸
آئے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائی ہی کا سلوک کریں گے اور اگر وہ کسی
برائی کے ارادے سے آیا ہے تو اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر ڈالیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ائذن لہ"۔ انھیں آنے دو۔
اس شخص نے انھیں آنے کی اجازت سنائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے حجرے میں ملاقات کی اور
ان کی کمر یا مجمع الرداء[1] کو پکڑ لیا۔ اور انھیں خوب بھینچا اور فرمایا۔

---

[1] کپڑوں کے اوپر جو چیز بھی پہنی جائے اس کو رداء کہتے ہیں۔ عبا۔ جبہ۔ مالا۔ تلوار۔
کمان اور ہر ایک زینت کی چیز اور ترومارگی اور اردنق وغیرہ کو بھی رداء کہا جاتا ہے ممکن
ہے کہ اس سے یہاں چادر کے دونوں سرے ملنے کی جگہ یا قبا یا جبے وغیرہ کی گھنڈیاں مراد ہوں
ممکن ہے کہ تلوار کی حمائل کے دونوں سرے جہاں ملتے ہیں وہ جگہ مراد ہو۔ (احمد محمودی)

مَاجَاءَ بِكَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللهِ مَا أَرَى أَنْ تَنْتَهِيَ حَتَّى يُنْزِلَ اللهُ بِكَ قَارِعَةً۔

اے خطاب کے بیٹے! تجھ کو کونسی چیز (یہاں) لائی ہے واللہ میں نہیں سمجھتا کہ تو باز آئے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی آفت تجھ پر نازل فرمائے۔

تو عمر نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ۔ اس کے رسول اور اس چیز پر ایمان لاؤں جو اللہ کے پاس سے وہ لایا ہے۔ راوی نے کہا کہ پھر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زور سے تکبیر کہی کہ اس گھر میں رہنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جان گئے کہ عمر مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب اس مقام سے ادھر اُدھر نکلے تو اپنے آپ کو غالب محسوس کرنے لگے۔ اس وجہ سے کہ حمزہ کے اسلام کے ساتھ ساتھ عمر نے بھی اسلام اختیار کر لیا تھا وہ اس بات کو سمجھ گئے کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے اور مسلمان ان دونوں کے سبب سے اپنے دشمنوں سے بدلہ لے سکیں گے۔ یہ عمر بن الخطاب کے اسلام کے متعلق مدینہ والے راویوں کی روایت ہے

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح مکی نے اپنے دوستوں عطا اور مجاہد سے یا کسی اور سے جس سے انھوں نے روایت کی ہے بیان کیا کہ عمر کے اسلام کا حال اس روایت کے لحاظ سے جو خود انھیں سے کی گئی یہ ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ میں اسلام سے بہت دور بھاگنے والا تھا اور جاہلیت کے زمانے میں شرابی تھا۔ اس کا بڑا شوقین اور خوب پینے والا۔ ہماری ایک مجلس مقام حَزْوَرَة میں عمر بن عبد بن عمران

المخزومی کے لوگوں کے گھروں کے پاس بھی کہا کہ ایک رات میں اپنے انھیں ساتھ (اٹھنے) بیٹھنے والوں کے پاس جانے کے ارادے سے ان کے جلسوں کی طرف چلا اور وہاں پہنچا تو وہاں ان میں سے کسی کو بھی نہ پایا۔ کہا۔ میں نے کہا اگر میں فلاں شراب فروش کے پاس جاؤں جو مکہ میں شراب بیچا کرتا تھا تو شاید اس کے پاس مجھے شراب مل جائے اور اس میں سے کچھ (میں) پی سکوں۔ کہا پھر میں چلا اور اس کے پاس پہنچا تو اس کو بھی نہیں پایا۔ کہا پھر میں نے کہا کہ اگر میں کعبۃ اللہ کو جاؤں اور اس کے سات چکر یا ستر چکر لگاؤں (تو کیا بہتر ہو) کہا پھر میں مسجد میں آیا کہ کعبۃ اللہ کا طواف کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ جب نماز پڑھا کرتے تو شام کی جانب منہ کرتے اور کعبۃ اللہ کو اپنے اور شام کے درمیان رکھتے اور آپ کا نماز پڑھنے کا مقام رکن اسود اور رکن یمانی دونوں کے درمیان کا (حصہ) تھا۔ کہا جب میں نے آپ کو دیکھا تو (دل میں) کہا واللہ! اگر آج رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف توجہ کروں اور سنوں کہ وہ کیا کہتا ہے (تو بہتر ہوگا)۔ پھر میں نے کہا اگر میں سننے کے لئے اس سے نزدیک ہوا تو وہ ڈر جائے گا اس لیے میں حجر (اسود) کی جانب سے آیا اور کعبۃ اللہ کے غلاف کے اندر ہوگیا اور آہستہ آہستہ ہٹنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں آپ کے قبلے کی سمت میں آپ کے مقابل ہوگیا آپ کے اور میرے درمیان غلاف کعبے کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی کہا کہ جب میں نے قرآن سنا تو اس سے میرے دل میں رقت پیدا ہوئی اور میں رو پڑا اور مجھ پر اسلام اثر کر گیا غرض میں اسی جگہ کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر لی اور لوٹ گئے۔ اور آپ جب واپس تشریف لے جایا کرتے تو ابن ابی حسین کے گھر پر سے ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور یہی آپ

۲۶۹

کا راستہ تھا اس کے بعد آپ مقام سعیؓ پر سے گزرنے اور پھر آپ عباس بن عبد المطلب اور ابن از ہر بن عبد عوف الزہری کے گھروں کے درمیاں سے الاصنس بن شریق کے گھر پر سے ہوتے ہوئے اپنے بیت الشرف تشریف لے جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے کا مقام الدار الرقطاء میں تھا جو معاویہ بن ابی سفیان کے قبضے میں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد میں آپ کے پیچھے ہو گیا یہاں تک کہ جب آپ عباس اور ابن ازہر کے گھروں کے بیچ میں پہنچے تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا اور آپ نے خیال فرمایا کہ صرف آپ کو ستانے کے لیے میں نے آپ کا پیچھا کیا ہے۔ آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا۔

مَاجَاءَ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ هٰذِهِ السَّاعَة

اے خطاب کے بیٹے! تجھ کو اس وقت کونسی چیز (یہاں) لائی ہے۔

۳۷۰ عرض کی اللہ اور اس کے رسول اور اس چیز پر ایمان لانے کے لیے آیا ہوں جو وہ اللہ کے پاس سے لایا ہے کہا کہ پھر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر کیا اور فرمایا۔

قَدْ هَدَاكَ اللّٰهُ يَا عُمَرُ۔

اے عمر! اللہ نے تجھے سیدھی راہ دکھا دی۔

پھر آپ نے میرے سینے پر دست مبارک پھیرا اور میرے لیے ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانے

لہ۔ صفا و مروہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کا مقام جہاں حجاج دوڑتے ہیں۔ (احمد محمودی)

میں تشریف لے گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے اصل واقعہ کونسا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمر کے غلام نافع نے ابن عمر سے روایت بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ جب میرے والد عمر نے اسلام اختیار کیا تو کہا کہ قریش میں باتوں کو ادھر ادھر زیادہ پہنچانے والا کون ہے (راوی نے) کہا کہ آپ سے کہا گیا جمیل بن معمر الجمحی۔ راوی نے کہا تو آپ سویرے اس کے پاس پہنچے۔ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ میں بھی آپ کے نشان قدم پر آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا کہ دیکھوں آپ کیا کرتے ہیں اور میں کم عمر تو تھا لیکن جو کچھ دیکھتا اس کو سمجھتا تھا یہاں تک کہ جب آپ اس کے پاس پہنچے تو اس سے کہا اے جمیل کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اسلام اختیار کر لیا ہے اور دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں داخل ہو چکا ہوں کہا کہ آپ نے اس بات کو دہرایا تک نہیں کہ وہ اپنا دامن کھینچتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور عمر بھی اس کے پیچھے ہو گئے اور میں بھی اپنے والد کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اپنی انتہائی بلند آواز سے چیخا۔ اے گروہ قریش! اور کعبۃ اللہ کے دروازے کے گرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھنے والو۔ سن لو کہ عمر بن الخطاب نے بے دینی اختیار کر لی۔ راوی نے کہا اور عمر اس کے پیچھے کہتے جا رہے تھے اس نے جھوٹ کہا (میں بے دین نہیں ہوا) بلکہ میں نے اسلام اختیار کیا ہے اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور ان لوگوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ بھی ان سے جنگ کرتے رہے اور وہ بھی آپ سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ان کے سروں پر آ گیا۔ راوی نے کہا کہ آپ تھک گئے تو بیٹھ گئے اور وہ آپ کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں تم

جو چاہو کر دیں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو مرد ہو جائیں تو ہم اسے (یعنی مکہ کو) تمھارے لیے چھوڑ دیں گے یا تم اسے ہمارے لیے چھوڑ دو گے۔ راوی نے کہا کہ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ قریش میں کا ایک بوڑھا آیا جو یمنی کپڑے کا نیا لباس اور نقش و نگار کی قمیص پہنے ہوئے تھا وہ آکر ان کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا آخر تمھارا قصہ کیا ہے انھوں نے کہا کہ عمر بے دین ہو گیا ہے۔ اس نے کہا (اگر ایسا ہوا ہے) تو کیا ہوا! ایک شخص نے اپنی ذات کے لیے ایک بات اختیار کر لی ہے پھر تم کیا چاہتے ہو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنی عدی بن کعب اپنے آدمی کو اس طرح تمھارے حوالے کر دیں گے۔ اس شخص کو چھوڑ دو۔ راوی نے کہا کہ واللہ! پھر تو وہ آپ سے اسی طرح الگ ہو گئے گویا کپڑا کھینچ کر پھینکدیا گیا۔ کہا کہ مدینے کو ہجرت کرنے کے بعد میں نے اپنے والد سے کہا کہ اباجان! وہ شخص کون تھا جس نے مکہ میں آپ کے اسلام اختیار کرنے کے دن لوگوں کو للکار کے آپ سے دور کر دیا تھا جب کہ وہ آپ سے لڑ رہے تھے۔ فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! وہ عاص بن وائل السہمی تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ابا جان! وہ کون شخص تھا جس نے لوگوں کو ڈانٹ کر آپ سے دور کیا جب کہ وہ آپ سے لڑ رہے تھے۔ اللہ اس کو جزائے خیر دے۔ فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! وہ عاص بن وائل تھا۔ اللہ اس کو جزائے خیر نہ دے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن الحرث نے بعض عمر کے متعلقین سے یا ان کے گھر والوں سے روایت بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ عمر نے فرمایا کہ جب میں نے اس رات اسلام اختیار کیا تو میں نے سوچا کہ مکہ والوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت کون ہے کہ میں اسی کے پاس پہنچوں اور اس کو مطلع کروں کہ میں نے اسلام اختیار کر لیا ہے۔ فرمایا میں نے کہا وہ ابوجہل ہے۔

اور عمر حنتمہ بنت ہشام بن المغیرہ کے (فرزند) تھے۔ فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو اس کے دروازے پر پہنچکر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمایا ابوجہل میری جانب آیا اور کہا اے میرے بھانجے تو اچھے سزاوار مقام پر آیا۔ آ تیرے لیے وسیع جگہ موجود ہے۔ آخر کس لیے آنا ہوا۔ میں نے کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ تمھیں مطلع کروں کہ میں اللہ پر اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لا چکا ہوں اور میں نے ان چیزوں کی تصدیق کی ہے جو وہ لائے ہیں۔ فرمایا کہ پھر تو اس نے دروازہ میرے منہ پر مارا اور کہا کہ اللہ تجھ کو اور اس چیز کو جو تو لایا ہے رسوا کرے۔

شعب ابی طالب کا واقعہ اور نوشتہ معاہدہ

ابن اسحٰق نے کہا جب قریش نے دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسے ملک میں جا بسے ہیں جہاں انھوں نے امن و چین حاصل کر لیا ہے اور ان میں سے جس شخص نے نجاشی کے پاس پناہ لی۔ اس نے ان کی حفاظت و حمایت کی ہے اور عمر نے بھی اسلام اختیار کر لیا ہے اور وہ اور حمزہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اور اسلام قبیلوں میں پھیلنے لگا ہے تو وہ لوگ جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ ایک کاغذ لکھیں کہ جس میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف ایک معاہدہ کیا جائے کہ نہ ان سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کیے جائیں اور نہ خرید و فروخت کے معاملے۔ اس کام کے لیے جب وہ سب جمع ہوئے تو یہ باتیں ایک کاغذ پر لکھیں اور سب نے مل کر اقرار کیا اور اس کے لیے ہر قسم کے استحکامات کر لیے اور اس کاغذ کو کعبۃ اللہ کے اندر لٹکا دیا کہ خود اپنے خلاف پوری مضبوطی ہو (کہ اس معاہدے کے خلاف کوئی شخص کوئی بات نہ کر سکے) اور اس کاغذ کا لکھنے

۳۷۲

ابن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی تھا۔

ابن ہشام نے کہا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا لکھنے والا نضر بن الحرث تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بد دعا کی تو اس کی چند انگلیاں بیکار ہو گئیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قریش نے یہ معاہدہ کیا تو بنی ہاشم اور بنی المطلب۔ ابو طالب بن عبد المطلب کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں داخل ہو گیے اور ان کے پاس جمع ہو گیے۔ بنی ہاشم میں سے صرف ایک ابو لہب عبد العزی بن عبد المطلب نکل کر قریش کی جانب ہو گیا اور انھیں کی امداد کی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے حسین بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ جب ابو لہب اپنی قوم سے الگ ہو گیا اور اپنی قوم کے خلاف قریش کی امداد کی اور ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملا تو اس سے کہا۔ اے عتبہ کی بیٹی! کیا میں نے لات و عزیٰ کی مدد کی (یا نہیں) اور کیا میں نے ان لوگوں کو نہیں چھوڑ دیا جنھوں نے لات و عزیٰ کو چھوڑ دیا اور ان کے خلاف دوسروں کی مدد کی۔ ہند نے کہا۔ ہاں، اے ابو عتبہ اللہ تجھ کو جزائے خیر دے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ ابو لہب اپنی بعض وقت کی گفتگو میں کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے بہت سی چیزوں کا وعدہ کرتا ہے جن کو میں نہیں پاتا وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تمام باتیں موت کے بعد ہونے والی ہیں۔ ان وعدوں سے اس نے میرے ہاتھ میں کیا دیدیا۔ (مجھے اس سے کیا حاصل ہوا یہ کہتا اور) پھر اپنے ہاتھوں میں پھونک مارتا اور کہتا تم تباہ ہو جاؤ۔ میں تو ان چیزوں میں سے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے کوئی چیز تم میں نہیں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ نے (یہ سورہ) نازل فرمایا:۔

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

۳۷۳

ابو لہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو گئے اور وہ خود بھی برباد
ہو گیا۔
ابن ہشام نے کہا کہ تبت کے معنی حسرت یعنی برباد و تباہ ہونے
کے ہیں۔ حبیب بن خدرۃ الخارجی جو بنی ہلال بن عامر بن صعصعہ میں کا ایک
شخص ہے کہتا ہے:۔

یَا طِیبُ إِنَّا فِی مَعْشَرٍ ذَهَبَتْ ... مَسْعَاتُهُمْ فِی التَّبَارِ وَالتَّبَتِ

اے طیب! ہم ایسے گروہ میں سے ہیں جن کی
کوششیں رائیگاں ہو گئیں۔
اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قریش اس معاہدے پر متفق ہو گئے اور
اس کے متعلق انھیں جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکے تو ابو طالب نے کہا ۔

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّی عَلَى ذَاتِ بَیْنِنَا ... لُؤَیًّا وَخُصَّا مِنْ لُؤَیٍّ بَنِی کَعْبِ

سن لو! ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت بنی لؤی کو
یہ پیام پہنچا دو اور بنی لؤی میں سے بھی خاص کر بنی کعب کو
یہ سنا دو۔

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا ... نَبِیًّا کَمُوسَى خُطَّ فِی أَوَّلِ الْکُتْبِ

کیا تمھیں خبر نہیں کہ ہم نے محمد کو ایسا ہی نبی پایا ہے۔
جو موسیٰ کی طرح اگلی کتابوں میں اس کا حال لکھا ہے۔

وَأَنَّ عَلَیْهِ فِی الْعِبَادِ مَحَبَّةً ... وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

(اللہ کے) بندوں کا میلان محبت انھیں کی جانب
ہے (یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ) جس کو اللہ تعالیٰ نے (اس)

محبت کے لیے خاص کر دیا ہو (محبوب بنا دیا ہو) اسی سے
بھلائی حاصل نہو۔

۲۷۴ وَأَنَّ الَّذِی أَلْصَقْتُمْ مِنْ کِتَابِکُمْ ٭ لَکُمْ کَائِنٌ نَحْسًا کَرَاغِیَةِ السَّقْبِ

اور تمھارا وہ نوشتہ جس کو تم نے (کعبۃ اللہ میں) چسپاں
کیا ہے وہ تمھارے ہی واسطے منحوس ثابت ہوگا جس طرح
(نوح علیہ السلام کی) اونٹنی کے بچے کی آواز۔

أَفِیقُوا أَفِیقُوا قَبْلَ أَنْ تُحْفَرَ الزُّبَی ٭ وَیُصْبِحَ مَنْ لَمْ یَجْنِ ذَنْبًا کَذِی الذَّنْبِ

تم مٹی (یعنی قبر) کھودی جانے سے پہلے اور جنھوں
نے کوئی گناہ نہیں کیا وہ گناہگاروں کی طرح ہو جانے سے
پہلے ہوش میں آجائیں اور بیدار ہو جائیں۔

وَلَا تَتْبَعُوا أَمْرَ الْوُشَاةِ وَتَقْطَعُوا ٭ أَوَاصِرَنَا بَعْدَ الْمَوَدَّةِ وَالْقُرْبِ

چغلخوروں کی باتوں کی پیروی کرکے ہماری دوستی
اور رشتہ داری کے اسباب، دوستی اور رشتہ داری کے بعد
قطع نہ کردو۔

وَتَسْتَجْلِبُوا حَرْبًا عَوَانًا وَرُبَّمَا ٭ أَمَرَّ عَلَی مَنْ ذَاقَهُ حَلَبُ الْحَرْبِ

یکے بعد دیگرے جنگ کے اسباب نہ پیدا کرو کیونکہ اکثر
جنگ کی دھکیوں کا مزا جس شخص نے بھی چکھا ہے اس نے
اسے کڑوا ہی محسوس کیا ہے۔

فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَیْتِ نُسْلِمُ أَحْمَدًا ٭ لِعَزَّاءَ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَرْبِ

رب البیت کی قسم! ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو زمانے

کی کسی صبر طلب سختی یا کسی تنگی کے سبب سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد سے دست کش ہوں۔

وَلَمَّا تَبِنْ مِنَّا وَمِنْكُمْ سَوَالِفُ ‏ ‏ وَأَيْدٍ أُتِرَّتْ بِالْقُسَاسِيَّةِ[1] الشُّهُبِ

ہماری اور تمہاری گردنیں اور ہمارے تمہارے ہاتھ قساسی چمکتی ہوئی تلواروں سے کٹے ہیں۔ ابتک کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔

۳۷۵

بِمُعْتَرَكٍ ضَيْقٍ تَرَى كِسَرَ الْقَنَا ‏ ‏ بِهِ وَالنُّسُورَ الطُّخْمَ يَعْكُفْنَ كَالشَّرْبِ

ایسے گتھے ہوئے معرکوں میں (کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے) جہاں ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تجھے نظر آئیں گے اور جہاں بھورے رنگ کے گدھ شرابیوں کے جھنڈوں کی طرح ڈیرا ڈالے پڑے ہیں۔

كَأَنَّ مُجَالَ الْخَيْلِ فِي حَجَرَاتِهِ ‏ ‏ وَمَعْمَعَةَ الْأَبْطَالِ مَعْرَكَةُ الْحَرْبِ

جس کے نواح میں گھڑ دوڑ اور پہلوانوں کی آوازوں سے خارشی اونٹوں کا ایک ہنگامہ معلوم ہوتا ہے۔

أَلَيْسَ أَبُونَا هَاشِمٌ شَدَّ أَزْرَهُ ‏ ‏ وَأَوْصَى بَنِيهِ بِالطِّعَانِ وَبِالضَّرْبِ

کیا ہاشم ہمارا باپ نہ تھا جس نے اپنی قوت کو مستحکم کیا تھا اور اپنی اولاد کو نیزہ زنی اور شمشیر زنی کی نصیحت کی تھی

وَلَسْنَا نَمَلُّ الْحَرْبَ حَتَّى تَمَلَّنَا ‏ ‏ وَلَا نَشْتَكِي مَا قَدْ يَنُوبُ مِنَ النَّكْبِ

---

[1] ارمینیہ کے قساس نامی معدن کے لوہے کی بنی ہوئی تلواریں۔ (احمد محمودی)

ہم جنگ سے بیزار ہونے والے نہیں یہاں تک کہ
خود جنگ ہم سے بیزار ہو جائے اور جو آفت بھی آئے ہم
اس کے متعلق شکایت کرنے والے نہیں ہیں۔

وَلٰكِنَّنَا أَهْلُ الْحَفَائِظِ وَالنُّهَى ۔۔۔ إِذَا طَارَ أَرْوَاحُ الْكُمَاةِ مِنَ الرُّعْبِ

لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ جب ہتھیار بند چھپے
ہوئے بہادروں کی روحیں رعب اور خوف سے اڑی جاری
ہوں اس وقت بھی ہم قابل حفاظت چیزوں کی حفاظت کے لیے
غصے میں بھر جانے والے، اور باوجود اس کے عقل سے
کام لینے والے ہیں

غرض وہ اسی حالت پر دو یا تین سال رہے یہاں تک کہ
تنگ ہو گئے۔ اگر کوئی شخص ان کے پاس کچھ پہنچانا چاہتا تو قریش کی
چوری چھپے بغیر ان تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ابوجہل
ابن ہشام۔ حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے ملا۔ جن کے ساتھ ایک
لڑکا تھا۔ جو کچھ گیہوں اٹھائے لیجا رہا تھا جو اپنی پھپی خدیجہ بنت خویلد
کے لیے لے جانا چاہتے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
(یعنی آپ کی زوجیت میں) اور آپ کے ساتھ ہی شعب ابی طالب میں ۲۷۶
تھیں تو ابوجہل انھیں سے چمٹ گیا، اور کہا کیا تو کھانا لیکر بنی ہاشم کے پاس
جاتا ہے۔ واللہ! تو اور تیرا کھانا اس مقام سے ہٹ نہیں سکتے جب تک
کہ مکے میں تیری رسوائی نہ کر دوں۔ اتنے میں اس کے پاس ابوالبختری بن
ہشام بن الحرث بن اسد آ گیا۔ اس نے کہا تجھے اس سے کیا غرض۔ اس
نے کہا کہ یہ بنی ہاشم کے پاس کھانا لے جا رہا ہے۔ ابوالبختری نے کہا کہ
اس کی پھپی کا کھانا جو اس نے اس کے پاس بھیجا تھا اس کے پاس تھا تو کیا خود
اس کا کھانا اس کے پاس جانے سے روکتا ہے۔ اس کو چھوڑ دے۔ ابوجہل
نے انکار کیا اور ان میں سے ایک کو دوسرے پر موقع مل گیا تو ابوالبختری

نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لی اور اس سے اس کو مارا اور اس کا سر زخمی کر دیا اور اس کو خوب لاتیں لگائیں حالانکہ حمزۃ بن عبدالمطلب اس کے قریب ہی تھے اور یہ واقعہ دیکھ رہے تھے اور کفار اس بات کو ناپسند کر رہے تھے کہ اس واقعے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گی تو آپ اور آپ کے صحابی ان (کی اس آپس کی لڑائی) پر خوشیاں منائیں گے۔ باوجود ان حالات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو دن رات خلوت و جلوت میں اللہ کے حکم سے تبلیغ فرماتے رہے۔ اس تبلیغ کے بارے میں لوگوں میں سے کسی سے بھی آپ خوف نہ کرتے تھے۔

جب قریش سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ کے چچا اور آپ کی قوم بنی ہاشم اور بنی المطلب آپ کے لیے سد سپر ہوئے اور قریش نے جو ارادہ آپ کو اپنی گرفت میں لینے کا کیا تھا اس میں یہ لوگ آڑے آگئے تو قریش نے آپ کے ساتھ طعنہ زنی۔ تمسخر اور غلط حجتیں کرنا شروع کیں تو قرآن بھی ان کے نوجوانوں اور ان میں سے ان لوگوں کے متعلق اترنے لگا جنھوں نے آپ کی دشمنی پر کمر باندھ لی تھی۔ ان میں سے بعضوں کے نام تو ہمیں بتائے گئے اور بعضوں کے متعلق قرآن کا نزول اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عام کافروں کے ذکر میں شامل فرما دیا۔

قریش میں سے جن لوگوں کے متعلق قرآن کا نزول ہوا اور ان کا نام بھی لیا گیا ان میں آپ کا چچا ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی عورت ام جمیل بنت حرب بن امیہ حمالۃ الحطب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام حمالۃ الحطب اس لیے رکھا کہ وہ کانٹے اٹھا لاتی۔ جیسا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر جدھر سے آپ تشریف لے جاتے تھے (اُدھر) ڈالدیتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق (یہ) نازل فرمایا:—

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ

سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا

حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو گئے۔ اور وہ خود بھی تباہ
ہوگیا۔ نہ اس کا مال اور نہ جو کچھ کمایا۔ اس کے کچھ کام نہ آیا۔ عنقریب
وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی عورت تو
لکڑ ہارن ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے۔

٣٧٧ ابن ہشام نے کہا الجید العنق۔ جید کے معنی گردن کے ہیں۔
اعشی بنی قیس بن ثعلبہ نے کہا ہے:۔

يَوْمَ تُبْدِي لَنَا قُتَيْلَةُ عَنْ جِيدٍ أَسِيلٍ تَزِينُهُ الْأَطْوَاقُ

جس روز قتیلہ نرم و نازک گردن جس کی زینت
ہنسلیاں ہوں ہم پر ظاہر کرے۔

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور جید کی جمع اجیاد
٣٧٨ ہے اور مسد ایک درخت کا نام ہے جس کو کتان کی طرح کوٹا جاتا ہے
اور اس سے رسیاں بنی جاتی ہیں۔ النابغہ الذبیانی نے جس کا نام زیاد بن
عمرو بن معاویہ تھا کہا ہے:۔

مَقْذُوفَةٍ بِدَخِيسِ النَّحْضِ بَازِلُهَا   لَهُ صَرِيفٌ صَرِيفَ الْقَعْوِ بِالْمَسَدِ

(شاعر بیل کی فربہی کا بیان کر رہا ہے وہ کہتا ہے)
وہ بیلوں میں سب سے جوان نو سالہ ہے گوشت کی زیادتی
سے وہ بھرا ہوا ہے۔ اس کے بھس بھس کرنے کی آواز

ایسی ہے جیسے مونج کی رسی بٹنے کے وقت پھرکیوں کے پھرنے کی آواز۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے اور مسد کا واحد مسدۃ ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حمالۃ الحطب ام جمیل نے جب اس حصہ قرآن کو سنا جو اس کے اور اس کے شوہر کے متعلق نازل ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت آئی کہ آپ مسجد میں کعبۃ اللہ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اور آپ کے پاس ابو بکر صدیق بھی تھے اور اس کے ہاتھ میں پتھر کا ایک بٹا تھا اور جب وہ آپ دونوں کے پاس آکر کھڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اس کی بینائی کو روک دیا اس کی حالت یہ ہوگئی کہ بجز ابو بکر کے وہ اور کسی کو نہیں دیکھتی تھی پھر اس نے کہا۔ اے ابو بکر تمھارا دوست کہاں ہے۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ واللہ! اگر میں اس کو پاتی تو اس کے منہ پر اسی بٹے سے مارتی ۔ سن لو کہ واللہ! میں بھی شاعرہ ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہا۔ ۳۷۹

مُذَمَّمًا عَصَيْنَا وَأَمْرَہٗ أَبَيْنَا وَدِينَہٗ قَلَيْنَا

ہم نے ایک قابل مذمت شخص کی نافرمانی کی اور
اور اس کی بات سے انکار کر دیا اور اس کے دین سے نفرت کی۔

پھر وہ لوٹ گئی تو ابو بکر نے کہا آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا۔ فرمایا:۔

مَا رَأَتْنِي، لَقَدْ أَخَذَ اللّٰہُ بِبَصَرِهَا عَنِّي

اس نے مجھے نہیں دیکھا اللہ نے اس کی بینائی مجھ سے پھیر دی۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس کا قول " ودینہ قلینا" ابن اسحٰق سے

نہیں بلکہ دوسروں سے مروی ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمم رکھتے اور اسی نام سے گالیاں دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:۔

أَلَا تَعْجَبُونَ لِمَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنِّي مِنْ أَذَى قُرَيْشٍ يَسُبُّونَ وَيَهْجُونَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ۔

کیا تم لوگوں کو اس بات سے تعجب نہیں ہوتا جو اللہ نے قریش کی گالیاں مجھے پھیر دیں کہ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم کی ہجو کرتے ہیں اور میں تو محمد ہوں (مذمت کے قابل شخص کی وہ مذمت کر رہے ہیں اور میں تو محمد ہوں جس کے معنی قابل تعریف اور سراہا ہوا ہیں)

امیہ بن خلف الجمحی کا حال

اور امیہ بن خلف بن وہب حذافہ بن جُمَح ہے۔ جب یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ پر آوازے کستا اور اور اشارے کرتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورۃ نازل فرمائی۔

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ

خرابی ہے ہر ایسے آوازے کسنے والے اور اشارے کرنے والے

لہ۔ ھمز کے اصلی معنی کسر یعنی توڑنے کے ہیں اور لمز کے معنی عصر یعنی نچوڑنے

کے لئے جس نے مال جمع کیا ہے اور گن گن کر رکھ رہا ہے آخر تک

ابن ہشام نے کہا کہ ہمزہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کھلم کھلا گالیاں دیتا ہے اور آنکھوں سے اشارہ کرتا ہے۔ حسان بن ثابت نے کہا ہے۔

هَمَزْتُكَ فَاخْتَضَعْتَ لِذُلِّ نَفْسٍ — بِقَافِيَةٍ تَأَجَّجُ كَالشُّوَاظِ

میں نے تجھ پر ایسے قوافی سے آواز کسے جو آگ کی طرح شعلہ زن تھے تو تُو نے ذلت نفس کے سبب عاجزی اور اطاعت اختیار کی۔

اور یہ شعر ان کے ایک قصیدے میں کا ہے اور اسی کی جمع ہمزات ہے اور لمزۃ اس شخص کو کہتے ہیں جو چھپے طور پر لوگوں کی عیب جوئی کرتا اور انھیں تکلیف پہنچاتا ہو۔ ۳۸۰

رؤبۃ العجاج نے کہا ہے۔

فِي ظِلِّ عَصْرِي بَاطِلِي وَ لَمْزِي

میری خرافات اور میری عیب جوئیوں نے خود میرے زمانے کے زیر سایہ پرورش پائی ہیں۔

یہ بیت اس کے ایک بحر رجز کے قصیدے کی ہے اور اس کی جمع لمزات ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ — کھیسے اور دانتے اور طعن کے معنے چبھونے کے ہیں لیکن یہاں یہ الفاظ استعارۃً کسر اعراض یعنی عزت ریزی اور طعنہ زنی۔ اشارے سے کسی کے پیٹھ پیچھے برا بھلا کہنا اور عیب جوئی اور غیبت وغیرہ سب کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے اس کے متعلق روایتوں اور علماء ادب میں بہت کچھ اختلاف ہے جس کا بیان اس مقام کے لیے موزوں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

عاص بن وائل السہمی کا بیان

ابن اسحٰق نے کہا اور عاص بن وائل السہمی کا حال یہ ہے۔ کہ خباب بن الارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مکہ کے لوہار تھے۔ تلواریں بنایا کرتے تھے۔ انھوں نے چند تلواریں عاص بن وائل کے لیے بنائیں اور اس کے ہاتھ بیچیں۔ جب اس کے پاس رقم آئی تو یہ اس کے پاس تقاضے کے لیے پہنچے تو اس نے ان سے کہا۔ اے خباب! تمھارے دوست محمد حن کے دین پر تم ہو کیا ان کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ جنت میں سونا۔ چاندی۔ کپڑے خادم۔ ہر وہ چیز موجود ہے جو جنت والے چاہیں۔ خباب نے کہا کیوں نہیں بے شک سب کچھ موجود ہے۔ اس نے کہا۔ تو اے خباب! مجھے قیامت تک مہلت دو کہ جب میں اس گھر کی جانب لوٹوں تو وہاں تمھارا حق تمھیں ادا کر دوں کیونکہ اے خباب! واللہ! تم اور تمھارے ساتھی اللہ کے پاس بہشت کی ان نعمتوں میں مجھ سے زیادہ مرجح اور مجھ سے زیادہ حصہ دار نہوں گے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے (یہ) نازل فرمایا:۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا۔

الی قولہ تعالیٰ۔

(اے مخاطب) کیا تو نے اس شخص کے متعلق غور کیا ہے جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہتا ہے کہ ضرور مجھ کو مال و اولاد دیجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔

وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا

(جو چیزیں اس کو یہاں دی گئی ہیں اور ان پر اتراتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں اُس کو وہاں بھی ملیں گی۔
ان چیزوں کا اس کو وہاں ملنا تو رہا ایک طرف اس کے مرتے ہی سب اس سے چھین لی جائیں گی) اور وہ جو کچھ کہتا ہے ان سب چیزوں کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا (جس طرح اکیلا گیا تھا)

ابوجہل بن ہشام المخزومی کا حال

مردود ابوجہل بن ہشام کے متعلق مجھے جو خبر پہنچی ہے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ سے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ! ہمارے معبودوں کو برا کہنا تجھے ضرور چھوڑنا ہوگا۔ ورنہ ہم بھی تیرے معبود کو جس کی تو عبادت کرتا ہے برا کہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں آپ پر (یہ سورہ) نازل فرمایا:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

اللہ کو چھوڑ کر جن کو وہ لوگ پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو کہ دشمنی کے سبب۔ نادانی سے وہ اللہ کو برا کہنے لگیں۔

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۳۸۱ ان کے معبودوں کو برا کہنے سے احتراز فرمانے لگے۔ صرف انھیں اللہ
کی جانب آنے کی دعوت دینے لگے۔

نضر بن الحرث العبدری کا بیان
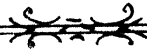
النضر بن الحرث بن کلدۃ بن علقمۃ بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی کی
حالت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف
فرما ہوتے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دیتے اور قرآن
کی تلاوت فرماتے اور قریش کو ان عذابوں سے ڈراتے جو اگلی امتوں
پر آ چکے ہیں اور آپ اپنے مقام سے اٹھ کر جاتے تو وہ آپ کی جگہ
بیٹھ جاتا اور ان سے قوت ور رستم اور اسفندیار اور شاہان فارس کے
حالات بیان کرتا اور پھر کہتا واللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے
بہتر بیان کرنے والا نہیں اور اس کی باتیں تو صرف پرانے قصے ہیں۔
اس نے بھی ان قصوں کو ویسا ہی لکھ لیا ہے جس طرح میں نے لکھ لیا
ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق (یہ) نازل فرمایا۔

وَقَالُوٓا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً
وَأَصِيلًا قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَٰوَاتِ وَالْأَرْضِ
إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا۔

اور ان لوگوں نے کہا کہ پہلے لوگوں کے قصے
ہیں انھیں اس نے لکھوا لینا چاہا ہے۔ بس وہی اس کو

دن رات لکھائے جاتے ہیں تو کہہ دے کہ اس کو اس ذات نے
اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے راز کو جانتا ہے۔
بے شک وہ بڑا ڈھانک لینے والا اور رحم کرنے والا ہے
اور اسی کے متعلق یہ بھی نازل ہوا۔

إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا
ہے پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔
اور انہی کے متعلق یہ بھی نازل ہوا ہے۔

وَيْلٌ لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ
يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔

ہر ایک جھوٹے غلط کار شخص کی خرابی ہے جو
اس پر پڑھی جاتی ہوئی اللہ کی آیتیں سنتا ہے پھر تکبر
سے ہٹ کرتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔ گویا اس کے
کانوں میں بوجھ ہے تو اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری
سنا دے۔

ابن ہشام نے کہا الافاك الکذّاب یعنی جھوٹا۔ اللہ تعالیٰ کی
کتاب میں ہے۔

أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ

سن لو! کہ وہ اپنی دروغ بیانی سے کہتے ہیں

کہ اللہ کے ایک لڑکا ہوا ہے حالانکہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور رؤبہ نے کہا ہے ـ

مَا لِامْرِئٍ أَفَّاكٍ لَا أُفْكَا

کسی آدمی کو جھوٹی خلاف واقعہ بات کہنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

یہ بیت اس کے بحر رجز کے قصیدے میں کی ہے۔

۳۸۲

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے جو باتیں معلوم ہوئیں ان میں یہ بھی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ النضر بن الحرث بھی آگیا اور ان کے ساتھ اسی جگہ بیٹھ گیا اور مجلس میں قریش کے بہت سے لوگ موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرنے لگے تو النضر بن الحرث بیچ میں آیا (یعنی کچھ کہنے لگا) تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو فرمائی اور اس کے بعد آپ نے اس کو اور ان سب کو یہ آیت پڑھ کر سنائی:—

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَا وَرَدُوهَا وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ۔

بے شک تم اور اللہ کو چھوڑ کر تم جس کی پوجا کرتے ہو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تم اس میں جانے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں نہ جاتے اور اس میں تم سب ہمیشہ رہنے والے ہو۔ ان کے لیے اس میں لمبی لمبی سانس ہوں گی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

ابن ہشام نے کہا ۔ حصب جہنم ۔کل ما اوقدت بہ۔ ہر وہ چیز جس سے تو آگ سلگائے۔

ابو ذویب الہذلی نے جس کا نام خویلد بن خالد تھا کہا ہے :۔

فَأَطْفِئْ وَلَا تُوقِدْ وَلَا تَكُ مُحْصِبًا ۔ لِنَارِ الْعُدَاةِ أَنْ تَطِيرَ شَكَاتُهَا

دشمنوں کی آگ کو بجھا۔ اس کو روشن کرکے اس کا
ایندھن نہ بن کہ اس کی سختیاں اڑیں (اور تجھ پر بھی آئیں)

یہ بیت اس کی ابیات کی ہے اور بعض روایتوں میں "لاتک محضأ" ہے جس کے معنی روشن کرنے والا ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے :۔

حَضَأْتُ لَهُ نَارِي فَأَبْصَرَ ضَوْءَهَا ۔ وَمَا كَانَ لَوْلَا حَضْأَةُ النَّارِ يَهْتَدِي ۳۸۳

میں نے اس کے لیے آگ روشن کی تو اس نے اس کی
روشنی دیکھی ۔ اگر آگ روشن نہ کی گئی ہوتی تو وہ راہ نہ پاتا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور عبداللہ بن الزبعری السہمی آکر بیٹھا تو ولید بن المغیرہ نے عبداللہ بن الزبعری سے کہا ۔ واللہ ! نضر بن الحرث، ابن عبدالمطلب کے لیے آج نہ اٹھا اور نہ (اس کی جگہ اس کی تردید کے لیے) بیٹھا۔ حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعوے سے کہا کہ ہم اور ہمارے وہ معبود جن جن کو ہم پوجتے ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں تو عبداللہ بن الزبعری نے کہا ۔ سن لو ! واللہ ! اگر میں انہیں پاتا تو اس کو قائل کر دیتا ۔ محمد سے پوچھو کہ کیا اللہ کے سوا ہر وہ شئے جس کی پوجا لوگ کر رہے ہیں وہ پوجنے والوں کے ساتھ جہنم میں ہوگی ۔ ہم فرشتوں کی پرستش بھی کرتے ہیں اور یہود عزیر کی پرستش کرتے ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کی پرستش کرتے ہیں تو ولید نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ اس مجلس میں تھے۔ عبداللہ بن الزبعری کی بات کو پسند کیا اور خیال کیا کہ اس نے حجت

قائم کر دی اور بحث میں جیت لیا۔ اس کے بعد ابن الزبعری کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُعْبَدَ مِنْ دُونِ اللهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهُ

إِنَّهُمْ إِنَّمَا يَعْبُدُونَ الشَّيَاطِينَ وَمَنْ أَمَرَتْهُمْ بِعِبَادَتِهِ۔

ہر وہ شخص جس نے اس بات کو پسند کیا کہ اللہ کے بعد اس کی پرستش کیجئے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جنھوں نے اس کی پرستش کی وہ تو صرف شیاطین، اور ان کی پوجا کرتے ہیں جنھوں نے ان کو ایسی پوجا کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ۔

بے شبہ وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی سے اچھی حالت (مقدر) کر دی گئی ہے وہ اس (جہنم) سے دور کیے ہوئے ہیں اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی حالت میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی عیسیٰ بن مریم اور عزیر اور علماء و مشائخ میں کے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزر گئے اور انھیں ان کی پرستش کرنے والے گمراہوں نے اللہ کے بغیر رب بنا لیا۔

اور وہ جو کہتے تھے کہ وہ فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں اور وہ

اللہ کی بیٹیاں ہیں اس کے متعلق (یہ) نازل ہوا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ

لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔

اور انھوں نے کہا کہ رحمن نے اولاد بنالی ہے وہ تو پاک ہے بلکہ (جن کو تم نے اس کی اولاد ٹھرایا ہے)۔ وہ اس کے معزز بندے ہیں وہ تو اس (کی مشیت) سے پہلے بات تک نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے موافق (غلاموں کی طرح) کام کرتے ہیں۔

الیٰ قولہ خدائے تعالیٰ کے اس قول تک

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ۔

اور ان میں سے جو یہ کہے کہ اس کے بغیر میں معبود ہوں تو وہی وہ شخص ہے جس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

اور عیسی بن مریم کے متعلق جو ذکر کیا گیا تھا کہ وہ بھی اللہ کے بغیر پجتے ہیں اور ولید نے اور جو لوگ اس کے پاس تھے انھوں نے اس حجت اور اس دلیل سے غلبہ چاہا تھا۔ اس کے متعلق نازل ہوا۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ

لہ۔ ولد کا لفظ مذکر مونث واحد۔ تثنیہ اور جمع سب پر بولا جاتا ہے (احمد محمودی)

اور جب ابن مریم کو بطور مثال پیش کیا گیا تو بس
تیری قوم تو اس کے متعلق شور مچاتی ہے یا تیری قوم اس قول
کے سبب سے تیری دعوت کے قبول کرنے سے اعراض کرتی ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرمایا اور فرمایا:—

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ
وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ وَإِنَّهُ
لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا۔

وہ تو بس ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا ہے
اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنائی اور اس کے سوا
کچھ نہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو تمھیں میں سے ایسے فرشتے
بنا دیں، جو زمین میں (ہماری یا خود تمھاری) نیابت کریں۔ اور
وہ تو قیامت کا ایک نشان ہے، لہذا اس کے متعلق تم ہرگز
شک نہ کرو۔

یعنی جو معجزے ان کے ہاتھوں ظاہر کیے گئے مثلاً مردوں کا زندہ
کرنا اور بیماروں کو بھلا چنگا کرنا۔ یہ چیزیں قیامت پر یقین کرنے کے لیے
کافی دلیلیں ہیں۔ فرماتا ہے کہ تم اس میں شک نہ کرو۔

وَاتَّبِعُونِ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ۔

اور میری پیروی کرو کہ یہ سیدھی راہ ہے۔

الاخنس بن شریق الثقفی کا ذکر

الاخنس بن شریق بن عمرو بن وہب الثقفی بنی زہرہ کا حلیف

قوم کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کی باتیں مانی جاتی تھیں۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی گرفت کیا کرتا اور رد کیا کرتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق (یہ) نازل فرمایا۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۔ الی قولہ زنیم

اور تو ہر ایسے شخص کی بات نہ مان جو بہت قسمیں
کھانے والا ذلیل۔ طعنہ زن چغلخور ہو۔ اس کے قول زنیم تک

(زنیم۔ ناکارہ زائد چیز، وہ شخص جو کسی قبیلے میں کا نہ ہو اور اس قبیلے میں شمار ہوتا ہو)۔ اللہ تعالیٰ نے زنیم اس کے نسب کے عیب کی وجہ سے نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر نسب کی وجہ سے عیب نہیں لگایا کرتا بلکہ اس نے ایک اصلی صفت پہچان کے لیے بیان فرمائی۔ زنیم کے معنی کسی قوم میں شمار ہونے والا۔ الخطیم التمیمی نے جاہلیت میں کہا ہے۔

زَنِيمٌ تَدَاعَاهُ الرِّجَالُ زِيَادَةً كَمَا زِيدَ فِي عَرْضِ الْأَدِيمِ الْأَكَارِعُ

وہ ناکارہ زائد چیز ہے یا وہ افراد قوم میں سے
نہیں اور ان میں شمار ہو رہا ہے اور سب لوگ اس کو زیادہ
اور ناکارہ ہی سمجھتے ہیں جس طرح چمڑے کی چوڑائی میں
پاؤں کے چمڑے کو بھی ملا لیا جائے۔

۳۸۵

ولید بن المغیرہ کا ذکر

ولید بن المغیرہ نے کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ محمد پر تو وحی

نازل ہو اور مجھے چھوڑ دیا جائے ۔ حالانکہ میں قریش میں کا بڑا
شخص ہوں اور سردار قریش ہوں اور ابو مسعود ۔ عمرو بن عمیر الثقفی
کو چھوڑ دیا جائے جو بنی ثقیف کا سردار ہے ۔ پس ہم دونوں ان
دونوں بستیوں کے بڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں
جیساکہ مجھے علم ہوا ہے ۔ یہ آیت نازل فرمائی :۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

اور انھوں نے کہاکہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں
کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اللہ تعالیٰ کے
قول ممایجمعون تک ۔

ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی المعیط کا بیان

ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح اور عقبہ بن ابی معیط ۔ ان
دونوں میں گہرا دوستانہ تھا اور عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس بیٹھا کرتا اور آپ کی باتیں سنا کرتا تھا ۔ یہ خبر اُبیؓ کو پہنچی تو وہ عقبہ
کے پاس آیا اور کہا کیا مجھے اس بات کی خبر نہیں ہوئی کہ تو محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) کے پاس بیٹھا کرتا ہے اور اس کی باتیں سنا کرتا ہے ۔ پھر
اس نے کہا اگر میں نے تجھ سے بات کی تو تیری صورت دیکھنا میرے لیے
حرام ہوگا اور اس کو بڑی سخت قسمیں دیں کہ اگر تو اس کے پاس بیٹھے یا
اس کی بات سنے یا اس کے پاس جاکر اس کے منہ پر نہ تھوکے (تو تجھے
ایسی ایسی قسم) تو خدا کے دشمن عقبہ بن ابی معیط مردود خدا نے ایسا ہی کیا[1]

[1] ابوذر نقاش کی روایت سے لکھا ہے کہ جب اس نے تھوکا تو اس کا تھوک اسی کے منہ پر گر پڑا اور
اس کے چہرے پر برص پیدا ہوگئی ۔ (احمد محمودی)

تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دونوں کے بارے میں (یہ) نازل فرمایا۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا الی قولہ تعالیٰ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا

اور (اس روز کو خیال کرو) جس روز ظالم (افسوس سے) اپنے ہاتھ کاٹے گا وہ کہے گا کاش میں نے رسول کے ساتھ (چلنے کے لیے) راستہ اختیار کر لیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے قول للانسان خذولا تک

اور ابی بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی جو چورا چورا ہو گئی تھی لے گیا اور کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کے گل سڑ جانے کے بعد اس کو اٹھائے گا پھر اس نے اس کو چورا چورا کر کے ہوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اڑا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَعَمْ أَنَا أَقُولُ ذَلِكَ يَبْعَثُهُ اللَّهُ وَإِيَّاكَ بَعْدَ مَا تَكُونَانِ هَكَذَا ثُمَّ يُدْخِلُكَ اللَّهُ النَّارَ۔

ہاں میں یہی بات تو کہتا ہوں کہ اللہ اس کو بھی اور تجھ کو بھی تم دونوں کے ایسی حالت میں ہو جانے کے بعد اٹھائے گا۔ پھر تجھے اللہ آگ میں ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلق (یہ) نازل فرمایا۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ ۳۸۷

رَمِیمٌ قُلْ یُحْیِیهَا الَّذِی أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیمٌ الَّذِی جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ

اور اس نے ہمارے لیے مثال بتا دی اور اپنی پیدائش کو تو بھول ہی گیا۔ اس نے کہا کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ ایسی حالت میں کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں (اے نبی) کہہ دے کہ اس کو وہ ذات زندہ کریگی جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ذات تو ہر ایک مخلوق کو خوب جاننے والی ہے جس نے ہرے درخت سے آگ پیدا کی۔ پھر دیکھو کہ تم اسی (ہرے درخت) سے آگ روشن کرتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین قریش میں گفتگو اور سورہ قُلْ یَا أَیُّهَا الْكَافِرُونَ کا نزول

مجھے جو اطلاع ملی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کا طواف فرماتے ہوتے ہیں کہ الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ اور ولید بن المغیرہ اور امیہ بن خلف اور العاص بن وائل السہمی جو انہی میں کے سن رسیدہ افراد تھے آپ کی راہ میں آڑے آگئے اور کہا۔ اے محمد! اچھا آؤ (اس بات پر بھی غور کر لو کہ) ہم اس ذات کی بھی پرستش کریں جس کی پرستش تم کرتے ہو اور تم بھی ان چیزوں کی پرستش کرو جس کی ہم پرستش کرتے ہیں کہ ہم اور تم (باہم) معاملوں میں شریک ہو جائیں کہ اگر وہ پرستش جو تم کرتے ہو ہماری پرستش سے بہتر ہو تو ہم اس سے مستفید ہوں اور اگر وہ پرستش جو ہم کرتے ہیں تمہاری پرستش سے

بہتر ہو تو تم اس سے مستفید ہو گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق "قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ" کی پوری سورۃ نازل فرمائی۔ (اے نبی) کہہ دے کہ اے کافرو! میں تو اس کی پرستش نہیں کروں گا جس کی تم پرستش کرتے ہو۔ یعنی اگر تم اللہ کی پرستش بجز اس صورت کے نہیں کرتے کہ تم جس کی پرستش کرتے ہو میں بھی اس کی پرستش کروں تو مجھے تمہاری ایسی پرستش کی ضرورت نہیں تم سب کو تمہارے کاموں کا بدلہ ملے گا تو مجھے میرے کاموں کا بدلہ۔

ابوجہل بن ہشام کا بیان

جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈرانے کے لئے درخت زقوم (تھوہڑ) کا ذکر فرمایا تو ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ اے گروہ قریش کیا تم جانتے ہو کہ درخت زقوم کیا ہے جس سے محمد تمھیں ڈرا رہا ہے تو انھوں نے کہا نہیں ہمیں علم نہیں۔ اس نے کہا کہ یثرب کی عجوہ کھجوریں مسکہ کے ساتھ۔ واللہ اگر ہمیں ان پر قدرت ہو تو لَنَتَزَقَّمَنَّهَا تَزَقُّمًا۔ ہم تو انھیں بڑے مزے سے نگل جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا۔

۳۸۷ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ۔

درخت زقوم تو نافرمانوں کا کھانا ہے۔ پگھلی ہوئی دھات کی طرح گرم پانی کے ابال کی طرح وہ پیٹوں میں جوش مارے گا۔

ابن ہشام نے کہا کہ مہل ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو تانبے یا سیسے

یا اسی طرح کی کوئی چیز ہو اور اس کو گلا دیا جائے۔ جس کی مجھے ابو عبیدہ نے خبر دی ہے۔

حسن بن ابی الحسن سے ہمیں خبر پہنچی۔ انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود کوفہ کے بیت المال پر عمر بن الخطاب کی جانب سے صوبہ دار تھے۔ انھوں نے ایک روز چاندی کے گلانے کا حکم دیا اور وہ گلائی گئی تو اس میں سے مختلف رنگ نمایاں ہوئے تو انھوں نے کہا کہ دروازے پر کوئی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں۔ کہا انھیں اندر بلاؤ لوگ اندر بلائے گئے تو کہا کہ مہل کی قریب ترین تشبیہ ان چیزوں میں جن کو تم دیکھتے ہو یہ ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:۔

تَسْقِيهِ رَبِّي حَمِيمَ الْمُهْلِ يَجْرَعُهُ ۔۔۔ يَشْوِي الْوُجُوهَ فَهُوَ فِي بَطْنِهِ صَهِر

اس کو میرا پروردگار پگھلی ہوئی گرم گرم دھات پلائے گا
اور وہ اس کو گھونٹ گھونٹ نگلے گا جو اس کے منہ کو جھلس دیگی
اور اس کے پیٹ میں جوش مارے گی۔
اور عبداللہ بن الزبیر الاسدی نے کہا ہے:۔

فَمَنْ عَاشَ مِنْهُمْ عَاشَ عَبْدًا وَإِنْ يَمُتْ ۔۔۔ فَفِي النَّارِ يُسْقَى مُهْلَهَا وَصَدِيدَهَا

پس جو شخص ان میں سے زندہ رہے گا وہ غلامی کی
حالت میں زندہ رہے گا اور اگر مرے گا تو دوزخ میں جائیگا تو
اسے پگھلی ہوئی دھاتیں اور اس میں کی پیپ پلائی جائے گی
اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مہل کے معنی جسمانی پیپ کے ہیں۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت وفات قریب پہنچا تو آپ نے دو استعمالی چادروں کو دھو کر اسی کا کفن بنانے کے لیے حکم فرمایا تو صدیقہ عائشہ نے آپ سے عرض کی۔ بابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان

(مستعملہ چادروں) سے بے نیاز بنایا ہے۔ آپ کوئی کفن حریدو مانیے تو آپ نے فرمایا۔

إِنَّمَا هِيَ سَاعَةٌ حَتَّى تَصِيرَ إِلَى الْمُهْلِ

وہ صرف کچھ مدت کا ہے۔ اس کے بعد تو وہ
پیپ میں لتھڑ ہی جائے گا۔
کسی شاعر نے کہا ہے:۔

تَابَ بِالْمَاءِ مِنْهُ مُهْلًا كَرِيهًا ثُمَّ عَلَّ الْمُتُونَ بَعْدَ انْتِهَالِ ۳۸۸

اس کی مکروہ پیپ میں پانی مل گیا اور پھر پہلی
سیرابی کے بعد دوبارہ سیراب کی گئی۔
ابن اسحٰق نے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا:۔

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا۔

اور (ہم نے) مردود درخت (کا ذکر) قرآن میں
(صرف آزمائش کے لئے کیا) اور ہم انھیں (ایسی چیزوں سے) ڈراتے
رہتے ہیں، تو یہ (ہمارا ڈرانا) ان کی بڑھی ہوئی سرکشی میں
انھیں اور بڑھا دیتا ہے۔
ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باتیں کرتا
کھڑا ہوا تھا اور آپ کو اس کے ایمان لانے کی امید بندھ رہی تھی۔
اور آپ اسی حالت میں تھے کہ آپ کے پاس سے ابن ام مکتوم نابینا
گزرے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں اور
(وہ) آپ سے قرآن پڑھانے کی استدعا کرنے لگے تو آن کا یہ فعل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (ایسا) شاق گزرا کہ آپ کو بیزار کر دیا اور یہ بیزاری اس لیے ہوئی کہ ولید کے اسلام اختیار کرنے کی امید کے سبب سے آپ اس کی طرف متوجہ تھے ابن ام مکتوم اس مصروفیت میں مخل ہوئے اور جب وہ آپ سے زیادہ گفتگو کرنے لگے تو ترش روئی کے ساتھ آپ ان کے پاس سے لوٹ گئے اور ان کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى الی قولہ تعالی فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ

اس نے ترش روئی کی اور لوٹ گیا اس وجہ سے کہ اس کے پاس اندھا آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قول فی صحف مکرمة مرفوعة مطہرة تک۔

یعنی میں نے تجھ کو بشارت سنانے اور ڈرانے کے لیے بھیجا ہے۔ کسی کو چھوڑ کر کسی خاص فرد کے لیے میں نے تجھے مخصوص نہیں کیا ہے پس جو شخص اس کا طالب ہو اس سے اس کو نہ روک اور جو شخص اس کو نہیں چاہتا اس کی طرف توجہ نہ کر۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابن ام مکتوم بنی عامر بن لوئی میں کے ایک شخص تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ جنھوں نے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی انھیں مکہ والوں کے اسلام اختیار کرنے کی اطلاع ملی تو وہ اس خبر کے ملتے ہی مکہ واپس آگئے اور جب مکہ سے قریب ہوئے تو انھیں اطلاع ملی کہ مکہ والوں کے اسلام اختیار کرنے کی خبر جو ان سے بیان کی گئی تھی وہ غلط تھی تو ان میں کا کوئی شخص مکہ میں نہ آیا بجز ان لوگوں کے جنھوں نے کسی کی پناہ لی یا چھپ کر آئے۔

ان میں سے جو لوگ آپ کے پاس مکہ میں آ گئے اور مدینہ کو ہجرت ۳۴۹
کرنے تک وہاں رہے پھر آپ کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر رہے اور جو لوگ
آپ کے پاس جانے سے روک لیے گئے یہاں تک کہ ان سے جنگ بدر
وغیرہ فوت ہو گئی اور جن لوگوں کا مکہ میں انتقال ہو گیا وہ حسب ذیل ہیں۔

بنی عبد شمس بن عبد مناف بن قصی میں سے عثمان بن عفان بن
ابی العاص بن امیہ بن شمس اور آپ کے ساتھ آپ کی بیوی رقیہ بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس
اور ان کے ساتھ ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل تھیں اور ان کے حلیفوں
میں سے عبد اللہ بن جحش بن رئاب تھے۔

اور بنی نوفل بن عبد مناف میں سے عتبہ بن غزوان جو قیس عیلان
میں کے ان کے حلیف تھے اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی میں سے زبیر بن
العوام بن خویلد بن اسد۔

اور بنی عبد الدار بن قصی میں سے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن
عبد مناف اور سُوَیبِط بن سعد بن حُرَملہ۔

اور بنی عبد بن قصی میں سے طُلَیب بن عمیر بن وہب بن ابی کبیر
بن عبد۔

اور بنی زہرہ بن کلاب میں سے عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف ۳۵۰
بن عبد الحرث بن زہرہ اور مقداد بن عمرو ان کے حلیف اور عبد اللہ بن مسعود
ان کے حلیف۔

اور بنی مخزوم بن یَقظہ میں سے ابو سلمہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ
ابن عمر بن مخزوم اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ
اور شماس بن عثمان بن الشرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم اور سلمہ
بن ہشام بن المغیرہ۔ جن کو ان کے چچا نے مکہ میں روک لیا تو وہ جنگ بدر
و احد و خندق سے پہلے نہ آ سکے اور عیاش بن ابی ربیعہ بن المغیرہ جنہوں
نے آپ کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کی تھی لیکن ان کے دونوں

مادری بھائیوں ابوجہل بن ہشام اور الحرث بن ہشام نے ان کو بلا لیا اور انھیں واپس مکہ لے گئے اور وہاں انھیں بند رکھا یہاں تک کہ جنگ بدر، احد، اور خندق گزر گئی اور ان کے حلیفوں میں سے عمار بن یاسر جن کے متعلق شک ہے کہ وہ حبشہ کو گئے تھے یا نہیں اور خزاعہ میں سے معتب بن عوف بن عامر۔

اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب میں سے عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح اور ان کے بیٹے السائب بن عثمان اور قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون۔

اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب میں سے خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اور ہشام بن العاص بن وائل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کو ہجرت کر جانے کے بعد مکہ میں قید رہے اور جنگ بدر، احد، اور خندق کے بعد آئے۔

اور بنی عدی بن کعب بن لوئی میں سے عامر بن ربیعہ ان کے حلیف اور ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی قیس اور عبداللہ بن سہیل بن عمرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کو ہجرت کے وقت تو آپ کے ساتھ جانے سے روک لیے گئے تھے لیکن جنگ بدر کے روز مشرکوں کے پاس سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئے اور آپ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک رہے اور ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو اور السکران بن عمرو بن عبدشمس اور ان کے ساتھ ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ بن قیس جن کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے سے پہلے ہی مکہ میں ہو گیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ سے ان کے بعد نکاح فرمایا اور ان کے حلیفوں میں سے سعد بن خولہ۔

اور بنی الحرث بن فہر میں سے ابوعبیدہ بن الجراح جن کا نام عامر

۲۹۱

ابن عبد اللہ بن الجراح تھا اور عمرو بن الحرث بن زہیر بن ابی شداد اور سہیل بن بیضا جن کا نام سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال تھا اور عمرو بن ابی سرح ابن ربیعہ بن ہلال۔ غرض آپ کے جملہ اصحاب جو سرزمین حبشہ سے مکہ آئے وہ تینتیس مرد تھے۔

ان میں سے جو لوگ کسی کی پناہ میں آئے تھے ان میں سے ہمیں جن کے نام بتائے گئے ہیں ان میں عثمان بن مظعون بن حبیب الجمحی ہیں جو ولید بن المغیرہ کی پناہ میں داخل ہوئے۔

اور ابو سلمہ بن عبد الاسد بن ہلال المخزومی ہیں جو ابو طالب بن عبد المطلب کی پناہ میں داخل ہوئے جو ان کے ماموں ہوتے تھے۔ اور ابو سلمہ کی ماں برّہ عبد المطلب کی بیٹی ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عثمان بن مظعون کے متعلق تو مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف نے اس شخص سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا جس نے عثمان کے متعلق ان سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ جب عثمان بن مظعون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ان بلاؤں میں دیکھا جن میں وہ گرفتار تھے اور خود صبح و شام ولید بن المغیرہ کی امان میں (چلتے) پھرتے تھے تو کہا کہ واللہ! میرا صبح شام ایک مشرک کی پناہ میں (چلتے) پھرتے رہنا ایسی حالت میں کہ میرے دین والے اللہ کی راہ میں وہ بلائیں اور ایذائیں برداشت کر رہے ہوں جو مجھ پر نہ پڑ رہی ہوں میرے نفس کا ایک بڑا نقص ہے۔ اس لیے وہ ولید بن المغیرہ کے پاس گئے اور کہا اے ابا عبد شمس تم نے تو اپنا ذمہ پورا کر دیا اور اب میں تمھاری پناہ تمھیں واپس کر دیتا ہوں۔ اس نے اس سے کہا۔ بابا! شاید تمھیں میری قوم میں سے کسی نے ستایا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی پناہ میں رہوں اور میں نہیں چاہتا کہ اس کے سوا کسی اور کی پناہ لوں اس نے کہا تو مسجد کو چلو اور میری پناہ مجھے سب کے سامنے لوٹا دو جس طرح میں نے اسے کھلم کھلا جاری کیا تھا۔

۳۹۲

لہذا وہ دونوں نکل کر گئے یہاں تک کہ مسجد میں آئے اور ولید نے کہا یہ
عثمان ہے جو اس لیے آیا ہے کہ میری پناہ مجھے لوٹا دے۔ انھوں نے
کہا اس نے سچ کہا اور میں نے اس کو اپنی پناہ کا پورا کرنے والا اور جس کو
پناہ دی اس کی عزت رکھنے والا پایا لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے
سوا کسی اور کی پناہ نہ لوں اس لیے میں نے اس کی پناہ اس کو واپس کر دی
پھر عثمان وہاں سے لوٹے اور ولید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب
قریش کی ایک مجلس میں لوگوں کو شعر سنا رہا تھا تو عثمان ان لوگوں کے ساتھ
بیٹھ گئے اس کے بعد لبید نے کہا۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ۔

سن لو کہ خدا کے سوا ہر چیز باطل ہے۔
عثمان نے کہا تو نے سچ کہا۔ اس نے کہا

وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

ہر نعمت زائل ہونے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔
عثمان نے کہا۔ یہ تم نے جھوٹ کہا جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہ ہوں
گی تو لبید بن ربیعہ نے کہا۔ اے گروہ قریش! تمھارے ہم نشینوں
کو تو کبھی تکلیف نہیں دی جایا کرتی تھی۔ یہ تم میں نئی بات کب
سے پیدا ہو گئی تو انھیں لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ چند
کم ظرفوں میں سے جو اس کے ساتھ والے ہیں۔ یہ بھی ایک کم ظرف
شخص ہے۔ جنھوں نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اس کی
بات سے تم اپنے دل پر کوئی اثر نہ لو تو عثمان نے بھی اس کا جواب دیا۔
یہاں تک کہ ان دونوں کا جھگڑا بڑھ گیا اور وہ شخص اٹھا اور ان کی
آنکھ پر (ایسا) تھپڑ مارا کہ اسے نیلا کر دیا۔ ولید بن المغیرہ پاس ہی تھا اور
عثمان کی حالت کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ سن بابا۔ واللہ! تیری آنکھ

اچھی تھی کہ اس کو کوئی صدمہ نہ پہنچا اور تو محفوظ ذمہ داری میں تھا۔ راوی نے کہا کہ عثمان جواب دیتے ہیں کہ واللہ! بلکہ میری اچھی خاصی آنکھ کو بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ کی راہ میں اس پر بھی وہی آفت آئے جو اس کی بہن پر آئی اور اے ابا عبد شمس واللہ اس وقت میں ایسی ذات کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے (کہیں) زیادہ عزت والی اور تجھ سے (کہیں) زیادہ قدرت والی ہے ولید نے ان سے کہا۔ آؤ بابا! اگر تم اپنی پہلی پناہ میں آنا چاہتے ہو تو آجاؤ انھوں نے کہا نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو سلمہ بن عبد الاسد کے متعلق مجھ سے ابو اسحٰق ابن یسار نے سلمہ بن عبد اللہ بن عمر بن ابی سلمہ سے روایت کی کہ ان سے انھوں نے کہا کہ جب انھوں نے ابو طالب کی پناہ لی تو بنی مخزوم کے چند آدمی ان کے پاس گئے اور کہا۔ اے ابو طالب! اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو تم نے ہمارے مقابلے میں پناہ دی۔ خیر لیکن تمھیں کیا ہو گیا کہ ہمارے آدمی کی حفاظت ہمارے مقابلے میں کر رہے ہو۔ انھوں نے کہا کہ اس نے مجھ سے پناہ طلب کی اور وہ میرا بھانجا بھی ہے اور اگر میں اپنے بھانجے کی حفاظت نہ کروں گا تو اپنے بھتیجے کی بھی حفاظت نہ کرونگا تو ابو لہب کھڑا ہو گیا اور کہا۔ اے گروہ قریش۔ واللہ! تم نے اس بڑے بوڑھے آدمی کی بہت مخالفت کی اس کی قوم میں کے اس کی پناہ میں آئے ہوئے افراد پر ہمیشہ تم لوگ چھاپے مارتے رہے ہو۔ واللہ تمھیں اس طرح کے سلوک سے باز آنا ہو گا ورنہ ہر اس مہم میں جس میں وہ مستعد ہو کر کھڑا ہو جائے۔ ہم بھی اس کے ساتھ صف بستہ ہو جائیں گے کہ وہ اپنے ارادوں کو پورا کر سکے۔ راوی نے کہا کہ پھر تو سب کے سب کہنے لگے کہ اے ابو عتبہ! (اس قدر برہمی کی ضرورت نہیں) بلکہ ہم خود ان باتوں سے باز آجائیں گے جن کو تم ناپسند کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہی شخص ان سب کا سرغنہ اور حامی تھا۔ پس انھوں نے اس کو اس حمایت پر قائم رکھنا چاہا اور ابو طالب نے جب اس سے ایسے

الفاظ سے جو وہ کہہ رہا تھا تو وہ اس کے متعلق بھی (یہ) امید کرنے لگے کہ شاید رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی وہ ان کی صف میں آکھڑا ہو اس لیے ابو طالب نے ابو لہب کو اپنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد پر ابھارنے کے لیے یہ اشعار کہے ۔

اِنَّ امْرَأً اَبُوْ عُتَیْبَۃَ عَمُّہٗ ۔۔۔ لَفِیْ رَوْضَۃٍ مَّا اِنْ یُسَامُ الْمَظَالِمَا

جس شخص کا چچا ابو عتیبہ ہے تو بے شبہ وہ شخص ایسی روش پر ہے کہ جس کے ساتھ ظلم کا برتاؤ نہیں کیا جا سکتا ۔

اَقُوْلُ لَہٗ وَاَیْنَ مِنْہُ نَصِیْحَتِیْ ۔۔۔ اَبَا مُعْتِبٍ ثَبِّتْ سَوَادَکَ قَائِمًا

میں اس سے کہتا ہوں کہ اے ابو معتب اپنی قوم کے جتھے کو مستعدی سے مستحکم بنا لیکن میری نصیحت کہاں اور وہ کہاں ۔

فَلَا تَقْبَلَنَّ الدَّھْرَ مَا عِشْتَ خُطَّۃً ۔۔۔ تُسَبُّ بِھَا اِمَّا ھَبَطْتَ الْمَوَاسِمَا

۲۹۶

زمانے میں جب تک تو زندہ رہے ایسی حسر کو نہ قبول کر کہ اگر قومی مجمعوں میں سے کسی مجمع میں تو جائے تو اس چیز کی وجہ سے تجھ پر عیب لگایا جائے ۔

وَوَلِّ سَبِیْلَ الْعَجْزِ غَیْرَکَ مِنْھُمْ ۔۔۔ فَاِنَّکَ لَمْ تُخْلَقْ عَلَی الْعَجْزِ لَازِمَا

لوگوں میں سے جو لوگ مجبور ہوں کے تحت کوئی راستہ اختیار کرتے ہیں وہ مجبوری کا راستہ ان کے لیے چھوڑ دے کیونکہ یہ بات قطعی ہے کہ تو تو مجبوری کا راستہ اختیار کرنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے ۔

وَحَارِبْ فَاِنَّ الْحَرْبَ نِصْفٌ وَلَنْ تَرٰی ۔۔۔ اَخَا الْحَرْبِ یُعْطِی الْخَسْفَ حَتّٰی یُسَالِمَا

اور سنگو ماری کیونکہ جنگ ہی انصاف (حاصل کرنے
کا ذریعہ) ہے جنگجو کو کبھی تو ذلیل نہیں دیکھے گا۔ یہاں تک
کہ لوگ اس سے صلح کے طالب ہوں۔

وَكَيْفَ وَلَمْ يَجْنُوا عَلَيْكَ عَظِيمَةً وَلَمْ يَخْذُلُوكَ غَانِمًا أَوْ مُغَارِمَا

تو ابی قوم سے کسی طرح الگ ہو سکتا ہے حالانکہ انھوں
نے کوئی بڑی غلطی کر کے تجھ پر اس کا بار نہیں ڈالا اور نہ انھوں
نے تیری مدد سے کنارہ کشی کی خواہ تیری حالت غنیمت حاصل
کرنے والے کی رہی یا ڈنڈ بھرنے والے کی۔

جَزَى اللهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَنَوْفَلًا وَتَيْمًا وَمَخْزُومًا عُقُوقًا وَمَأْثَمَا

اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بنی عبد شمس۔ بنی
نوفل۔ بنی تیم اور بنی مخزوم کو ان کی سرکشیوں اور ان کی
غلطیوں کا بدلہ دے

بِتَفْرِيقِهِمْ مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَأُلْفَةٍ جَمَاعَتَنَا كَيْمَا يَنَالُوا الْمَحَارِمَا

ممنوعہ چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے انھوں نے
ہماری جماعت کی محبت و الفت میں جو رکاوٹ ڈالی اللہ
انھیں اس کا بدلہ دے۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نُبْزَى مُحَمَّدًا وَلَمَّا تَرَوْا يَوْمًا لَدَى الشِّعْبِ قَاتِمَا

بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم سے
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھین لیا جائے گا حالانکہ ابھی
تو تم نے راستہ کے پاس (دھواں دھار گرد و غبار کا)
تاریک روز نہیں دیکھا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ نبری کے معنی نسلب کے ہیں یعنی ہم سے چھین لیا جائے گا۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس میں سے ایک بیت باقی رہ گئی ہے جس کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

ابوبکر کا ابن دغنہ کی پناہ لینا اور پھر اس کی پناہ کا واپس کر دینا

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے عروہ سے اور انھوں نے عائشہ سے روایت کی کہ جب ابوبکر صدیق پر مکہ میں سختی ہونے لگی اور وہاں آپ کو تکلیفیں پہنچنے لگیں اور قریش کی دست درازیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر حد سے زیادہ دیکھیں تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے انھیں اجازت دیدی۔ ابوبکر ہجرت کر کے نکلے یہاں تک کہ جب مکہ سے ایک روز یا دو روز کی مسافت طے کی تھی۔ بنی الحرث بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ والا ابن دغنہ آپ سے ملا جو ان دنوں احابیش کا سردار تھا۔ ۳۹۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنو الحرث بن عبد مناۃ بن کنانہ اور انھوں بن خزیمۃ بن مدرکہ اور حراللہ میں کے بنو المصطلق کو احابیش کہتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ان لوگوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا ان کو اس حلف کے سبب سے احابیش کہتے ہیں (اس لیے کہ انھوں نے ایک وادی

لہ۔ قوسین میں کی درمیانی عبارت بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ بعض میں احبش کے بجائے احابش ہے۔ (احمد محمودی)

میں معاہدہ کیا تھا جس کا نام احبیش (یا احابیش) تھا جو مکہ کے نشیبی
حصہ میں واقع ہے) بعضوں نے (اس کا نام) ابن الدعینہ کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے زہری نے عروہ سے اور انھوں نے
عائشہ سے روایت کی۔ ام المومنین نے فرمایا کہ ابن الدغنہ نے کہا
اے ابوبکر کہاں۔ ابوبکر نے فرمایا۔ میری قوم نے مجھے نکال دیا۔ انھوں
نے مجھے تکلیفیں دیں اور مجھے تنگ کر دیا۔ اس نے کہا یہ کیوں واللہ!
تم تو خاندان کی زینت ہو۔ آفتوں میں تم مدد کرتے ہو۔ تم نیکی کرتے
ہو اور ناداروں کو کمائی پر لگاتے ہو۔ واپس چلو۔ تم میری پناہ میں ہو۔ ۳۹۶
پس آپ اس کے ساتھ واپس ہوئے یہاں تک کہ جب مکہ میں داخل
ہوئے تو ابن الدغنہ کھڑا[1] ہوا اور کہا اے گروہ قریش! میں نے ابن
ابی قحافہ کو پناہ دی ہے۔ پس بجز بھلائی کے کوئی شخص ان کی راہ میں
حائل نہ ہو۔ محترمہ نے فرمایا لہذا سب لوگ آپ سے الگ رہنے لگے۔
فرمایا کہ بنی جمح کے محلہ میں ابوبکر کے گھر کے دروازے کے پاس ہی آپ
کی نماز پڑھنے کی جگہ تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ نرم القلب
تھے جب قرآن پڑھتے تو روتے اس وجہ سے آپ کے پاس لڑکے غلام
اور عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور آپ کی اس ہیئت کو سب کے سب پسند
کرتے۔ فرمایا۔ تو قریش کے چند لوگ ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اس سے
کہا۔ اے ابن الدغنہ! تو نے اس شخص کو اس لئے تو پناہ نہیں دی ہے
کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ جب نماز پڑھتا ہے
اور نماز میں وہ کلام پڑھتا ہے جس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لاتا ہے
تو اس کا دل بھر آتا ہے اور (وہ) روتا ہے اور اس کی ایک خاص ہیئت
اور ایک خاص طریقہ ہوتا ہے کہ اسے بچوں۔ ایسی عورتوں اور ہم میں کے

---

[1] یورپ کے نسخے میں قال ابن الدغنہ فقال اور محی الدین عبد الحمید کے نسخہ میں
قام ابن الدغنہ فقال ہے۔ یورپ کا نسخہ اس مقام پر غلط معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔
(محمودی)

کمزور لوگوں کے متعلق ہمیں خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ انھیں فتنہ میں ڈالدے تو اس کے پاس جا اور اسے حکم دے کہ وہ اپنے گھر میں رہے اور اس میں جو چاہے وہ کرے فرمایا اس وجہ سے ابن الدغنہ آپ پاس آیا اور آپ سے کہا۔ اے ابوبکر! میں نے تمھیں اس لئے پناہ نہیں دی ہے کہ تم اپنی قوم کو تکلیف پہنچاؤ۔ تمھاری قوم تمھارے اس مقام میں رہنے کو جہاں تم رہا کرتے ہو ناپسند کرتی ہے اور تمھارے اس مقام پر رہنے کے سبب سے اسے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم اپنے گھر میں رہو اور اس میں تم جو چاہو کرو۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمھیں تمھاری پناہ واپس کردوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہو جاؤں۔ اس نے کہا اچھا تو میری پناہ مجھے واپس کردو آپ نے فرمایا میں نے تیری پناہ تجھ کو واپس کردی۔ صدیقہ نے فرمایا کہ اس کے بعد ابن الدغنہ کھڑا ہوگیا اور کہا۔ اے گروہ قریش! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ مجھے واپس کردی ہے۔ اب تم اپنے آدمی کے ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن القاسم نے اپنے والد قاسم بن محمد سے روایت کی کہ قریش کے کمینوں میں سے ایک کمینہ شخص ایسی حالت میں آپ کو ملا کہ آپ کعبۃ اللہ تشریف لیجارہے تھے تو ذراسی مٹی آپ کے سر پر ڈالدی اور ابوبکر کے پاس سے ولید بن المغیرہ یا عاص بن وائل گزرا تو آپ نے فرمایا۔ ان کمینوں کے کاموں کو کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ اس نے کہا۔ یہ تو وہ چیز ہے جو تم اپنی ذات کے ساتھ خود کر رہے ہو۔ راوی نے کہا آپ صرف یہ فرماتے اے پروردگار! تو کس قدر حلیم ہے۔ اے پروردگار! تو کس قدر حلیم ہے اے پروردگار تو کس قدر حلیم ہے

نوشتہ معاہدہ کا توڑنا اور ان لوگوں کے نام جنھوں نے اسے توڑا

ان پانچ شخصوں کے نام جنھوں نے بے انصافی پر مبنی نوشتہ کے

توڑنے میں کوشش کی۔ ہشام بن عمرو العامری۔ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ المخزومی۔ المطعم بن عدی۔ ابو البختری بن ہاشم۔ زمعہ بن الاسود بن المطلب ابن اسد ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب اسی اسی حالت میں تھے کہ قریش نے ان کے خلاف معاہدہ کر رکھا تھا اور یہ معاہدہ ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس معاہدہ کو توڑنے کے لئے جس کو قریش نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف کیا تھا قریش ہی میں کے چند آدمی آمادہ ہو گئے ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن الحارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی نے جو کوشش اس معاملے میں کی وہ کسی اور نے نہیں کی اور اس کا سبب یہ ہے کہ نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کے بھائی کا بیٹا اس کا اخیافی بھائی تھا اور ہشام بنی ہاشم سے اچھے تعلقات رکھتا تھا اور وہ خود بھی اپنی قوم میں مرتبے والا تھا مجھے جو خبریں ملی ہیں ان میں سے (ایک) یہ ہے کہ وہ غلے کے اونٹ رات کے وقت لاد کر وہاں لاتا جہاں بنی ہاشم اور بنی المطلب شعب ابی طالب میں تھے یہاں تک کہ جب درہ کے دہانے پر آتا تو اونٹ کی نکیل نکال ڈالتا اور اس کے پہلو پر مارتا تو وہ اونٹ درہ کے اندر ان لوگوں کے پاس پہنچ جاتا پھر اونٹ پر کپڑے اور دانہ داری کا ضروری سامان لاد کر لاتا اور اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر وہ زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم کے پاس گیا جس کی ماں عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی تھی اور کہا اے زہیر کیا تم اس حالت پر خوش ہو کہ تم تو کھانا کھاؤ کپڑے پہنو (۳۹۸) عورتوں کو نکاح میں لاؤ اور تمہارے ماموؤں کی جو حالت ہے وہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ان کے ہاتھ نہ کوئی چیز بیچی جاتی ہے اور نہ ان سے کچھ خریدا جاتا ہے۔ نہ ان کی بیٹیوں کو کوئی نکاح میں لیتا ہے اور نہ ان کے نکاح میں کوئی عورت دی جاتی ہے۔ سن تو میں تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابو الحکم بن ہشام کے ماموں ہوتے اور تم اسے اس

بات کی طرف بلاتے جس کی طرف اس نے تمھیں ان کے متعلق دعوت دی ہے تو وہ تمھاری بات ہرگز قبول نہ کرتا اس نے کہا۔ افسوس اے ہشام! آخر کیا کروں۔ میں اکیلا ایک ہی ہوں۔ واللہ اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہوتا تو اس معاہدے کے توڑنے پر آمادہ ہو جاتا یہاں تک کہ اس کو توڑ کر رکھ دیتا اس نے کہا۔ ایک شخص کو تو تم نے پا لیا ہے۔ اس نے کہا وہ کون۔ کہا۔ میں۔ زہیر نے اس سے کہا اپنے لیے ایک اور تیسرے شخص کی تلاش کی بھی ضرورت ہے تو وہ المطعم بن عدی کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ اے مطعم! کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ بنی عبد مناف کے دو قبیلے برباد ہو جائیں اور تم اپنے سامنے یہ دیکھتے رہو اور اس معاملے میں قریش کے ساتھ خود بھی موافقت کرو۔ سن لو! واللہ اگر ہم نے انھیں ایسا کرنے دیا تو تم دیکھ لوگے کہ وہ ان کے بارے میں تمھارے اس برتاؤ کے سبب اور تیز ہو جائیں گے۔ اس نے کہا۔ افسوس آخر میں کیا کروں۔ میں تو اکیلا ایک ہی ہوں اس نے کہا تم نے دوسرے کو بھی تو پا لیا ہے۔ اس نے کہا۔ وہ کون۔ کہا۔ میں کہا ہمارے لیے تیسرے کی بھی تلاش چاہیئے۔ اس نے کہا۔ میں نے یہ بھی کر لیا ہے۔ کہا وہ کون ہے۔ کہا زہیر بن ابی امیہ۔ کہا۔ ہمارے لیے چوتھے کی بھی تلاش کرو پھر وہ ابو البختری بن ہشام کے پاس پہنچا اور اس سے بھی اسی طرح کہا جیسا مطعم بن عدی سے کہا تھا اس نے کہا کیا کوئی ایک شخص بھی ہے جو اس بات میں مدد کرے۔ اس نے کہا ہاں۔ کہا وہ کون ہے۔ کہا زہیر بن ابی امیہ اور المطعم بن عدی اور میں بھی تمھارے ساتھ ہوں۔ اس نے کہا ہمارے لیے پانچویں کو بھی ڈھونڈو۔ پس وہ زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کی۔ اور اس سے ان لوگوں کی رشتہ داری اور حقوق کا ذکر کیا تو اس نے اس سے کہا۔ کیا جس معاملے کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اس میں اور کوئی شخص بھی ہے۔ کہا ہاں۔ پھر اس نے تمام کے نام بتائے تو خطم الحجون نامی مقام پر جو مکہ کی بلندی کے مقامات میں سے ہے

٣٩٩

رات میں سب کے ملنے کا وعدہ ہوا اور رات (ہی) میں سب وہاں جمع ہوئے اور سب نے مل کر ایک رائے قرار دی اور اس نوشتہ معاہدہ کے توڑنے کی کوشش کا سب نے عہد کیا۔ زہیر نے کہا کہ میں تم سب سے سبقت کرتا ہوں کہ پہلا بولنے والا میں ہی ہوں گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو سب اپنی اپنی مجلسوں کی جانب روانہ ہوئے اور زہیر بن ابی امیہ سویرے ہی ایک قیمتی لباس پہن کر گیا اور بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور پھر لوگوں کے پاس آیا اور کہا۔ اے مکہ والو! کیا ہم تو کھانا کھائیں اور کپڑے پہنیں اور بنی ہاشم مرتے رہیں نہ ان سے کچھ خریدا جائے اور نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچا جائے۔ اللہ کی قسم میں (اس وقت تک) نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ یہ ناانصافانہ قرابت توڑنے والا نوشتہ چاک نہ کر دیا جائے۔ ابوجہل نے جو مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا تھا کہا۔ تو جھوٹا ہے۔ واللہ وہ ہرگز چاک نہیں کیا جائے گا۔ زمعہ بن الاسود نے کہا۔ واللہ! تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ جب وہ لکھا گیا ہے اس وقت ہم نے کوئی رضامندی ظاہر نہیں کی۔ ابوالبختری نے کہا۔ زمعہ نے سچ کہا جو کچھ اس میں لکھا گیا نہ ہم اس پر راضی ہوں گے اور نہ ہم اس پر قائم رہیں گے۔ مطعم بن عدی نے کہا تم دونوں نے سچ کہا اور اس کے سوا جس شخص نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ کہا ہم نے اس کاغذ اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں۔ ابوجہل نے کہا یہ معاملہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور مقام پر رات میں (اس کے بارے میں) مشورہ اور فیصلہ ہو چکا ہے۔ ابوطالب بھی مسجد میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ پس مطعم اس نوشتہ کی جانب (اس لیے) بڑھا کہ اسے چاک کر ڈالے تو معلوم ہوا کہ "باسمک اللھم"[1] کے الفاظ کے سوا دیمک نے اس (سب) کو کھا لیا ہے اور اس

---

[1] اسلام سے پہلے یہ الفاظ بجائے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھے جایا کرتے تھے۔ (احمد محمودی)

نوشتہ کا لکھنے والا جو منصور بن عکرمہ تھا اس کا ہاتھ ان لوگوں کے دعوے کے موافق شل ہوگیا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے کہا۔

یَاعَمِّ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَلَّطَ الْاَرَضَةَ عَلٰى صَحِيْفَةِ قُرَيْشٍ

فَلَمْ تَدَعْ فِيْهَا اِسْمًا هُوَ لِلّٰهِ إِلَّا أَثْبَتَتْهُ فِيْهَا وَنَفَتْ مِنْهَا الظُّلْمَ وَالْقَطِيْعَةَ وَالْبُهْتَانَ

اے چچا اللہ نے دیمک کو نوشتۂ قریش پر غالب کر دیا۔ اس نے جتنے اللہ کے نام تھے وہ تو چھوڑ دئے اور جتنی ظلم و زیادتی اور رشتے توڑنے اور بہتان کی باتیں تھیں اس نے اس میں سے سب نکال ڈالیں۔

انھوں نے پوچھا۔کیا آپ کے پروردگار نے آپ کو اس بات کی اطلاع دی ہے۔ فرمایا نعم (ہاں) کہا واللہ! پھر تو تم پر کوئی فتحیاب نہیں ہو سکتا۔پھر وہ نکل کر قریش کے پاس گئے اور کہا۔ اے گروہ قریش!

۴۰۰ میرے بھتیجے نے مجھے اس بات کی خبر دی ہے کہ ایسا ایسا ہے۔ پس تم اپنے لکھے ہوئے معاہدے کو لاؤ۔اگر ویسا ہی ہے جیسا کہ میرے بھتیجے نے کہا ہے تو پھر ہمارے قطع تعلق سے باز آؤ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو چھوڑ دو اور اگر وہ جھوٹا ہو تو میں اپنے بھتیجے کو تمھارے حوالے کرتا ہوں۔ تمام لوگوں نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں اور انھوں نے اسی بات پر عہد و پیمان بھی کر لیا۔ پھر سب نے اس کو دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ حالت بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔اس واقعہ نے ان کی بدسلوکی کو اور بڑھا دیا اور قریش ہی میں کی ایک جماعت نے اس نوشتہ کو تلف کرنے کی وہ کوششیں کیں

جن کا اوپر ذکر ہوا۔

ابن ہشام نے کہا کہ پھر جب وہ نوشتہ چاک کر دیا گیا اور جو کچھ اس میں لکھا تھا سب بے کار ہو گیا تو ابو طالب نے ان لوگوں کی ستائش میں جنھوں نے اس معاہدہ کے توڑنے میں کوشش کی یہ اشعار کہے:۔

أَلَا هَلْ أَتَى بَحْرِيَّنَا صُنْعُ رَبِّنَا عَلَى نَأْيِهِمْ وَاللّٰهُ بِالنَّاسِ أَرْوَدُ

کیا ہمارے سمندر پار کے مسافروں کو ہمارے پروردگار کی کارسازی کی بھی کچھ خبر پہنچی ہے کہ ان لوگوں کو دور دراز ملکوں میں ڈال دینے کے باوجود اللہ تعالی (اُن) لوگوں پر بڑا مہرباں ہے۔ کیا (کوئی شخص ایسا) ہے۔

فَيُخْبِرَهُمْ أَنَّ الصَّحِيفَةَ مُزِّقَتْ وَأَنْ كُلُّ مَا لَمْ يَرْضَهُ اللّٰهُ مُفْسَدُ

جو ان لوگوں کو اس بات کی خبر دے کہ نوشتہ معاہدہ چاک چاک کر دیا گیا اور یہ کہ جس چیز میں اللہ کی رضامندی نہیں وہ برباد ہے۔

تَرَاوَحَهَا إِفْكٌ وَسِحْرٌ مُجَمَّعٌ وَلَمْ يُلْفَ سِحْرٌ آخِرَ الدَّهْرِ يَصْعَدُ

اس نوشتہ کو بہتان اور جان بوجھ کر جھوٹ نے قوت دی تھی اور کوئی جھوٹ کبھی بھی ترقی کرتا ہوا نہیں پایا گیا۔

تَدَاعَى لَهَا مَنْ لَيْسَ فِيهَا بِقَرْقَرٍ وَطَائِرُهَا فِي رَأْسِهَا يَتَرَدَّدُ

اس نوشتہ کے معاملے میں وہ لوگ بھی جمع ہو گئے جو اس بات سے مطمئن نہ تھے اس لئے ان کی قسمت کی نحوست کے پرندان کے سر میں پھڑپھڑا رہے تھے۔

وَكَانَتْ كِفَاءً وَقْعَةٌ بِأَثِيمَةٍ لِيُقْطَعَ مِنْهَا سَاعِدٌ وَمُقَلَّدُ

یہ واقعہ ایسا بڑا گناہ تھا کہ اس کے عوض ہاتھ
اور گردن کاٹی جاتی تو سزاوار تھا۔

۲۰۱ وَيَظْعَنُ أَهْلُ الْمَكَّتَيْنِ فَيَهْرُبُوا ۔ وَرَائِهِمْ مِنْ خَشْيَةِ الشَّرِّ تُرْعَدُ

مکہ کے نیچے کے حصہ والے اور اوپر کے حصہ والے
(دونوں وطن چھوڑ کر) سفر کئے جا رہے ہیں اور اس حالت
سے بھاگے جا رہے ہیں کہ ان کے شانے (لوٹ پھل جنگ
ہر قسم کی) برائی کے خوف سے کانپ رہے ہیں۔

وَيُتْرَكُ حَرَّاثٌ يُقَلِّبُ أَمْرَهُ ۔ أَيُتْهِمُ فِيهَا عِنْدَ ذَاكَ وَيُنْجِدُ

اور کمانے والا شخص (بے روک ٹوک) چھوڑ دیا
جاتا ہے کہ ایسے اوقات میں (جن میں سب اللہ کے مجاور
پریشان پھر رہے ہیں) وہ اپنے معاملے میں تدبرین کیا کرے
کہ وہ خواہ سرزمین حجاز کی پست زمین تہامہ میں جائے یا
بلند حصہ نجد میں سفر کرے۔

وَتَصْعَدُ بَيْنَ الْأَخْشَبَيْنِ كَتِيبَةٌ ۔ لَهَا حُدُجٌ سَهْمٌ وَقَوْسٌ وَمِرْهَدُ[1]

اور اخشبین (نامی مکہ کے دونوں پہاڑوں) کے
درمیان ایسا لشکر چڑھ آئے جس کے کڑوے کثیر التعداد
پھل - تیر - کمان اور مرہم برچھا یا تلوار ہیں۔

۲۰۲ فَمَنْ يَكُ مِنْ حُضَّارِ مَكَّةَ عِزُّهُ ۔ فَعِزَّتُنَا فِي بَطْنِ مَكَّةَ أَتْلَدُ

پس اگر ایسا کوئی شخص ہے جس کی عزت نے سرزمین

---

[1] خشنی نے اس مقام پر تین نسخے لکھے ہیں۔ مرھد - مرعد - مرعد - مرہد کے معنی

مکہ کی سکونت و توطن میں نشو و نما پائی ہے تو پھر ہماری عزت (کا کیا پوچھنا کہ وہ) تو وادی مکہ میں پرانی سے پرانی ہے۔

نَشَأْنَا بِهَا وَالنَّاسُ فِيهَا قَلَائِلُ ... فَلَمْ نَنْفَكِكْ نَزْدَادُ خَيْرًا وَنُحْمَدُ

ہم نے اس میں اس وقت نشو و نما پائی ہے جبکہ اس میں
تھوڑے سے لوگ تھے لہذا ہماری عزت ہمیشہ بھلائی میں
بڑھتی ہی رہی اور ہمیشہ سراہی جاتی رہی ہے۔

نُطْعِمُ حَتَّى يَتْرُكَ النَّاسُ فَضْلَهُمْ ... إِذَا جَعَلَتْ أَيْدِي الْمُفِيضِينَ تَرْعَدُ

ہم (قحط کے اس زمانے میں) کھانا کھلاتے ہیں کہ
لوگ اپنی فضیلت اور بڑائی چھوڑ دیتے ہیں اور جوئے کے
تیر نکالنے والے کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔

جَزَى اللهُ رَهْطًا بِالْحَجُونِ تَتَابَعُوا ... عَلَى مَلَإٍ يَهْدِي لِحَزْمٍ وَيُرْشِدُ

اس جماعت کو اللہ جزائے خیر دے جس کے افراد مقام

حاشیہ صفحہ گذشتہ: — رمح — لس — نرم برچھی اور وہد کے معنی لکھے ہیں الرمح
دی اذا طعن به وسع الخرق — وہ برچھی جس کے وار سے زخم کشادہ لگے۔ بسرا
جو جیم اور رائے معجمہ سے ہے جس کو یورپ کے مطبوعہ نسخے میں اختیار کیا گیا ہے
کے متعلق خشنی نے لکھا ہے۔ هو ضعيف لا معنى له الا ان يراد به الشدة
لى معنى الاشتقاق — وہ کمزور ہے (اس مقام پر اس کے) کچھ معنی نہیں بجز اس کے
اس کے اشتقاق کے معنی کے لحاظ سے اس سے شدت مراد لی جائے۔ سہیلی نے
ہد کے متعلق لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ یہ لفظ مہرد کا مقلوب ہو جو ہرد سے مفعل کا وزن
جس کے معنی مزقہ یعنی اس کو پھاڑ ڈالا کے ہیں جس سے مراد برچھا یا تلوار ہو سکتی ہے
غیر مقلوب ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اس صورت میں رہد سے مشتق ہوگا جس کے

حجون سے ایک کے بعد ایک بر سر مجلس بیٹھے جو عقل کی بات کی جانب رہنمائی کرتے اور سیدھی راہ بتلا رہے تھے۔

۴۰۲ قُعُودًا الدی حَطِم الحجُونِ کَأَنَّہُم مَعَاوِلَۃٌ بَل ہُم أَعَزُّ وَأَمجَدُ

وہ (مقام) حطم الحجون کے پاس ایسے بیٹھے ہوئے تھے گویا وہ رؤسا ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ رئیسوں سے بھی زیادہ عزت و شان والے ہیں۔

أَعَانَ عَلَیہَا کُلُّ صَقرٍ کَأَنَّہُ إِذَا مَا مَشَی فِی رَفرَفِ الدِّرعِ أَحرَدُ

اس معاملہ میں جنہوں نے مدد دی ان میں کا ہر فرد گویا کہ ایک شہباز تھا جب وہ اپنی لمبی لمبی زرہوں میں چلتا تو بہت آہستہ چلتا۔

جَرِیءٌ عَلَی جُلَّی المَخُوطِبِ کَأَنَّہُ شِہَابٌ بِکَفَّی قَابِسٍ یَتَوَقَّدُ

بڑے بڑے اہم معاملوں میں بڑی جرأت کرنے والا ہے گویا وہ ایک چنگاری ہے جو آگ لینے والے کے ہاتھوں پر بھڑک رہی ہے۔

مِنَ الأَکرَمِینَ مِن لُؤَیِّ بنِ غَالِبٍ إِذَا سِیمَ خَسفًا وَجہُہُ یَتَرَبَّدُ

وہ ان شریفوں میں سے ہے جو لوی بن غالب کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ معنی برم کے ہیں۔ وفی بعض النسخ فوھد فان صحت الروایۃ بہ فمعناہ فوھد فی الحیاۃ وحرص علی الممات اگر فوہد کی یہ روایت صحیح ہو تو اس سے مراد زہدگی سے بیزاری اور موت کی خواہش ہو گی غرض میں نے مرہد کے نسخے کو ترجیح دی ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ (احمد محمودی)

اولاد میں سے ہیں جب کوئی ذلت کا برتاؤ کیا جائے تو اس کا
چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔

طَوِيلُ النِّجَادِ خَارِجٌ نِصْفُ سَاقِهِ عَلَى وَجْهِهِ تُسْقَى الْغَمَامُ وَتُسْعَدُ

وہ دراز قد جس کی آدھی پنڈلی باہر نکلی ہوئی رہتی ہے
اس کے چہرے کے طفیل میں ابر پانی برساتا اور سعادت حاصل
کرتا ہے۔

عَظِيمُ الرَّمَادِ سَيِّدٌ وَابْنُ سَيِّدٍ يَحُضُّ عَلَى مَقْرَى الضُّيُوفِ وَيَحْشُدُ

بڑا سخی۔ سردار اور سردار کا بیٹا مہمانوں کی ضیافت
پر دوسروں کو بھی ابھارتا اور جمع کرتا ہے۔

وَيَبْنِي لِأَبْنَاءِ الْعَشِيرَةِ صَالِحًا إِذَا نَحْنُ طُفْنَا فِي الْبِلَادِ وَيَمْهَدُ

جب ہم ادھر ادھر شہروں میں گھومتے اور سیاحت
کرتے پھرتے ہیں تو وہ خاندان کے بچوں کے لئے اچھی اچھی
بنائیں ڈالتا اور ان کے لیے تمہیدیں اٹھاتا رہتا ہے

أَلَظَّ بِهَذَا الصُّلْحِ كُلُّ مُبَرَّأٍ عَظِيمِ اللِّوَاءِ أَمْرُهُ ثَمَّ يُحْمَدُ

اس صلح کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لینے والوں میں
کا ہر فرد بے عیب۔ بڑے جھنڈے والا اور وہ تھا جس کے کام
کی وہاں تعریف ہوتی تھی۔

قَضَوْا مَا قَضَوْا فِي لَيْلِهِمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا عَلَى مَهَلٍ وَسَائِرُ النَّاسِ رُقَّدُ ۴۰۴

انھوں نے جو مناسب سمجھا راتوں رات فیصلہ کر ڈالا
اور باطمینان صبح سویرے مقام مطلوب پر پہنچ گئے اس حال

کہ تمام لوگ سو ہی رہے تھے۔

هُمْ رَجَعُوا سَهْلَ بْنَ بَيْضَاءَ رَاضِيًا　　وَسُرَّ أَبُو بَكْرٍ بِهَا وَمُحَمَّدُ

انھیں لوگوں نے سہل بن بیضاء کو راضی کر کے واپس کیا اور ابو بکر بھی اس سے خوش ہو گئے اور محمد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

مَتَى شَرَكَ الْأَقْوَامُ فِي جُلِّ أَمْرِنَا　　وَكُنَّا قَدِيمًا قَبْلَهَا نَتَوَدَّدُ

ہمارے بڑے بڑے کاموں میں یہ (دوسرے) لوگ کب شریک رہے ہیں حالانکہ اس معاملہ سے پہلے بھی ہم (اور وہ لوگ جنھوں نے اس معاملے کا فیصلہ کیا) آپس میں دوستانہ تعلقات ہی سے رہے ہیں۔

وَكُنَّا قَدِيمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً　　وَنُدْرِكُ مَا شِئْنَا وَلَا نَتَشَدَّدُ

ہماری یہ عادت قدیم سے رہی ہے کہ ظلم کو برقرار نہیں رہنے دیتے اور ہم جو چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں اور پھر سختی بھی نہیں کرتے۔

فَيَالَ قُصَيٍّ هَلْ لَكُمْ فِي نُفُوسِكُمْ　　وَهَلْ لَكُمْ فِيمَا يَجِيءُ بِهِ غَدُ

بس اے بنی قصی! تم پر تعجب ہے!! کیا تم نے کبھی اپنے ذاتی نفع و نقصان پر بھی غور کیا ہے اور کیا کل پیش آنے والے واقعات پر بھی تم نے کبھی نظر ڈالی ہے۔

فَإِنِّي وَإِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ قَائِلٌ　　لَدَيْكَ الْبَيَانُ لَوْ تَكَلَّمْتَ أَسْوَدُ

میری اور تمہاری بس وہی حالت ہے جیسے کسی کہنے والے نے

کہا ہے (میں تو کچھ بول نہیں سکتا) اے کالے[1] (پہاڑ)
بولنے کے تمام ذریعے تیرے ہی پاس ہیں۔

مطعم بن عدی کے مرنے پر حسان بن ثابت نے مرثیہ کہا ہے
جس میں نوشتہ معاہدے کے توڑنے میں مطعم کی کوشش کا ذکر بھی ہے۔

أَعَيْنُ فَابْكِي سَيِّدَ الْقَوْمِ وَاسْفَحِي بِدَمْعٍ وَإِنْ أَنْزَفْتِهِ فَاسْكُبِي الدَّمَا

اے آنکھ قوم کے سردار کی موت پر رو اور آنسو
بہا اور اگر آنسوؤں کو تو نے ختم کر دیا ہے تو خون بہا۔

وَبَكِّي عَظِيمَ الْمَشْعَرَيْنِ كِلَيْهِمَا عَلَى النَّاسِ مَعْرُوفًا لَهُ مَا تَكَلَّمَا

اور دونوں مشعروں کے بڑے شخص پر رو جس کے
احسانات لوگوں پر اس وقت تک رہیں گے جب تک وہ
بات کرتے رہیں گے

فَلَوْ كَانَ مَجْدٌ يُخْلِدُ الدَّهْرَ وَاحِدًا مِنَ النَّاسِ أَبْقَى مَجْدُهُ الْيَوْمَ مُطْعِمَا

اگر کوئی عزت لوگوں میں سے کسی کو زمانہ میں ہمیشہ
رکھتی تو مطعم کو اس کی عزت آج بھی باقی رکھتی۔

---

[1] یہ ایک ضرب المثل ہے اور ایسے موقع پر کہی جاتی ہے جہاں کوئی شخص کسی بات پر قادر ہونے کے باوجود اس بات کو نہ کرے۔ ابوذر خشنی نے لکھا ہے کہ اسود کسی شخص کا نام تھا محی الدین عبدالحمید نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وہ ہے جو سہیلی نے لکھا ہے کہ ایک پہاڑ پر کوئی شخص مارا گیا اور اس پہاڑ کا نام اسود تھا جب مقتول کے وارثوں نے قاتل کا کوئی پتا نہ پایا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اے کالے پہاڑ قتل تجھی پر واقع ہوا ہے اور قاتل کو تو جانتا ہے۔ کاش تو کچھ کہہ سکتا اس طرح مستی کی بات بھی صحیح ہو سکتی ہے کہ کسی گونگے کے سامنے قتل واقع ہوا ہو جس کا نام اسود ہو اور وہ کچھ بول نہ سکا ہو۔ (محمد محمودی)

أَجَرْتَ رَسُولَ اللّٰهِ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا عَبِيدَكَ مَا لَبَّى مُهِلٌّ وَأَحْرَمَا

تو نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں سے پناہ دی لہذا جب تک کوئی لبیک کہنے والا لبیک کہتا رہے اور احرام باندھنے والا احرام باندھتا رہے وہ سب تیرے احسان کے بندے بن گئے۔

فَلَوْ سُئِلَتْ عَنْهُ مَعَدٌّ بِأَسْرِهَا وَقَحْطَانُ أَوْ مَا فِي بَقِيَّةِ جُرْهُمَا

تمام ہی معد بنی قحطان اور بنی جرہم میں کے باقی لوگوں سے تیرے متعلق دریافت کیا جائے۔

لَقَالُوا هُوَ الْمُوفِي بِخُفْرَةِ جَارِهِ وَذِمَّتِهِ يَوْمًا إِذَا مَا تَذَمَّمَا

تو وہ کہیں گے کہ وہ تو اپنے پناہ گزینوں کی حمایت کو، اور جب کسی روز کسی نے کسی چیز کی ذمہ داری طلب کی تو اس ذمہ داری کو، پورا کرنے والا ہے۔

فَمَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ الْمُنِيرَةُ فَوْقَهُمْ عَلَى مِثْلِهِ فِيهِمْ أَعَزَّ وَأَعْظَمَا

پس لوگوں میں کسی ایسے شخص پر روشن سورج نہیں نکلتا جو ان میں ممدوح کا سا زیادہ عزت والا اور زیادہ عظمت والا ہو۔

وَآبَى إِذَا يَأْبَى وَأَعْظَمَ شِيمَةً وَأَنْوَمَ عَنْ جَارٍ إِذَا اللَّيْلُ أَظْلَمَا

اور جب کسی بات سے انکار کر دے تو ممدوح کا سا زیادہ انکار کرنے والا اور بہترین خصلت و عادت والا اور جب رات اندھیری ہو جائے تو اس وقت بھی اپنے پناہ گزینوں

سے (بے فکری میں) زیادہ سونے والا ہو۔
(کیونکہ اس کی عظمت و شان کے سبب سے اس کے پناہ گزینوں کی جانب کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا اس لیے اس کو ان کی دیکھ بھال اور نگرانی کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے بے فکر سو جاتا ہے)

۴۰۶ ابن ہشام نے کہا کہ اس کا قول "کلیھما" ابن اسحٰق کے سوا دوسروں کی روایت میں کا ہے۔ ابن ہشام نے کہا کہ " اَجَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْھُمْ" تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے پناہ دی۔

اس کا واقعہ یہ ہے (کہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف والوں کے پاس سے لوٹ آئے اور انھیں اپنی تصدیق اور اپنی مدد کی دعوت دی تو انھوں نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی تو آپ حراء کی جانب (تشریف لے) چلے اور الاخنس بن شریق کے پاس پیام بھیجا کہ وہ آپ کو پناہ میں لے تو اس نے کہا میں ایک حلیف کی حیثیت رکھتا ہوں اور حلیف پناہ نہیں دیا کرتا تو آپ نے سہیل بن عمرو کے پاس کہلا بھیجا اس نے کہا کہ بنی عامر بنی کعب کے مقابلے میں کبھی پناہ نہیں دیا کرتے تو آپ نے مطعم بن عدی کے پاس آدمی بھیجا اس نے آپ کے پیام کو قبول کیا پھر مطعم اور اس کے گھر والوں نے ہتھیار لگائے اور نکل کر مسجد آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی کہلا بھیجا آپ بھی مسجد میں آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف فرمایا اور اس کے پاس نماز ادا فرمائی اور اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔ حسان بن ثابت اسی واقعہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ حسان بن ثابت نے ہشام بن عمرو کی بھی تعریف۔ اسی نوشتہ۔ معاہدے کے توڑنے کی وجہ سے کی ہے۔

هَلْ يُوفِيَنَّ بَنُو أُمَيَّةَ ذِمَّةً ... عَقْدًا كَمَا أَوْفَى جِوَارُ هِشَامِ

کیا بنو امیہ (ایسی) ذمہ داری اور معاہدے کو پورا

کر بن گئے جس طرح ہشام کے پڑوسیوں نے (اپنی ذمہ داری) پوری کی۔

لِلْحَارِثِ بْنِ حُبَيِّبِ ابْنِ سُحَامِ ۔۔۔ مِنْ مَعْشَرٍ لَا يَغْدِرُوْنَ بِجَارِهِمْ

وہ حارث بن حبیب بن سحام کے خاندان سے ہے جو اپنے پناہ گزیں سے بے وفائی نہیں کرتے۔

وَإِذَا بَنُوْ حِسْلٍ أَجَارُوْا ذِمَّةً ۔۔۔ أَوْفَوْا وَأَدَّوْا جَارَهُمْ بِسَلَامِ

اور جب بنو حسل کسی کو پناہ دیتے اور (اس کا) ذمہ لیتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور اپنے پناہ گزین کو صحیح سلامت حوالہ کرتے ہیں۔

۲۰۷ اور ابن ہشام بنی سحام ہی میں کا تھا۔ ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ سحام کہتے ہیں۔

طفیل بن عمرو الدوسی کے اسلام کا واقعہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ اپنی قوم کی حالت دیکھ کر انھیں نصیحت فرمایا کرتے اور جس آفت میں وہ مبتلا تھے اس سے نجات کی جانب بلاتے اور قریش کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے محفوظ کر دیا تو لوگوں کو، اور عرب کا جو شخص بھی ان کے پاس آتا اس کو، آپ سے ڈراتے تھے۔ طفیل بن عمرو الدوسی بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ میں ایسے وقت آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے تو ان کی جانب قریش کے بہت سے لوگ گئے اور طفیل بلند پایہ لوگوں میں

سے تھے۔ شاعر اور عقلمند تھے۔ قریش کے ان لوگوں نے ان سے کہا
اے طفیل! تم ہماری بستیوں میں آئے تو ہو لیکن دیکھو! اس شخص نے
جو ہمیں میں سے ہے ہمیں سخت مشکل میں ڈال رکھا ہے ہماری جماعت
کو اس نے پراگندہ کر دیا ہے اور ہمارے معاملے کو پریشان کر ڈالا ہے۔
اس کی (ایک ایک) بات جادو کی سی ہوتی ہے۔ بیٹے کو اس کے
باپ سے بھائی کو بھائی سے۔ شوہر کو اس کی بیوی سے جدا کر دینا
ہے۔ ہمیں تمھاری اور تمھاری قوم کی نسبت اسی فتنہ کا خوف ہے
جو ہم میں داخل ہو چکا ہے اس لیے تم اس شخص سے بات نہ کرو اور
نہ اس کی کوئی بات سنو انھوں نے کہا وہ لوگ میرے ساتھ یہاں تک
لگے رہے کہ میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ اس کی نہ کوئی بات سنوں گا اور
نہ اس سے (کوئی) بات کروں گا جب سویرے میں مسجد کو گیا تو اپنے
کانوں میں اس ڈر سے روئی ٹھونس لی کہ کہیں اس کی باتوں میں سے
کوئی بات میرے کان تک نہ پہنچ جائے باوجود اس کے کہ میں اس
کے سننے کا ارادہ بھی نہ کروں۔ انھوں نے کہا کہ جب میں سویرے
مسجد پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ ۴۰۹
کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ کہا کہ میں آپ کے قریب جا کھڑا
ہوا اور اللہ نے تو آپ کی کوئی نہ کوئی بات سنا دینے کے سوا اور کوئی بات نہ چاہی۔ کہا
کہ میں نے ایک اچھا کلام سنا اور اپنے دل میں کہا میری ماں مجھ پر
روئے۔ واللہ! میں ایک عقلمند اور شاعر ہوں۔ اچھا برا مجھ سے پوشیدہ
نہیں۔ پھر کونسی چیز مجھے اس سے روکتی ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا
ہے اسے سنوں پھر اگر جو بات وہ پیش کرتا ہے اچھی ہو تو اس کو قبول
کروں اور اگر بری ہو تو اس کو چھوڑ دوں۔ کہا کہ پھر میں کچھ دیر ٹھیر گیا
یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ کو واپس
تشریف لے گئے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا یہاں تک کہ
جب آپ اپنے دولت خانہ کے اندر تشریف لے گئے تو میں بھی اندر

چلا گیا اور کہا اے محمد! آپ کی قوم نے مجھ سے (آپ کے متعلق) ایسا ایسا کہا ہے اور وہ (سب) باتیں بیان کیں جو انھوں نے کہی تھیں۔ واللہ! وہ آپ کے معاملے سے اس قدر ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں میں اسلئے روئی ٹھونس لی کہ آپ کی (کوئی) بات نہ سنوں۔ مگر اللہ نے تو اس کے سوا کوئی بات نہ چاہی کہ آپ کی بات مجھے سنائے اور میں نے سنی اور اچھی بات سنی۔ پس آپ اپنے اصول مجھے بتائیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی تو واللہ نہیں! اس سے بہتر بات میں نے کبھی نہیں سنی۔ اور نہ ایسے معتدل اصول سنے۔ کہا۔ پس میں نے اسلام اختیار کر لیا اور سچی بات کی گواہی دی اور کہا۔ اے اللہ کے نبی! میں ایسا شخص ہوں کہ میری قوم میں لوگ میری بات مانتے ہیں اور میں اب ان کی جانب لوٹ کر جانے والا ہوں اور انہیں اسلام کی جانب دعوت دینے والا ہوں۔ پس اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے کہ وہ اس دعوت میں جس جانب میں انھیں بلاتا ہوں ان کے مقابلے میں میری مددگار ہو فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَہٗ اٰیَۃً یا اللہ اس کے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دے۔ کہا پھر میں اپنی قوم کی طرف چلا یہاں تک کہ جب میں ان دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ میں تھا جہاں سے بستی مجھے نظر آتی تھی میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک چراغ کی سی روشنی پیدا ہو گئی کہا کہ میں نے کہا یا اللہ میرے چہرے کے سوا کسی دوسری چیز میں (اس کو ظاہر فرما) میں ڈرتا ہوں کہ وہ کسی سزا کا خیال کرنے لگیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کے سبب سے مجھ میں بطور سزا کے یہ بات پیدا ہوئی ہے۔ کہا کہ پھر تو اس روشنی نے اپنی جگہ بدل دی اور میرے کوڑے کے سرے پر نمودار ہو گئی۔ کہا کہ پھر تو تمام بستی والے وہ نور میرے کوڑے میں قندیل کی طرح لٹکا ہوا دیکھنے لگے اور میں پہاڑوں کے درمیانی راستے سے ان کی جانب اتر رہا تھا۔ کہا یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچا، اور وہیں صبح ہوئی، کہا کہ پھر

جب میں اترا تو میرا باپ میرے پاس آیا اور وہ بڑا بوڑھا تھا۔ کہا کہ میں نے اس سے کہا بابا جان! مجھ سے دور رہئے کیونکہ میں آپ کا نہیں اور آپ میرے نہیں۔ اس نے کہا بیٹے! یہ کیوں میں نے کہا میں نے تو اسلام اختیار کر لیا ہے اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہوگیا ہوں۔ اس نے کہا۔ بیٹے! پھر تو جو تمھارا دین وہ میرا دین۔ میں نے کہا اچھا تو جائیے اور غسل کر لیجئے اور اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور پھر تشریف لائیے کہ آپ کو میں وہ بات سکھاؤں جو مجھے معلوم کی ہے کہا کہ وہ چلے گئے اور غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کر لئے کہا کہ پھر وہ آئے تو میں نے ان کے آگے اسلام پیش کیا تو انھوں نے اسلام اختیار کر لیا پھر میرے پاس میری بیوی آئی تو میں نے کہا مجھ سے دور رہ کیونکہ میں تیرا نہیں اور تو میری نہیں۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیوں کہا کہ میرے اور تیرے درمیان اسلام نے رکاوٹ ڈال دی ہے۔ اور میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کی ہے۔ اس نے کہا پھر تو جو تمھارا دین وہ میرا دین میں نے کہا کہ پھر تو تو (مقام) حنی ذی الشریٰ کو جا اور اس (کے پانی) سے نہا دھو (اور) پاک صاف ہو جا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض حمی ذی الشریٰ کہتے ہیں (حمی) کے معنی رمنہ یا محفوظ زمین کے ہیں) اور ذوالشریٰ قبیلہ دوس کے ایک بت کا نام تھا اور یہ محفوظ زمین ان کے سسرال کی تھی اس زمین میں ان کا ایک چشمہ بھی تھا جس میں کچھ انخلا پانی بھی تھا جو پہاڑ میں سے آتا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میری بیوی نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ذی الشریٰ میں بچوں کے لیے تو کچھ خوف نہیں۔ میں نے کہا نہیں کوئی خوف نہیں۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں کہا پھر وہ چلی گئی اور نہا دھو کر آئی تو میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ پس اس نے اسلام اختیار کر لیا۔ پھر میں نے تمام بنی دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلام اختیار کرنے میں دیر کی تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ آیا اور

آپ سے عرض کی اے اللہ کے نبی! قبیلہ دوس کی نظارہ بازی یا عورتوں کی محبت یا زنا[1] مجھ پر (یعنی میرے تبلیغی کام پر) غالب آگیا ہے۔ پس آپ ان کے لیے بددعا فرمائیے تو فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَهْدِ دَوْسًا اِرْجِعْ اِلٰی قَوْمِكَ فَادْعُهُمْ وَارْفُقْ بِهِمْ

یا اللہ! دوس کو سیدھی راہ پر لگا۔ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور انھیں اسلام کی جانب بلاتے رہو اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ!

کہا کہ پھر تو میں بنی دوس کی سرزمین ہی میں انھیں دعوت اسلام دیتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور جنگ بدر، احد، اور خندق بھی گزر گئے۔ اس کے بعد اپنی قوم میں کے ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر جنھوں نے میرے ساتھ اسلام اختیار کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقام خیبر میں پہنچا اور پھر ہم (سب) مدینہ میں پہنچے تو قبیلے دوس کے ستر یا اسی گھرانے وہاں بس گئے اور جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام خیبر میں ملے تو آپ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ ہمیں مال غنیمت میں حصہ عنایت فرمایا۔

اس کے بعد میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح مکہ عطا فرمائی تو میں نے

[1] نسخہ یورپ میں ہے" یا نبی اللہ انہ قد غلبنی علی دوس الزنا" اور دوسرے نسخوں میں ہے" قد غلبنی علی دوس الزنا" الزنا ہو یا الرنا دونوں ہی الفاظ ہیں۔ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ جس طرح ہم نے ترجمہ میں دونوں صورتوں کا اظہار کر دیا ہے۔ لیکن غلبنی اور غلبنی کے دونوں نسخوں میں سے مجھے پہلا غلط معلوم ہوتا ہے! بلکہ انہ قد غلب علی دوس ہونا چاہیے تھا میں نے غلبنی کی

کہا اے اللہ کے رسول! مجھے عمرو بن حممہ کے ذو الکفین نامی بت کی جانب جانے کی (اجازت مرحمت) فرمائیے تاکہ میں اس کو جلا ڈالوں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر توطفیل اس بت کی جانب چلے اور اس بت پر آگ روشن کرتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے۔

يَا ذَا الْكَفَّيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَا ... مِيلَادُنَا أَقْدَمُ مِنْ مِيلَادِكَا
إِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فِي فُؤَادِكَا

اے ذو الکفین! میں تیری لو جا کرنے والوں
میں سے نہیں ہوں۔ ہماری پیدائش تیری پیدائش سے
بہت پہلے (کی) ہے۔
میں نے تیرے کلیجے میں آگ بھر دی ہے۔

کہا کہ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آئے اور وہ آپ کے ساتھ ہی مدینہ میں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ پھر جب عرب مرتد ہو گئے تو مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی نکلے اور ان کے ساتھ ہو گئے یہاں تک کہ مقام طلیحہ اور تمام سرزمین نجد سے فراغت حاصل کر لی۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کو گئے اور ان کے ساتھ ان کا لڑکا عمرو بن طفیل بھی تھا۔ وہ جس وقت یمامہ کی جانب جا رہے تھے تو انھوں نے ایک خواب دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر مجھے بتاؤ۔ میں نے دیکھا کہ میرا سر مونڈ دیا گیا ہے اور میرے منہ سے ایک پرند نکلا اور مجھے ایک عورت ملی جس نے مجھے اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا اور میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا مجھے بڑی تیزی سے تلاش کر رہا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ مجھ تک آنے سے روک دیا گیا۔

۴۱۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ صورت ترجمے میں اختیار کی ہے۔ فانظر هل ترى فيه من وجه۔ (احمد محمودی)

لوگوں نے کہا کہ جواب تو اچھا ہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ واللہ! میں نے
تو اس کی ایک تعبیر دی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ وہ کیا؟ کہا کہ سر کا مونڈا جانا
تو اس کا کٹنا ہے اور جو پرند میرے منہ سے نکلا وہ میری روح ہے
اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا وہ زمین ہے
جو میرے لئے کھودی جائے گی اور میں اس میں غائب ہو جاؤں گا اور
میرے بیٹے کا مجھ کو تلاش کرنا اور مجھ تک آنے سے روک دیا جانا
میں سمجھتا ہوں کہ وہ کچھ آفتوں میں مبتلا ہو جائے گا لیکن جو آفت مجھ پر
آئے گی وہ اس سے بچ جائے گا۔ پس اللہ ان پر رحمت کرے، وہ یمامہ
میں قتل کیے گئے اور شہید ہو گئے اور ان کا لڑکا سخت زخمی ہوا لیکن پھر
وہ اس سے صحت یاب ہو گیا۔ پھر یرموک کے سال عمر رضی اللہ عنہ
کے زمانہ میں قتل اور شہید ہوا۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے خلاد بن قرہ بن خالد السدوسی وغیرہ
نے بنی بکر بن وائل میں کے بوڑھے جاننے والوں سے بیان کیا کہ
بنی قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل میں کا اعشیٰ
اسلام اختیار کرنے کے ارادے سے نکل کر (جب) رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جانب چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں (یہ) کہا۔

أَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةَ أَرْمَدَا   وَبِتَّ كَمَا بَاتَ السَّلِيمُ مُسَهَّدَا

آشوب زدہ آنکھ کی رات میں بند ہونے کی طرح،
کیا تیری بھی آنکھ سے آنکھ نہیں لگی، اور تو نے (بھی) رات
اس طرح گزاری جس طرح سانپ ڈسا ہوا آدمی، جس کو سونے
سے روک دیا جاتا ہے۔

وَمَا ذَاكَ مِنْ عِشْقِ النِّسَاءِ وَإِنَّمَا   تَنَاسَيْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ خُلَّةَ مَهْدَدَا

اور یہ حالت کچھ عورتوں کے عشق کے سبب سے نہیں ہوئی

عہد کی محبت تو آج سے بہت پہلے بھول چکا ہوں۔

وَلٰكِنْ أَرَى الدَّهْرَ الَّذِي هُوَ خَائِنٌ إِذَا أَصْلَحَتْ كَفَّايَ عَادَ فَأَفْسَدَا

لیکن بے ایمان زمانہ کی حالت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جب میرے ہاتھ کسی چیز کو درست کرتے ہیں تو وہ دوبارہ اسے بگاڑ دیتا ہے۔

كُهُولًا وَشُبَّانًا فَقَدْتُ وَثَرْوَةً فَلِلَّهِ هٰذَا الدَّهْرُ كَيْفَ تَرَدَّدَا

بہت سے ادھیڑوں اور بہت سے جوانوں اور دولت وثروت کو میں نے کھو دیا۔ خدا اس زمانے سے سمجھے۔ اس کا آنا جانا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

وَمَا زِلْتُ أَبْغِي الْمَالَ مُذْ أَنَا يَافِعٌ وَلِيدًا وَكَهْلًا حِينَ شِبْتُ وَأَمْرَدَا

میں اپنے جوان ہونے کے پہلے ہی سے جبکہ میں بچہ اور بے داڑھی مونچھ کا تھا اور جب ادھیڑ ہوا اور بوڑھا ہو گیا ہمیشہ مال ہی کی جستجو میں رہا۔

وَأَبْتَذِلُ الْعِيسَ الْمَرَاقِيلَ تَغْتَلِي مَسَافَةَ مَا بَيْنَ النُّجَيْرِ فَصَرْخَدَا

اور اب سفید سرخی مائل اونٹوں کو ایسی تیز چال کے ساتھ جس میں وہ ایک دوسرے سے بڑھتے جاتے ہیں پامال کر رہا ہوں۔

أَلَا أَيُّهٰذَا السَّائِلِي أَيْنَ يَمَّمَتْ فَإِنَّ لَهَا فِي أَهْلِ يَثْرِبَ مَوْعِدَا

اے مجھ سے اس بات کے پوچھنے والو کہ آخر ان اونٹوں نے کہاں کا قصد کیا ہے۔ سن لو کہ ان کی

وعدہ گاہ یثرب والے لوگوں میں پہنچنا ہے ۔

۶۱۲ فَإِن تَسْأَلِي عَنِّي فَيَا رُبَّ سَائِلٍ ‌ ‌ حَفِيٍّ عَنِ الْأَعْشَى بِهِ حَيْثُ أَصْعَدَا

اگر تم میرے متعلق پوچھتی ہو (تو یہ کوئی عجیب بات نہیں) کیونکہ اعشیٰ کے متعلق سوال کرنے والے اور اس کے کرم فرما بہت سے ہیں کہ وہ جہاں جاتا ہے اس کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں ۔

أَبَدَّتْ بِرِجْلَيْهَا النَّجَاءَ وَرَاجَعَتْ ‌ ‌ يَدَاهَا خِنَافًا لَيِّنًا غَيْرَ أَحْرَدَا

اونٹنی نے اپنی تیز رفتاری میں پوری کوشش کی حتیٰ کہ اس کے اگلے سر مڑ مڑ کر پڑنے لگے اور نرم ہو گئے لیکن وہ لنگڑاتی نہیں ۔

وَفِيهَا إِذَا مَا هَجَّرَتْ عَجْرَفِيَّةٌ ‌ ‌ إِذَا خِلْتَ حِرْبَاءَ الظَّهِيرَةِ أَصْيَدَا

دوپہر کے سفر میں اس اونٹنی کی رفتار میں ایک بے پرواہ انداز ہوتا ہے جبکہ تو دھوپ میں بیٹھے ہوئے گرگٹ کو گردن اکڑائے ہوئے دیکھے ۔

وَآلَيْتُ لَا آوِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ ‌ ‌ وَلَا مِنْ حَفًى حَتَّى تُلَاقِي مُحَمَّدَا

اور میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی تھکن یا کھر کے گھس جانے کے سبب سے بھی اس پر رحم نہیں کروں گا یہاں تک کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ جائے ۔

مَتَى مَا تُنَاخِي عِنْدَ بَابِ ابْنِ هَاشِمٍ ‌ ‌ تُرَاحِي وَتَلْقَيْ مِنْ فَوَاضِلِهِ نَدَى

جب تو ابن ہاشم کے دروازے کے پاس بٹھائی جائے گی

سو راحت پائے گی اور آپ کے اخلاق فاضلہ کا فیض حاصل کرے گی۔

۳۱۴ نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَذِكْرُهُ أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا

وہ ایسے نبی ہیں جو ایسی چیزیں ملاحظہ فرماتے ہیں جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے اور آپ کی شہرت پست و بلند شہروں میں پھیل گئی ہے۔

لَهُ صَدَقَاتٌ مَا تُغِبُّ وَنَائِلٌ وَلَيْسَ عَطَاءُ الْيَوْمِ مَانِعَهُ غَدَا

آپ کی خیرات و عطا لگاتار اور بے وقفہ ہے آج کا دینا بھی کل دینے کے لئے مانع نہیں ہوتا۔

أَجِدَّكَ لَمْ تَسْمَعْ وَصَاةَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الْإِلٰهِ حِينَ أَوْصَى وَأَشْهَدَا

کیا تو نے دوڑ دھوپ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصیحتوں کو نہیں سنا جس کی ہر نصیحت اور ہر گواہی اللہ کی اطلاع پر مبنی ہوتی ہے۔

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقَى وَلَاقَيْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا

جب تو زاد تقوی لے کر سفر نہ کرے اور موت کے بعد ان لوگوں سے ملے جو اپنے ساتھ توشہ لے گئے ہیں۔

نَدِمْتَ عَلَى أَنْ لَا تَكُونَ كَمِثْلِهِ فَتُرْصِدَ لِلْمَوْتِ الَّذِي كَانَ أَرْصَدَا

تو تو پچھتائے گا کہ تو ان کا سا نہ ہوگا اور موت کا منتظر رہے گا جو کبھی سے انتظار میں لگی ہوئی تھی۔

فَإِيَّاكَ وَالْمَيْتَاتِ لَا تَقْرَبَنَّهَا وَلَا تَأْخُذَنْ سَهْمًا حَدِيدًا لِتَفْصِدَا

پس مردار چیزوں سے خود کو بچا اور ان کے قریب
نہ جا اور خون بہانے کے لیے تیز تیر نہ لے (بتوں کے لیے قربانیاں
نہ کر)۔

وَلَا النُّصُبَ الْمَنْصُوبَ لَا تَنْسُكَنَّهُ وَلَا تَعْبُدِ الْأَوْثَانَ وَاللّٰهَ فَاعْبُدَا

اور ان بتوں کے پاس قربانیاں نہ کر اور مورتوں
کی پوجا چھوڑ دے اور اللہ کی پرستش کر۔

وَلَا تَقْرَبَنَّ حُرَّةً كَانَ سِرُّهَا عَلَيْكَ حَرَامًا فَانْكِحَنْ أَوْ تَأَبَّدَا

کسی شریف عورت کے قریب نہ جا جس کی شرمگاہ
تجھ پر حرام ہے۔ پس شرعی شرطوں کے ساتھ نکاح کر، یا
عورتوں سے دور رہ۔

وَذَا الرَّحِمِ الْقُرْبَى فَلَا تَقْطَعَنَّهُ لِعَاقِبَةٍ وَلَا الْأَسِيرَ الْمُقَيَّدَا

اور قریبی رشتہ داروں سے بطور سزا کے تعلقات
نہ توڑ اور نہ قیدیوں سے بدسلوکی کر۔

وَسَبِّحْ عَلَى حِينِ الْعَشِيَّاتِ وَالضُّحَى وَلَا تَحْمَدِ الشَّيْطَانَ وَاللّٰهَ فَاحْمَدَا

اور رات دن تسبیح میں مصروف رہ شیطان کی
مدح سرائی نہ کر۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر۔

وَلَا تَسْخَرَنْ مِنْ بَائِسٍ ذِي ضَرَارَةٍ وَلَا تَحْسَبَنَّ الْمَالَ لِلْمَرْءِ مُخْلِدَا

حاجتمندوں اور معذوروں کی ہنسی نہ اڑا۔ مال کے
متعلق یہ خیال نہ کر کہ وہ آدمی کو ہمیشگی عطا کرے گا۔
اور جب وہ مکہ میں یا اس کے قریب آیا تو قریش کے مشرکوں

بن کا ایک شخص راہ میں اسے ملا اور اس نے اس کے حالات دریافت کیے تو اس نے بتلایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہے تاکہ اسلام اختیار کرے تو اس نے کہا اے ابو بصیر! اس شخص نے تو زنا کو حرام ٹھہرایا ہے تو اعشی نے کہا واللہ! یہ چیز تو ایسی ہے کہ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ اے ابو بصیر! اس نے شراب کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ تو اعشی نے کہا ہاں اس کے متعلق تو نفس کی کچھ خواہشیں ہیں لیکن اب تو میں لوٹ جاتا ہوں اور اس سال اس کے متعلق سوچ بچار کر لیتا ہوں۔ پھر اس کے بعد آؤں گا اور اسلام اختیار کروں گا اور لوٹ گیا اور وہ اسی سال مر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر نہ آیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اللہ کا دشمن ابو جہل بن ہشام (اللہ اس پر لعنت کرے) باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی عداوت، دشمنی اور آپ سے سخت مخالفت کے جب آپ کو دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سامنے ذلیل بنا دیتا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان الثقفی نے، جو خوب یاد رکھنے والے تھے، بیان کیا کہ اراش سے ایک شخص آیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے اراشہ کہا ہے، اور وہ مکہ میں چند اونٹ لایا تو ابو جہل نے ان اونٹوں کو اس سے خرید لیا لیکن ان کی قیمت کی ادائی کے لیے مدت بڑھاتا رہا تو وہ اراشی قریش کی مجلس میں آکھڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد کی ایک طرف تشریف رکھتے تھے۔ اس نے کہا اے گروہ قریش! ابو الحکم بن ہشام کے خلاف کوئی شخص میری مدد اور دادرسی کرنے والا ہے۔ میں تو ایک مسافر اور راہرو ہوں اور اس نے میرا حق دبا رکھا ہے۔ راوی نے کہا کہ اس مجلس والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کر اس سے کہا کیا تجھے وہ شخص نظر آرہا ہے جو وہاں بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کی غرض

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑاتے تھے کیونکہ آپ میں اور ابوجہل میں جو عداوت تھی وہ جانتے تھے۔ تو اس شخص کے پاس جا وہ اس کے مقابلے میں دادرسی اور مدد کرے گا۔ راوی نے کہا کہ وہ اراشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور کہا۔ اے بندۂ خدا ابوالحکم بن ہشام نے میرا ایک حق جو اس پر ہے دبا رکھا ہے اور میں ایک مسافر راہ گیر ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے کسی ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اس کے مقابل میری دادرسی اور مدد کرے اور میرا حق اس سے مجھے دلائے تو انھوں نے مجھے آپ کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے اس سے میرا حق دلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا انطلق الیہ۔ چل اس کے پاس چلیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ ہو گئے اور جب ان لوگوں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ جانے کے لیے کھڑے ہو گئے تو اپنے ساتھ والوں میں کے ایک شخص سے انھوں نے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا اور دیکھ کہ وہ کیا کرتا ہے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے کہا کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ محمدؐ فاخرج الیّ۔ میں محمدؐ ہوں باہر آ۔ تو وہ نکل آیا اور حالت اس کی یہ تھی اس کے چہرے میں خون کا ایک قطرہ (تک) نہیں اور رنگ سیاہ ہوگیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ أعطِ هذا الرجل حقه۔ اس شخص کا حق اس کو دیدے۔ اس نے کہا بہت خوب۔ آپ یہاں سے نہ جائیے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دیدوں۔ راوی نے کہا۔ پھر وہ گھر میں گیا اور اس کا جو کچھ حق تھا وہ لے کر باہر آیا اور اس کے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے اور اس اراشی سے فرمایا۔ الحق بشأنك۔ جا اپنا کام کر۔ پھر وہ اراشی آیا اور اسی مجلس والوں کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے۔ واللہ اس نے میرا حق دلا دیا۔ راوی نے کہا کہ وہ شخص بھی آیا جس کو انھوں نے آپ کے

۲۱۷

ساتھ بھجوایا تھا۔ انھوں نے اس سے کہا۔ افسوس تو نے کیا دیکھا۔ اس نے کہا میں نے تو عجائبات میں کی ایک عجیب چیز دیکھی۔ اس نے تو کچھ نہ کیا۔ بس اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور وہ اس کی جانب نکلا تو یہ حالت تھی کہ اس کی جان اس میں نہ تھی اس نے اس سے کہا کہ اس کا حق دیدے تو اس نے کہا بہت خوب۔ آپ یہاں سے نہ جائیے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دیدوں۔ اس نے کہا کہ وہ اندر گیا اور اس کا حق لے کر باہر آیا اور وہ اس کے حوالے کر دیا۔ راوی نے کہا کہ پھر تھوڑی دیر نہ ہوئی کی ابوجہل آیا۔ لوگوں نے کہا۔ ارے کمبخت تجھے کیا ہو گیا۔ واللہ ہم نے تو کبھی ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ تو نے کیا۔ اس نے کہا۔ ارے کمبختو! واللہ!! وہاں کا واقعہ تو یہ تھا کہ اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو اس کے رعب سے میری حالت ایک پتلے کی سی ہو گئی۔ میں اس کی جانب چلا تو دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر ایک نر اونٹ کھڑا ہے۔ اس کی (سی) کھوپری اور اس کی (سی) گردن اور اس کی (سی) کچلیاں میں نے کسی اونٹ کے نہیں دیکھیں۔ واللہ اگر میں انکار کرتا تو (وہ) مجھے کھا جاتا۔

رکانہ المطلبی کا حال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کی کشتی)

۴۱۸

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ابو اسحٰق بن یسار نے کہا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف قریش میں کا قوی ترین شخص تھا۔ وہ ایک روز مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہا ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس سے فرمایا۔

يا ركانة، ألا تتقي الله وتقبل ما أدعوك إليه

اے رکانہ۔ کیا تو اللہ سے ڈرتا نہیں اور جس طرف
میں تجھ کو بلاتا ہوں اس کو قبول نہیں کرتا۔
اس نے کہا کہ اگر میں اس بات کو جان لیتا کہ جو بات تم کہتے ہو
سچی ہے تو ضرور تمہاری پیروی کرتا۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔

أفرأيت إن صرعتك أتعلم أن ما أقول حق

اچھا یہ تو بتا کہ اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تجھے
یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔
اس نے کہا۔ ہاں آپ نے فرمایا

فقم حتى أصارعك

تو اٹھ کہ میں تجھ سے کشتی لڑوں
راوی نے کہا کہ رکانہ اٹھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ سے کشتی
لڑی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑا تو زمین پر
اس طرح لٹا دیا کہ وہ بالکل بے بس تھا۔ پھر اس نے کہا۔ اے محمد!
دوبارہ کشتی لڑو تو آپ نے اس سے دوبارہ کشتی کی اور (پھر) اسے پچھاڑ دیا۔
راوی نے کہا کہ اس نے کہا۔ اے محمد! یہ تو (بڑی) عجیب بات ہے (کہ) تم مجھے
پچھاڑتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فأعجب من ذلك إن شئت أن أريكه إن اتقيت الله و
اتبعت أمري۔

اس سے بھی زیادہ عجیب بات اگر تو چاہے تو میں
تجھے بتاؤں اس شرط سے کہ تو اللہ سے ڈرے اور میرا حکم
مانے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

أَدْعُو لَكَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ الَّتِي تَرَىٰ فَتَأْتِينِي

تیری خاطر میں اس درخت کو جس کو تو دیکھ رہا ہے
بلاؤں تو وہ آ جائے گا۔
اس نے کہا اچھا بلائیے تو آپ نے اس کو بلایا تو وہ آیا اور آکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ راوی نے کہا کہ
پھر آپ نے اس سے فرمایا۔

ارْجِعِي إِلَىٰ مَكَانِكِ

اپنی جگہ لوٹ جا تو وہ درخت اپنی جگہ لوٹ گیا۔
راوی نے کہا کہ پھر رکانہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا اے
بنی عبد مناف۔ روئے زمین کے لوگوں کا اپنے دوست سے جادو میں
مقابلہ کراؤ واللہ۔ میں نے اس سے زیادہ جادوگر کبھی کسی کو نہیں دیکھا
پھر اس نے انھیں وہ واقعات سنائے جو اس نے دیکھے اور جو کچھ ہوا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد حبشہ کے نصرانیوں میں سے جنھیں
آپ کی خبر معلوم ہوئی تقریباً بیس آدمی آپ کے پاس اس وقت آئے
جبکہ آپ مکہ ہی میں تھے تو آپ کو مسجد ہی میں پایا۔ وہ آپ کے پاس آکر
۴۱۹ بیٹھے اور آپ سے گفتگو کی جبکہ قریش کے لوگ کعبۃ اللہ کے اطراف اپنی اپنی مجلسوں
میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جو سوالات کرنا چاہتے
تھے کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی اور انھیں
قرآن پڑھ کر سنایا۔ جب انھوں نے قرآن کی تلاوت سنی تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور
انھوں نے دعوت الٰہیہ قبول کی اور اللہ پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق

کی اور ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق جو اوصاف درج تھے انھوں نے اس کو مان لیا اور پھر جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جانے لگے تو ابو جہل ابن ہشام قریش کے چند لوگوں کے ساتھ ان سے راہ میں آملا اور ان لوگوں سے اس نے کہا۔ اللہ تمھارے اس قافلے کو محروم رکھے جس کو تمھارے دین کے ان لوگوں نے تمھیں بھیجا ہے جو تم سے پیچھے رہ گئے ہیں کہ تم ان کے لیے راہ کا نشیب و فراز دیکھو اور اس شخص کے حالات ان تک پہنچاؤ۔ تم اس شخص کے پاس اطمینان سے بیٹھے بھی نہیں کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور اس نے جو کچھ کہا اس پر تم نے آمنا وصدقنا کہہ دیا۔ تمھارا سا احمق قافلہ تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا یا اسی طرح کی باتیں انھوں نے ان سے کہیں تو انھوں نے ان سے کہا تمھیں ہمارا سلام ہے۔ ہم تم سے جہالت میں مقابلہ کرنا نہیں چاہتے۔ ہمیں ہمارا طریقہ اور تمھیں تمھارا طریقہ ہم نے اپنے لیے بھلائی کی طلب میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ جو قافلہ آیا تھا۔ نجران کے نصرانیوں کا تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کونسی بات ٹھیک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیتیں انھیں کے متعلق اتریں۔ واللہ اعلم

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ۔ إلى قوله لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ۔

اس سے پہلے ہم نے جن لوگوں کو کتاب دی ہے
وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جب اس کی ان پر تلاوت
کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم نے اس کو مان لیا۔ بے شبہ وہ

حق ہے۔ ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے۔ ہم تو اس
سے پہلے ہی مطیع ہو گئے تھے۔ اس کے اس قول تک۔ ہمیں
ہمارے اعمال اور تمہیں تمہارے اعمال ہمارا تمہیں سلام،
ہم جاہلوں کو (اپنا مخاطب بنانا) نہیں چاہتے۔

ابن اسحٰق نے کہا نے کہا کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے
ان آیتوں کے متعلق پوچھا کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں تو
انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے علماء سے یہی سنتا رہا ہوں کہ یہ نجاشی
اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اتری ہیں اور سورہ مائدہ کی یہ آیتیں بھی۔

ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔

الی قولہ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ۔

ان کی یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ ان میں کے
بعض افراد علماء ہیں اور مشایخ ہیں اور بڑائی نہیں چاہتے۔
تا " اس کے قول میں (صداقت اسلام پر) گواہی دینے والوں
کے ساتھ ہمیں بھی لکھ لیجئے" تک۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایسے ۴۲۰
نادار اصحاب خباب و عمار اور ابو فکیہہ یسار۔ صفوان بن امیہ بن
محرث کے غلام اور صہیب اور انھیں کے سے مسلمانوں کے ساتھ تشریف
رکھتے تو قریش ان کی ہنسی اڑاتے اور ان میں کا ہر ایک دوسرے سے کہتا
یہ لوگ اس شخص کے ساتھی ہیں یہ جیسے کچھ ہیں تم لوگ دیکھ رہے ہو کیا
اللہ نے ہم سب میں سے انھیں لوگوں کو ہدایت و حق کی نعمت دی محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) جس چیز کو لایا ہے وہ اگر نیکی ہوتی تو یہ لوگ اس کی
طرف ہم سے آگے نہ بڑھتے اور ہمیں چھوڑ کر اللہ انھیں اس نعمت سے
مخصوص نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کے متعلق (یہ آیتیں) نازل فرمائیں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم
مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم
بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِالشَّاكِرِينَ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی
توجہ طلب کرتے رہتے ہیں انھیں تو (اپنے پاس سے) دور
نہ کر ان کے حساب میں سے تجھ پر (یعنی تیرے ذمہ) کچھ نہیں
اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر (یعنی ان کے ذمہ) کچھ
ہے نہ انھیں (اپنے پاس سے) دور کر دے گا تو (تیرا شمار)
ظالموں میں ہوگا اور ہم اسی طرح لوگوں میں کے بعضوں کو
بعضوں کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ وہ (یہ) کہیں کہ کیا اللہ نے ہم میں
سے انھیں لوگوں پر احسان فرمایا ہے۔ کیا شکر گزاروں سے
اللہ خوب واقف نہیں ہے۔ اور جب تیرے پاس وہ لوگ
آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہہ کہ تم
پر سلام ہو۔ تمھارے پروردگار نے رحم کرنا خود پر لازم کر لیا

ہے کہ تم میں سے جس شخص نے نادانی سے کوئی برا کام کیا
پھر اس نے توبہ کر لی اور درست طریقہ اختیار کر لیا تو بے شبہ
وہ بہت ڈھانک لینے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔
اس بات کا بھی مجھے علم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اکثر کوہ مروہ کے پاس ایک نصرانی لڑکے کی دوکان کے قریب تشریف
فرما ہوا کرتے تھے جس کا نام جبر تھا اور ابن الحضرمی کا غلام تھا اس لئے
لوگ کہا کرتے تھے کہ بہت سی باتیں جن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیش کرتا ہے
وہ صرف ابن الحضرمی کے چھوکرے جبر نصرانی کی سکھائی ہوئی ہیں اس لئے
اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کا قول (اور اس کا جواب) نازل فرمایا۔

إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ

عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۔

(وہ کہتے ہیں) اس کو تو ایک آدمی تعلیم دیا کرتا ہے۔
جس کی جانب مائل ان کا میلان ہے وہ تو ایک عجمی شخص ہے
اور یہ (قرآن) تو عربی واضح زبان ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ یلحدون الیہ کے معنی یمیلون الیہ
کے ہیں یعنی اس کی جانب میلان رکھتے ہیں اور الحاد کے معنی میل عن الحق
کے ہیں یعنی ناحق میلان ۔ رؤبہ نے کہا ہے :-

إِذَا تَبِعَ الضَّحَّاكَ كُلُّ مُلْحِدِ

جبکہ ناحق کی جانب ہر میلان رکھنے والا ضحاک کا
پیرو بن گیا
ابن ہشام نے کہا کہ یہاں ضحاک سے مراد ضحاک خارجی ہے اور
یہ بیت اس کے ایک بحر رجز کے قصیدے کی ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو عاص بن وائل السہمی کہا کرتا تھا۔ اجی اس کا ذکر چھوڑو (بھی) وہ تو ایک بے اولاد ہے۔ اس کے بعد رہنے والا کوئی نہیں۔ یہ جب مر جائے گا تو اس کی کوئی نسل نہ رہے گی اور پھر اس (کے فتنوں) سے آرام مل جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق نازل فرمایا۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

بے شبہ ہم نے تجھ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔
جو تیرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ الکوثر کے معنی العظیم کے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا لبید بن ربیعہ الکلابی نے کہا ہے:۔

وَصَاحِبِ مَلْحُوبٍ فُجِعْنَا بِیَوْمِہٖ ۔۔۔ وَعِنْدَ الرِّدَاعِ بَیْتُ آخَرَ کَوْثَرِ

ملحوب والے شخص (کی موت) کے روز تو ہمیں بڑی تکلیف ہوئی
اور مقام رداع کے پاس بھی ایک دوسرا گھر ہے جو بڑی عظمت والا ہے۔
شاعر کہتا ہے کہ وہ بڑا اور عظمت والا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ یہ ملحوب والے سے مراد عوف بن الاحوص بن جعفر بن کلاب ہے جو مقام ملحوب میں مرا اور "عند الرداع بیت آخر کوثر" سے مراد شریح بن الاحوص بن جعفر بن کلاب ہے جو مقام رداع میں مرا اور کوثر سے مراد کثیر ہے اور یہ لفظ کثیر ہی سے نکلا ہے۔ ۴۴۲
ابن ہشام نے کہا کہ کمیت بن زید نے ہشام بن عبد الملک بن مروان کی تعریف میں کہا ہے:۔

وَأَنْتَ كَبِيرٌ يَا ابْنَ مَرْوَانَ طَيِّبٌ   وَكَانَ أَبُوكَ ابْنَ الْعَقَائِلِ كَوْثَرَا

اے مروان کے بیٹے ! تو تو اچھا اور عظمت والا ہے ہی لیکن تیرا باپ تو شریف عورتوں کی اولاد اور بہت بڑی عظمت والا تھا۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ امیہ بن عائذ الہذلی نے ایک گورخر کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا ہے :۔

وَيَحْمِي الْحَقَائِقَ إِذَا مَا احْتَدَمْنَ   حَمْحَمَ فِي كَوْثَرٍ كَالْجِلَالِ

قابل نگرانی کاموں کی وہ نگرانی کرتا ہے اور جب گورخر مادائیں تیزی کے ساتھ بہت دوڑنے لگتی ہیں تو کثرتِ غبار کی جھول میں وہ ہنہنانے لگتا ہے۔

شاعر نے کوثر سے کثرت غبار مراد لی ہے اور اس کی کثرت کے سبب سے اس کو جھول سے تشبیہ دی ہے اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن عمرو نے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ جعفر عمرو بن جعفر بن عمرو بن امیۃ الضَّمری کا بیٹا ہے۔ محمد بن شہاب الزہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم سے اور اور انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت سنا جب کہ آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ! کوثر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے وہ کیا چیز ہے۔ فرمایا :۔

نَهْرٌ كَمَا بَيْنَ صَنْعَاءَ إِلَى أَيْلَةَ آنِيَتُهُ كَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ

تَرِدُهُ طَيْرٌ لَهَا أَعْنَاقٌ كَأَعْنَاقِ الْإِبِلِ

وہ ایک نہر ہے (جس کا طول) مقام صنعاء سے
ایلہ (کے طول) کا سا ہے۔ اس کے (پانی پینے کے) برتن
آسمان کے تاروں کی شمار میں ہوں گے۔ اس میں ایسے پرندے پانی
پینے کو آئینگے جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہوں گی۔
راوی نے کہا کہ عمر بن الخطاب عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ!
وہ تو ضرور نرم و نازک ہوں گے۔ فرمایا۔

آكِلُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا

ان کا کھانے والا ان سے زیادہ نازک ہوگا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ ہم نے اسی حدیث میں یا اس کے سوا دوسری
کسی حدیث میں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَا يَظْمَأُ أَبَداً۔

جس شخص نے اس میں سے (پانی) پی لیا وہ کبھی
پیاسا نہ ہوگا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنی قوم کو
اسلام کی دعوت دی۔ ان سے گفتگو کی اور انھیں پیام بھی پہنچا دیا تو
زمعہ بن الاسود اور النضر بن الحرث اور الاسود بن عبد یغوث اور ابی بن
خلف اور العاص بن وائل نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)
کاش تمھارے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا اور تمھاری جانب سے لوگوں سے
باتیں کرتا اور تمھارے ساتھ ساتھ نظر آتا رہتا تو اللہ تعالی نے اس کے
متعلق ان کا یہ قول (اور اس کا جواب) نازل فرمایا:۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكاً لَقُضِيَ الْأَمْرُ

ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ

انھوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل فرماتے تو بس معاملہ کا فیصلہ ہی ہو جاتا (کہ فرشتہ کے دیکھنے کی ناقابلیت کے سبب دیکھتے ہی دم نکل جاتا) پھر انھیں مہلت بھی نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اسے (ان کے دیکھ سکنے کے قابل) کوئی فرشتہ بناتے تو اسے (رسول ہی کا سا) کوئی مرد بناتے، اور (اس صورت میں) ہم ان پر (اس صورت کے اقتضا سے) وہی شبہے کرتے جن شبہوں میں وہ اب بھی پڑے ہوئے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھے یہ خبر بھی ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن المغیرہ اور امیہ بن خلف اور ابوجہل بن ہشام کے پاس سے گزرے تو انھوں نے آپ پر طعن و تشنیع کی اور آپ کی ہنسی اڑانے لگے تو اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سلوک کے متعلق آپ پر وحی نازل فرمائی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

بے شک تجھ سے پہلے بھی رسولوں کی ہنسی کی گئی تو جس چیز کے متعلق انھوں نے ہنسی اڑائی (یعنی عذاب) وہ چیز ان لوگوں میں سے ان (افراد) کو چمٹ گئی جنھوں نے مسخراپن کیا تھا۔

تمت

صحت نامہ

سیرت ابن ہشام

حصۂ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲۳	عوص	عوض	۲۰۵	۵	بکیس	بیکیں
۱۷	۱	ورمیان	درمیان	۲۱۵	۱۲	عمر	غمر
۳۴	۱۲	لیننے	یعنی	۲۱۶	۲	لوی	لوی
۴۰	۱۹	فمسیوں	فیمیون	۲۱۷	۱۳	۱۱۴	۱۶۴
۴۲	۸	یاس	پاس	۲۲۱	۴	لقظة	یقظة
۴۴	۱۸	نجزان	نجران	۲۳۵	۸	کیڑے	کپڑے
۴۷	۲	مرگیۂ	مرگیا	۲۴۷	۱۸	اگرچہ کہ	اگرچہ
″	۶	ای	اسی	۲۵۶	۱۵	تس	تمنس
″	۷	القرظی	القرضی	۲۶۱	۱۴	روای	راوی
۷۷	۲۵	ٹاگوں	ٹانگوں	۲۶۴	۸	سول	رسول
۸۳	۱۰	د۰نوں	دونوں	۲۷۰	۱۴	دیں گی	دینگی
۸۴	۱۰	ستعمال	استعمال	۲۷۷	۱۱	کعب	کعبے
۹۱	۱۲	۱	۲	۲۸۱	۲۵،۲۴	پکڑے .. اکے	پکڑے اور ست کے
۱۰۵	۱۲	اداز	دراز	″	۲۵	بے،	لے کر اس کے
۱۶۵	۱۲	لے	نے	۲۸۶	۱۷	عمرو بن عدس	عدس
۱۷۹	۱۳	دوالاصبع	ذوالاصبع	۲۹۰	۳	قرلس	قریش
۱۹۱	۶	پئے کا	پئے گا	۲۹۶	۱۹	بہ	یہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۷	۶	ہذ النجم	ہذا النجم	۴۵۹	۲۲	مرفوتبہ	مرفوبۃ
۳۰۷	۱۳	روای	روی	۴۷۴	۱۵	کے	نے
۳۱۴	۵	قیا	قبیلہ	〃	۱۸	یہاں کہ	یہاں تک کہ
〃	۹	حزج	حزمج	۴۷۶	۱۵	بھل	بل
۳۶۱	۳	امری القیس	امرأ القیس	۴۸۱	〃	ازآدی	آزادی
〃	۸	بن رفبدہ	بن وفیدہ	۴۸۸	۲۴	اشد	اسد
۳۶۷	۱۵	لوی	لوئ	۴۹۳	۱۰	زہیر بن بی	زہیر بن ابی
۳۸۶	۸	(یہ ایتیں)	(یہ آیتیں)	۵۲۹	۱۱	صلی علیہ	صلی اللہ علیہ
۳۹۰	۱۹	(مترجم ازسیلی)	(مترجم ازسہیلی)	〃	۱۸	اورس	اوراس
۴۰۹	۹	دسرے	دوسرے	۵۳۰	۸	پھردیں	پھیردیں
۴۱۷	۱۳	قس	قیس	۵۳۶	۵	فائد	فائدہ
۴۲۹	۱	گمنگو	گفتگو	۵۴۱	۱	سربرآورہ	سربرآوردہ
۴۳۶	۶	امُوَلکم	اموالکم	۵۵۲	۵	واس	واپس
〃	۱۰	لامرلله	لامر اللہ	۵۶۹	۲۲	(محمد محمودی)	(احمد محمودی)
۴۳۹	۳	عبدالدبن	عبدالدارین	۵۸۹	۵	ابن اسحٰق نے کہانے کہا	ابن اسحٰق نے کہا
۴۵۰	۳	رجزے	رجز کے	۵۹۳	۲۲	آیلۃ	ایلۃ